

## قرآن میں الصلاۃ کا حکم تو ہے مگر طریقہ نہیں ہے کہنے والوں کو دنداں شکن جواب

الَّذِينَ إِنْ مَكَنُوهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَاتَّوْا الزَّكُوَةَ وَأَمْرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلَلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورُ . وَإِنْ يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمٌ نُوحٌ وَّخَادٌ وَّثَمُودٌ . وَقَوْمٌ ابْرَاهِيمَ وَقَوْمٌ لُوطٍ . وَاصْحَبُ مَدْيَنَ وَكُذَّبَ مُوسَى فَأَمْلَيْتُ لِلْكُفَّارِينَ ثُمَّ

أَخْدُتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ تَكِيرٌ . الحج ۲۱ تا ۴۳

ان آیات پربات کرنے سے پہلے ان میں کچھ الفاظ کو کھول کرو واضح کرنا ضروری ہے اس لیے پہلے ان الفاظ کو کھول کرو واضح کرتے ہیں۔  
وَأَمْرُوا بِالْمَعْرُوفِ: اس کے مختصر معنی ہیں اور کیا کام ہورہا ہے مخصوص معروف کیسا تھا۔

امر کہتے ہیں کام کو اور المعرفہ دو الفاظ ”ال“ اور معروف“ عرف“ سے ہے جس کا معنی ہے کسی شے، بات، کام یا ذات وغیرہ کو مکمل طور پر جان، پہچان لینا یعنی کسی کو یا کسی کے بارے میں مکمل طور پر جان لینا اسے بنوی پہچان لینا۔ آیت میں المعروف کی بات کی گئی ہے یعنی مخصوص معروف کا ذکر کیا گیا ہے اور مخصوص معروف کیا ہے اس وقت تک کھل کرو واضح نہیں ہو گا جب تک کہ امر کو جان نہیں لیا جاتا کہ امر کیا ہے یعنی کام کیا ہے اور امر یعنی کام ہے الصلاۃ قائم کرنا جس سے بالکل کھل کرو واضح ہو جاتا ہے کہ خود اپنی ہی ذات کو اپنے آپ کو مکمل طور پر جان لینا پہچان لینا کیونکہ انسان کی اپنی ذات اللہ ہے اور جب تک اللہ کو یا نہیں کر لیا جاتا اللہ کو مکمل طور پر جان پہچان نہیں لیا جاتا تب تک الصلاۃ قائم کرنا ناممکن ہے اور اللہ کو کیسے پہچانا جاسکتا ہے اس کا ذکر بھی قرآن میں جگہ جگہ کر دیا کہ سب سے پہلے تقویٰ کا حصول لازم ہے اور تقویٰ رکھ دیا گیا طبیب رزق اور الصیام پر جب طبیب رزق کا استعمال کیا جائے گا اور الصیام اگر کتب ہیں الصیام کیے جائیں گے تو تقویٰ حاصل ہو جائے گا اس کے بعد الکتاب ایسے راہنمائی کرے گی جیسے کہ جب پر زہ مشین میں فٹ ہو جاتا ہے تو اس کے بعد پر زہ تمام تر فکروں سے آزاد ہو جاتا ہے مشین لمحہ بمحہ اس کی راہنمائی کرتی ہے یا جیسے کسی اندھے کا ہاتھ پکڑ کر اس کی راہنمائی کی جاتی ہے یوں نہ صرف اپنی ہی ذات اپنی اصل حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی جو کہ اللہ ہی اپنی ذات سامنے آئے گی بلکہ بالکل کھل کرو واضح ہو جائے گا کہ الصلاۃ کیا ہے اور اسے قائم کیسے کرنا ہے۔

وَنَهَا عَنِ الْمُنْكَرِ: اور الگ ہو رہے ہیں، رک رہے ہیں، دور ہو رہے ہیں امکن سے۔ منکر کہتے ہیں اس کام کو جس سے رکنا ہے جس نہیں کرنا کیونکہ اگر اسے کیا تو نقصانات کا سامنا کرنا پڑے گا وہ کام جس کے کرنے سے خرابیاں ہوتی ہے یعنی فساد ہوتا ہے۔

الَّذِينَ إِنْ مَكَنُوهُمْ فِي الْأَرْضِ ایسے کہ جنہیں مکن دیا گیا زمین میں یعنی جنہیں زمین میں اقتدار و اختیار دیا گیا تو اس لیے زمین میں مکن یعنی اقتدار و اختیار دیا گیا آقَامُوا الصَّلَاةَ کیا قائم کر رہے ہیں الصلاۃ؟ الصلاۃ تھی جسے قائم کرنے کے لیے زمین میں مکن دیا گیا وَاتَّوْا الزَّكُوَةَ اور کیا الزکاۃ دے رہے ہیں؟ یعنی الصلاۃ کو تمام تر خامیوں و نقاشوں سے پاک کرنے کے لیے جو مال خرچ کرنے کی ضرورت ہے مال دے رہے ہیں؟ وَأَمْرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَا عَنِ الْمُنْكَرِ اور کیا امر کر رہے ہیں المعروف کیسا تھا اور روک رہے ہیں امکن سے۔

وَأَمْرُوا بِالْمَعْرُوفِ اور کیا امر کر رہے ہیں اس طرح جس طرح امر کیا جاتا ہے جو کہ امر کیا جاتا ہے المعروف کیسا تھا یعنی جنہیں زمین میں مکن دیا گیا زمین میں اقتدار و اختیار دیا گیا ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسا نظام بنائیں کہ لوگوں کو تزکیہ کا سامان میسر ہو یعنی ان کے لیے ہر صورت طبیب رزق کا بندوبست کریں، لوگوں کے لیے تزکیہ کا انتظام کریں جب لوگوں کا تزکیہ ہو گا یعنی ان کے اجسام خبائش سے پاک ہوں گے تو نہ صرف ان پر حق بالکل کھل کرو واضح ہو جائے گا بلکہ وہ الصلاۃ قائم کرنے کے قبل ہو کر الصلاۃ قائم کریں گے یعنی کوئی اپنی ذمہ داری کو جان کر پہچان کر انتہائی احسن طریقے سے پورا کرے گا وَنَهَا عَنِ الْمُنْكَرِ جنہیں زمین میں مکن دیا گیا جب وہ ایسا نظام بنائیں گے یعنی لوگوں کے تزکیہ کا انتظام کریں گے تو نہ صرف وہ حق کو پہچان کر اس پر قائم ہوں گے بلکہ جن کاموں کے کرنے سے نقصانات کا سامنا ہو گا وہ کام نہیں کریں گے ان کے قریب بھی نہیں جائیں گے اگر پہلے کر رہے تھے تو ان سے دور ہو جائیں گے ان سے خود کو الگ کر لیں گے۔ جنہیں زمین میں مکن دیا گیا ان پر لازم ہے کہ وہ لوگوں کو ہر اس کام سے روکیں جن کاموں کے کرنے سے نقصانات کا سامنا کرنا

پڑتا ہے یعنی جو کام زمین میں فساد کا سبب بنتے ہیں۔ تو جن لوگوں کو زمین میں مکن یعنی اقتدار و اختیار دیا گیا کیا وہ اصلاح قائم کر رہے ہیں؟ یعنی جنہیں بھی زمین میں اقتدار و اختیار دیا گیا کیا وہ زمین میں ہر شے کو اس کے اصل مقام پر کھڑا ہے ہیں جس سے لوگوں کو ان کے تزکیے کا سامان ملتا ہے یعنی جب ہر شے کو اس کے مقام پر کھا جائے گا تو ظاہر ہے تمام تر فتنوں کا خاتمه ہو جائے گا صرف اور صرف طیب رزق ہو گا جب لوگ طیب رزق استعمال کریں گے تو ان کا تزکیہ ہو گا ان میں تقویٰ آئے گا جس سے نہ صرف ان پر حق ہر لحاظ سے حکل کرواضح ہو جائے گا بلکہ وہ دل سے اسے تسلیم کرتے ہوئے وہ کام کریں گے جن کے کرنے کا حکم دیا گیا اور ان کاموں سے نہیں رک رہے جن سے رکنے کا حکم دیا گیا تو کیا وہ اپنے اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے لوگوں سے وہ کام کروار ہے ہیں جن کے کرنے کا حکم دیا گیا یعنی صالح اعمال اور انہیں ان کاموں سے روک رہے ہیں جو کہ مفسد اعمال ہیں جن سے زمین میں فساد ہوتا ہے؟ اگر تو وہ اپنی اس ذمہ داری کو پورا کر رہے ہیں جو اصلاح ہے تو ٹھیک ہے ورنہ اگر وہ ایسا نہیں کر رہے بلکہ اس کے بالکل بر عکس کر رہے ہیں یعنی زمین میں دینے گئے اقتدار و اختیار کا ناجائز استعمال کر رہے ہیں اختیارات کا اپنی مرضیوں کے مطابق اپنی خواہشات کی اتباع میں استعمال کر رہے ہیں تو پھر جان لیں وَلِلّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورُ اور اللہ کے لیے ہے جو کام ہو رہے ہیں ان کا انجام یعنی پھر جان لو ایسا نہیں ہے کہ نتیجہ وہی نکلے گا جو تم لوگ چاہ رہے ہو کہ تم جدت میں آگے بڑھتے بڑھتے بہت آگے بڑھ جاؤ گے بلکہ نتیجہ وہی نکلے گا جو اللہ نے طے کر دیا اور وہ نتیجہ کیا ہے اگلی آیات میں کھول کرواضح کر دیا گیا۔

وَإِنْ يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبْتُ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَثَمُودٌ. وَقَوْمُ إِبْرَاهِيمَ وَقَوْمُ لُوطٍ. وَاصْحَبُ مَدْيَنَ وَكُذَّبَ مُوسَى فَامْلَيْتُ

لِلْكُفَّارِينَ ثُمَّ أَخْذَتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرٌ. الحج ۲۲ تا ۳۴

اور اگر یہ تیرا کذب کر رہے ہیں یعنی جو حق تو ان پر کھول کھول کرواضح کر رہا ہے کہ تمہیں زمین میں مکن دیا گیا ہے تو اس لیے دیا گیا ہے کہ اصلاح قائم کرو اور اصلاح کیا ہے اسے کھول کھول کرواضح کر رہا ہے اس کے باوجود یہ لوگ اسے تسلیم نہیں کرتے تو پھر ایسا نہیں کہ یہ کوئی پہلی بار ہو رہا ہے یہ کوئی نئی بات ہے بلکہ ان سے پہلے بھی جنون تھے ان کی قوم اور جو عاد تھے ان کی قوم اور ابراہیم کی قوم، اور جو لوٹ تھے ان کی قوم اور جو مدين تھے ان کی قوم اور جو آنکار کردیا گیا ہم زمین کی ہر شے کو اس کے مقام پر کھو، ایسے ہی ہمارے رسولوں نے ان پر حق کھول کھول کرواضح کر دیا تھا اس کے باوجود انہوں نے حق کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا وہ نہیں مانے انہوں نے ہمارے رسولوں کو جھٹلا دیا کہ نہیں ہم اپنی من مانیاں ہی کریں گے، اپنی مرضیاں کریں گے ہمیں جو زمین پر اختیار دیا گیا ہم زمین کی ہر شے کو اپنی مرضیوں کے مطابق استعمال کریں گے ہم تو ترقی کریں گے ہم جدید سے جدید ایجادات کریں گے تو پھر ان کا انجام کیا ہوا تھا؟ کیسی پکڑ پکڑا گیا تھا نہیں؟ بالکل ویسا ہی انجام آج ان کا ہونے والا ہے جو آج موجود ہیں جن میں ہم نے الاولین کی مثل اپنارسول بھیج دیا جو انہیں کھول کھول کر متنبہ کر رہا ہے اس کے باوجود یہ نہیں مان رہے کہ یہ اپنے مفسد اعمال کے سب طرح طرح کی ہلاکتوں کا شکار ہیں تو جان لوقم ہمارے رسول کا کذب کرتے ہو تو تمہارا انجام بھی بالکل انہی کی مثل ہونے والا ہے جو کہ تمہارے سر پر کھڑا ہے ہمارے رسول کے متنبہ کر لینے کی دیر ہے۔

ان آیات میں جہاں اور بہت سے حقوق کھول کھول کرواضح کر دیئے گئے وہیں یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ اصلاح کیا ہے اور اس کے علاوہ یہ آیات آج کی تاریخ ہیں یہ آیات آج اللہ کے بھیج ہوئے رسول احمد عسیٰ کی تصدیق کر رہی ہیں یہ آیات یاد دار ہی ہیں کہ یہ تھا اللہ کا وہ رسول جو کہ انہیں میں عذاب سے عین پہلے بعث کیا جانا تھا۔

اب آپ خود غور کریں اور فیصلہ کریں کہ جن کو بھی زمین میں اقتدار و اختیار دیا جاتا ہے کیا نمازیں پڑھنے کے لیے زمین میں اقتدار و اختیار دیا جاتا ہے؟ اگر اصلاح نماز کو کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جنہیں بھی زمین میں اقتدار و اختیار دیا جاتا ہے صرف اس لیے دیا جاتا ہے کہ وہ نمازیں پڑھیں اور اگر ایسا نہیں تو پھر نماز اصلاح نہیں ہے بلکہ نماز کا اصلاح کیسا تھا کوئی تعلق نہیں اور اصلاح کیا ہے یہ آیات خود کھول کھول کرواضح کر رہی ہیں کہ اصلاح کیا ہے۔ یہی بات بذات خود کھول کھول کرواضح کر رہی ہے کہ جنہیں زمین میں اقتدار و اختیار دیا جاتا ہے ظاہر ہے اگر آپ کوئی شے پر اختیار دیا گیا تو یہ آپ پر منحصر ہے آپ اس

کی دیکھ بھال کریں یا پھر اسے بتاہ و بر باد کریں، زمین میں اقتدار و اختیار دینا ہی یہ بات کھول کرو واضح کرتا ہے کہ زمین میں اقتدار و اختیار اسی لیے دیا گیا کہ زمین کی دیکھ بھال کروز میں میں ہر شے کو اس کے مقام پر رہنے دو، لوگوں پر کھول کھول کرو کہ کس شے کا کیا مقام ہے تاکہ لوگ ہر شے کو اس کے مقام پر رکھیں اور زمین کسی بھی قسم کی خرابی سے پاک رہے اور اسی کو عربوں کی زبان عربی میں الصلاۃ کہا جاتا ہے جس کے معنی ہیں زمین کی ہر شے کو اس کے مقام پر رکھنا اور اس کی ضرف ساد ہے اور یہی ان قوموں نے کیا یعنی ان کو الصلاۃ کا حکم دیا گیا لیکن قرآن میں کھول کھول کرو واضح کر دیا کہ ان قوموں نے الصلاۃ کی بجائے زمین میں فساد کیا ان کو جوز میں میں اقتدار و اختیار دیا انہوں نے اس کا ناجائز استعمال کیا انہوں نے اپنی خواہشات کی اتباع کی بالکل ایسے ہی جیسے آج موجودہ قوم کر رہی ہے۔

یوں نہ صرف الصلاۃ کیا ہے بالکل کھل کرو واضح ہو چکی بلکہ آج موجودہ لوگوں کا انجام کیا ہونے والا ہے وہ بھی بالکل کھول کرو واضح کر دیا گیا کہ اگر وہ قومیں جنہیں اس سے قبل زمین میں مکن دیا گیا تھا انہوں نے الصلاۃ قائم کرنے کی بجائے فساد کیا یعنی زمین پر انہیں جو اقتدار و اختیار دیا تھا انہوں نے اس کا غلط استعمال کیا اپنی خواہشات کی اتباع کرتے رہے اپنی منایاں کرتے رہے تو پھر ان کے کیے جانے والے امور یعنی کاموں کا نتیجہ کیا تکلا؟ کیا وہی نتیجہ تکلا جوان کی منصوبہ بندی تھی جوان کی چاہت تھی یا پھر نتیجہ ان کی چاہت کے بالکل برعکس سامنے آیا جس نے انہیں صفحہ ہستی سے مٹا کر رکھ دیا؟ جب انہیں کذب کرنے کے سبب صفحہ ہستی سے مٹا کر رکھ دیا گیا تو پھر کیا تم ایسے ہی چھوڑ دیئے جاؤ گے؟ کیا تم اپنی منصوبہ بندیوں میں کامیاب ہو جاؤ گے؟ نہیں بلکہ آج جب بالکل ان ہی کی طرح تم میں تھی سے ہم نے اپنارسول بعث کر دیا جو تمہیں کھول کر متنبہ کر رہا ہے اور تم ان ہی کی مثل کذب ہی کرتے ہو تو تمہارا انجام بھی بالکل وہی ہونے والا ہے جو کہ تمہارے بالکل سر پر آ کھڑا ہے صرف اور صرف ہمارے رسول کی طرف سے کھول کر پہنچا لینے کی دیر۔

تم پر نہ صرف الصلاۃ کیا ہے کھول کھول کرو واضح کر دی گئی بلکہ تمہاری نمازوں کے نام پر جل عظیم کو بھی چاک کر کے رکھ دیا گیا کہ نماز الصلاۃ کے نام پر الصلاۃ سے ہی غافل کیے ہوئے ہے نماز کا الصلاۃ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں بلکہ الٹایہ الصلاۃ کے نام پر عظیم دھوکہ ہے نماز بالکل بے بنیاد و فضول عمل ہے جسے تم لوگوں نے الصلاۃ کے نام پر اخذ کیا ہوا ہے۔

يُبَيِّنَ أَقِيمُ الصَّلَاةَ وَأُمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَإِنَّهُ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأَصْبِرُ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ . لقمان ۷۱

اس آیت میں لقمان اپنے بیٹے کو کہہ رہا ہے کہ اے میرے بیٹے تجھے جو دنیا میں لا یا گیا ہے الصلاۃ قائم کرنے کے لیے لا یا گیا ہے اور آگے یہ بھی واضح کر دیا کہ الصلاۃ کیا ہے وَأُمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَإِنَّهُ عَنِ الْمُنْكَرِ الصلاۃ ہے اور پھر یہ بھی واضح کر دیا کہ جب ٹو الصلاۃ قائم کرے گا یعنی امر کے گا المعرف کیسا تھا اور رکے گا لمنکر سے تو تجھے تکالیف کا سامنا کرنا پڑے گا سختیوں کا تو ان پر صبر کرنا یعنی برداشت کرنا۔ اب آپ خود غور کریں کہ اگر نماز ہی الصلاۃ ہے تو کیا نماز امر بالمعروف اور نہی عن الممنکر ہے؟ کیا نماز پڑھنے سے تکالیف و پریشانیوں اور سختیوں وغیرہ کا سامنا کرنا پڑتا ہے کہ صبر کرنا پڑے؟ تو جو اب بالکل واضح ہے کہ نہ ہی نماز کا امر بالمعروف اور نہی عن الممنکر کیسا تھا کوئی تعلق ہے اور نہ ہی نمازیں پڑھنے سے کسی بھی قسم کی کسی تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے کہ جس پر صبر کرنا پڑے جس سے الصلاۃ کے نام پر نماز نامی جل چاک ہو جاتا ہے کہ نماز الصلاۃ نہیں بلکہ نماز الصلاۃ کے نام پر الصلاۃ سے ہی غافل کیے ہوئے ہے۔

الْمُ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُسَبِّحُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالظَّيْرُ صَفَتٌ كُلُّ، قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحةً وَاللَّهُ عَلِيهِ بِمَا يَفْعَلُونَ. النور ۲۱

اس آیت میں دو باتیں بالکل کھول کرواضح کر دی گئیں ایک اللہ کے بارے میں کہ اللہ کیا ہے اور دوسرا الصلاۃ کیا ہے اسے کھول کرواضح کر دیا گیا۔ یہ آیت بھی چونکہ قرآن کے نزول سے لیکر الساعۃ کے قیام تک کے دوران ہونے والے واقعات میں سے کسی نہ کسی کی تاریخ ہے اور جب تک اس واقعے کو رونما نہیں ہوتا جس واقعہ کی تاریخ ہے تو تک اس آیت کا یہ ہونا یعنی کھل کرواضح ہونا ممکن ہے اور اب جب ہم اس آیت پر بات کریں گے تو نہ صرف آیت یہ ہے جس کی تاریخ ہے بلکہ اس سے یہ بات بھی ثابت ہو جائے گی کہ اس آیت کو آج ہی یہ ہونا تھا اور جس واقعہ کی یہ آیت تاریخ تھی یہ آیت یاد دلے گی کہ یہ تھا وہ واقعہ جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی اس آیت کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی۔

الْمُ تَرَ اللَّدُ انسانَ كُومناطبَ كرَتَهُ ہوَنَّے كَهْمَرَ ہاَنَّے اور اللَّدُ كَهْمَرَ ہاَنَّے جیسے اس کا قانون ہے یعنی انسان چونکہ بشر ہیں تو اللہ انہی میں سے ایک بشر کے ذریعے جو کہ اللہ کا رسول ہے اس کے ذریعے انسان سے کلام کر رہا ہے اللہ کا رسول انسانوں کو کہہ رہا ہے الْمُ تَرَ کیا نہیں دیکھا؟ یعنی تمہیں جو دیکھنے کے لیے آنکھیں دیں تو کس لیے دیں؟ ظاہر ہے جو بھی اپنا وجہ رکھتا ہے اسے دیکھنے کے لیے تمہیں دیکھنے کی صلاحیت دیتا کہ تم اسے دیکھو تو کیا نہیں دیکھا؟ یہ جو بھی تم نے دیکھا ہے کیا ہے؟ کیا دیکھا ہے؟ آنَّ اللَّهَ اس میں کچھ شک نہیں اللہ تھا یعنی یہ جو کچھ بھی تم دیکھ رہے ہو جو بھی تمہیں نظر آ رہا ہے اللہ کا ہی وجود نظر آ رہا ہے یہ تھا اللہ کہ اللہ وہ ہے جو تمہارے مشرک آباء اجداد سے نسل درسل منتقل ہونے والے بے بنیاد و باطل عقائد و نظریات کا نام ہے کہ یہ وجود الگ ہے اور اللہ الگ جو اوپر آسمانوں میں کہیں چڑھ کر بیٹھا ہوا ہے۔ اب جب اللہ کا رسول اللہ کو کھول کھول کرواضح کرتا ہے کہ یہ جو کچھ بھی تمہیں نظر آ رہا ہے تو آگے سے اعراض کیا جاتا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہر کوئی اللہ ہے تمام انسان جن میں کافروں مشرک بھی ہیں وہ بھی اللہ ہے؟ تو اسی کا آگے جواب دے دیا گیا کہ تمہیں بلکہ یُسَبِّحُ لَهُ جو خود ہی سُجَّ کر رہا ہے یعنی اسے جو کرنے کا حکم دیا گیا جس مقصد کے لیے اسے وجود میں لا یا گیا وہ اس پر ایسے قائم ہے وہ اسے اس طرح پورا کر رہا ہے گویا کہ وہ خود خود ہی ایسا کر رہا ہے اسے کوئی حکم دینے والا ہے ہی نہیں، اسے جو بھی کرنے کا حکم دیا گیا اسے جس مقصد کو پورا کرنے کے لیے وجود میں لا یا گیا وہ بغیر کسی حلی، بہانے، غذر، سستی، کاملی یا لاپرواہی کے دل سے اسے تسليم کرتے ہوئے اس پر عمل کر رہا ہے مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہے یعنی آسمانوں و زمین میں جو بھی ہے ان میں سے جو بھی سُجَّ کر رہا ہے وہ اللہ ہے اللہ کا وجود ہے اور جو سُجَّ نہیں کر رہا وہ اللہ نہیں بلکہ اس کا شریک ایک الگ سے دوسرا وجود ہونے کا دعویدار ہے وَالظَّيْرُ صَفَتٌ اور کیا نہیں دیکھا جو فضایں تیر رہے ہیں صفوں میں؟ جب تم نے انہیں دیکھا ہے تو ذرا غور تو کرو وہ کیا کر رہے ہیں؟ کُلُّ، قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ تمام کے تمام کو ہر ایک کی جو صلاۃ طے کر دی گئی یعنی ہر ایک کو وجود میں لانے کا جو مقصد طے کر دیا گیا قدر میں کر دیا گیا اس کا علم ہے وَتَسْبِيحةً اور وہ اس مقصد کو یعنی جو اس کی صلاۃ ہے اسے ایسے ہی قائم کر رہا ہے جیسے کہ اسے کرنے کا حکم دیا گیا اور اس میں وہ کسی بھی قسم کی کوئی لاپرواہی، کوتاہی یا سستی نہیں کر رہا بلکہ جیسا کرنے کا اسے حکم دیا گیا جس مقصد کے لیے اسے وجود میں لا یا گیا اسی طرح اس مقصد کو پورا کر رہا ہے تو جو جو بھی ایسا کر رہا ہے یعنی جسے بھی اپنی صلاۃ کا علم ہے اور وہ اپنی صلاۃ قائم کر رہا ہے تو وہ کون ہے جیسا کہ پیچھے واوضھ بھی کر دیا گیا اس کے باوجود آگے ایک بار پھر اسی بات کو کھول کرواضح کر دیا گیا وَاللَّهُ اور اللہ ہے عَلِيهِ بِمَا يَفْعَلُونَ مکمل علم رکھ رہا ہے اس سے جو وہ عمل کر رہا ہے یعنی جو جو بھی اس سے مکمل علم رکھ رہا ہے جو کام کر رہا ہے اس کے بارے میں اس کے پاس مکمل علم ہے کہ وہ کیا کر رہا ہے تو اللہ ہے اور جو بغیر علم کے کر رہا ہے وہ اللہ نہیں بلکہ اس کا شریک ہے۔

اب پہلی بات تو یہ کہ اس آیت میں اللہ کیا ہے کھول کرواضح کر دیا گیا اور دوسرا بات کہ الصلاۃ کیا ہے اسے بھی کھول کرواضح کر دیا گیا کہ کیا نہیں دیکھا یعنی آسمانوں و زمین میں جو کچھ بھی ہے کیا تم نے اسے نہیں دیکھا؟ درختوں کو دیکھو، دریاؤں کو دیکھو، سمندروں کو دیکھو، پہاڑوں کو دیکھو ہوایسے ہی آسمانوں و زمین

میں جو کچھ بھی ہے ذرائعیں دیکھو سب کے سب کیا کر رہے ہیں؟ تو جو کچھ وہ کر رہے ہیں وہ ان کی صلاۃ ہے جو وہ قائم کر رہے ہیں اس میں رائی برابر بھی لا پرواہی نہیں کر رہے ہے۔ چلو یہ تو وہ مخلوقات ہیں جو کہ مجبور و بے کس ہیں کہ وہ کہیں آج انہیں سکتیں تم جاندار مخلوقات کو ہی لے لو جو تمہارے ہی جیسی ہیں یعنی جو حرکت کر رہی ہیں مثلاً جوفضا میں تیر رہے ہیں کیا انہیں دیکھا؟ ہاں تم نے انہیں دیکھا ہے دیکھو کیسے وہ صفوں میں اڑ رہے ہیں صح تم انہیں ایک طرف جاتے ہوئے دیکھتے ہو اور پھر شام کو واپس اس طرف جاتے ہوئے دیکھتے ہو جدھر سے وہ آتے ہیں اور پھر وہ کیا کر رہے ہیں تم دیکھ رہے ہو کہ وہ زمین میں گوم پھر کر کھاپی رہے ہیں اور اس کے علاوہ وہ اپنی نسل آگے بڑھا رہے ہیں تو یہ جوان کو تم کرتا ہوا دیکھ رہے ہو یہی تو ان کی صلاۃ ہے جو وہ احسن طریقے سے قائم کر رہے ہیں۔ یہی تو ان کو وجود میں لانے کا مقصد تھا جو قدر میں کر دیا گیا جسے وہ پورا کر رہے ہیں اور ذرا غور کرو تم کیا کر رہے ہو؟ تم جسے الصلاۃ کہہ رہے ہو کیا تمہیں وجود میں لانے کا مقصد وہ ہی ہے؟ جسے تم الصلاۃ کہہ رہے ہو جو کہ نماز ہے کیا نماز نہ پڑھنے سے آسمانوں وزمین میں قائم الْمَيْزَان میں خسارہ ہوگا؟ اور پھر اگر تمہاری نماز ہی الصلاۃ ہے یعنی تمہیں وجود میں لائے جانے کا اصل مقصد ہے تو پھر باقی جو اعمال تم کر رہے ہو وہ کیا ہیں؟ کیونکہ الصلاۃ تو ہی ہے جو اعمال تم کر رہے ہو اور پھر جو کچھ بھی تم کر رہے ہو کیا تمہیں اس کے بارے میں مکمل علم ہے؟ اگر مکمل علم ہے اور علم کیستھ کر رہے ہو تو تمہارا الگ سے کوئی وجود نہیں بلکہ اللہ ہی ہے اور اگر تمہیں اس کا علم ہی نہیں جو کچھ بھی تم کر رہے ہو تو پھر تم اللہ کے شریک بنے ہوئے ہو، تم الصلاۃ قائم نہیں کر رہے بلکہ آسمانوں وزمین میں فساد کر رہے ہو۔

اب آپ خود فیصلہ کریں کہ یہ دعوت کس کی ہے اور یہ حق کس نے آکر کھول کھول کر واضح کیا یہ آیت نہ صرف اس کی تاریخ ہے بلکہ یہ آیت یاددا دیتی ہے کہ یہ تھا وہ واقعہ جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی اس آیت کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی بلکہ یوں قرآن خود اپنے رسول کی تصدیق کر دیتا ہے کہ یہ ہے اللہ کا رسول۔ آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا کہ الصلاۃ کیا ہے جس سے الصلاۃ کے نام پر نماز نامی دجل و فریب کی حقیقت بھی بالکل کھول کر رکھ دی گئی کہ نماز الصلاۃ کے نام پر نہ صرف دجل عظیم ہے بلکہ الصلاۃ کے نام پر الصلاۃ سے ہی غافل کیے ہوئے ہے۔

## نماز دجل عظیم

جب یہ بات ہر لحاظ سے کھل کر واضح ہو چکی، یہ ثابت ہو چکا کہ میں ہی وہی اللہ کا رسول احمد عیسیٰ ہوں جسے آخرین میں بعث کیا جانا تھا تو پھر ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ نماز ہی الصلاۃ ہو؟ نماز تو بہت دور کی بات ہے میری بعثت کے وقت آج جو جو بھی عقائد و نظریات موجود ہیں جسے بھی دین یا حق کہا جا رہا ہے اس میں سے کچھ بھی حق نہیں بلکہ ضلال میں ہیں کیونکہ اللہ نے یہ قدر میں کر دیا جس کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا کہ اللہ صرف تب ہی رسول بعث کرتا ہے جب لوگ ضلال میں ہوتے ہیں کسی کو بھی حق کا علم نہیں ہوتا یہاں تک کہ حق کی ایک رائی بھی نہیں ہوتی۔ اس لیے نماز الصلاۃ نہیں بلکہ الصلاۃ کے نام پر وہ دجل عظیم ہے جسے میں نے یعنی احمد عیسیٰ رسول اللہ و خاتم النبیین نے چاک کر کے رکھ دیا۔

## آیات الصلاۃ کے بارے میں کیا کہتی ہیں۔

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَاءِ يُلَّا لَتَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِي الْفُرْبِي وَالْيَتَمِي وَالْمَسْكِينِ وَقُولُوا لِلنَّاسِ  
خُسْنَا وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَاتُّو الرَّكْوَةَ ثُمَّ تَوَلَّتُمُ إِلَّا قَلِيلًا مِنْكُمْ وَأَنْتُمْ مُغْرِضُونَ۔ البقرة ۸۳

و اور، إذ تب ياجب، واذ کے معنی اورتب کیے جائیں یا اور جب کیے جائیں دونوں صورتوں میں سوال پیدا ہوگا اور آیت میں آگے اس کا جواب دیا گیا ہے۔ مثلاً ہم پہلے اورتب معنی لیتے ہیں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ تب کب؟ یعنی کب کی بات ہو رہی ہے؟ اور اگر تب کی بجائے اور جب معنی لیا جائے تو بھی یہی سوال پیدا ہوگا کہ جب کب؟ یعنی یہ تو واضح کرنا ہوگا کہ کب کی بات ہو رہی ہے۔ واذ کے معنی اورتب کیے جائیں یا اور جب کے معنی کیے جائیں دونوں صورتوں میں سوال پیدا ہوتا ہے اور آگے اس سوال کا جواب بھی آنالازم ہے۔ پورے کا پورا قرآن اسی طرح ہے یعنی ہر آیت اسی طرح ہے کہ اس میں نہ صرف سوالات ہیں بلکہ ان سوالات کے جوابات بھی ہیں بالکل ایسے ہی جیسے کہ دو فریقین کے درمیان ہونے والی گفتگو کو لکھا گیا ہو۔

آپ جانتے ہیں اور ہر کوئی یہ تسلیم کرتا ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے لیکن قرآن اللہ کا کلام ہے اس کا اصل معنی کیا ہے اس کا مطلب کیا ہے آج کسی کو بھی اس کا علم نہیں۔ اگر کوئی قرآن کے اللہ کا کلام ہونے کا مطلب کیا ہے اس کا علم رکھنے کا دعویدار ہے تو ایسے لوگوں کا کہنا ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اس کا مطلب ہے کہ اللہ اس قرآن کے ذریعے انسانوں سے کلام کرتا ہے۔ کلام عربی میں کسی کیسا تھک گفتگو کرنے کو کہتے ہیں یعنی اللہ اس قرآن کے ذریعے انسانوں سے گفتگو کرتا ہے۔

اب اگر اس بات کو مان لیا جائے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اس قرآن کے ذریعے انسانوں سے کلام یعنی گفتگو کرتا ہے تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کس طرح انسانوں سے کلام کر رہا ہے کہ انسانوں کو علم ہی نہیں کہ اللہ کیا کہہ رہا ہے۔ آپ جانتے ہیں انسانوں کی اکثریت کی زبان عربوں کی زبان عربی نہیں ہے اور قرآن تو عربوں کی زبان عربی میں ہے یوں جن کی زبان عربوں کی زبان عربی نہیں، عربی کیا ہے جو اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے ان سے اللہ کس طرح کلام کر رہا ہے؟ اگر اس قرآن کے ذریعے اللہ انسانوں سے گفتگو کر رہا ہے تو یوم الحساب اللہ ایسے کسی ایک شخص سے بھی سوال نہیں کر سکتا حساب کتاب نہیں لے سکتا جس کی زبان عربوں کی زبان عربی نہ ہو۔ کیونکہ ہر اس شخص کے پاس بہانہ ہوگا جس کی زبان عربوں کی زبان نہیں وہ کہے گا کہ اے اللہ اگر تو نے مجھے کوئی حکم دینا ہی تھا تو ٹو اس ذریعے سے دیتا جس ذریعے سے میں سمجھنے کی صلاحیت رکھتا تھا تو مجھے میری زبان میں حکم دینا اس طرح واضح حکم دیتا کہ میں اگر واضح حکمل جانے کے باوجود بھی اس پر عمل نہ کرتا تو میرے پاس کسی بھی قسم کا کوئی بہانہ نہ رہتا سوائے جھٹ کے۔ اب جب کہ میری زبان عربوں کی زبان تھی ہی نہیں میں عربوں کی زبان سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا تھا تو پھر مجھے عربوں کی زبان میں حکم دیا ہی کیوں؟ اس میں میرا کوئی تصور نہیں اگر میں تیرے احکامات کو پورا نہیں کر سکتا تو اس کی ذمہ داری خود تیرے اوپر پڑتی ہے اس کا میں جواب نہیں ہوں اس لیے مجھے کسی قسم کا کوئی حساب نہیں لیا جاسکتا۔ پھر اس کے علاوہ جو عرب ہیں وہ بھی کل کویہ بہانہ پیش کرتے کیونکہ اسی قرآن میں اللہ نے خود کہا ہے کہ یہ قرآن متشابہا ہے یعنی جو سا منے نظر آ رہا ہے وہ اصل حقیقت نہیں ہے بلکہ اس کا علم مکمل طور پر چھپا کر کھڈیا اس کا علم اللہ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں اور پھر اس قرآن میں تو آیات ہیں نہ کہ بیانات اس لیے کل کو ہر عرب بھی یہی کہے گا کہ اے اللہ قرآن تو متشابہا تھا اس لیے آج حساب کس بات کا اگر تو نے ہم سے کلام کرنا ہی تھا تو البتا کیسا تھک کلام کرتا یعنی کھول کھول کر بات کرتا ہمیں جو بھی کرنا تھا وہ ہم پر کھول کھول کر واضح کرتا تا کہ ہمیں کھل کر سمجھا جاتی اس کے باوجود اگر ہم نہ کرتے تو ہم مجرم ثابت ہو جاتے اور تو آج حساب لے سکتا تھا لیکن جب قرآن تھا ہی متشابہا، جب قرآن میں بیانات کی بجائے آیات تھیں تو پھر آج حساب کس بات کا؟

اب اگر کوئی یہ کہے کہ اللہ جو چاہے کرتا ہے اللہ جس سے چاہے جیسا چاہے حساب لے اور اللہ جسے چاہے ہے حکم دے اللہ کسی کا پابند نہیں ہے تو اس کا مطلب بالکل صاف واضح ہے کہ اللہ ظالم ہے۔ یعنی اگر یہ بات مان لی جائے کہ اللہ جو چاہے کرتا ہے اس لیے اللہ حساب لے گا تو مطلب بالکل واضح ہے کہ اللہ ظالم ہے۔ کیونکہ ایک طرف اس کو علم تھا کہ ان کی زبان عربوں کی زبان نہیں اگر ان کو ان کی زبان میں حکم نہ دیا گیا ان پر اپنا حکم ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح نہ کر دیا گیا تب تک یہ اس پر عمل نہیں کر سکتیں گے اور دوسری طرف خود جان بوجھ کر اللہ نے اس زبان میں حکم دیا کہ نہ ہی انہیں اللہ کی بات کی سمجھ آئے اور نہ ہی وہ اسے پورا

کر سکیں اور پھر سخت اذیت ناک بد لے کے حقدار ٹھہریں۔ اللہ نے جان بوجھ کر خود ایسے کیا کیونکہ اللہ چاہتا تھا کہ ان کو اذیت ہی دی جائے ان کو بر ابدل ہی دیا جائے اب جب اللہ خود ایسا چاہتا تھا تو پھر اللہ کی چاہت کے آگے کوئی بھی کیا کر سکتا ہے؟ اس لیے اللہ ظالم ثابت ہو جاتا ہے۔ تو کیا اللہ ظالم ہے؟ اللہ ایسا کرتا ہے؟ اس کا جواب آپ خود قرآن سے ہی لے لیں۔ آپ کو قرآن میں ایک نہیں دنبیں بلکہ سینکڑوں ایسی آیات میں گی جن میں اللہ نے یہ بات مختلف بپلوؤں سے واضح کی ہے کہ اللہ ظالم نہیں کرتا، اللہ کسی پر اس کی استطاعت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتا، اللہ کسی پر بھی اس کی وسعت کیمطا بق بوجھ ڈالتا ہے اور آپ یہ بات ان آیات میں بھی دیکھ سکتے ہیں۔

وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِّلْعَالَمِينَ۔ آل عمران ۱۰۸

اور نہیں اللہ چاہتا عالمین کے لیے رائی برابر بھی کمی کیا جانا۔

وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلِكِنْ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ۔ آل عمران ۷۱

اور نہیں ظلم کرتا ان کے لیے اللہ اور لیکن یہ خود ہی ظلم کر رہے ہیں۔

وَمَا ظَلَمُونَا وَلِكِنْ كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ۔ الاعراف ۱۶۰

اور نہیں ظلم کر رہے ہم اور لیکن یہ بات طے شدہ ہے کہ یہ خود ہی ظلم کر رہے ہیں۔

فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلِكِنْ كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ۔ التوبہ ۷۰

پس اللہ نے یہ قدر میں ہی نہیں کیا اللہ نے یہ قانون میں ہی نہیں کیا کہ اللہ ان کے لیے ظلم کرے اور لیکن یہ طے شدہ ہے یہ اللہ کے قانون میں ہے کہ یہ خود ہی ظلم کر رہے ہیں اپنے لیے۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَلِكِنَّ النَّاسَ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ۔ یونس ۳۳

اس میں کچھ شک نہیں اللہ تعالیٰ یعنی جو جو تمہیں نظر آ رہا ہے جس کیسا تھم دشمنی کر رہے ہو یہ تھا اللہ نہ کہ وہ اللہ ہے جسے تم اللہ بناؤ کر بیٹھے ہوئے ہو جس کا کوئی وجود ہی نہیں، اللہ لوگوں کی کسی ایک بھی شے میں رائی برابر بھی کمی نہیں کر رہا اور لیکن لوگ خود ہی ہیں کہ اپنے لیے اپنی اشیاء میں ظلم کر رہے ہیں یعنی کمیاں کر رہے ہیں انہیں خراب کر رہے ہیں تباہ بر باد کر رہے ہیں۔

وَمَا ظَلَمَنَهُمُ وَلِكِنْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ۔ هود ۱۰۱

اور جو ظلم ہو رہا ہے ہم ظلم نہیں کر رہے اور لیکن یہ خود ہی ظلم کر رہے ہیں۔

وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلِكِنْ كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ۔ النحل ۲۳

اور نہیں ظلم کرتا ان کے لیے اللہ اور لیکن یہ بات طے شدہ ہے کہ یہ خود ہی ظلم کر رہے ہیں۔

فَأَصَابَهُمْ سَيِّاثُ مَا عَمِلُوا وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ۔ النحل ۲۴

پس انہیں مصیبتوں، تکلیفوں، پریشانیوں، بے چینیوں نے آلیا جو یہ برے اعمال کر رہے ہیں جن کے کرنے سے منع کیا تھا جن سے آسمانوں وزمیں میں وضع کردہ الہمیز ان میں خسارہ ہوتا ہے اور ان کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے سبب انہیں ہر طرف سے آگھیرا ان کے ردعماں کے نتائج سے جو اس سے استہزا کر رہے ہیں یعنی ان پر حق کھول کھول کر واضح کر دیئے جانے کے باوجود حق کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ الہمداق اڑاتے ہیں ادھر سے سنتے ہیں ادھر سے نکال دیتے ہیں انہیں کوئی فرق ہی نہیں پڑتا ان کے اعمال کے ردعماں ان کے سامنے آگے اپنی آنکھوں سے دیکھ لینے کے باوجود بھی وہی کر رہے ہیں بجائے یہ کہ بازاً جاتے اللہ کے شریک بنتے ہوئے اس کی آیات یعنی مخلوقات میں پنگے لیتے تھے ان میں چھیڑ چھاڑ کرتے تھے اور جب انہیں منع کیا جاتا تھا سمجھایا جاتا تھا کہ اس کے رد عمل میں دنیا میں ہر طرف سے تباہیاں آئیں گے تو بات ماننے کی بجائے ہوا میں اڑا رہے ہیں اور الہا اس کے بر عکس اپنے بے بنیاد و باطل عقائد و نظریات کے دفاع میں کسی بھی حد تک جاری ہے ہیں حق کیخلاف دشمنی میں کسی بھی حد تک جاری ہے ہیں۔

ان آیات میں آپ نے دیکھ لیا ایک تو اللہ یہ کہہ رہا ہے کہ اللہ ظلم نہیں کرتا ہے اور نہ ہی اللہ ظلم کر رہا ہے اور دوسرا بھی کہ اللہ ظلم نہیں چاہتا اور پھر جو ظلم ہو رہا ہے جو

ظلم کیا جا رہا ہے یہ اللہ نہیں کر رہا بلکہ انسان خود کر رہے ہیں اور طاہر ہے کوئی بھی انسان جب بھی کوئی عمل کرتا ہے تو وہ نہیں کہتا کہ میں پچھلے کر رہا ہے ہوں ہر کوئی اپنے ہر عمل کو حق ہی قرار دیکھ کرتا ہے لیکن حقیقت یہ ہوتی ہے کہ وہ فساد کر رہا ہوتا ہے وہ ظلم کر رہا ہوتا ہے۔ پھر اس کے علاوہ ایک اور بات بھی اللہ نے کھول کر واضح کر دی جیسا کہ درج ذیل آیت میں ہے۔

لَا يُكْلِفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا. البقرة ۲۸۶

اس آیت میں اللہ کا کہنا ہے کوئی ایک بھی نفس ایسا نہیں ہے کہ اللہ اس کا مکلف نہیں بنتا جس کی وہ وسعت نہیں رکھتا، ہر نفس پر اتنا ہی بوجھ لا دا جاتا ہے ہر ایک پر اتنی ہی ذمہ داری عائد کی جاتی ہے جسے وہ اٹھا سکتا ہے پھر اس کے علاوہ مزید یہ بھی واضح کر دیا کہ کسی کو بھی اس کی وسعت سے بڑھ کر نہیں دیا جاتا بلکہ اتنا ہی اور وہی دیا جاتا ہے جو اس کی وسعت ہے جیسا کہ درج ذیل آپ کے سامنے ہے۔

لَا يُكْلِفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا أَنْتُمْ

یعنی ہر نفس اسی کا روادار ہے اس سے اسی کے بارے میں پوچھ گھوگھی سوال ہو گا جو اس کو دیا گیا اور ہر نفس کو اتنا ہی دیا گیا اس پر اتنا ہی بوجھ لا دا گیا جتنی اس کی وسعت ہے جتنا وہ اٹھا سکتا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر آپ کو خطہ عرب میں پیدا نہیں کیا گیا جس سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ آپ کو اگر عربوں کے علاوہ کسی دوسری قوم میں دوسرے خطے میں پیدا کیا گیا تو یہ آپ کی وسعت کے حساب سے ایسا کیا گیا اور پھر آپ پر کسی بھی صورت یہ لازم نہیں ہے کہ آپ عربوں کی زبان سیکھیں کیونکہ اگر آپ پر عربوں کی زبان سیکھنا لازم ہوتا تو اللہ آپ کو خطہ عرب میں پیدا کرتا اور اگر اللہ نے ایسا نہیں کیا اور اس کے باوجود آپ ایسا کر رہے ہیں کہ آپ عربوں کی زبان سیکھ رہے ہیں یا اس کیسا تھہ ہدایت کو مشروط کر رہے ہیں تو پھر یہ ظلم ہے جو کہ اللہ نہیں کر رہا اور نہ ہی اللہ ظلم چاہتا ہے بلکہ یہ ظلم آپ خود کر رہے ہیں۔

آپ نے جان لیا کہ انسان خود ہی ظلم کر رہے ہیں نہ کہ اللہ ظالم ہے۔ جب اللہ ظالم نہیں کرتا تو پھر ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ کسی بھی انسان کو اس زبان میں کوئی حکم دے جو وہ سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا؟ اور پھر قرآن اللہ کا کلام ہے کا مطلب یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ اس قرآن کے ذریعے انسانوں سے کلام یعنی نگتلوگر رہا ہے؟ حقیقت آپ کے سامنے ہے اور اگر اس کے باوجود یہی کہا جائے کہ نہیں اللہ اس قرآن کے ذریعے انسانوں سے کلام کر رہا ہے تو اس کا مطلب کہ یا تو اللہ آپنے قول میں جھوٹا ہے یا پھر یہ قرآن اللہ کا اتنا رہا ہے ہی نہیں کیونکہ ایک طرف قرآن میں اللہ یہ کہہ رہا ہے کہ اللہ کسی ایک نفس کو بھی اس کا مکلف نہیں بنتا جس کی وہ وسعت نہیں رکھتا اور ہر ایک کو اتنا اور وہی دیا جاتا ہے جس کی وہ وسعت رکھتا ہے جس کی وہ وسعت نہیں رکھتا اسے وہ دیا ہی نہیں جاتا اور پھر نہ ہی اس سے اس بارے میں کسی بھی قسم کا کوئی حساب لیا جائے گا جس کا وہ مکلف نہیں تھا اور دوسری طرف وہ اس کے بارے میں سوال کرے یا اسے جحت قرار دے جس کا وہ نفس مکلف ہی نہ ہو جو اسے دیا ہی نہ گیا ہو۔

یہ تو ان لوگوں کے حوالے سے کھول کر واضح کیا گیا ہے جن کی زبان عربوں کی زبان نہیں ہے جس وجہ سے نتوہہ اس کے مکلف ہیں اور نہ ہی ان سے اس بارے میں کوئی سوال کیا جائے گا اگر وہ خود کو اس کا مکلف نہیں قرار دیتے یعنی وہ ظلم نہیں کرتے جس کا انہیں اللہ نے مکلف ہی نہیں بنایا وہ خود کو اس کا مکلف بنالیں کہ زبردستی اسے اپنے لیے جحت و راہنمائی کا نام دیکھ رہا ہے کہ اللہ کیسا تھہ کلام کا نام دیکھ رہا ہے کی زبان سیکھنا اپنے لیے لازم کر لیں۔ اگر یہی بات تسلیم کر لی جاتی ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اس قرآن کے ذریعے جو کہ عربوں کی زبان ہے میں انسانوں سے کلام کر رہا ہے ان سے بات کر رہا ہے انہیں ہدایات دے رہا ہے یعنی ان کی راہنمائی کر رہا ہے تو اسے ان لوگوں کے لیے سمجھنا تو بہت دور کی بات ہے جو عربوں کی زبان نہیں جانتے بلکہ جو خود خطہ عرب کے رہنے والے ہیں جن کی زبان اس قرآن ہے ان کو ہی علم نہیں کہ اس قرآن میں کیا کہا گیا یا کیا کہا جا رہا ہے کیا بات کی جا رہی ہے۔ وہ لوگ جو عرب ہیں عربی دان ہونے کے دعویدار ہیں وہ قرآن کے الفاظ کے تراجم و تفاسیر کو سامنے رکھا جائے تو قرآن

اختلافات سے بھر پور ثابت ہو جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ آج عرب بذات خود مختلف فرقوں میں تقسیم ہیں اور ایک دوسرے کے لئے کاٹ رہے ہیں۔ یعنی جن کی زبان عربوں کی زبان ہے ان کو ہی نہیں علم کہ قرآن میں کیا کہا جا رہا ہے تو جن کی یہ زبان ہے ہی نہیں جن کو یہاں تک علم نہیں کہ عربوں کی زبان ہوتی کیا ہے وہ کیسے سمجھ سکتے ہیں کہ ان کو کیا کہا جا رہا ہے کیا حکم دیا جا رہا ہے؟

قرآن اللہ کا کلام ہے اگر اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ اس قرآن کے ذریعے انسانوں سے گفتگو کر رہا ہے تو ہر انسان پروا ضخ ہونا چاہیے کہ اسے کب کہاں کیوں کیسے اور کیا کہا جا رہا ہے اس کے لیے کوئی عذر کوئی بہانہ نہیں رہنا چاہیے سوائے جنت کے اگر وہ اس حکم پر عمل نہیں کرتا لیکن یہاں تو کسی کو بھی علم نہیں کہ قرآن کیا کہہ رہا ہے۔ اس لیے یہ بات بالکل بے بنیاد اور کوئی کھلی ثابت ہو جاتی ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اس قرآن کے ذریعے انسانوں سے کلام یعنی گفتگو کر رہا ہے۔

قرآن اللہ کا کلام ہے اس کا مطلب کیا ہے اسے جانے کے لیے سب سے پہلے یہ بات جانا لازم ہے کہ اللہ کلام یعنی گفتگو کرتا کیسے ہے؟ اور اللہ گفتگو کیسے کرتا ہے اس کا علم اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ یہ نہ جان لیا جائے کہ اللہ کیا ہے جب تک اللہ کو نہیں جان لیا جاتا تب تک آپ یہ نہیں جان سکیں گے نہیں سمجھ سکیں گے کہ اللہ کیسے کلام کرتا ہے۔

ظاہر ہے جب آپ کو اللہ کا ہی علم نہیں ہو گا تو آپ کو یہ کیسے علم ہو سکتا ہے کہ اللہ اگر انسانوں سے یا کسی سے بھی گفتگو کرتا ہے تو کیسے کرتا ہے؟ اس لیے پہلے اللہ کو جانا بہت ضروری ہے اور آپ پر ہر لحاظ سے کھول کھول کروا ضخ کیا جا چکا کہ اللہ کیا ہے اور نہ صرف اللہ کو کھول کھول کروا ضخ کر دیا گیا بلکہ عربی کیا ہے اسے بھی ہر لحاظ سے کھول کھول کروا ضخ کر دیا گیا کہ عربی عربوں کی زبان نہیں ہے بلکہ عربی تو عین رب ہے یعنی شئے کا یا وجود کا اپنے آپ میں ہونا۔ اب جب آپ پر یہ واضح ہو گیا کہ اللہ کیا ہے، جو کچھ بھی آپ کو نظر آ رہا ہے اللہ ہی کا وجود نظر آ رہا ہے ایک ہی ذات ہے اس کے علاوہ اور کچھ ہے ہی نہیں، فطرت اللہ ہے اور جو فطرت کی ضد ہے جو فطرت پر قائم نہیں ہے وہ اللہ کا شریک ہونے کا دعویدار ہے اور اللہ اپنے شریک کو برداشت نہیں کرتا بلکہ اسے کا عدم کر دیتا ہے تو اب آپ بہت ہی آسانی سے اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ اللہ انسانوں یا ان کے علاوہ کسی بھی مخلوقات سے کیسے کلام یعنی بات کرتا ہے۔ آپ اپنی ہی ذات کو سامنے رکھیں اور اس میں غور کریں مثلاً آپ کے پاؤں میں کوئی تکلیف یا درد ہوتا ہے تو آپ سے سوال ہے کہ کس کو اس بات کا علم ہو گا اور پھر کیسے اسے علم حاصل ہو گا؟ اور پھر اگر کسی دوسرے کو اس کا علم ہوتا ہے تو کیسے ہو گا یعنی پاؤں کس طرح کسی دوسرے پر اپنی کیفیت کا اظہار کرے گا؟ آپ کے پاؤں میں کوئی بھی تکلیف ہو گی تو سب سے پہلے پاؤں اس کا علم دماغ کو دے گا یعنی پاؤں اپنی اس کیفیت کا اظہار دماغ سے کرے گا اور کس طرح کرے گا یہ بھی بالکل واضح ہے کہ دماغ جو کہ پورے جسم کو لنڑوں کرتا ہے دماغ کا جسم کے انگ انگ سے ربط قائم ہے۔

اب آتے ہیں دوسرے سوال کی طرف کہ اگر کسی دوسرے پر پاؤں کی کیفیت واضح ہوتی ہے تو کیسے ہو گی؟ پاؤں کسی دوسرے کیسا تھا اس کا اظہار کیسے کرے گا؟ تو اس کا جواب بھی بالکل واضح ہے کہ پاؤں براہ راست کسی دوسرے پر اپنی کیفیت کا اظہار نہیں کر سکتا کیونکہ پاؤں میں ایسی صلاحیت ہی نہیں رکھی گئی اور پاؤں میں ایسی صلاحیت اس لینے کی رکھی گئی کیونکہ پاؤں میں وہی صلاحیتیں رکھی گئی جو پاؤں کی ذمہ داری سے تعلق رکھتی ہیں جس کی پاؤں وسعت رکھتا ہے جس کا پاؤں مکلف ہے اور کسی دوسرے سے اپنی کیفیت کا اظہار کرنا پاؤں کی ذمہ داری میں شامل نہیں ہے۔

بالکل اسی طرح آپ کے جسم کے کسی بھی حصے میں کوئی تکلیف ہوتی ہے تو اس کا علم سب سے پہلے دماغ کو ہوتا ہے اور اگر کسی دوسرے پر اسے ظاہر کرنا ہے تو اس مقصد کے لیے جسم میں زبان موجود ہے یعنی زبان کی ذمہ داری میں یہ شامل ہے کہ وہ جسم کی ترجمانی کرے۔ جیسے کہ آپ کے جسم کے کسی بھی حصے میں کوئی تکلیف ہوتی ہے اسے کوئی مسئلہ لاحق ہوتا ہے تو زبان اس کی ترجمانی کرتی ہے، مثلاً آپ کو بھوک لگتی ہے تو بھوک دراصل کیا ہے؟ جسم کے ہر خلیے کو ان کی ضروریات چاہیے ہوتی ہیں جب انہیں ضروریات درکار ہوتی ہیں تو وہ دماغ کو بتاتے ہیں اور دماغ ان کو خام مال فراہم کرنے والوں میں اور بڑے کارخانے معدے کو کہتا ہے کہ انہیں ان کی ضروریات فراہم کرے اب معدے نے بھی پیچھے سے اس مال کو حاصل کرنا ہوتا ہے تو معدہ دماغ کو کہتا ہے کہ میرے پاس اب مال ختم ہو چکا ہے یا میرے پاس مال نہیں ہے اس لیے مجھے اس کا خام مال چاہیے اور کتنا چاہیے اس سے جسم کے باقی متعلقہ محکمے بھی حرکت میں آتے ہیں کہ کہاں کہاں سے مال حاصل ہو گا یوں ہر حکمہ اپنا اپنا کام کرتا ہے اور اگر اس دوران کسی دوسرے شخص سے مال حاصل کرنا ہے تو اس کے لیے زبان کو کہا جائے گا

کہ وہ اس کی ترجمانی کرے کہ اسے کیا ضرورت ہے یوں زبان ترجمانی کرتی ہے۔ یعنی جہاں جسم میں پاؤں کی اپنی ذمہ داری ہے، ہاتھوں کی اپنی ذمہ داری، آنکھوں کی اپنی ذمہ داری، کانوں کی اپنی ذمہ داری اسی طرح باقی تمام اعضاء کے ساتھ ساتھ زبان کی اپنی الگ ذمہ داری ہے اور زبان کی ذمہ داری جہاں آواز کی صورت میں ترجمانی کی ضرورت ہوتو ہاں زبان جسم کے کسی بھی عضو کی ترجمانی کرے گی۔

بالکل ایسے ہی جب آپ یہ جان پچکے کہ یہ جو کچھ بھی آپ کو نظر آ رہا ہے یہ اللہ ہی کا وجود نظر آ رہا ہے تو ذرا غور کریں اگر انسانوں سے اللہ کلام کرنا چاہتا ہے تو کیسے کرے گا؟ کیا ان مخلوقات میں اس کے ذریعے کلام نہیں کرے گا جو اس وجود میں اس کی زبان ہونے کی خصوصیات کی حامل ہے؟ وکسی بھی مخلوق کو کوئی حکم دیتا ہے تو اسی طرح حکم دے گا جیسے وہ اس کے حکم کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتی ہے مثلاً آپ اپنی ہی ذات میں غور کریں اگر آپ آگے کو جھکتے ہیں تو آپ کے پاؤں اور ان کی انگلیاں مختلف حرکات و سکنات کرنا شروع کر دیتی ہیں جسم کا ایک ایک انگ حرکت میں آ جاتا ہے تو ذرا غور کریں اس وقت پاؤں کی انگلیاں جو کر رہی ہوتی ہیں جس وجہ سے آپ یعنی جسم آگے کو نہیں گرتا تو ایسا کرنے کا انگلیوں کو یا جسم کے باقی اعضاء کو کون اور کیسے حکم دے رہا ہے؟ تو اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ ظاہر ہے جب پورے جسم کو دماغ کنٹرول کرتا ہے تو دماغ جسم کے انگ انگ کو احکامات دیتا ہے ان پر ان کی ذمہ داری واضح کر رہا ہوتا ہے اور بالکل ویسے ہی ان پر ان کی ذمہ داری واضح کرتا ہے جیسے وہ سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ بالکل اسی طرح جو اصل ایک ہی وجود ہے اللہ اس میں جتنی بھی آپ کو مخلوقات نظر آتی ہیں ان کو اگر حکم دیا جائیگا تو بالکل اسی طرح جیسے جو خلق حکم سمجھنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ ان میں انسان بھی ہیں اور انسان چونکہ بشر ہیں تو ظاہر ہے بشرط بھی اسی طرح حکم دیا جائے گا اس سے اسی طرح بات کی جائے گی جیسے بشرط سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

اس کے علاوہ اگر ایک لمحے کے لیے اللہ کیا ہے اسے نظر انداز کرتے ہوئے بات کی جائے اللہ کے کلام کرنے یعنی اللہ کے انسانوں سے نتفہ کرنے کی تو اللہ چاہے جو بھی ہو جیسا بھی ہوا کر اسے انسانوں سے بات کرنی ہے تو بالکل اسی طرح کرنا ہو گی جیسے انسان سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں انسان چونکہ بشر ہیں تو بشرط آواز میں یا جس طرح بشرط سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اسی طرح بات کرنا ہو گی یہاں تک کہ اگر کسی کی زبان اردو ہے تو اس سے اردو میں ہی بات کرنا ہو گی کیونکہ اگر اردو بولنے والے سے اردو کے علاوہ پشتو، چینی، روپی، عربی یا کسی بھی ایسی زبان میں بات کی جائے گی جو اس کی زبان نہیں تو وہ اس بات کو نہیں سمجھ سکتا اس لیے ہر کسی سے اسی زبان میں بات کرنا ہو گی جو زبان اس کی ہے۔ یوں انسان چونکہ بشرط ہیں تو اللہ انہی میں سے ان ہی کی زبان میں ایک بشرط کے ذریعے ان سے کلام کرتا ہے ان پر اپنی ایک ایک بات کھول کھول کرو واضح کرتا ہے تاکہ ہر کسی پر بحث ہو جائے کل کو کسی کے پاس بھی کوئی عذر یا بہانہ نہ رہے۔

جہاں ہم نے مختلف پہلوؤں سے آپ پر واضح کیا کہ اللہ کیا ہے اور اللہ کلام یعنی بات کیسے کرتا ہے تو ہیں آپ پر ہذا القرآن میں اللہ نے اس حوالے سے کیا کہا اسے بھی کھول کرو واضح کر دیتے ہیں۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَائِي حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِي بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلَىٰ حَكِيمٌ . الشوری ۱۵

اور نہیں تھا کسی بھی بشرط کے لیے کہ اس سے کلام کرتا اللہ مگر اللہ ہر بشرط سے کلام کر رہا ہے وحی کے ذریعے، اور کیا ہے جس ذریعے سے اللہ کلام کر رہا ہے بشرط سے؟ پردوں کے پیچھے سے، اور کیا ہے جس ذریعے سے اللہ بشرط سے کلام کر رہا ہے؟ بھیجا ہے ایک رسول جب امین ضلال میں میں ہو رہے ہوتے ہیں پس وحی کیا جا رہا ہے اسی کے اذن سے جو اس کا قانون ہے اس میں کچھ شک نہیں وہ ہے علی حکیم یعنی ہر لمحے میں سب سے اوپر ہے۔

سورۃ الشوری کی اس آیت میں اللہ نے دو ٹوک انداز میں واضح کر دیا کہ اللہ کسی بھی بشرط سے کلام نہیں کرتا مگر ایسا نہیں ہے یعنی اللہ ہر بشرط سے کلام کر رہا ہے تین صورتوں میں۔ اللہ ہر بشرط سے کلام کر رہا ہے بات کر رہا ہے لیکن تین صورتوں میں۔ ان تین میں سے کسی نہ کسی ایک صورت میں کلام کر رہا ہے پہلی صورت بذریعہ وحی دوسری پردوں کے پیچھے سے اور تیسرا اور آخری صورت ہے بذریعہ رسول۔

اللہ نے پہلے تو اس بات کی نفعی کر دی کہ اللہ کسی سے کلام نہیں کر رہا بلکہ اللہ ہر بشرط سے کلام کر رہا ہے اور دوسری بات اللہ نے جن تین طریقوں سے کلام کرنے کا ذکر کیا اس میں اللہ نے کہیں بھی نہیں کہا کہ وہ اس قرآن کے ذریعے کلام کر رہا ہے بلکہ ان میں پہلی صورت بذریعہ وحی ہے یعنی جو بشر اس مقام پر پہنچ جائے کہ اسے وحی سمجھنے کی صلاحیت حاصل ہو جائے اس پر یہ واضح ہو جائے کہ وحی کیا ہے تو اللہ اس سے بذریعہ وحی کلام کر رہا ہے اور جو وحی کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا

لیکن اس سے قریب ترین پہنچ جاتا ہے کہ اس پر واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ کیا ہے تو ایسے بشر سے اللہ پر دے کے پیچھے سے کلام کرتا ہے یعنی اس بشر اور اللہ کے درمیان مخصوص پرده حائل ہوتا ہے اور وہ پرده وہ بشر ہوتا ہے جس کی طرف وحی آ رہی ہوتی ہے اور اللہ اس بشر کے ذریعے کلام کر رہا ہوتا ہے یوں سامنے والے بشر کو علم ہوتا ہے کہ اس وقت میرے ساتھ میرے سامنے موجود فلاں بشر بات نہیں کر رہا ہے یہ بشر میری بات کا یا میرے سوال کا جواب نہیں دے رہا یہ بشر مجھ سے ہم کلام نہیں ہے بلکہ یہ بشر تو محض ایک پرده ہے اصل میں تو اللہ ہے جو مجھ سے کلام کر رہا ہے۔

تیسرا اور آخری صورت ہے بذریعہ رسول اور قرآن میں متعدد مقامات پر اللہ نے یہ بات واضح کر دی کہ انسان چونکہ بشر ہیں تو انہی میں سے کسی بشر کا وہ انتخاب کرتا ہے جو اللہ کا رسول ہوتا ہے یوں اللہ اس رسول کے ذریعے انسانوں سے کلام کر رہا ہوتا ہے لیکن وہ چونکہ اسے اللہ کا رسول تسلیم نہیں کرتے اس لیے وہ یہی سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ یہ فلاں شخص ان سے باقیں کر رہا ہے حالانکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ ان سے اس بشر رسول کے ذریعے کلام کر رہا ہوتا ہے۔

یہ تین صورتیں ہیں اللہ کی انسانوں سے کلام کرنے کی۔ نہ ہی اللہ نے کسی چوچی صورت کا ذکر کیا اور نہ ہی اللہ نے یہ کہا کہ اللہ اس قرآن کے ذریعے انسانوں سے کلام یعنی بات کر رہا ہے۔ اس لیے یہ کہنا کہ قرآن اللہ کا کلام ہے سے مراد یہ ہے کہ اللہ اس قرآن کے ذریعے انسانوں سے کلام یعنی بات کر رہا ہے یہ بات یہ عقیدہ و نظریہ بے بنیاد و باطل ثابت ہو جاتا ہے۔

اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر قرآن اللہ کا کلام ہے سے مراد نہیں ہے کہ اللہ اس قرآن کے ذریعے انسانوں سے کلام کر رہا ہے تو پھر اس کا مطلب کیا ہے اس کی حقیقت کیا ہے؟

تو اب ہم اس کی حقیقت آپ پر واضح کرتے ہیں۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اس قرآن میں آیات ہیں بینات نہیں اور اللہ آیات سے نہیں بلکہ بینات کیسا تھی کلام کرتا ہے۔ آیات آیت کی جمع ہے جو کہ ضد ہے بین کی اور بین کی جمع بینات ہے۔

آیت کہتے ہیں کسی کا، کسی بھی بات، شے یا ذات کا مکمل ہر پہلو سے چھپے ہوئے ہونا سوائے اس کے چھوٹے سے تھوڑے سے حصے کے، اس تھوڑے سے چھوٹے سے حصے کو آیت کہتے ہیں جس میں غور کرنے سے یعنی جس کی گہرائی میں جانے سے اس کی اصل حقیقت اس پوری شے، بات یا ذات کا سامنے آ جانا جو چھپی ہوئی تھی اور یہ ضد ہے بین کی اور بین کہتے ہیں کسی بھی بات، شے یا ذات وغیرہ کا ہر پہلو سے بالکل واضح ہونا اس کا انگ انگ واضح ہونا اس کا کوئی ایک بھی پہلو چھپا ہوانہ ہونا۔

قرآن میں آیات ہیں یعنی قرآن میں جو کچھ بھی لکھا ہوا ہے وہ اصل حقیقت نہیں بلکہ اصل حقیقت چھپا دی گئی اور اس کا تھوڑا سا حصہ سامنے رکھا گیا اور اصل حقیقت کیا ہے اس وقت تک سمجھ نہیں آ سکتی جب تک کہ آیات میں غور نہ کیا جائے یعنی ان کی گہرائی میں آخری حد تک جا کر جان نہ لیا جائے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس قرآن میں آیات کی صورت میں کیا لکھا ہوا ہے یعنی اس طرح لکھا ہوا ہے کہ اصل حقیقت چھپا دی گئی اس کا صرف تھوڑا سا پہلو سامنے رکھا گیا تو اس کا جواب بالکل واضح ہے جو آپ کہتے ہیں کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس قرآن میں اللہ کی اول تا آخر تمام کے تمام انسانوں سے ہونے والی گفتگو درج ہے آیات کی صورت میں۔ اللہ اور اول تا آخر تمام انسانوں کے درمیان ہونے والی گفتگو اس قرآن میں اس طرح درج کی گئی جیسے تاریخ لکھی جاتی ہے یعنی اللہ اور تمام انسانوں کے درمیان ہونے والی بات چیت کو بطور تاریخ اس قرآن آیات کی صورت میں لکھا گیا۔ اللہ کی اول تا آخر انسانوں سے گفتگو آیات کی صورت میں نہیں ہوئی اللہ آیات کی صورت میں بات نہیں کرتا بلکہ اللہ تو جو بھی بات کرتا ہے بالکل کھول کھول کر بات کرتا ہے یعنی بینات کیسا تھی بات کرتا ہے اور اس کے لیے اللہ کا جو قانون ہے وہ تین صورتیں ہیں جو پیچھے بیان ہو چکیں۔ ان تین صورتوں کے ذریعے اللہ اور اول تا آخر تمام انسانوں کے درمیان ہونے والی گفتگو کا کلام کو اللہ نے بطور تاریخ آیات کی صورت میں اس قرآن میں آج سے چودہ صدیاں قبل درج کر دیا تھا اس وجہ سے قرآن کو اللہ کا کلام کہا جاتا ہے۔

کیونکہ اس قرآن میں اللہ کا کلام یعنی اللہ کی انسانوں سے کی گئی گفتگو درج ہے جسے تاریخ اور عربیوں کی زبان میں حدیث کہا جاتا ہے یعنی یہ قرآن الحدیث ہے۔

اب جبکہ آپ پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو چکی ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے کا مطلب کیا ہے تو آپ کو اس بات کی بھی سمجھ آ جانی چاہیے کہ اگر قرآن تاریخ ہے

یعنی اللہ اور اول تا آخر تمام انسانوں کے درمیان ہونے والی گفتگو کی تاریخ ہے تو پھر اس قرآن میں جو کچھ بھی لکھا گیا وہ بالکل اسی طرز پر لکھا ہوا ہونا چاہیے جیسے فریقین کے درمیان مکالمہ ہوتا ہے سوال جواب ہوتا ہے، ایک فریق کچھ کہتا ہے تو سامنے والا آگے سے کیا کہتا ہے آیا وہ تسلیم کرتا ہے انکار کرتا ہے یا سوال اٹھاتا ہے۔ اگر تسلیم کرتا ہے تو اس کا بھی آگے ذکر موجود ہونا چاہیے اور اگر انکار کرتا ہے تو یہ بھی درج ہونا چاہیے اور اگر سوال اٹھاتا ہے تو آگے اس سوال کا جواب بھی ہونا چاہیے۔ اور آپ یہ جان کر جیران ہوں گے کہ ہاں قرآن میں جو کچھ بھی لکھا ہوا ہے بالکل ایسے ہی لکھا ہوا ہے جیسے فریقین کے درمیان مکالمہ ہوتا ہے۔ اور جب تک آپ اس اہم نکتے کو سامنے نہیں رکھیں گے آپ حق کو نہیں سمجھ سکیں گے۔ آپ نہیں جان سکیں گے کہ قرآن میں اصل بات کیا کی گئی۔ مثلاً جس آیت پر ہم بات کر رہے تھے اسی آیت کو سامنے رکھتے ہوئے آپ پر واضح کرتے ہیں کہ کس طرح اس قرآن کی آیات میں اللہ اور انسانوں کے درمیان ہونے والا مکالمہ بات چیت بطور تاریخ درج ہے۔

وَإِذْ أَخَذُنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَاءَءِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهُ وَبِالْوَالِدِينِ إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَمَّى وَالْمَسِكِينِ وَقُولُوا لِلنَّاسِ  
خُسْنَا وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَاتُوا الزَّكُوَةَ ثُمَّ تَوَلَّتُمُ إِلَّا فَلِيَلَا مِنْكُمْ وَأَنْتُمْ مُعْرِضُونَ. البقرة ۸۳

و اور اذ جب یا تب اخذنا عربی کا اصول ہے کہ الف جب بھی کسی لفظ کے شروع میں استعمال ہوتا ہے تو اسے سوالیہ بنادیتا ہے اخذنا جو کہ تمیں الفاظ کا مجموعہ ہے اس کے شروع میں ”الف“ جو کہ پہلا لفظ ایک حرف پر ہی ہے دوسرا لفظ ”خذ“ اور تیسرا لفظ ”نا“ ہے۔ الف شروع میں آجاتا ہے جس سے آگے آنے والا لفظ سوالیہ بن جاتا ہے اور اگلا لفظ ہے ”خذ“ جس کے معنی ہیں اخذ کرنا مثلاً جیسے آپ کسی سے کوئی وعدہ اخذ کرتے ہیں کہ میرے ساتھ وعدہ کرو کہ تم فلاں فلاں کام کرو گے اور سامنے والا جب اقرار کرتا ہے کہ ہاں میں یہ کام کرتا ہوں تو یہ اخذ کرنا کھلانے گا۔ اگلا لفظ ہے ”نا“ جس کے معنی ہم جو کہ اللہ خودا پنے لیے استعمال کر رہا ہے۔

اب اس پورے لفظ اخذنا کے معنی بنیں گے، کیا ہے جو اخذ کیا ہم نے۔ یعنی آپ نے دیکھا کہ سوالیہ فقرہ ہے آگے اسی کا جواب آجاتا ہے میثاق کنٹریکٹ، معاهدہ، اور میثاق کی ”ق“ پر زبر آجائے سے یہ ماضی کا صیغہ بن جاتا ہے جس کے معنی بنیں گے میثاق تھا جو اخذ کیا تھا ہم نے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون تھے جن سے میثاق اخذ کیا گیا تھا اور پھر وہ میثاق تھا کیا اور پھر سب سے اہم بات کہ آج آپ کو یعنی موجودہ انسانوں کو کیوں یہ بات بتائی جا رہی ہے؟ تو آگے انسانوں کے ان تمام سوالات کے جوابات آجاتے ہیں ترتیب کیا تھا۔

سب سے پہلا سوال کہ وہ کون تھے جن سے میثاق اخذ کیا گیا تھا تو اس کا جواب بنی میثاق بنی اسراءَءِيلَ

بنی اسرائیل کی لام پر زبر لا کر بنی اسرائیل کو ماضی کا صیغہ بنادیا گیا جس کے معنی بنیں گے بنی اسرائیل تھے جن سے میثاق اخذ کیا تھا۔

اب آتا ہے اگلا سوال کہ آخر وہ میثاق تھا کیا؟ تو آگے اس کا جواب آجاتا ہے لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهُ

”لا“ کے معنی ہیں نہیں، اگلا لفظ ہے ”تعبدون“ اس میں اصل لفظ ”عبد“ ہے جس کے معنی غلامی کرنا یعنی جو کچھ بھی آپ کو دیا گیا خواہ وہ مال ہو، اولاد ہوں، ذہانت ہو، کچھ بھی کرنے کی صلاحیت ہو یا کسی پر کچھ بھی اختیار دیا گیا ہو جو کچھ بھی آپ کو دیا گیا وہ دینے کا کوئی نہ کوئی مقصد ہے تو جس کے پیچے جس کے حصول کے لیے آپ ان میں سے کسی کا بھی استعمال کرو گے تو وہ آپ اس کی غلامی کر رہے ہو گے وہ شے آپ کا اللہ اور آپ اس کے عبد کہلاوے گے۔ یہاں عبد کیسا تھا آگے ”و“ کا استعمال بھی ہوا ہے جو کہ حال کا صیغہ بن جاتا ہے یعنی اس وقت غلامی کر رہے ہیں۔ ”عبدو“ اس کے پیچے شروع میں ”ت“ کا اضافہ کیا گیا جس سے یہ لفظ ”تعبدو“ بن جائے گا ”ت“ اس کا اظہار کرتا ہے جو کچھ بھی دیا گیا اور اس کا جو بھی آپ استعمال کر رہے ہیں یعنی جن کا ذکر کیا جا رہا ہے یا جن سے خطاب کیا جا رہا ہے ان کے اعمال کے اظہار کے لیے ”ت“ کا استعمال کیا گیا۔ آگے آخری لفظ ہے ”ن“ جس کے معنی ہم کے ہیں یعنی اللہ۔

”تعبدون“ اس وقت جو انسان موجود ہیں وہ جو کچھ بھی کر رہے ہیں جو بھی صلاحیتیں ان کو دی گئیں جو کچھ بھی انہیں دیا گیا وہ ہم ہیں اور ان کا کس مقصد کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے کہ ان کا استعمال کیا جا رہا ہے جس کی بھی غلامی کی جا رہی ہے ”لَا تعبدون“ تو ان کی غلامی نہ کرو ان کے پیچے

ان صلاحیتوں کا یاد گیا جو کچھ بھی تمہیں دیا گیا ان کا استعمال مت کرو۔ تعبدون کے ”ن“ پر زبر لا کر اسے ساتھ ہی ماضی کا صیغہ بھی بنادیا گیا جہاں حال کی بات ہو رہی ہے تو یہی کہا جا رہا ہے کہ یہ ماضی میں بھی ہو چکا یعنی ماضی میں بھی ایک وقت ایسا تھا جسے آج تم یہ سب کر رہے ہو وہ بھی ایسے ہی کر رہے تھے جسے آج تم کو منع کیا جا رہا ہے بالکل ایسے ہی ان کو بھی منع کیا جا چکا ہے اور پچھے پہلے ہی اس سوال کا جواب دے دیا گیا کہ وہ بنی اسرائیل کی مثل سے اس وقت دنیا میں موجود ان لوگوں کی بات کی جا رہی ہے جن کو وہ ذمہ داری دی گئی جو ماضی میں بنی اسرائیل کو دی گئی تھی۔ بنی اسرائیل کو چونکہ سلف کر دیا گیا اور جنہیں سلف یعنی گزر رہا ہوا کر دیا نہیں بلکہ مثل کر دیا بعد والوں کے لیے اس لیے یہاں امت بنی اسرائیل کی مثل سے موجودہ امت قوم محمد کی بات کی جا رہی ہے ان سے خطاب کیا جا رہا ہے۔

”لَا تَعْبُدُونَ“ سے اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو کچھ بھی آپ کو دیا گیا یعنی اس وقت دنیا میں آباد وہ لوگ جو کہ امت بنی اسرائیل کی مثل ہیں جو خود کو امت مسلمہ، امت محمد یا الکتاب کے وارث سمجھتے ہیں انہیں جو کچھ بھی دیا گیا تو جس جس کے حصول کے پیچھے جس کے حصول کے لیے یہ ان سب کا استعمال کر رہے ہیں یا ان میں سے کسی شے کا بھی استعمال کر رہے ہیں اگر اس مقصد کے لیے یہ سب نہیں دیا تھا تو پھر کس مقصد کے لیے دیا گیا؟ کس کے پیچھے ان کا یاد گیا میں سے کسی کا بھی استعمال کرنا ہے؟ کس کو حق حاصل ہے جو یہ فیصلے کرے کہ ان کو کس کس مقصد کے لیے تمہیں دیا گیا؟ تو آگے انہیں سوالات کا جواب دیا گیا إِلَّا اللَّهُ مَنْ أَنْزَلَ الْكِتَابَ إِلَّا هُوَ يَعْلَمُ جو کچھ بھی تمہیں دیا گیا۔ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ جس کے معنی بین گے اللہ تعالیٰ جس کے لیے تم نے اس سب کا استعمال کرنا تھا جو کچھ بھی تمہیں دیا گیا۔

یعنی آپ خود غور کریں کہ آپ کو جو کچھ بھی دیا گیا مثلاً آپ باقی انسانوں سے کئی گناہوں کر دیں ہیں تو یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ ذہانت آپ کو کس نے دی؟ کس نے یہ ذہانت آپ میں رکھی؟ اس کا جواب بالکل آسان ہے کہ جس نے آپ کو وجود دیا اور آپ کو وجود دیا اللہ نے۔ اللہ کیا ہے یہ پہلے ہی آپ پر واضح ہو چکا کہ جو بھی آپ کو نظر آ رہا ہے وہ اللہ ہی کا وجود نظر آ رہا ہے اور اسی وجود نے آپ کو وجود دیا یعنی فطرت نے آپ کو وجود دیا۔ یہ ذات آپ کو وجود میں لائی اسی نے آپ میں یہ صلاحیتیں رکھیں جب اسی ذات نے یعنی فطرت نے آپ میں یہ صلاحیتیں رکھیں تو ظاہر ہے اسی کو علم ہے کہ اس نے یہ صلاحیتیں آپ میں کیوں رکھیں ان کا مقصد کیا ہے اور آپ جب تک اس سے پوچھیں گے نہیں تک آپ پر یہ کیسے واضح ہو گا کہ ان کا مقصد کیا ہے۔ اور جب آپ پوچھیں تو یہ ممکن ہی نہیں کہ اللہ آپ کے سوال کا جواب نہ دے وہ آپ کے سوال کا جواب ضرور دیتا ہے اسکے لیے تین صورتیں ہیں، اللہ ہر بشر سے کلام کر رہا ہے بذریعہ وحی، پردوں کے پیچھے سے اور بذریعہ رسول۔ وہ ان تین طریقوں میں سے آپ کے مقام کے مطابق آپ کو جواب دیتا ہے۔

وَإِذَا أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا تَعْدُونَ إِلَّا اللَّهُ

اب اس سوال کا جواب بھی بالکل واضح ہو چکا کہ کب بیان اخذ کیا تھا اللہ نے بنی اسرائیل سے۔ تب اخذ کیا تھا جب وہ اللہ کے علاوہ اور وہ کو والہ بنائے ہوئے تھے ان پر سب کچھ کھول کھول کر واضح کر دیا اور وہ بیان یہی تھا کہ جو کچھ بھی تمہیں دیا گیا وہ اس مقصد کے لیے نہیں ان مقاصد کے لیے نہیں جن مقاصد کے حصول کے لیے تم استعمال کر رہے ہو اور وہ بالکل وہی کر رہے تھے جو آج موجودہ انسان کر رہے ہیں بالخصوص خود کو مسلمان کہلوانے والے کر رہے ہیں جو کہ بنی اسرائیل کی مثل ہیں۔

اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہاں نہ صرف بنی اسرائیل کی بات ہو رہی ہے بلکہ موجودہ انسانوں سے بھی خطاب کیا جا رہا ہے یا بنی اسرائیل امت تھی تو اس وقت جو امت ہونے کے دعویدار ہیں ان سے بھی ساتھ خطاب کیا جا رہا ہے؟ تو اس کا جواب بھی اللہ نے قرآن میں دے دیا کہ آخر ایسا کیوں ہے۔

اللہ نے قرآن میں کہا کہ ہم نے اس قرآن میں سب کا سب مثلوں سے سامنے لا رکھا جو کچھ بھی قرآن کے نزول سے لیکر الساعۃ کے قیام تک کے دوران ہے یعنی مطلب یہ ہے کہ اس قرآن میں اساطیر الاولین نہیں ہیں بلکہ الاولین کی مثلوں سے الآخرين کی تاریخ اتاری لیکن اکثریت کا معاملہ یہ ہے کہ وہ اس بات کو ماننے کے لیے تیار ہی نہیں اور ان کا کہنا یہی ہے کہ قرآن میں الاولین کی مثلوں سے الآخرين کی تاریخ نہیں، الاولین کی مثلوں سے الآخرين سے خطاب نہیں بلکہ قرآن میں اساطیر الاولین ہیں محض الاولین کی لائیں ہیں جن کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور پھر اس کے لیے باقاعدہ یہاں تک کہتے ہیں کہ ہمارے آباء اجداد نے ہم سے یہی وعدہ کیا ہے یعنی جوان کے آباء اجداد ہیں ان کی تفاسیر اٹھا کر دیکھ لیں کہ انہوں نے اس بارے میں کیا لکھا ہے؟ کیا انہوں نے یہ لکھا

کہ یہاں بنی اسرائیل کا اصل میں ذکر نہیں ہے اگر بنی اسرائیل کا ذکر ہو تو بنی اسرائیل تو گزرچکی یوں یہ مخفی ایک کہانی بن جائے گی ان کی لائنس بن جائیں گی اس لیے یہاں بنی اسرائیل کا نہیں بلکہ ان کی مثل کا ذکر ہے، موجودہ امت کا ذکر کیا جا رہا ہے بنی اسرائیل کی مثل سے یا پھر ان کے آباء اجداد نے اپنی تفاسیر میں اپنی کتابوں میں بھی لکھا کہ یہاں بنی اسرائیل کا واقعہ قصہ سنایا جا رہا ہے یہاں فلاں قوم کا اور یہاں فلاں قوم کا جن کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں؟ ان کے آباء اجداد نے بھی لکھا کہ یہ سب گزشتہ لوگوں کے قصے و کہانیاں ہیں اس سے بڑھ کر ان کا قرآن میں ذکر کیا جانا کوئی مقصد نہیں رکھتا۔

اللہ نے قرآن میں گزشتہ لوگوں کے قصے و کہانیاں بیان نہیں کی ہیں بلکہ اس قرآن میں اس قرآن کے نزول سے لیکر آگے الساعت کے قیام اور اس کے بعد یوم القيامۃ تک کی تاریخ آیات کی صورت میں اور مثلوں سے اتاری گئی۔ اس لیے جہاں آیات میں بنی اسرائیل کا ذکر کیا جا رہا ہے تو جان لیں پہلی بات کہ وہ بین نہیں بلکہ آیت ہے یعنی اصل حقیقت وہ نہیں جو بالکل سامنے نظر آ رہا ہے بلکہ اصل حقیقت کچھ اور ہے اصل حقیقت جو سامنے ہے اس کے پردے میں پیچھے چھپا دی گئی۔ جب آیت کو بین کیا جائے گا تو پھر پتا چلے گا کہ یہاں بنی اسرائیل کا نہیں بلکہ بنی اسرائیل کی صورت میں موجودہ امت ہونے کے دعویدار خود کو مسلمان قوم کہلوانے والوں کا ذکر کیا جا رہا ہے ان سے خطاب کیا جا رہا ہے۔

دوسری بات جو کہ دوسرا پہلو بھی ہے اس پہلو سے بھی بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ جہاں بنی اسرائیل یا کسی گزشتہ اقوام کا ذکر کیا جا رہا ہے تو وہ اصل نہیں بلکہ مثل ہے بنی اسرائیل یا گزشتہ اقوام اصل نہیں بلکہ وہ اصل کی مثل ہے اور پھر اصل کوں ہے اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ اصل موجودہ امت موجودہ قوم ہے۔ اسی کا اللہ نے قرآن کے کئی مقامات سمیت اس مقام پر بھی بالکل واضح ذکر کر دیا۔

فَجَعَلْنَاهُمْ سَلَفاً وَمَثَلًا لِلَاخَرِينَ. الزخرف ۵۶

پس کر دیا تم نے انہیں سلفاً یعنی ایک ایک کو گزرے ہوئے کر دیا جو دنیا میں آئے تھے اب گزرے ہوئے ہو چکے اور جنہیں ایک ایک کو گزرے ہوئے کر دیا انہیں مثل کر دیا الآخرین یعنی بعد والوں کے لیے۔

الا ولین کو سلف یعنی گزرے ہوئے کر دیا اور جنہیں گزرے ہوئے کر دیا انہیں مثل کر دیا الآخرین کے لیے یعنی بعد والوں کے لیے۔ اس لیے قرآن میں جہاں جہاں الا ولین یعنی سلف وہ جو گزر چکے ہیں ان کا ذکر آتا ہے وہ اصل میں ان کا ذکر نہیں بلکہ وہ جن کے لیے مثل کردے گئے ان کا ذکر ہے اور وہ ہیں الآخرین جو کہ دنیا میں آباد موجودہ لوگ ہیں۔

یہ وجہ ہے جس وجہ سے جب اللہ نے قرآن میں جہاں جہاں بھی سلف کا ذکر کیا تو وہاں وہاں حال کے صیغہ استعمال کر کے انہیں ماضی کا صیغہ بنا دیا گیا ہے۔ جیسے کہ اس آیت میں جس پر ہم نے بات شروع کی تھی۔

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَاءِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهُ وَبِالْوَالِدِينِ إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَمَّى وَالْمَسْكِينَ وَقُولُوا لِلنَّاسِ  
حُسْنًا وَأَفِيمُوا الصَّلَاةَ وَأَتُوا الزَّكُوَةَ ثُمَّ تَوَلَّتُمُ إِلَّا قَلِيلًا مِنْكُمْ وَأَنْتُمْ مُعْرِضُونَ. البقرة ۸۳

قرآن میں یہ بات بالکل کھول کھول کر واضح کر دی گئی کہ بنی اسرائیل کا بطور امت انتخاب کیا گیا تھا اب امت بنی اسرائیل چونکہ سلف ہو چکی تو سلف کو مثل کر دیا الآخرین کے لیے بعد والی امت کے لیے۔ اس وقت زمین پر امت بنی اسرائیل کی مثل موجود ہے جو خود کو امت محمدیا امت مسلمہ کا نام دیتے ہیں۔ اس آیت میں امت بنی اسرائیل جو کہ آیت کی صورت میں آئی ہے جب آیت کو بین کیا جائے گا تو موجودہ وہ لوگ سامنے آئیں گے جو خود کو امت محمدیہ ہیں جو خود کو اللہ کے چھیتے سمجھتے ہیں دوسری صورت میں بھی امت بنی اسرائیل چونکہ سلف ہو چکی یعنی گزر چکی تو جو گزر چکی اسے بعد والی کے لیے مثل کر دیا یہاں بنی اسرائیل کا ذکر نہیں کیا جا رہا یہاں بنی اسرائیل مخاطب نہیں ہیں بلکہ ان کی مثل موجودہ لوگ جو خود کو امت محمدیہ کھلواتے ہیں یعنی مسلمان قوم سے خطاب کیا جا رہا ہے۔ اللہ اپنے رسول احمد عیسیٰ کے ذریعے ان سے کلام کرتے ہوئے کہہ رہا ہے کہ اس وقت جو کچھ تم کر رہے ہو جو کچھ تمہیں دیا گیا ان سب کا جس جس مقصد کے لیے استعمال کر رہے ہو اس اس کے پیچھے ان کا استعمال ترک کر دو، یہ جو اعمال کر رہے ہو ان اعمال کو ترک کر دو، جن کو اللہ بنایا ہوا ہے انہیں اللہ نہ بناؤ بلکہ اللہ کو اللہ بناؤ اللہ کی غلامی کرو اللہ تھا جس کی غلامی کرنی تھی۔

کیا کیا تھا بنی اسرائیل نے جو آج تم بھی کر رہے ہو آگے اس کی تفصیلات بھی بیان کر دیں۔

وَبِالْأَلْدِينِ إِحْسَانًا بَنِي اسْرَائِيلَ سَيِّدِي مُثَاقَ الْأَخْذِ كَيْا جَيَا تَحْكَمَ وَالدِّينَ كَيْسَا تَحْكَمَ احْسَانَ كَرَنَاهِيْهِ اور جب ان کی جگہ تمہارا بطور امت انتخاب کیا گیا تو تم سے بھی وہی میثاق اخذ کیا گیا جو بنی اسرائیل سے اخذ کیا گیا تھا کہ والدین کیسا تھا احسان کرنا ہے اور جب ان کی جگہ تمہارا بطور امت انتخاب کیا گیا تو تم سے بھی ان کی خواہشات کی اتباع کرنا۔ تمہارے والدین نے تم پر احسان کیا تو احسان کا بدلہ صرف اور صرف احسان ہے ذرا غور کرو جب تمہیں وجود میں لا یا گیا جب تم بالکل چھوٹے تھے تو تم ہر لحاظ سے والدین کے محتاج تھے انہوں نے بغیر کسی لائق کے تمہاری تمام حاجات کو پورا کیا جو کہ تمہاری ضروریات تھیں پھر جیسے جیسے تم بڑے ہوتے گئے تو انہوں نے تمہیں ہر طرح کے شر سے بچایا تمہیں آگاہ بھلی نظر آتی اور تم اس کی طرف دوڑ پڑتے تو تمہارے والدین نے تمہیں آگ سے بچایا، تمہیں ہر اس شے سے بچایا جس میں بھی تمہارے لیے نقصان تھا حالانکہ جب وہ تمہیں بچاتے تھے تو تمہیں انتہائی ناگوار گزرتا تھا تم انہیں برا بھلا بھی کہتے تھے اس کے باوجود انہوں نے تمہاری کسی بات کی پرواہ کیے بغیر تمہاری ناراضی کی پرواہ کیے بغیر تمہیں ہر شر سے بچایا، اگر کسی کام میں، کسی شے میں تمہارے لیے شر یعنی نقصان چھپا ہوا ہوتا اور تم کتنی ہی ضد کیوں نہ کرتے تمہارے والدین نے تمہاری ضد کو برداشت کیا تمہاری ناراضی کی پرواہ نہ کی تمہیں کتنا ہی ناگوار گزرا انہوں نے اس کی پرواہ نہ کی بلکہ انہوں نے تمہیں شر سے بچایا، اگر تم نے کوئی ایسی شے ان سے طلب کی جو کہ تمہاری ضرورت نہیں بلکہ الٹا تمہارے لیے نقصان دہ ہے تو انہوں نے تمہیں وہ نہیں دی تمہارے لیے اس کے حصول میں اپنی صلاحیتوں کا استعمال نہیں کیا بلکہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو گیا انہوں نے صرف اور صرف تمہارے بھلے کا سوچا اور پھر انہوں نے جسے اپنے لیے حق سمجھا وہ دین تمہیں دیا تمہیں کہا کہ یہی حق ہے جو ہم تمہیں بتا رہے ہیں اس لیے اسے تسلیم کرو تو جیسے تمہارے والدین نے بغیر کسی لائق کے تم پر احسان کیا تو احسان کا بدلہ صرف اور صرف احسان ہے اس لیے اب تم پر فرض ہے کہ تم بھی ان پر احسان کرو۔ سب سے پہلے یہ کہ تم نے ان کی کسی بھی ایسی بات کو تسلیم نہیں کرنا جو تمہیں شرک میں بیٹلا کرتی ہو خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے، ان کی جو ضروریات ہیں ان کی ضروریات کو پورا کرنا، جیسے بچپن میں انہوں نے تمہیں آگ سے بچایا، شر سے بچایا بالکل اسی طرح تم نے اپنے والدین کو آخرت کی آگ سے بچانا ہے ان پر حق واضح کرنا ہے انہیں حق کی طرف لے کر آنا ہے یعنی بالکل اسی طرح تم نے ان پر احسان کرنا ہے جیسے انہوں نے بچپن میں تم پر احسان کیا۔ جیسے تم جب مکمل طور پر ان کے محتاج تھے تو وہ تمہیں اف تک بھی نہ کہتے تھے تمہاری ضد کو برداشت کرتے، تم انہیں تنگ کرتے تو ان کے ماتھے پرسلوٹ تک نہ آتی بلکہ اپنی نیند، اپنا چین، اپنا سکون تم پر قربان کر دیتے ایسے ہی آج جب وہ بوڑھے ہو جائیں اور اس حالت میں پنچ جائیں کہ وہ مکمل طور پر تمہارے محتاج ہو جائیں تو تم نے انہیں اف تک بھی نہیں کہنا بلکہ اگر تمہیں لگے کہ وہ تمہیں تنگ کر رہے ہیں یا پریشان کر رہے ہیں یا ان کی وجہ سے تمہارا سکون تمہارا چین بر باد ہو رہا ہے تو تمہیں ناگوار نہ گزرے بلکہ تم نے صبر کرنا ہے اور انہیں اف تک نہیں کہنا یہاں تک کہ تمہارے ماتھے پرسلوٹ تک نہ آئے۔ یہی میثاق ہم نے بنی اسرائیل سے اخذ کیا تھا اور انہوں نے میثاق توڑ دیا اور اس کے بالکل عکس وہ کیا جس سے ہم نے روکا تھا اور بنی اسرائیل کے بعد جب تمہارا بطور امت انتخاب کیا تھا تو تم سے بھی یہی میثاق اخذ کیا تھا لیکن آج تم کیا کر رہے ہو؟ کیا تم میثاق کو پورا کر رہے ہو یا پھر آج تم بھی بالکل وہی کر رہے ہو جو بنی اسرائیل نے کیا تھا حقیقت تمہارے بالکل سامنے ہے۔

### وَذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَمَّى وَالْمَسْكِينُ

اور جنہیں مخصوص قرب حاصل ہے یعنی جو موئین ہیں اور ان کے علاوہ بھی جنہیں قرب حاصل ہے ان پر بھی احسان کرنا یعنی اگر ان میں سے کوئی ایسے حالات سے دوچار ہے کہ وہ تمہارا محتاج ہے، تم اس کی حاجت کو پورا کر سکتے ہو تو تم نے ان سے کسی بھی قسم کا معاوضہ طلب نہیں کرنا، ان کی مجبوری کافائدہ نہیں اٹھانا، بغیر کسی لائق کے ان کے کام آناء ہے ان کی ضرورت کو پورا کرنا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی بھی وجہ سے جب وہ محتاج ہوں تو احسان نہ کرو اور اس کے بالکل بر عکس کرو یعنی کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ مجبور ہوں ضرورت مند ہوں اور تم ان کی ضرورت پوری کرنے کی اہلیت رکھتے ہو اور تم ان کی ضرورت پوری نہ کرو اگر پوری کرو تو کسی لائق میں، یا ان کی مجبوری کافائدہ اٹھاؤ اور جو یتیم ہیں یعنی وہ جن کا کفالت کرنے والا کوئی نہیں اور وہ جو مسکین ہیں یعنی جن کے پاس ان کی ضروریات نہیں ہیں جو کمزور ترین لوگ ہیں تو کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی بھی وجہ سے خواہ وہ کسی بھی قسم کا کوئی بغض ہو، دشمنی ہو، رنگ، نسل، خلطے یا کسی بھی وجہ سے ان پر احسان نہ کرو کمزروں کا ساتھ نہ دو ایسا نہیں کرنا بلکہ ان پر احسان کرنا ہے لیکن بنی اسرائیل نے ہم سے یہ میثاق اخذ کرنے کے باوجود توڑ ڈالا انہوں نے انسانوں میں تفریق کی،

رُنگ کی بنیاد پر نسل کی بنیاد پر، مذہب کی بنیاد پر، فرقے کی بنیاد پر نہ ہی جن کو قرب حاصل ہے ان پر احسان کیا نہ ان پر جو محتاج ہیں جن کا کفالت کرنے والا نہیں اور وہ بیچارے تنگیوں و مشکلات کا سامنا کرتے رہے لیکن انہیں کوئی فرق نہ پڑانہ ہی جو مسکین ہیں ان پر احسان کیا۔ جب بھی احسان کا وقت آیا تو رنگ، نسل، خطے، مذہب وغیرہ سمیت جتنی بھی تفریقات تھیں ان کو سامنے لا رکھا اور احسان کی بجائے ظلم عظیم کیا اور تم آج کیا کر رہے ہو؟ کیا آج سے چودہ صدیاں قبل محمدؐ کے ذریعے تم سے بھی یہی بیشاق اخذ نہیں کیا تھا؟ اور آج تم کیا کر رہے ہو؟ کیا آج تم بھی بالکل وہی نہیں کر رہے جو تم سے پہلے بنی اسرائیل کر رکھے؟ وَقُولُوا إِنَّ النَّاسَ حُسْنًا اور کہہ رہے ہو لوگوں کے لیے ایسی بات جس پر عمل کرنے سے یا جس سے ان کا ہر لحاظ سے فائدہ ہی فائدہ ہو؟ یا پھر اس کے بالکل عکس کہہ اور کر رہے ہو؟ تم وہ بات کر رہے ہو جس سے لوگوں کا فائدہ نہیں بلکہ المذاق نصان ہوان پر ہلاکتیں مسلط ہوں ان پر تباہیاں مسلط ہوں تمہیں اس سے کوئی غرض نہیں کہ ان کیسا تھک کیا ہوتا ہے بلکہ تمہیں صرف اور صرف اپنے لائق و غرض کی پرواہ ہے۔

یہ جو کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے اگر تم یہ کرتے ہو تم کیا کر رہے ہو آگے اسی کا جواب دے دیا گیا

**وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَأَنُوْا الْزَّكُوْةَ**

اور کیا کر رہے ہو جو ہم نے تمہیں کرنے کا حکم دیا ہے قائم کر رہے ہو وہ جو الصلاۃ تھی اور اس الصلاۃ کو پاک کر رہے ہو خامیوں و نقائص سے یعنی جو کہا گیا جو تم سے ہم نے بیشاق اخذ کیا اگر تم یہ کر رہے ہو تو یہ تھی الصلاۃ جو تم قائم کر رہے ہو اور الصلاۃ کو تمام تر خامیوں و نقائص سے پاک کر رہے ہو اور اگر تم نہیں کر رہے ہو تو پھر تم الصلاۃ قائم نہیں کر رہے بلکہ تم فساد کر رہے ہو یہی بنی اسرائیل نے کیا تھا اور آج تم بھی بالکل وہی کر رہے ہو اور اسی کا آگے ذکر بھی کر دیا گیا ثُمَّ تَوَلَّتُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِنْكُمْ وَأَنْتُمْ مُعْرِضُونَ پھر تم پھر گئے سوائے انتہائی قلیل تعداد کے تم میں سے اور تمہیں جب جب یاد دلایا جا رہا ہے تم پر حق کھول کھول کرواضح کیا جا رہا ہے کہ یہ تھابیشاق جو تم سے اخذ کیا گیا تھا تو تم حق ہر لحاظ سے کھول کھول کرواضح کر دیئے جانے کے باوجود بھی اعراض ہی کر رہے ہو نہیں مان رہے یہی بنی اسرائیل نے کیا اور یہی تم نے کیا اور آج کر رہے ہو۔ جب بنی اسرائیل نے بیشاق کے بر عکس یہی سب کیا انہوں نے بیشاق توڑا لاتو ہم نے ان کے آخرین میں عیسیٰ ابن مریمؐ کو بعثت کیا جس نے ایک بار پھر انہیں بیشاق کھول کھول کر یاد کرایا ان پر حق کھول کھول کرواضح یا ان پر کھول کھول کرواضح کیا کہ اللہ نے تم سے کیا بیشاق اخذ کیا ہوا ہے اور تم لوگ یہ اس کے بالکل بر عکس کیا کر رہے ہو؟ واپس آؤ بیشاق کی طرف تو کثریت پھرگئی جیسے آج تم میں ہم نے اپنارسول احمد عیسیٰ نبیحیج دیا جس نے تم پر کھول کھول کرواضح کر دیا کہ تم سے کیا بیشاق اخذ کیا گیا تھا اور آج جب تم پر کھول کھول کرواضح کر دیا گیا تو تم بھی پھر رہے ہو اعراض ہی کر رہے ہو سوائے انتہائی تھوڑوں کے۔

اب پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ آیت چونکہ تاریخ ہے اللہ کے اس رسول کی جسے خود کو مسلمان کہلوانے والوں میں اس وقت بعثت کیا جانا تھا جب یہ لوگ اللہ سے بیشاق باندھنے کے باوجود وہی کریں گے جو بنی اسرائیل نے کیا تھا اس آیت میں جو بھی بات کی گئی یہ اللہ کے اس رسول کی دعوت ہے اور آج آپ پر کھل کر یہ بات واضح ہو چکی کہ میں ہی اللہ کا وہ رسول ہوں میری ہی یہ دعوت ہے اور قرآن میری ایک ایک بات کی تصدیق کر رہا ہے قرآن میری تاریخ سے بھرا پڑا ہے اور دوسری بات اس سے بھی آپ پر کھل کرواضح ہو چکا کہ الصلاۃ کیا ہے اور جسے آج خود کو مسلمان کہلوانے والے الصلاۃ کہہ، سمجھو اور پڑھو رہے ہیں وہ الصلاۃ نہیں ہے بلکہ ایسی گمراہی ہے جس کا انجام دنیا و آخرت میں عظیم ہلاکت کے سوا کچھ نہیں۔

## مقام ابراہیم

سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۱۲۵ میں اللہ نے مقام ابراہیم کو مصلیٰ اخذ کرنے کا حکم دیا تو مقام ابراہیم کیا ہے؟ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مسجد الحرام نامی جگہ میں ایک پتھر پر پاؤں کے نشان ہے جو کہ مقام ابراہیم ہے اور بعض کا کہنا ہے کہ مسجد الحرام نامی جگہ میں جہاں امام کھڑا ہو کر امامت کرتا تھا وہ مقام ابراہیم ہے یوں جو الصلاۃ کے نام پر نماز وہاں پڑھی جا رہی ہے آپ نے اس مقام کو مصلیٰ اخذ کرنا ہے یعنی وہاں سے نماز اخذ کرنی ہے۔

یہ دونوں طرح کے لوگوں کا فتنہ ہے جس کا حق کیسا تھوڑی تعلق نہیں۔ مقام ابراہیم کیا ہے وہ ابھی کھل کرو واضح ہو جائے گا جو کہ پیچھے بھی کئی مقامات پر واضح کیا جا چکا اور جن کا کہنا ہے کہ مقام ابراہیم وہ ہے جہاں ملائی الصلاۃ کے نام پر نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے یوں جو الصلاۃ کے نام پر وہاں ہو رہا ہے وہی الصلاۃ ہے اسے اخذ کرنا ہے تو یہ حق کیسے ہو سکتا ہے جب کہ نماز نامی دل کو تو پہلے ہی چاک کر کے رکھ دیا گیا اس لیے جو اسے مقام ابراہیم کہہ اور سمجھ رہے ہیں ان کا بھی حق کیسا تھوڑی تعلق نہیں انہیں حق کا علم ہی نہیں کہ مقام ابراہیم کیا ہے اور اسے مصلیٰ اخذ کرنا ہے۔

مقام ابراہیم کیا ہے اس کے لیے آپ کو یہ دیکھنا ہو گا کہ ابراہیم کہاں قائم ہوا؟ تو جہاں ابراہیم قائم ہوا وہ مقام ابراہیم ہے یعنی جس پر ابراہیم ڈٹ گیا جس پر ابراہیم نے زندگی گزاری جیسے زندگی گزاری وہ مقام ابراہیم ہے جس کا اسی قرآن میں ایک دوسرے پہلو سے ذکر کرتے ہوئے اسے ملت ابراہیم کہا گیا۔ پیچھے رسول میں اسوہ حسنہ پر بات کرتے ہوئے مقام ابراہیم کو کھول کھول کرو واضح کیا جا چکا یعنی رسول کی پیدائش سے لیکر اس کی موت تک کی زندگی جو کہ ملت ابراہیم ہے یا اسے مقام ابراہیم کہیں ایک ہی بات ہے اور آپ کو بھی وہی حکم دیا گیا کہ آپ نے اسی مقام پر قائم ہونا ہے جس پر ابراہیم قائم ہوا۔ جیسے ابراہیم نے حق کو پیچانا اور جس طرح اپنی موت تک اسی پر ڈثارہ رہا یہ ہے مقام ابراہیم جو کہ ابراہیم کی الصلاۃ تھی اگر آپ بھی بالکل ابراہیم ہی کی طرح بنتے ہیں تو یہ آپ الصلاۃ قائم کریں گے آپ نے مقام ابراہیم کو مصلیٰ اخذ کیا۔

## اجماع امت

سوال: اجماع امت کیا ہے؟ اور جو کہا جاتا ہے کہ اجماع امت دلیل ہے اگر کوئی اس کے خلاف جائے گا تو وہ دائرة اسلام سے خارج ہو جائے گا وہ مرتد، مشرک و کافر ہو جائے گا اور پھر بعض عقائد و نظریات ایسے ہیں جن کی بنیاد اجماع امت کو فرار دیا جاتا ہے جن کا انکار واجب القتل کے زمرے میں آتا ہے۔

جواب: اس سوال کے جواب سے پہلے یہ جان لیں کہ جواب کہتے ہیں جو سوال کو مٹا دے سوال کا وجود ختم کر دے یعنی مطمئن کر دے اس بارے میں کوئی بھی سوال باقی نہ رہے۔ اب آتے ہیں اس سوال کے جواب کی طرف۔

کوئی بھی کام کیا جائے یا بات کی جائے تو اس کے لیے اصول ہے کہ پہلے بنیاد کی طرف آیا جائے گا یعنی سب سے پہلے بنیاد کا ہونا لازم ہے کیونکہ اگر بنیاد ہو ہی نہیں تو دیواریں تعمیر نہیں کی جاسکتیں اور پھر نہ ہی چھپت ڈالی جاسکتی ہے۔ مثلاً اگر بنیاد ہو ہی نہ اور کوئی کہے کہ چھپت ڈالوچھپت ڈالو تو ظاہر ہے ہے چھپت کیسے ڈال

سکتی ہے؟ چھٹ ڈالنے کے لیے دیواروں کا ہونا لازم ہے اور دیواروں کے لیے بنیاد کا اور جب بنیاد ہی نہیں ہے تو پھر چھٹ ڈالنے کے بارے میں تو سوچا بھی نہیں جاسکتا اور اس کے باوجود اگر کوئی شور مچاتا ہے چھٹ ڈالو چھٹ ڈالو ایسا کہنے والا کوئی بے وقوف ہی ہو سکتا ہے اور اگر کوئی جواب میں چھٹ ڈالنے کی کوشش کرنا شروع کر دے تو ایسا کرنے والا بھی کوئی بے وقوف ہی ہو سکتا ہے۔

کوئی بھی سوال کرے تو سب سے پہلے یہ دیکھا جائے گا کہ کیا وہ سوال بنیاد ہے یا پھر اس کے بعد کا کوئی مرحلہ ہے اگر تو بعد کا مرحلہ ہے تو پھر یہ واضح ہونا لازم ہے کہ کیا سوال کرنے والے کے پاس بنیاد کا علم ہے؟ اگر تو بنیاد کا علم ہے تو اس کے اس سوال کا جواب دیا جائے گا ورنہ اس کی خواہشات کی اتباع نہیں کی جائے گی یعنی ایسا نہیں کہ وہ کچھ بھی کہے کوئی بھی اعتراض اٹھائے تو آنکھیں بند کر کے جو وہ کہے وہی کرنا شروع کر دیا جائے گا۔

مثلاً اگر ایک بچہ جس کو ابھی سکول میں ہی داخل نہیں کرایا گیا یا وہ بچہ جو ابھی دسویں کلاس تک پہنچا ہی نہیں اگر وہ یہ کہے کہ اسے دسویں کلاس میں داخل کیا جائے تو کیا اس کی بات مان لی جائے گی؟ نہیں بلکہ جو قانون ہے اس پر پورا اتر اجاءے گا دیکھا جائے گا کہ کیا اس سے پہلے اس کے پاس نو کلاسون کا علم ہے؟ اگر تو ثابت ہو جائے کہ وہ دسویں کلاس کا اہل ہے یعنی اس کے پاس نویں کلاس تک کا علم ہے تو اسے دسویں میں داخلہ دیا جائے گا ورنہ کسی بھی صورت نہیں۔ اگر بچہ ابھی سکول میں داخل ہی نہیں ہوا یا پھر وہ ابھی دسویں کلاس تک پہنچا ہی نہیں اور پھر وہ الماحد کرتا ہے کہ نہیں مجھے براہ راست دسویں کلاس میں ہی داخلہ دیا جائے تو اس کی خواہش کی اتباع نہیں کی جائے گی بلکہ اسے کہا جائے گا کہ ٹھیک ہے اگر تم ضد کرتے ہو تو پہلے اپنے آپ کو دسویں کلاس کا اہل ثابت کرو یعنی نویں کلاس کا امتحان دو اگر تو تم نے نویں کلاس کا امتحان پاس کر لیا تو تمہیں دسویں میں داخلہ دے دیا جائے گا اور اگر تم نویں کلاس کا امتحان پاس نہیں کرتے تو تمہیں کسی بھی صورت دسویں میں داخلہ نہیں دیا جا سکتا کیونکہ تم دسویں کلاس کے علم کو نہیں سمجھ پاؤ گے جس کے لیے نویں کلاس تک کا علم ہونا ناگزیر ہے۔ بالکل ایسے ہی اگر کوئی بھی شخص کوئی بھی سوال کرتا ہے تو سب سے پہلے یہ دیکھنا ہے کہ اس کا سوال کس سطح یعنی کس درجے کا ہے؟ کیا اس کا سوال بنیادی نوعیت کا ہے یعنی بنیاد ہے یا پھر کہیں بنیاد سے اوپر والے کسی درجے کا تو نہیں اگر تو بنیاد ہے تو اس کے سوال کا جواب دیا جائے گا ورنہ اس کے اس سوال کا اس قت تک جواب نہیں دیا جائے گا جب تک کہ وہ خود کو اس سوال کے جواب کا اہل ثابت نہ کر دے۔

سب سے پہلے اس پر واضح کیا جائے گا کہ آپ کا سوال بنیاد نہیں ہے اس کو اس وقت تک نہیں سمجھا جا سکتا جب تک کہ بنیاد نہیں سمجھ لیا جاتا اس لیے آپ پر پہلے بنیاد سے لیکر اس سوال تک کے درجے کا جتنا بھی علم ہے اسے حاصل کرنا ہو گا اس کے بعد آپ اس سوال کو سمجھنے کے اہل ہوں گے اور جب وہ وقت آئے گا تو تب ہی آپ کے اس سوال کا جواب دیا جائے گا۔ اب اگر تو وہ اس بات کو تسلیم کر لیتا ہے تو قانون پر عمل کرتے ہوئے بنیاد سے اس کی راہنمائی کی جائے گی اور اگر وہ نہیں مانتا اور ضد کرتا ہے کہ نہیں مجھے دوڑک میرے سوال کا جواب چاہیے تو پھر اس کی خواہش کی اتباع نہیں کی جائے گی یعنی کسی بھی صورت قانون کی خلاف ورزی نہیں کی جائے گی بلکہ اسے کہا جائے گا کہ ٹھیک ہے ہم آپ کو آپ کے اس سوال کا جواب دینے کے لیے تیار ہیں لیکن آپ کو پہلے خود کو اس سوال کے جواب کا اہل ثابت کرنا ہو گا اور پھر اس سے اس کے سوال کے نچلے درجے کا سوال کیا جائے گا اگر تو وہ اس کا بالکل واضح جواب دے دیتا ہے جس سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ اس سوال کے جواب کا اہل ہے تو اسے جواب دیا جائے گا اور اگر وہ اہل ثابت نہیں ہوتا تو اسے کہا جائے گا آپ کو اس وقت تک آپ کے سوال کا جواب نہیں مل سکتا جب تک کہ آپ اس سوال کے جواب کے اہل نہیں بن جاتے۔

یعنی جب آپ کو بنیاد کا ہی علم نہیں تو آپ کو چھٹ کی اہمیت و حیثیت رکھنے والے سوال کا جواب کیسے دیا جا سکتا ہے؟ نہیں بالکل نہیں۔ جب بنیاد ہی نہیں تو چھٹ ڈالنا تو بہت دور کی بات ہے جب تک بنیاد نہیں رکھ لی جاتی اور چھٹ سے پہلے جو جو کرنا ہے وہ کرنہیں لیا جاتا تب تک کسی بھی صورت چھٹ نہیں ڈالی جاسکتی۔

اب یہاں یہ بات بھی ذہن میں ہونا لازم ہے کہ جب بھی کوئی سوال کرتا ہے تو جس سے سوال کیا جا رہا ہوتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ اگر اس نے سائل کو جواب نہ دیا تو لوگ کیا کہیں گے، سائل کیا سوچے گا کہ اس کے پاس علم نہیں ہے یعنی لامحالہ ذہن میں لوگوں کی تہمت و ملامت کا خدشہ پیدا ہو گا لیکن اگر لوگوں کی ملامتوں کی پرواہ کرتے ہوئے قانون کے خلاف چلا جائے گا تو پھر یہ بات جان لیں کہ وقت طور پر تو آپ کی بلے بلے ہو جائے گی کہ واہ کیا بات ہے اس کے پاس کتنا علم ہے لیکن بعد میں جب وقت اپنا فیصلہ سنائے گا تو آپ ذلیل ورسا ہو جائیں گے۔ اس لیے خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے کسی بھی صورت قانون فطرت کے خلاف رائی برابر بھی عمل نہیں کیا جائے گا۔

اب جب آپ کے سوال کے جواب کی طرف آئیں تو اسکے لیے بھی یہی دیکھا جائے گا کہ کیا یہ سوال بنیاد ہے یعنی کیا اجماع امت کے نام پر دلیل بنیاد ہے؟ اس پر براہ راست بات کی جاسکتی ہے یا پھر اسے سمجھنے کے لیے اس سے نچلے درجے پر بھی کچھ ہے پہلے اسے سمجھنا لازم ہے؟ یعنی کیا براہ راست اس پر بات کر کے کوئی نتیجہ سامنے آسکتا ہے یا نہیں؟ جب غور کیا جائے تو یہ بات بالکل محل کر واضح ہو جاتی ہے کہ یہ بنیاد نہیں ہے۔

بہت سے لوگ اسے دلیل تسلیم کرتے ہیں اور بہت سے اسے دلیل تسلیم نہیں کرتے یعنی کہ خود کو مسلمان کہلوانے والوں میں اس حوالے سے اختلاف ہے جب بھی کہیں بھی کوئی اختلاف واقع ہو تو سب سے پہلے یہ علم ہونا لازم ہے کہ اختلاف ہوتا کیا ہے کیونکہ جب تک آپ مرض کی ہی تشخیص نہیں کریں گے تک علاج کرنا ممکن ہے اور اگر مرض کی تشخیص کیے بغیر آپ علاج کرنے کی کوشش کریں گے تو پورے وجود کوتباہ و بر باد کر کے رکھ دیں گے۔

اختلاف کہتے ہیں کسی بات، شیئے، ذات یا نکتے وغیرہ کو جب سمجھا جاتا ہے تو فریقین ایک ہی نتیجے پر نہ پہنچیں بلکہ دونوں کے سامنے الگ الگ نتیجہ آئے، یوں ایک کہے گا کہ نتیجہ وہ ہے جو میرے سامنے آیا اور دوسرا کہے گا کہ نتیجہ وہ ہے جو میرے سامنے آیا اور جب دونوں کا نتیجہ سامنے رکھا جاتا ہے تو وہ مختلف ہوتا ہے یعنی ایک ہونے کی بجائے الگ الگ ہوتا ہے۔

اب جب آپ دنیا میں غور کریں تو آپ کو بہت سی مخلوقات ایسی نظر آئیں گی جن میں اختلاف پیدا ہوتا ہے مثلاً آپ کتنے کی ہی مثال لے لیں اگر دو کتوں میں ہڈی پر اختلاف پیدا ہو جاتا ہے ایک سمجھتا ہے کہ اس پر میرا حق ہے اور دوسرا سمجھتا ہے اس پر میرا حق ہے یوں جب دونوں ہڈی کی طرف لپکتے ہیں تو ایک دوسرے کو اس ہڈی کو لیکر مقابلے پر پاتے ہیں۔ ایک کہتا ہے کہ میری ہے دوسرا کہتا ہے کہ نہیں میری ہے اب وہ اس اختلاف کو دور کرنے کے لیے یعنی یہ طے کرنے کے لیے کس کی ہے آپس میں لڑتے ہیں چیختے، چلاتے، دھاڑتے ہیں ایک دوسرے کو کاٹتے ہیں نقصان پہنچاتے ہیں یوں یا تو ایک طاقت کے بل بوتے پر چھین لیتا ہے اور کمزور اس سے محروم رہ جاتا ہے یا پھر وہ لڑتے لڑتے اس وقت تک لڑتے ہیں جب تک کہ دونوں میں سے کوئی ایک ہار نہیں مان لیتا یا مر نہیں جاتا۔

اور پھر جب غور کیا جائے کہ کتوں نے ایسا کیوں کیا تو اس کی وجہ یہ سامنے آتی ہے کہ کتوں کا علم محدود ہے وہ صرف اور صرف اسی کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں جو ان کے سامنے ہے لیکن بشر اور کتوں میں فرق ہے کہ صرف اور صرف ظاہر کی بنیاد پر فیصلہ کرتے ہیں لیکن اس بشر کو یعنی آپ کو نہ صرف ظاہر و باطن کو سنبھال دیکھنے کی صلاحیت دی گئی بلکہ جو سنتے اور دیکھتے ہیں اسے سمجھنے کی بھی صلاحیت دی گئی اور پھر عمل کرنے کی بھی صلاحیت کہ یہ سن دیکھ اور سمجھ کر عمل کریں۔ جب بھی کہیں بشر میں اختلاف واقع ہو تو اس اختلاف کو ختم کرنے کے لیے کتوں کی طرح لڑا نہیں جائے گا ایک دوسرے پر چینا، چلایا دھاڑا نہیں جائے گا یعنی منہ سے جھاگ نہیں نکالی جائے گی گالیاں نہیں دی جائیں گی بلکہ بشر ہونے کا ثبوت دیا جائے گا جس سے آپ میں اور باقی تمام جانوروں میں فرق واضح ہو کہ آپ ان میں سے کسی ایک کی بھی طرح نہیں ہیں بلکہ آپ کی اپنی الگ اہمیت و حیثیت ہے آپ ان سے مختلف ہیں آپ کی شناخت ان سے الگ ہے۔

اسے ایک مثال سے سمجھ لیجئے مثال کے طور پر اگر آپ بھی بیٹھے ہوئے ہوں اور آپ کے ساتھ ایک کتا، بکری، گائے اور بھینس وغیرہ بھی بیٹھے ہوں اور اس

دوران سامنے گھر کو آگ لگ جائے تو آپ اور باقی جانور کیا کریں گے؟ گائے، بھینس اور بکری پر کوئی فرق نہیں پڑے گا حالانکہ وہ خود اپنے کانوں سے سن رہے ہوں گے کہ آگ لگ گئی آگ لگ گئی اور آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں گے لیکن وہ بالکل ایسے ہوں گے جیسے کہ کچھ ہوا ہی نہیں جب تک کہ آگ ان کو آکر چھو نہیں لیتی اور کتنا ان سے تھوڑا مختلف عمل کا اظہار کرے گا کتا بھوکنا وغیرہ شروع کر دے گا یعنی خطرے سے آگاہ کرے گا اور آپ کا معاملہ ان سے بالکل مختلف ہوا گا آپ نہ صرف سن اور دیکھ رہے ہوں گے بلکہ آپ جو سن اور دیکھ رہے ہوں گے اسے سمجھ کر اس کے مطابق عمل کریں گے یعنی اگر آگ ایسی ہے کہ اگر بھائی نہ گئی تو گھر کو جلا کر راکھ کر دے گی تو آپ فوراً اس آگ کو بجھانا شروع کر دیں گے اور یہی وہ شے ہے وہ صلاحیتیں ہیں جو آپ میں اور باقی جانوروں میں امتیاز کرتی ہیں ورنہ اگر آپ کے اعمال سے یہ امتیاز واضح نہیں ہوتا تو پھر آپ میں اور ان جانوروں میں کوئی فرق نہیں ہو گا آپ انہی میں سے کسی کی مثل ہوں گے۔

اب جب بھی کہیں بھی کسی کیسا تھبھی کوئی اختلاف واقع ہو تو اس کے لیے سب سے پہلے ایسا کیا جائے گا کہ بشر ہونے کا ثبوت دیا جائے گا یعنی لڑنے جھگڑنے، ایک دوسرے کو گالیاں دینے، الزامات لگانے اور نیچا وغیرہ دکھانے کی بجائے انتہائی آرام اور سکون کیسا تھا ایک دوسرے کے ساتھ بات کی بجائے کی جس کے لیے سب سے پہلے بنیاد کی طرف آیا جائے گا یعنی یہ دیکھا جائے گا وہ کون سامقام یا شے ہے جو فریقین میں مشترک ہے یعنی جہاں دونوں کا آپس میں اختلاف نہیں دونوں کے درمیان مشترک ہے اسے طے کیا جائے گا جو کہ بنیاد کھلا گئی۔ اور پھر دیکھیں اسی کا اللہ نے قرآن میں بھی ذکر کر دیا۔

فُلْ يَاهْلُ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَيْهِ كَلِمَةٌ سَوَاءٌ بَيْنَنَا وَبَيْنُكُمْ۔ آل عمران ۶۳

کہہ اے اہل الکتاب یعنی اے وہ جو الکتاب کے اہل ہو یعنی اے وہ جنہیں آسمانوں وزمین کی ذمداداری دی گئی تھی یہ جو ہم میں اور تم میں اختلاف ہے اسے دور کرنے کے لیے آؤ اس بات کی طرف جو ایک جیسی ہے ہمارے درمیان اور تمہارے درمیان یعنی تمہارے اور ہمارے درمیان جو اختلاف ہے اس کا حل اسی پر ہے کہ آؤ اس کی طرف جو تم میں اور ہم میں مشترک ہے وہاں سے بات کا آغاز کرتے ہیں تو اختلاف دور ہو کر حق بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا۔

یہ ہے اللہ کا حکم کہ جہاں بھی اختلاف واقع ہو تو سب سے پہلے بنیاد کی طرف آئیں اور بنیاد وہ ہے جو دونوں میں مشترک ہو تو جو مومن ہیں وہ اللہ کا حکم مان کر اسی پر عمل کریں گے اور جو مومن نہیں وہ اللہ کے حکم کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے اللہ کے حکم کا کفر کرتے ہوئے اپنی خواہشات کی ہی امداد کریں گے جو نسل درسل آباء اجداد سے منتقل ہوا اسی پر ڈٹے رہیں گے۔

اختلاف جو کہ بالکل واضح ہے کہ بعض کا کہنا اور مانتا ہے کہ اجماع امت دلیل ہے اور بعض کا کہنا ہے کہ اجماع امت دلیل نہیں ہے تو اب دیکھا جائے گا کہ کیا اجماع امت دلیل ثابت ہوتی ہے؟ جس کے لیے فریقین میں مشترک کی طرف آیا جائے گا جو مشترک ہے اسے بنیاد بنا یا جائے گا اور دونوں میں مشترک قرآن ہے۔

اب اگر قرآن اجماع امت کے نام پر جسے دلیل اور جھت کا نام دیا جاتا ہے اسے دلیل یا اجماع امت تسلیم کرتا ہے یا قرار دیتا ہے تو ظاہر ہے اس کا کافر نہیں کیا جا سکتا اور اگر قرآن اسے اجماع امت کے نام پر جسے دلیل و جھت کہا جاتا ہے اس کا رد کر دیتا ہے اسے بے بنیاد و باطل قرار دیتا ہے تو ظاہر ہے اجماع امت، تو اتر یا کسی بھی نام پر کچھ بھی دلیل و جھت کے نام پر گھٹا گیا وہ سب کا سب بے بنیاد و باطل ہے۔

اب فریقین میں مشترک جو کہ قرآن ہے اس کی طرف آنے سے پہلے اجماع امت کو جاننا بہت ضروری ہے۔ اجماع امت کا معنی ہے جس پر خود کو مسلمان کہلوانے والوں کی اکثریت کا اتفاق ہو جائے اکثریت جمع ہو جائے وہ دلیل و جھت بن جائے گی خواہ وہ قرآن کے خلاف ہی کیوں نہ ہو یعنی وہ لوگ جو خود کو مسلمان یا امت محمد کہلواتے ہیں اگر ان کی اکثریت کسی بھی بات پر اتفاق کر لے جمع ہو جائے تو وہ بات ایسے ہی جھت بن جائے گی جیسے کہ اللہ کی بات جھت

ہوتی ہے جیسے رسول جدت ہوتا ہے خواہ وہ بات حقیقت میں اللہ و رسول کے حکم کے بالکل بر عکس ہی کیوں نہ ہو۔

اب دیکھیں قرآن جو کہ فریقین میں مشترک ہے اس حوالے سے اپنا کیا فیصلہ سناتا ہے اس بارے میں کیا راہنمائی کرتا ہے۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ فَآبَى أَكْثَرُ النَّاسِ إِلَّا كُفُورًا۔ الْأَسْرَاء ۸۹

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ فَآبَى أَكْثَرُ النَّاسِ إِلَّا كُفُورًا۔ الْأَسْرَاء ۸۹

کہ یعنی تم اپنی طرف سے پوری تحقیق کر لو اپنے گھوٹے دوڑا لو جو کہا جا رہا ہے وہی تمہارے سامنے آئے گا یا اللہ کے قانون میں، قدر میں طے شدہ ہے صرَّفْنَا ہم ہر پہلو سے ہر لحاظ سے پھیر پھیر کر سامنے لے آئے لِلنَّاسِ لوگوں کے لیے فِي هَذَا الْقُرْآنِ اس قرآن میں مِنْ كُلِّ مَثَلٍ وہ تمام کا تمام جو کچھ بھی لوگوں کو اس قرآن کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک پیش آنا ہے جو کچھ بھی ان کے درمیان ہونا ہے انہیں پیش آنا ہے وہ سب کا سب تمام کا تمام مثلوں سے سامنے لے آئے یعنی اس قرآن میں ماضی میں پیش آنے والے واقعات میں سے صرف ان کا اور اس طرح کے الفاظ میں ذکر کیا جو ہو بہو اسی طرح قرآن کے نزول سے الساعت کے قیام تک پیش آئیں گے فَآبَى أَكْثَرُ النَّاسِ پس انکار کر دیا لوگوں کی اکثریت نے یعنی لوگوں کی زیادہ سے زیادہ تعداد نے اس بات کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا کہ اس قرآن میں اللہ نے وہ سب کا سب مثلوں سے سامنے رکھ دیا اور ہر پہلو سے سامنے رکھ دیا جو کچھ بھی اس قرآن کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک لوگوں کو پیش آنا ہے جس جس حوالے سے بھی انہیں راہنمائی درکار ہے ہر سوال کا جواب اس قرآن میں دے دیا ہر مسئلے کا حل اس قرآن میں رکھ دیا جس جس حوالے سے بھی لوگوں کو راہنمائی درکار ہے قرآن کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک لوگوں کو جو کچھ بھی پیش آنا ہے جو کچھ بھی ہونا ہے چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا سب کا سب مثلوں سے ہر پہلو سے ان کے سامنے رکھ دیا اس قرآن میں۔ اور کیوں لوگوں کی اکثریت نے اس بات کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اس کی وجہ بھی اللہ نے آگے واضح کر دی إِلَّا كُفُورًا مگر اس لیے کہ جو کچھ بھی انہیں دیا گیا وہ مال ہو، اولاد ہو، ذہانت ہو، کچھ کرنے کی صلاحیتیں ہوں، کوئی عہدہ مرتبہ یا مقام ہو، ان کو جو جسم دیا جو اعضاء دینے یا جو کچھ بھی دیا ان میں سے کسی کا بھی یا ان کا اس مقصد کے لیے استعمال نہیں کرنا چاہتے جس مقصد کے لیے انہیں یہ سب دیا گیا، انسانوں کی اکثریت ان سب کا اپنی خواہشات کی اتباع میں اپنی مرضیوں کے مطابق استعمال کرنا چاہتی ہے اس لیے انہوں نے اس بات کو ماننے سے انکار کر دیا کہ اس قرآن میں سب کا سب موجود ہے کیونکہ اگر یہ اس بات کو مان لیتے ہیں اور قرآن سے اپنے ہر سوال کا جواب تلاش کرتے ہیں تو پھر جسے قرآن دین کہتا ہے اس پر قائم ہونے سے ان کی خواہشات پر کاری ضرب پڑے گی، یہ قرآن جسے الصلاۃ کہتا ہے اسے قائم کرنے سے ان کی خواہشات کا قتل ہو جائے گا اور یہی اکثریت نہیں چاہتی کہ ایسا ہو اس لیے یہ انکار کر دیتے ہیں اور قرآن کے بر عکس اوروں سے رجوع کرتے ہیں۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هَذَا الْقُرْآنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرُ شَيْءٍ جَدَلًا۔ الکھف ۵۷

اس آیت کے پہلے حصے میں بھی وہی کہا گیا جو بچھلی آیت کے پہلے حصے میں کہا گیا اور اس آیت کے الگ حصے میں کہا گیا وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرُ شَيْءٍ جَدَلًا اور یہ تو اللہ کے قانون میں، قدر میں طے شدہ ہے کہ انسان اکثریت معاملات میں جھگڑا کرنے والا ہے سو جھگڑا ہی کیا یعنی قرآن کی بات تسلیم کرنے کی بجائے اپنی خواہشات و اپنے خود ساختہ الہوں کی باتوں کو قرآن پر ترجیح دی جب بھی قرآن نے کسی معاملے میں راہنمائی کی تو اپنی جہالت و فضولیات کو دلائل کے نام پر قرآن پر پیش کیا اور قرآن کے م مقابل اور اشیاء کو لا کھڑا کیا، وہ بات نہ تسلیم کی جو قرآن نے کی، جو بھی اللہ کا بھیجا ہوا آیا اور اس نے قرآن کی طرف دعوت دی تو قرآن کی بات ماننے کی بجائے اس کیسا تھے جدل ہی کیا کہ نہیں قرآن میں راہنمائی موجود نہیں ہے قرآن میں سب کچھ نہیں ہے، کیا ہمارے آباء اجداد، ہمارے ملاؤ وغیرہ سب کے سب غلط اور تو اکیلا سچا ہے؟ ایسے ہی آج جس طرح قرآن کی بات کرنے والے سے جدل کیا جاتا ہے۔

ان آیات میں اللہ نے یہ بات بھی واضح کر دی کہ قرآن کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک لوگوں کو جو جو معاملات بھی پیش آنے تھے یا پیش آنے ہیں ان کے ہر سوال کا جواب اسی قرآن میں سامنے لارکھا اور نہ صرف سامنے لارکھا بلکہ پھیر پھیر کر ہر پہلو سے اور تمام کا تمام مثلوں سے سامنے لارکھا یعنی اس قرآن میں اس قرآن کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک جو کچھ بھی ہونا تھا یا ہونا ہے وہ چھوٹے سے چھوٹا واقعہ ہو یا پھر بڑے سے بڑا سب کے سب کی تاریخ اس

قرآن کی صورت میں مثلوں سے اتار دی۔

مطلوب یہ کہ آپ اس قرآن میں دیکھتے ہیں بار بار جگہ جگہ وہ لوگ جو نزدیکے ان کا ذکر آتا ہے بہت سے واقعات کا ذکر آتا ہے جو ماضی میں ہو چکے جس وجہ سے بظاہر ایسا لگتا ہے کہ قرآن ان کی بات کر رہا ہے ان کے بارے میں بتا رہا ہے جو ماضی میں گزر چکے جو اس قرآن سے پہلے ہی اس دنیا سے جا چکے یعنی الاولین لیکن حقیقت نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ سب کی سب مثیلیں ہیں مثلوں سے قرآن کے نزول سے لیکر اساعت کے قیام تک کی تاریخ ہے اس قرآن میں۔ اب آپ خود دیکھیں کہ قرآن نے اپنا فیصلہ بالکل کھوں کر سامنے رکھ دیا کہ اس قرآن میں ہر سوال کا جواب ہے اب جبکہ اس قرآن میں ہر سوال کا جواب موجود ہے ہر مسئلے کا حل موجود ہے تو پھر کیا قرآن یہ کہہ رہا ہے کہ تم راہنمائی لینے کے لیے غیر قرآن کی طرف جاؤ؟ یا پھر قرآن تو غیر قرآن کی طرف جانے سے سختی کیسا تھم منع کر رہا ہے؟ اور لوگوں کی اکثریت ہے کہ وہ قرآن کی اس بات کو تسلیم کرنے کو تیار ہی نہیں بلکہ اکثریت انکار کر رہی ہے اکثریت کا کہنا ہے کہ اس قرآن میں ہر سوال کا جواب نہیں ہے اس قرآن میں ہر مسئلے کا حل موجود نہیں ہے اسی لیے تو غیر قرآن کی طرف جایا جاتا ہے۔

اب جبکہ قرآن میں سب کچھ موجود ہے تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اجماع امت کہاں سے آگیا؟ اجماع امت کی اہمیت و حیثیت کیا رہ جاتی ہے؟ اور دوسری بات یہ ہے کہ اجماع امت کو دلیل و جدت اس لیے تسلیم کیا جاتا ہے کہ اس بارے میں قرآن راہنمائی کرنے سے قادر ہے اس لیے جس پر امت کا اجماع ہو جائے اکثریت جسے حق کہے وہی حق قرار پائے گا یعنی اجماع امت نامی دلیل و جدت کی بنیاد ہی قرآن کے رد اور قرآن کو اس کے دعوے میں جھوٹا قرار دینے پر کھڑی ہے اب اگر یہ بنیاد ہی اکھڑ جائے تو اجماع امت نامی دلیل و جدت کا وجود ہی کا عدم ثابت ہو جاتا ہے۔

اب اگر کوئی اجماع امت کو یعنی خود کو مسلمان کھلوانے والوں کی اکثریت جس پر اتفاق کر لے اسے دلیل و جدت کرتا ہے تو وہ اپنے عمل سے اس بات کا دعویٰ کر رہا ہوتا ہے کہ اس قرآن میں سب کچھ نہیں ہے اسی لیے تو ہمیں اجماع امت کے نام پر دلیل و جدت کو گھٹ ناپڑا۔

پھر دیکھیں قرآن ایک دوسرے پہلو سے بھی اس کی حقیقت چاک کر کے رکھ دیتا ہے اس کی بنیاد ہی اکھڑ کر رکھ دیتا ہے۔

**أَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ.** البقرة ۱۰۰

یہ جو اس وقت دنیا میں آباد ہیں ان کی اکثریت یعنی زیادہ سے زیادہ ایسے ہیں جو حق کو تسلیم نہیں کر رہے اکثریت حق سے کفر ہی کر رہی ہے اکثریت حق کو دل سے تسلیم کرتے ہوئے اسی طرح عمل نہیں کر رہی۔

**أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ.** البقرة ۲۳۳

لوگوں کی اکثریت نہیں شکر کر رہی یعنی انہیں جو بھی دیا گیا سنبھلے، دیکھنے کی صلاحیتیں دی گئیں مال واولاد یا گیا، زمین میں اختیار دیا گیا یا جو کچھ بھی دیا گیا یہ ان کا یا ان میں سے کسی کا بھی اس مقصد کے لیے استعمال نہیں کر رہے جس مقصد کے لیے انہیں یہ سب دیا گیا بلکہ اس کے بر عکس اپنی خواہشات کی اتباع میں ان کا استعمال کر رہے ہیں۔

**أَكْثَرُهُمُ الْفَسِيقُونَ.** آل عمران ۱۱۰

یہ جو اس وقت دنیا میں آباد ہیں ان کی اکثریت یعنی زیادہ سے زیادہ ایسے ہیں جو حق کر رہے ہیں یعنی اللہ کی بات کو اللہ کے کلام کو بدل رہے ہیں بات کو اس کے مقام سے بدل رہے ہیں اس میں ملاوٹ کر رہے ہیں حق کو بدل رہے ہیں۔

**أَكْثَرَكُمْ فَسِيقُونَ.** المائدہ ۵۹

اس وقت جو دنیا میں آباد ہیں ان سے خطاب کرتے ہوئے کہا جا رہا ہے کہ تمہاری اکثریت فسق کر رہی ہے یعنی حق کو بدل رہی ہے۔

**أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ.** المائدہ ۱۰۳

اس وقت جو دنیا میں آباد ہیں ان کی اکثریت نہیں سمجھ رہی یعنی ان کو سنبھلے دیکھنے اور جو سن دیکھ رہے ہیں اسے سمجھنے کی صلاحیت دی گئی لیکن یہ لوگ جو بھی سن اور

دیکھ رہے ہیں اسے سمجھنیں رہے بلکہ بغیر سمجھے ہی جو سنتے اور دیکھتے ہیں وہی کر رہے ہیں۔

**أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ**. الانعام ۷۷

اس وقت جو دنیا میں آباد ہیں ان کی اکثریت غور و فکر نہیں کر رہی جس وجہ سے یہ علم نہیں رکھ رہے یعنی انہیں حق کا علم ہی نہیں ہے کیونکہ اکثریت غور و فکر نہیں کر رہی۔

**أَكْثَرُهُمْ يَجْهَلُونَ**. الانعام ۱۱۱

اس وقت جو دنیا میں آباد ہیں ان کی اکثریت جہل کر رہی ہے یعنی اکثریت جو بھی اعمال کر رہی ہے بغیر علم کے ہی کیے جا رہی ہے کسی کو حق کا علم ہی نہیں ہے بغیر سوچے سمجھے ہی اعمال کیے جا رہے ہیں کسی کو حق کا علم نہیں جسے یہ علم کا نام دے رہے ہیں وہ علم نہیں بلکہ سو فیصد جہالت ہے جس کا حق کیسا تھوڑی تعلق نہیں۔

**أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ**. الاعراف ۱۸۷

اکثریت لوگوں کی غور و فکر نہیں کر رہی جس وجہ سے علم نہیں رکھ رہی یعنی اکثریت کو حق کا علم نہیں ہے۔

**أَكْثَرُهُمُ الْكُفَّارُونَ**. النحل ۸۳

اس وقت جو دنیا میں آباد ہیں ان کی اکثریت حق کا انکار کر رہی ہے۔

**أَكْثُرُ النَّاسِ إِلَّا كُفُورًا**. الاسراء ۸۹

لوگوں کی اکثریت جو کچھ بھی انہیں دیا ان کا اس مقصد کے لیے استعمال کرنے سے انکار کر رہی ہے جس مقصد کے لیے انہیں سب دیا اور اپنی خواہشات کی اتباع میں استعمال کر رہی ہے یعنی انہیں سننے دیکھنے اور جوں اور دیکھ رہے ہیں اسے سمجھنے کی صلاحیت دی اور عمل کرنے کی بھی صلاحیت دی تو اسی لیے کہ سنیں دیکھیں اسے سمجھیں اور سمجھنے کے بعد ہی کوئی عمل کریں اس وقت تک عمل کے قریب بھی نہ جائیں جب تک کہ اطمینان حاصل نہ ہو جائے لیکن زیادہ سے زیادہ لوگ ان صلاحیتوں کا اس مقصد کے لیے استعمال کرنے کی بجائے اپنی خواہشات کی اتباع میں استعمال کر رہے ہیں اس کے علاوہ جو بھی انہیں دیا گیا سب کے سب کا اپنی خواہشات کے پیچھے استعمال کر رہے ہیں۔

**وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ**. الشعراء ۸

اور یہ تو اللہ کے قانون میں ہو چکا کہ اکثریت ان لوگوں کی جو اس وقت دنیا میں آباد ہے مومن نہیں ہے یعنی اکثریت مومنین نہیں ہیں اور جب مومنین نہیں تو پھر ظاہر ہے مشرکین ہیں۔

**أَكْثُرُهُمْ كَذَّابُونَ**. الشعرا ۲۲۳

اس وقت جو دنیا میں آباد ہیں ان کی اکثریت کذب کر رہی ہے اکثریت جھوٹوں کی ہے جو جھوٹ بول رہی ہے۔

**أَكْثُرُهُمْ مُشْرِكُينَ**. الروم ۲۲

اس وقت جو دنیا میں آباد ہیں ان کی اکثریت مشرکین کی ہے یعنی اکثریت مشرک ہے۔

**أَكْثَرُكُمْ لِلْحَقِّ كَلِهُونَ**. الزخرف ۷۸

اس وقت جو دنیا میں آباد ہیں اللہ ان سے خطاب کرتے ہوئے کہہ رہا ہے کہ تمہاری اکثریت کے لیے حق کراہت والا ہے یعنی اکثریت کو حق ناگوار گز رہا ہے کہ حق کے سامنے آنے پر اسے تسلیم کرنے کی بجائے پھدک رہے ہو گا لم گلوچ کر رہے ہو تمہیں حق تکلیف دے رہا ہے۔

**أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامُ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَيِّلًا**. الفرقان ۲۲

کیا تم جو انہیں دیکھ رہے ہو اور یہ گمان کر رہے ہو کہ اس وقت جو دنیا میں آباد ہیں یہ تیری بات کوں رہے ہیں یعنی آج جب حق کھوں کھوں کرو واضح کیا جا رہا ہے تو یہ لوگ حق کو سن رہے ہیں اور کیا ہے کہ حق کو سمجھ رہے ہیں؟ نہیں ہیں یہ مگر بالکل ایسے کہ جیسے پا تو جانور ہیں جن کے گلے میں پٹے ڈالے ہوئے ہوتے ہیں بلکہ یہ تو ایسے گمراہ ہیں کہ ان سے بڑھ کر کوئی گمراہ ہے ہی نہیں یعنی ان کا جانوروں سے موازنہ کرنا جانوروں کی تو ہیں ہے کیونکہ انہیں جس مقصد کے لیے خلق کیا

گیا وہ تو اس مقصد کو پورا کر رہے ہیں لیکن یہ لوگ تو گمراہ ہیں انہیں علم ہی نہیں کہ انہیں کس مقصد کے لیے وجود میں لا یا گیا اس لیے یہ لوگ ایسے گمراہ ہیں کہ ان سے بڑھ کر کوئی گمراہ ہے، ہی نہیں کیونکہ جو حق ہے اس کا کفر کر رہے ہیں اور جو باطل ہے اسے حق کا نام دے کر جھل کر رہے ہیں یہ مانے کوتیار ہی نہیں کہ یہ گمراہ ہیں اور ظاہر ہے جو خود کو ہدایت یافتہ کہے اور حقیقت میں وہ گمراہ ہو تو اسے ہدایت کیسے مل سکتی ہے ہدایت تو اسے ملے گی جو ہدایت کا طالب ہواں لیے یہ ایسے گمراہ ہیں کہ ان سے بڑھ کر کوئی گمراہ ہے ہی نہیں۔

**جَاءَهُمْ بِالْحَقِّ وَأَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كَفِرُهُونَ.** المومنوں ۷۰

اس وقت جو دنیا میں آباد ہیں آگیاں کے پاس حق یعنی ان میں انہی سے ایک بشر رسول کو بعث کیا جوان پر حق ہر لحاظ سے کھول کھول کرواضح کر رہا ہے اور ان کی اکثریت کے لیے حق کراہت والا ہے اکثریت کو حق ناگوار گز رہا ہے اکثریت کو حق تکلیف دے رہا ہے کہ حق کیسا تھا دشمنی کر رہے ہیں۔

**أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ الْحَقَّ فَهُمْ مُعْرِضُونَ.** الانبیاء ۲۳

اس وقت جو دنیا میں آباد ہیں ان کی اکثریت کو حق کا علم ہی نہیں پس آج جب ان پر حق ہر لحاظ سے کھول کھول کرواضح کیا جا رہا ہے تو یہ لوگ حق سے اعراض کر رہے ہیں یعنی حق کو کوئی اہمیت ہی نہیں دے رہے حق کو کوئی توجہ ہی نہیں دے رہے حق سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

**وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ.** یوسف ۱۰۶

اس وقت جو دنیا میں آباد ہیں ان کی اکثریت نہیں مان رہی جو اللہ سے ہے مگر ان کی اکثریت مشرکوں کی ہے اکثریت شرک کر رہی ہے یعنی اللہ جو کہ فطرت ہے کیسا تھا اس کے کاموں میں اکثریت مداخلت کر رہی ہے۔

**وَمَا يَتَّبِعُ أَكْثَرُهُمْ إِلَّا ظَنًا.** یونس ۳۶

اور نہیں اتباع کر رہی ان کی اکثریت جو اس وقت دنیا میں آباد ہیں مگر ظن کی اتباع کر رہے ہیں۔ ظن کہتے ہیں اسے جو سنائی دے رہا ہے دکھائی دے رہا ہے اور جو سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے بغیر سمجھے تسلیم کر کے اس پر عمل کرنے کو ظن کی اتباع کرنا کہتے ہیں تو اللہ اکثریت کے بارے میں کہہ رہا ہے کہ اکثریت ظن کی اتباع کر رہی ہے یعنی یہ جو سن اور دیکھ رہے ہیں اسی کو حق تسلیم کرتے ہوئے اس پر عمل کر رہے ہیں حالانکہ انہیں جو سن اور دیکھ رہے ہیں اسے سمجھنے کی صلاحیت بھی دی اور بار بار یہ واضح کر دیا کہ اس وقت تک کسی بھی عمل کے قریب مت جاؤ جب تک کہ اس کے بارے میں مکمل علم حاصل نہ کر لو یعنی جو سن اور دیکھ رہے ہو پہلے اسے مکمل طور پر سمجھو اس کے بعد عمل کر لیکن اکثریت کا معاملہ یہ ہے کہ اکثریت جو سن اور دیکھ رہی ہے بغیر سمجھے اسکو تسلیم کرتے ہوئے اس پر عمل کر رہی ہے اور ظن کی اتباع تو صرف مشرک ہی کرتے ہیں اس لیے اکثریت ہے ہی مشرکین کی۔

**وَإِنْ تُطِعُ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضْلُلُوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ إِنْ يَتَبَعُونَ إِلَّا الظَّنُّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ.** الانعام ۱۱۶

اللہ اپنے رسول کو کہہ رہا ہے اور رسول مومنوں کو کہہ رہا ہے جو اس کی دعوت کو تسلیم کر رہے ہیں کہ اگر تم نے بات مان لی اکثریت کی جوز میں میں ہیں تو تجھے گمراہ کر رہے ہیں اللہ کی راہ سے نہیں اکثریت اتباع کر رہی مگر ظن کی یعنی اکثریت جو کچھ بھی کر رہی ہے جس کے پیچھے بھی چل رہی ہے ظن کے پیچھے چل رہی ہے اکثریت جو سن اور دیکھ رہی ہے اسے بغیر سمجھے نہ صرف تسلیم کر رہی ہے بلکہ وہی کر رہی ہے اور نہیں ہیں یہ یعنی جو اس وقت دنیا میں آباد ہیں جو بھی زمین میں ہیں مگر ان کی اکثریت جھوٹی ہے اور جھوٹوں کو ہی پسند کرتی ہے غلط و بے بنیاد باتیں کرنے والے اور ایسی باتیں کرنے والوں کو ہی پسند کرتے ہیں۔

یہ چند آیات ہیں ان کے علاوہ قرآن بھرا پڑا ہے ایسی آیات سے آپ نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ اکثریت کے بارے میں قرآن نے اپنا فیصلہ کیا سنا یا اور اجماع امت کا مطلب ہی یہ ہے کہ جس پر خود کو مسلمان کہلوانے والوں کی اکثریت جمع ہو جائے اتفاق کر لے۔

اب آپ خود فیصلہ کریں کہ کیا اجماع امت دلیل و جلت ہو سکتی ہے؟ ایک طرف اللہ کا اس قرآن میں کہنا ہے کہ اکثریت تو ہے ہی گمراہ اکثریت کی بات نہ مانا اکثریت کے پیچھے مت چلانا اور یہ لوگ اللہ کے شریک بنتے ہوئے قرآن کو جھوٹا قرار دیتے ہوئے قرآن میں اللہ کے حکم کے عکس اکثریت کو حق پر قرار دے

رہے ہیں نہ صرف حق پر بلکہ شدت کے ساتھ اکثریت کو دلیل و جحت قرار دے رہے ہیں۔

تو اب آپ سے ہی سوال ہے کہ کیا اجماع امت دلیل و جحت ہے؟

یہی لوگ جو خود کو دین کے ٹھیکیدار کہتے ہیں کہ جمہوریت حرام ہے یعنی اکثریت کی چاہت کو عمل میں نہیں لایا جائے گا اکثریت کی اتباع نہیں کی جائے گی اور دوسری طرف جب بات آتی ہے ان کی اپنی ذات پر ان سے کوئی ایسا سوال کر لیا جائے جس کا ان کے پاس جواب نہ ہو تو وہاں یہ جمہوریت کو حلال قرار دیتے ہیں کہ دیکھوا کثریت کا اس بات پر اتفاق ہے اس لیے تمہیں یہ بات ماننا ہی ہو گی صرف اور صرف اس بنیاد پر کہ اکثریت ایسا کر رہی ہے۔ اس سے بڑی منافقت کوئی اور ہو سکتی ہے؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اجماع امت دلیل و جحت کی بجائے اللہ کا کفر ہے تو پھر آخر یہ اجماع امت نامی دحل آیا کہاں سے؟

اسے جاننے کے لیے آپ کو سب سے پہلے انسانوں کی اکثریت کو جانا ہو گا کہ اکثریت کی حقیقت کیا ہے ان کی پسند ناپسند کیا ہے ان کی چاہت و ناچاہت کیا ہے؟ اکثریت کا معاملہ یہ ہے کہ مثال کے طور پر اگر ایک سو افراد ہیں تو ان میں سے اگر کوئی ایک بغیر علم و حکمہ کے کوئی کام کرتا ہے تو باقی بھیرون کی طرح ایک دوسرے کے پیچھے چلتے ہوئے وہی کرنا شروع کر دیں گے اور ان میں سے ہر کوئی یہی سوچ کروہ عمل کرے گا کہ جب باقی ننانوے یہی کام کر رہے ہیں تو ضرور ان میں سے بہت سے ایسے ہوں گے جنہوں نے تحقیق کی ہو اس لیے مجھے تحقیق کی ضرورت نہیں اکثریت کر رہی ہے تو حق ہی ہو گا ورنہ اکثریت یعنی بڑی تعداد غلط تھوڑی نہ ہو سکتی ہے اتنی بڑی تعداد بے وقوف تھوڑی نہ ہو سکتی ہے۔ اب حیران کن بات تو یہ ہے کہ اگر سو افراد ہیں تو سو کے سو افراد یعنی ان میں سے ہر ایک یہی سوچ کروہ عمل کرے گا اسے صحیح سمجھے گا کہ اس کے علاوہ بھی ننانوے یہی عمل کر رہے ہیں تو ان میں سے بہت سے یا کوئی نہ کوئی تو ضرور ایسا ہو گا جس نے تحقیق کی ہو گی یوں ان میں سے ہر ایک دوسروں پر انحصار کرتے ہوئے وہ عمل کر رہا ہو گا۔ اب اگر ایسی صورت میں کوئی بھی تحقیق کرے گا اور نتیجہ اس کے بالکل مختلف سامنے آتا ہے تو چونکہ دوسری طرف اکثریت ہے تو اکثریت اس نتیجے کو تسلیم نہیں کرے گی کیونکہ اکثریت یہی کہے گی کہ کیا تو اکیلا ہی سچا ہے کیا تو اکیلا ہی ایسا ہے جسے حق سمجھ آ گیا اور باقی سب کے سب بے وقوف و جاہل ہیں؟ یوں وہ اس کی بات ماننے سے انکار کر دیں گے۔ اب اگر کبھی بھی ان میں سے کوئی بھی تحقیق کرتا ہے اور نتیجہ اس کے بالکل برعکس سامنے آتا ہے جو کہ پہلے سے کیا جا رہا ہے تو باقی جو کہ اکثریت ہو گی وہ اسے یہی طعنہ دیتے ہوئے یہی ملامت کرتے ہوئے اس کی بات کا انکار کر دیں گے یعنی حق کا کفر کر دیں گے۔

اب ایسی صورت حال میں اگر حق سامنے آتا ہے اور اکثریت میں سے کوئی آپ کی مخالفت پر اترتا ہے تو ظاہر ہے وہ کہاں چاہے گا کہ وہ جھوٹا یا غلط ثابت ہو لوگ اسے غلط کہیں؟ وہ حق کے مقابلے پر یہی کہے گا کہ اکثریت غلط نہیں ہو سکتی اس لیے تم ہی غلط ہو جو اکثریت کے برعکس ہمیں دوسری طرف چلانا چاہ رہے ہو اور اکثریت تو پہلے ہی خواہشات کی اتباع کر رہی ہے پہلے ہی اکثریت کو دلیل و جحت بنائے ہوئے ہے وہ کہاں مانیں گے یہی وہ وجہ ہے جس وجہ سے قرآن نے اکثریت کو گراہ قرار دیا کیونکہ قرآن تو بار بار اسی پر زور دیتا ہے کہ کوئی بھی عمل خواہ وہ چھوٹے سے چھوٹا ہو یا بڑے سے بڑا اسے کرنے سے پہلے اس کے بارے میں مکمل علم حاصل کرو جب تمہیں اطمینان ہو جائے یعنی جب ہر سوال کا جواب مل جائے حق ہر لحاظ سے کھل کرو اضخم ہو جائے تب ہی عمل کرنا اور اسی لیے تم کو سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں دیں تاکہ کوئی بھی عمل کرنے سے پہلے سن دیکھو کر مکمل علم حاصل کیا جائے سمجھے بغیر کسی بھی صورت نہ کیا جائے اور اس کے بالکل برعکس اجماع امت آپ کو اس بات پر آمادہ کرتا ہے اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ تمہیں جو سننے، دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں دی گئیں وہ بالکل فضول میں دی گئیں ان کو استعمال کرنے کی کوئی ضرورت نہیں محض اکثریت کی بنیاد پر کسی بھی بات کو حق مان لو اور وہی کرنا شروع کر دو۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر

سنن دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتوں کا اس مقصد کے لیے استعمال ہی نہیں کرنا تھا تو پھر اللہ نے ہر ایک کو یہ صلاحیتیں دے دیتا اور کہتا کہ باقی سب انہی کے پیچھے چلو حالانکہ قرآن اس کے بالکل برعکس جغور و فکر نہیں کرتے جو کچھ بھی بغیر سمجھے کرتے ہیں یعنی جود و سروں کے پیچھے چلتے ہیں جود و سروں کو کرتا دیکھتے ہیں وہی کرتے ہیں انہیں بند قرار دیتا ہے، خزیر قرار دیتا ہے، اندھے، بہرے گونگے قرار دیتا ہے، الاموات قرار دیتا ہے، قبور میں قرار دیتا ہے یہ ہے اجماع امت کی حقیقت۔

## تواتر

پھر اس کے علاوہ تواتر کو بھی دلیل و جدت قرار دیا جاتا ہے اس کی حقیقت بھی قرآن سے ہی آپ کے سامنے رکھتے ہیں جو کہ خود کو مسلمان کہلوانے والوں میں مشترک ہے۔ تواتر پر بات کرنے سے پہلے آپ پر لازم ہے کہ تواتر کو جان لیں تواتر کے کہتے ہیں؟ تواتر کیا ہے؟ تواتر کہتے ہیں اس بات یا عمل کو جو نسل درسل چلتا آرہا ہے یعنی ایک عمل جسے آپ نے اپنے آباؤ اجداد کو کرتے ہوئے دیکھا جس پر انہیں پایا آپ نے بھی وہی کرنا شروع کر دیا ایسے ہی آپ کے آباؤ اجداد نے اپنے آباؤ اجداد کو اس پر پایا تو انہوں نے بھی وہی کرنا شروع کر دیا ایسے ہی انہوں نے اپنے آباؤ اجداد سے پایا، ایسے ہی کوئی بھی بات، عقیدہ و نظریہ وغیرہ جو نسل درسل منتقل ہوتا چلا آرہا ہے۔ یعنی بالکل آسان ترین الفاظ میں تواتر کے معنی ہیں جس پر اپنے آباؤ اجداد کو پایا اسی پر ڈٹے رہنا اسی پر چلنا خواہ وہ غلط ہی ثابت کیوں نہ ہو جائے صرف اور صرف اس بنیاد پر کہ جو نسل درسل تسلسل کیسا تھا چلا آرہا ہے وہ غلط کیسے ہو سکتا ہے کیا ہمارے آباؤ اجداد غلط تھے؟ یوں پھر خود ہی نتیجہ اخذ کر لیتے ہیں کہ نہیں ہمارے آباؤ اجداد غلط نہیں ہو سکتے اس لیے ہم اسی پر ہی چلیں گے جس پر ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا۔

اب کوئی بھی ایسی بات یا عمل جو تواتر سے ثابت ہو یعنی جو نسل درسل آباؤ اجداد سے منتقل ہوتا چلا آرہا ہے نہ تو اس کے خلاف سوچا جائے گا، نہ ہی اس پر کوئی تحقیق کی جائے گی بلکہ اگر کوئی اس کے خلاف سوچے گا بھی تو وہ کافر و مشرک ہو جائے گا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا وہ مرتد و زندiq ہو جائے گا اور پھر بعض عقائد تو ایسے ہیں جن کی بنیاد تواتر ہے ان کا انکار، ان کے خلاف کوئی بات کرنا یعنی ان پر تقدیم کرنا اس قدر عظیم جرم قرار دیا گیا کہ اس کی سزا موت ہے ایسے شخص کو صرف قتل ہی کیا جائے گا اس کی تومانی بھی قبول نہیں کی جائے گی۔

آپ پر کھول کر واضح کر دیا گیا کہ تواتر کیا ہے تواتر کہتے ہیں ان عقائد و نظریات کو جو نسل درسل چلے آرہے ہیں جن پر آباؤ اجداد کو پایا ان تمام کے تمام عقائد و نظریات کو آنکھیں بند کر کے من و عن اسی طرح تسلیم کیا جائے گا ورنہ اگر آپ نے ان میں سے کسی ایک پر بھی تقدیم کی، ان کے خلاف یا ان کے برعکس سوچا یا کوئی نتیجہ اخذ کیا تو آپ اسلام سے ہی خارج ہو جائیں گے یہاں تک کہ آپ واجب القتل بھی قرار پائیں گے۔

پیچھے آپ آیات میں دیکھ چکے ہیں کہ جب قرآن میں ہر سوال کا جواب موجود ہے ہر مسئلے کا حل موجود ہے تو پھر ظاہر ہے تو تواتر وغیرہ کی بھی کوئی اہمیت و حیثیت نہیں رہ جاتی بلکہ یہ تو بالکل بے بنیاد و باطل ثابت ہو جاتا ہے اور پھر اس کے علاوہ اجماع امت کی طرح تواتر بھی آپ پر غور و فکر کے دروازے بند کر دیتا ہے حالانکہ اللہ نے قرآن میں سب سے زیادہ زور ہی غور و فکر پر دیا۔ اللہ نے قرآن میں بار بار کہا کہ تمہیں سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں دیں تو اسی لیے کہ سنو

دیکھو اور پھر جو ان اور دیکھ رہے ہو اسے سمجھو جب تک تم نے عمل نہیں کرنا عمل کے قریب بھی نہیں جانا اندھوں کی طرح اس پر نہیں چلنا جس پر تم نے اپنے آبا و اجداد کو پایا لیکن تو اتر تو کہتے ہی اسے ہیں کہ آپ نے غور و فکر نہیں کرنا آپ نے سننا نہیں دیکھنا نہیں بلکہ بغیر سنے، دیکھے اور سمجھے بغیر چوں چراں کیے نہ صرف اسے من و عن تسلیم کرنا ہے بلکہ اسی پر چلنا ہے جس پر آبا و اجداد کو پایا کیونکہ اگر تم نے اس کے خلاف کیا یعنی قرآن کی بات مان لی تو تم نے اپنے عمل سے اپنے آبا و اجداد پر شک کیا تم نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ غلط تھے۔

اب آپ خود فیصلہ کریں کہ کیا تو اتر دلیل و جھٹ ہے یا پھر اللہ کے حکم کا کفر، قرآن کا کفر اور پھر اس کا نتیجہ صرف اور صرف گمراہیاں؟ ایک طرف اللہ کا حکم ہے کہ اس وقت تک کوئی چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی نہیں کرنا جب تک کہ اسے مکمل طور پر سمجھنہ لیا جائے اس کے بارے میں مکمل علم حاصل کر کے اطمینان حاصل نہ ہو جائے اور دوسری طرف یہ اللہ کے شریک شیاطین مجرمین ہیں جو کہ دین کے ٹھیکیدار بننے ہوئے ہیں یہ کہتے ہیں کہ نہیں تم نے قرآن کی بات نہیں بلکہ قرآن کا کفر کرتے ہوئے اس کے بالکل برعکس وہی کرنا ہے جو ہم کہہ رہے ہیں تم نے بذریثنا ہے یعنی آنکھیں بند کر کے اسی پر چلنا ہے جس پر اپنے آبا و اجداد کو پایا عقل نہیں بلکہ نقل سے کام لینا ہے یعنی خود سے غور و فکر نہیں کرنا اگر خود سے غور و فکر کرو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے بلکہ نقل سے کام لینا ہے یعنی اسی پر چلنا ہے جس پر آبا و اجداد کو پایا جو ہمیں ان سے منتقل ہوا جو انہوں نے سمجھا اور لکھ دیا۔

جیسے آج آپ دیکھتے ہیں کہ ہر طرف گمراہیاں ہیں خود کو مسلمان کہلوانے والے فرقہ در فرقہ گروہوں میں تقسیم ہیں ان میں سے ہر ایک کا یہی دعویٰ ہے کہ وہی حق پر ہے باقی سب کے سب گمراہ و باطل پر ہیں حالانکہ سب کے سب باطل پر ہیں کسی ایک کو بھی نہیں علم کر حق کیا ہے یہ سب کے سب ضلال میں میں ہیں یعنی ہر لحاظ سے سو فیصد گمراہیوں میں ہیں اگر ان میں سے کوئی ایک بشرط ہے اور وہ حق کو کھول کھول کر واضح کرتا ہے جو کہ تمام کے تمام فرقوں کو باطل ثابت کر دیتا ہے تو کتنے ہیں جو اس کی دعوت کو تسلیم کریں گے؟ اور پھر ایسے بشر کیستھ کیا کیا جائے گا؟ خود کو دین کے ٹھیکیدار سمجھنے والا ملا طبقہ اس کیستھ کیا کرے گا؟ اس کیستھ کس قدر دشمنی کرے گا؟ اس کے خلاف کیسے کیسے فتوے لگائے گا؟ اسے سمجھنا کوئی مشکل نہیں۔ جب ہر ایک کا دعویٰ ہے کہ وہ ہے ہی ہدایت یافتہ ہے ہی حق پر تو پھر ظاہر ہے جو بھی سامنے آئے جس کی دعوت ان کے عقائد و نظریات سے متصادم ہو گی تو یہ لوگ اس کو اپنادشمن سمجھیں گے اور اس کے ساتھ دشمنی میں کسی بھی حد تک جانے سے گریز نہیں کریں گے۔

بالکل ایسے ہی حالات میں اللہ رسول بعث کرتا ہے جیسا کہ آپ قرآن کی درج ذیل آیات میں دیکھ سکتے ہیں۔

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ مَا أَنزَلَهُ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفْيُ ضَلَالٍ مُّبِينٍ . آل عمران ۱۲۳

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمَمِ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ مَا أَنزَلَهُ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفْيُ ضَلَالٍ مُّبِينٍ

۲ . الجمude مُبِينٍ

رسول صرف اس وقت بعث کیا جاتا ہے جب سو فیصد ہر لحاظ سے کھلم کھلا گمراہیاں ہوتی ہیں کسی ایک کو بھی علم نہیں ہوتا کہ حق کیا ہے حالانکہ ہر کسی کا

دعویٰ ہوتا ہے کہ صرف اور صرف وہی حق پر ہے باقی سب کے سب تو باطل پر ہیں گمراہ ہیں، ایسے حالات میں جب رسول کو بعثت کیا جاتا ہے تو ظاہر ہے وہ انہی میں سے ہوتا ہے انہی کی زبان بولنے والا انہی میں وہ پیدا ہوا ہوتا ہے انہی کے درمیان پلا برٹھا ہوتا ہے اور جب وہ لوگوں کو حق کی طرف بلاتا ہے ان پر حق کھول کھول کرواضح کرتا ہے تو اکثریت اسے انہیں اصولوں و شرائط پر پرکھتی ہے جو اصول و شرائط انہوں نے وضع کر کھے ہوتے ہیں جیسے کہ آج اجماع امت، تو اتر، اجتہاد، قیاس، اور ایسے ہی طرح طرح کے اصول و ضوابط گھڑر کھے ہوئے ہیں جن پر اللہ کے یحییٰ ہوئے بشریتی اللہ کے رسول کو پرکھا جاتا ہے اب جب اس کی دعوت کو اپنے خود ساختہ اصولوں و قوانین پر پرکھا جائے گا جیسے کہ اجماع امت یا تو اتر وغیرہ تو ظاہر ہے اس کی دعوت ان کے ان اصول و ضوابط پر پورا کیسے اترے گی جو کہ آیا ہی ان سب کے سب کا رد کرنے کے لیے ہے کہ تم ضلال میں میں ہو یعنی سو فیصد کھلم کھلا گمراہیوں میں ہو۔ تمہارے آباء اجداد مشرک تھے، گمراہ تھے تو یوں ملائیں طبقہ اور ان کے پیچھے انہوں کی طرح چلنے والی اکثریت نے اللہ کے رسول کا کذب کر دیا، اللہ کے رسول کیسا تھوڑی شمنی کی طرح طرح کی تہتوں و ملامتوں کا نشانہ بنیاد شمنی میں جس حد تک جاسکتے تھے گئے۔

یعنی آپ پر یہ بات بالکل کھل کرواضح ہو گئی کہ جسے جسے بھی آج دلیل و جدت قرار دیا جا رہا ہے اسے اللہ اور اس کے رسولوں سے منسوب کیا جا رہا ہے یہ نہ صرف اللہ اور اس کے رسولوں پر باندھا جانے والا بہتان عظیم ہے بلکہ یہی وہ وجہ ہات ہیں جن کی بنیاد پر ہر رسول کا کفر کیا گیا، ہر رسول کا کذب کیا گیا، ہر رسول کیسا تھوڑی شمنی کی گئی۔ اب آپ خود فیصلہ کریں جس کی بنیاد پر رسولوں کیسا تھوڑی شمنی کی گئی جس کی بنیاد پر نبیوں کو قتل کیا گیا ان کا کذب کیا گیا کیا وہ دلیل و جدت ہو سکتی ہے؟

اس کے باوجود اگر اسے دلیل و جدت مان لیا جائے تو پھر ایک بہت بڑا سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ آپ خود غور کریں کہ اگر اس وقت اللہ کا رسول عیسیٰ آپ میں موجود ہو تو آپ اسے کیسے بیچان پائیں گے؟ کیونکہ اجماع امت و تو اتر کی بنیاد پر تو عیسیٰ اللہ کا رسول نہیں بلکہ کذاب ثابت کیا جائے گا اس کیسا تھوڑی شمنی کی جائے گی تو آپ کیا کریں گے؟ کیا آپ بھی وہ نہیں کریں گے جو اجماع امت و تو اتر کی بنیاد پر باقی سب اللہ کے رسول عیسیٰ کیسا تھوڑی کریں گے؟ یعنی اگر اجماع امت و تو اتر دلائل و جدت ہیں تو پھر ان کی موجودگی میں عیسیٰ اللہ کا رسول نہیں بلکہ من الا کاذبین ثابت ہو جائے گا اجماع امت و تو اتر عیسیٰ کو اللہ کا رسول نہیں بلکہ انسانیت کا دشمن شیطان قرار دیں گے کیونکہ عیسیٰ کی دعوت تو پہلے سے موجود دین کے نام پر خرافات کے پرچھ اڑادے گی اور کون ہے جو پہلے سے موجود عقائد و نظریات کو ترک کرے گا بلکہ اکثریت اپنے آباء اجداد کے دین پر ہی قائم رہتے ہوئے عیسیٰ اللہ کے رسول کا کفر کر دے گی کذب کر دے گی۔ اور آج جب اللہ نے اپنا رسول احمد عیسیٰ یعنی مجھے بعثت کر دیا تو کس بنیاد پر میرا کذب کیا جا رہا ہے؟ کیا میری کسی ایک بھی بات کو غلط ثابت کیا جا رہا ہے یا پھر صرف انہی گمراہیوں کی بنیاد پر مجھ پر فتوے لگائے جا رہے ہیں؟ حق ہر لحاظ سے آپ کے سامنے ہے۔

یوں اس پہلو سے بھی اجماع امت و تو اتر نامی دلائل و جدت نامی خرافات پاش پاش ہو گئیں اور حق ہر لحاظ سے کھل کر آپ پر واضح ہو چکا۔

## تاریخ بشر

بشر کی تاریخ کیا ہے یعنی آپ جو کہ بشر ہیں اس بشر کی تاریخ کیا ہے، بشر کی ابتداء کب اور کیسے ہوئی؟ کیا سب سے پہلے ایک بشر وجود میں لا یا گیا اس کے بعد اسی سے اس کا جوڑ اپنایا گیا پھر ان دونوں سے مرد و عورت میں پھیلا دیئے گئے یا پھر حقیقت اس کے بر عکس کچھ اور ہے؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جو دنیا کے ہر شخص کے ذہن میں پیدا ہوتا ہے اور اکثریت اس سوال کو اس لیے نظر انداز کر دیتی ہے کہ وہ آنکھیں بند کر کے نسل درسل منتقل ہونے والے عقائد و نظریات کو تسلیم کر لیتے ہیں بالکل ایسے ہی خود کو مسلمان کہلوانے والے اس سوال کے جواب میں دعویٰ کرتے ہیں کہ سب سے پہلے ایک آدم نامی بشر کو وجود میں لا یا گیا اس کے بعد اس پر گھری نیند طاری کر کے اس کی پسلیوں میں سے ایک پسلی نکالی جس پر گوشت پوست چڑھا کر اسے اس مرد پہلے بشر کا جوڑ اپنادیا گیا اور یہی وہ سب سے پہلے مرد و عورت پر مشتمل دو بشر تھے جن سے تمام کے تمام بشر پھیلا دیئے گئے۔ یعنی سب سے پہلا بشر مرد تھا جس کا نام آدم تھا اسے اللہ نے خود اپنے ہاتھوں سے مٹی سے بنایا اور پھر اسی سے اس کا جوڑ ایک عورت بنائی جس کا نام حوا تھا اور انہی دونوں کی نسل سے تمام کے تمام بشر و جو دیں آئے مطلب یہ کہ ابتداء میں بہن بھائی آپس میں ازدواجی تعلق قائم کرتے تھے یوں بہن بھائی کے نکاح سے نسل بڑھتی بڑھتی یہ مرد و عورت وجود میں، پہلے بہن بھائی کا ازدواجی تعلق قائم کرنا حلال تھا جو کہ بعد میں حرام قرار دیا گیا۔ اور پھر یہ بات بھی ذہن میں ہونا لازم ہے کہ خود کو مسلمان کہلوانے والوں کا یہ صرف دعویٰ ہی نہیں بلکہ عقیدہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس بارے میں انہوں نے جو اپنے دماغوں میں بات ڈال لی ہے اب نہ تو اس میں کوئی غور و فکر کیا جائے گا اور نہ ہی اس کے خلاف کوئی ایک لفظ بھی سنایا دیکھا جائے گا خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے۔ یہاں تک کہ اگر یہ عقیدہ بالکل غلط ثابت بھی کر دیا جائے تب بھی اس کے خلاف کچھ بھی سنایا دیکھا نہیں جائے گا اور ہر کسی پر یہ فرض ہے کہ وہ بغیر اس میں غور کیے آنکھیں بند کر کے اسے تسلیم کرے جس پر انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا۔

اور خود کو مسلمان کہلوانے والے اپنے اس عقیدے کی بنیاد قرآن کو قرار دیتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ یہ عقیدہ و نظریہ انہیں قرآن نے دیا ہے اس لیے میں حق ہے اور اس کے خلاف ایک حرفاً بھی سنایا دیکھا نہیں جائے گا۔ لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا واقعتاً قرآن نے ہی یہ عقیدہ و نظریہ پیش کیا ہے یا پھر حقیقت اس کے بالکل بر عکس کچھ اور ہے؟ حقیقت کو کھول کر واضح کرنے کے لیے آتے ہیں قرآن ہی کی طرف کہ قرآن اس بارے میں کیا کہتا ہے۔

اگر تو قرآن خود یہ عقیدہ و نظریہ پیش کرتا ہے یعنی قرآن اس عقیدے و نظریے کی تائید و تصدیق کرتا ہے تو بلاشب و شبه خود کو مسلمان کہلوانے والے اپنے اس دعویٰ میں سچے ہیں اور اگر قرآن اس کی تائید و تصدیق کی بجائے اس کا رد کرتا ہے تو پھر یہ عقیدہ و نظریہ قرآن کا پیش کردہ نہیں بلکہ یہ عقیدہ و نظریہ غیر قرآن سے اخذ کیا گیا اور پھر یہ کہاں سے اخذ کیا گیا اسے بھی قرآن سے ہی بالکل کھول کر واضح کرتے ہیں۔

یہ بات تو آپ پر واضح ہو چکی کہ یہ ایک عقیدہ ہے اب سب سے پہلا سوال ہی یہ ہے کہ کیا قرآن کسی بھی قسم کا عقیدہ اخذ کرنے کی اجازت دیتا ہے؟ کیونکہ اگر قرآن عقیدہ اخذ کرنے کی اجازت دیتا ہے تو پھر قرآن اپنے ہی دعویٰ کے بر عکس ایسا کچھ نہیں کہے گا جس سے قرآن میں اختلاف ثابت ہو جائے کیونکہ اگر قرآن میں اختلاف ثابت ہو جاتا ہے تو قرآن کے اپنے ہی دعویٰ کے مطابق قرآن اللہ کے ہاں سے نہیں بلکہ غیر اللہ کے ہاں سے ثابت ہو جاتا ہے جس سے یہ قرآن بالکل ناقابل قبول اور ناقابل اعتبار ہو جاتا ہے اس کی کسی بھی بات کی کوئی اہمیت و حیثیت نہیں رہتی۔

مطلوب یہ کہ اب دیکھا یہ ہے کہ کیا قرآن عقیدہ اخذ کرنے کی اجازت دیتا ہے یعنی کیا قرآن اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ ایک بات جسے تم نے سچ مان لیا اسے دماغ میں ڈال کر اس پر کان اور آنکھیں بند کرلو، جسے حق سمجھ کر یا مان کر ایک بار دماغ میں ڈال لیا اس کے بعد نہ ہی اس کے خلاف یا بر عکس کچھ سنایا دیکھا جائے گا اور نہ ہی اسے دماغ سے نکالا جائے گا یا پھر قرآن اس کے بالکل بر عکس کوئی متضاد بات بھی پیش کرتا ہے جس سے قرآن میں اختلاف ثابت ہو جائے

کہ ایک مقام پر قرآن میں کچھ کہا جا رہا ہے اور دوسرے مقام پر اس کے بالکل برعکس اس کے متضاد کہا جا رہا ہے اگر تو اختلاف ثابت ہو جاتا ہے تو پھر یہ قرآن اللہ کے ہاں سے ہو، ہی نہیں سکتا کیونکہ قرآن خود یہ دعویٰ کرتا ہے جیسا کہ آپ درج ذیل آیت میں دیکھ سکتے ہیں۔

۸۲

**أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا.** النساء

اس آیت میں نہ صرف القرآن میں تدریکی دعوت دی گئی بلکہ یہ بھی کہا گیا کہ اگر یہ غیراللہ کے ہاں سے ہوتا تو تم اس میں اختلاف کشیر پار ہے ہوتے یعنی ایک ہی صورت میں اللہ کے ہاں سے ہے کہ اس میں چھوٹے سے چھوٹا اختلاف بھی نہ ہو اور اگر اس میں تم اختلاف پار ہے ہو تو پھر اللہ کے ہاں سے ہے ہی نہیں بلکہ پھر غیراللہ کے ہاں سے ہے۔

اب دیکھیں ایک طرف خود کو مسلمان کہلوانے والے اسی قرآن کو، ہی بنیاد بناتے ہوئے عقائد اخذ کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں یعنی کہ قرآن نے خود عقائد اخذ کرنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ خود کو مسلمان کہلوانے والے قرآن کی درج ذیل آیت کو پیش کرتے ہوئے دعویٰ کرتے ہیں کہ اللہ نے محمد پر دین مکمل کر دیا تھا اور جب اللہ نے محمد پر دین مکمل کیا اس کے بعد نہ تو دین میں کچھ اضافہ کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس میں کوئی کمی کی جاسکتی ہے یعنی اس وقت جو جو محمد نے کہا دیا بس اسی پر قائم ہونا ہے ان عقائد میں یا ان کے بارے میں کسی بھی قسم کا شک و شبہ نہیں کرنا یعنی ان میں کسی بھی لحاظ سے غور نہیں کرنا ان پر نظر شانی نہیں کرنی ورنہ عملًا دین اسلام پر شکوک و شبہات کا دعویٰ ہو گا کہ آپ دین محمد دین اسلام میں شک کر رہے ہیں اسکے حق ہونے میں شک کر رہے ہیں لہذا اب الساع�ت کے قیام تک یہی عقائد و نظریات چلیں گے۔

۳

**الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتَمَّمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيَتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا.** المائدہ

” آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔ فتح محمد جالندھری آج میں نے تمہارے لئے دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔ احمد رضا خان بریلوی آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کرو دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے۔

ابوالاعلیٰ مودودی ”

انہی لوگوں کے تراجم آپ کے سامنے ہیں اور انہی تراجم کی بنیاد پر یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ نے آج سے چودہ صدیاں قبل محمد پر دین مکمل کر دیا تھا دین مکمل ہونے کے بعد نہ تو اس میں کچھ بھی اضافہ کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس میں کوئی بھی کسی بھی قسم کی کمی کی جاسکتی ہے اور پھر کہتے ہیں کہ وہ دین یہی دین اسلام ہے جس پر مسلمان چل رہے ہیں جسے دنیا اسلام کے نام سے جانتی ہے جو کہ آباؤ اجداد سے نسل در نسل تو اتر کیسا تھے چلے آنے والے عقائد کا نام ہے۔

اسی بنیاد پر یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ جب اللہ نے دین مکمل کر دیا تو اس کے بعد کسی کو بھی اجازت نہیں کہ وہ خود سے غور و فکر کرے بلکہ ہر ایک پر لازم ہے کہ وہ آنکھیں بند کر کے اسے، ہی دین اسلام تسلیم کرے جو نسل در نسل چلا آ رہا ہے وہی حق ہے اور اسی وجہ سے اسے عقائد کا نام دیا جاتا ہے یعنی آج سے چودہ صدیاں قبل جس کے بارے میں جو کہہ دیا گیا جو کہ وہی ہے جو نسل در نسل ہم تک پہنچا ہر صورت اسی پر قائم ہونا ہے اس کے خلاف سوچنا بھی جرم ہے۔

آپ نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ ان لوگوں کا دعویٰ ہے کہ قرآن عقائد اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے اب اگر یہ صحیح ہے تو پھر دیکھیں یہی قرآن دوسری طرف اس کے بالکل برعکس اسکے بالکل متضاد بات کرتا ہے۔ پورے کا پورا قرآن اس بات پر زور دیتا ہے کہ غور و فکر کر کوئی چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی کرنے سے پہلے اس کے بارے میں مکمل علم حاصل کرو جب تک اس کے بارے میں مکمل علم حاصل نہیں کر لیتے اطمینان نہیں ہو جاتا تب تک عمل کے قریب بھی مت جانا۔ تمہیں سننے کے لیے کان دیئے تو آخر کیوں دیئے؟ اسی لیے کہ بہت سی آوازیں اپنا وجہ روکھتی ہیں انہیں سننے کے لیے تاکہ انہیں سنو، تمہیں دیکھنے کے لیے

آنکھیں دیں تو آخر کس لیے؟ ظاہر ہے اسی لیے کہ بہت کچھ اپنا وجہ رکھتا ہے اسے دیکھنے کے لیے تاکہ اسے دیکھو اور پھر صرف سننے کے لیے کان اور دیکھنے کے لیے آنکھیں ہی نہیں دیں بلکہ جو سنتے اور دیکھتے ہو اسے سمجھنے کے لیے دماغ بھی دیا سمجھنے کی صلاحیت دی تو ظاہر ہے اسی لیے دی تاکہ تم جو سن اور دیکھ رہے ہو اسے سمجھو اور عمل کرنے کی صلاحیت دی تو اسی لیے کہ پہلے سمجھواں کے بعد عمل کرو جب تک مکمل طور پر سمجھنے ہیں لیتے تک کوئی بھی عمل مت کرنا کیونکہ یہ بھی واضح کر دیا کہ آسمانوں وزمین میں قائم کردہ توازن میں بگاڑ پیدا ہو جائے گا جس کا نتیجہ بالآخر تباہیوں کی صورت میں نکلے گا یعنی پورے کا پورا قرآن اس بات سے بھرا پڑا ہے کہ غور و فکر کرو، غور و فکر کرو۔ جب تک تم غور و فکر نہیں کرو گے تم حق کو جان ہی نہیں سکتے عمل کرنا تو بہت بعد کی بات ہے قرآن کئی مقامات پر نہ صرف یہ بات واضح کرتا ہے کہ تمہیں سننے کے لیے کان دیجئے، دیکھنے کے لیے آنکھیں اور سمجھنے کے لیے دماغ دیا اس کے علاوہ جو کانوں سے سنائی نہیں دیتا آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتا اسے سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں دل میں رکھ دیں دل کو ایسا خلق کیا کہ دل وہ سننے، دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہے جو دماغ کانوں سے سن نہیں سکتا اور آنکھوں سے دیکھنے سکتا اور جو سن، دیکھنے سکتا اسے سمجھے گا کہاں سے؟ اور پھر عمل کرنے یعنی آسمانوں وزمین پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت دی تو یہ سب کس لیے دیا؟ صرف اور صرف اسی لیے دیا کہ ظاہر و باطن سند دیکھوا سے سمجھو اور پھر کوئی بھی عمل کرو اور پھر یہ بھی واضح کر دیا کہ جو ایسا نہیں کرتے یعنی جو سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتوں کا اس مقصد کے لیے استعمال نہیں کرتے اور بغیر سمجھے اندھوں کی طرح اعمال کر رہے ہیں انہیں ایک مقام پر کہا کہ وہ گوئے، بہرے اور انڈے ہیں، دوسرے مقام پر بندر کہا، تیسرا مقام پر خنزیر کہا، چوتھے مقام پر انہیں کتے کہا، پانچویں مقام پر انہیں جانور کہا، چھٹے مقام پر انہیں ایسا گمراہ کہا کہ ان سے بڑھ کر کوئی گراہ ہے ہی نہیں، ساتویں مقام پر انہیں الاموات کہا اور آٹھویں مقام پر انہیں قبور میں کہا۔ اب آپ خود غور کریں کیا ایسا ممکن ہے کہ قرآن اگر دو بالکل متفاضل باتیں کرے؟ ایک طرف یہ کہ جو ایک بار سمجھ لیا یا جو نسل درسل چلا آرہا ہے اسی پر ڈٹنا ہے کسی بھی قسم کا کوئی غور و فکر نہیں کرنا اور دوسرے مقام پر اس کے بالکل برعکس غور و فکر کا حکم دے اور نہ صرف غور و فکر کا حکم دے بلکہ اس حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو بندر، خنزیر یا ہاں تک کہ الاموات اور قبور میں قرار دے؟

اب اگر ان لوگوں کی بات کو مان لیا جائے تو اس کا مطلب کہ قرآن میں اختلاف کثیر موجود ہے یوں قرآن اللہ کے ہاں سے ہے ہی نہیں بلکہ غیراللہ کے ہاں سے ثابت ہو جاتا ہے اور ایسا ممکن ہی نہیں کہ قرآن غیراللہ کے ہاں سے ہو یعنی قرآن میں اختلاف موجود ہو اس لیے قرآن دونوں باتیں نہیں کرتا بلکہ ان میں سے ایک بات قرآن کی ہے اور دوسری قرآن کی نہیں بلکہ اسے گھر کر قرآن سے منسوب کیا جا رہا ہے قرآن پر افتاء کیا جا رہا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ان میں سے کون سی بات قرآن پر افتاء ہے اور کون سی قرآن کی اپنی بات ہے۔ تو اسکے لیے جب قرآن میں دیکھا جائے تو دوسری بات قرآن کی ہے کیونکہ قرآن اس سے بھرا پڑا ہے اور پہلی بات کہ عقائد اخذ کرنا قرآن اس کی سختی کیسا تھا مخالفت کرتا ہے اس کا رد کرتا ہے اسے باطل قرار دیتا ہے جس پر کتاب میں جگہ جگہ ہر پہلو سے کھول کھول کر بات کی گئی اس کے باوجود ایک آیت آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔

الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَبَعُونَ أَحْسَنَهُ أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ وَأُولَئِكَ هُمُ اُولُو الْأَلْبَابِ . الزمر ۱۸

اللّذينَ ایسے لوگ، وہ لوگ یستَمِعُونَ اَقْوَلَ فَيَتَبَعُونَ اَحْسَنَهُ اُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ وَأُولَئِكَ هُمُ اُولُو الْأَلْبَابِ . الزمر ۱۸

الْقَوْلَ جو بھی بات تھی یعنی جہاں سے بھی کوئی آواز بلند ہوتی ہے کہ میں حق پر ہوں میرے پاس حق ہے جو جو بھی انسانوں کی راہنمائی کا دعویدار ہے سب کی بات سن رہے ہیں فَيَتَبَعُونَ پس اس کی اتباع کر رہے ہیں یعنی اس کے پیچھے چل رہے ہیں اَحْسَنَهُ کیا ہے اس سے حسن یعنی جو سب سے بہتر ہے جس سے بہتر کسی کی بات نہیں اس کی اتباع کر رہے ہیں اس کے پیچھے چل رہے ہیں۔

یہاں تک اللہ کا کہنا ہے کہ وہ لوگ جو ہر لمحے اپنے کانوں اور آنکھوں کو کھلا رکھے ہوئے ہیں جہاں سے بھی کوئی آواز بلند ہوتی ہے کہ میرے پاس حق ہے جو بھی انسانوں کی راہنمائی کا دعویدار ہے سب کی بات سن رہے ہیں لیکن ان سب میں سے صرف اور صرف اس کے پیچھے چل رہے ہیں جو سب سے بہتر ہے جس سے بہتر کوئی ہے ہی نہیں جس سے بہتر کسی کی بات ہے ہی نہیں۔ مثلاً آپ اس وقت دنیا میں موجود ہیں تو یکھیں کتنے لوگ ہیں جو انسانوں کی راہنمائی کے دعویدار ہیں ان سب کو سینیں اور پھر انہیں ایک دوسرے پر ترجیح دیں کہ کون ہے جس کی بات سب سے بہتر ہے جس کی دعوت سب سے بہتر ہے جس سے دعوت نہیں ہے تو جو سب سے بہتر ثابت ہو جائے صرف اور صرف اس شخص کے پیچھے چلانا ہے اس کی اتباع کرنی ہے۔ تو ایسے لوگوں کے بارے میں آگے اللہ کہہ رہا ہے **أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ يَهِي وَلَوْ ہیں جن کی راہنمائی اللہ کر رہا ہے یعنی جو حسن ہے جس کی دعوت حسن ہے وہ اللہ کا بھیجا ہوا ہے وہ اللہ کا نمائندہ ہے اللہ اس کی صورت میں لوگوں کی راہنمائی کر رہا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ اللہ نے ہر شے سے جوڑا خلق کیا تو ظاہر ہے جو ہر کسی کی بات کو نہیں سن رہے اور جو حسن ہے اس کی اتباع نہیں کر رہے بلکہ جو گروہوں میں بند ہیں دائروں میں فرقوں میں بند ہیں جنہوں نے طے کر لیا کہ ہم تو اپنے فرقے والوں کی ہی بات کو سینیں گے انہی کے پیچھے چلیں گے تو ایسے لوگوں کی راہنمائی اللہ نہیں کر رہا بلکہ اللہ کی ضد شیاطین مجرمین کر رہے ہیں ایسou کا راہنمایشیطان ہے ان کے ملاویں کی صورت میں جو کہ اللہ کے شریک ہیں جنہیں کوئی حق حاصل نہیں تھا کہ وہ انسانوں کی راہنمائی کے دعویدار بننے وہ نہ صرف خود گمراہ ہیں بلکہ جو بھی ان کی اتباع کر رہے ہیں وہ بھی گمراہ ہی ہوں گے اور آخرت میں ان میں سے کسی کے پاس کوئی بہانہ یا عذر نہیں ہوگا۔ اور پھر جن کی راہنمائی اللہ کر رہا ہے ان کے بارے میں اللہ کا آیت میں مزید کیا کہنا ہے یہ بھی جان لیں **وَأُولَئِكَ هُمُ اُولُوا الْالْبَابِ** اور یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مقصد و مشن میں جو کہ ان کا مقصد و مشن حق کو پیچاں کر اس پر قائم ہونا ہے اس کے لیے الباب یعنی جو مخصوص باب ہیں حق کو سمجھنے کے لیے کسی بھی بات کو سمجھنے کے لیے مخصوص دخول و خروج کے مقامات سے معاونت حاصل کر رہے ہیں۔ کسی بھی بات کو دماغ سے سمجھا جاتا ہے اور دماغ میں کوئی بھی بات کانوں اور آنکھوں کے ذریعے ہی داخل ہوتی ہے اور انہی مخصوص باب کے ذریعے خارج ہوتی ہے تو اللہ کا کہنا ہے کہ جن کی راہنمائی اللہ کر رہا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو ہر لمحے اپنے کانوں اور آنکھوں کو کھلا رکھے ہوئے ہیں وہ کسی بھی بات کو سمجھتے ہیں تو اسے حرف آخوندیں سمجھتے بلکہ وہ جانتے ہیں کہ بہت کچھ ایسا ہے جو ان سے چھپا ہوا ہے ان کی سننے اور دیکھنے کی صلاحیت محدود ہے آج کوئی بات سمجھ آتی ہے تو اسے حرف آخوندیں سمجھا جائے گا بلکہ ہو سکتا ہے آج اس کے بارے میں کوئی نکتہ کوئی پہلو چھپا ہوا رہ گیا جس کی وجہ سے ہم اصل نتیجہ پر نہ پہنچے اس لیے فی الحال تو اسے بات کو دماغ میں ڈالا جائے گا لیکن کل کویا کسی بھی وقت جب بھی یہ بات غلط ثابت ہو گئی تو اسے دماغ سے نکلنے میں ایک لمحہ بھی نہیں لگائیں گے فوری نکال باہر کریں گے اس کے برکس جو حق سامنے آیا اسے دماغ میں ڈالیں گے اس وقت تک ایسے ہی کریں گے جب تک کہ اس کے بارے میں راخی علم حاصل نہ ہو جائے یعنی اس پر کوئی چاہ کر بھی کوئی سوال نہ اٹھا سکے اور اگر کہیں بھی کوئی سوال اٹھاتا ہے کوئی اعتراض سامنے لاتا ہے تو جو پہلے سمجھا اس پر نظر ثانی کی جائے گی غور و فکر کیا جائے گا جو بھی بات سامنے آئے اسے سنا دیکھا جائے گا اگر تو وہ حق ثابت ہو جائے تو اسے دماغ میں ڈال جائے گا یعنی تسلیم کیا جائے گا اور اس کے برکس جو پہلے سے دماغ میں موجود تھی اسے نکال باہر کیا جائے گا اور اگر پہلے سے جو سمجھا وہ حق ثابت ہوا جو بات سامنے آئی وہ غلط ثابت ہو گئی تو یہ بات مزید اطمینان کا باعث بنے گی اس لیے ہر لمحے کانوں اور آنکھوں کو کھلا رکھنا ہر لمحات سے فائدہ مند ہے یہ ہیں اولو الالباب جن کی راہنمائی اللہ کر رہا ہے اور جو ایسے نہیں ہیں انہیں عربی میں اہل العقائد کہا جاتا ہے یعنی وہ لوگ جو ایک بار کسی بات یا شے کو حق سمجھ کر دماغ میں ڈال لیں اس کے بعد اس پر اپنے کانوں اور آنکھوں کو بند کر لیتے ہیں کہ اب اس کے بعد اس کے خلاف نہ تو کچھ سنaja جائے گا نہ ہی کچھ دیکھا جائے گا اس میں مزید کوئی غور و فکر نہیں کیا جائے گا یہاں تک کہ کچھ بھی ہو جائے جسے ایک بار دماغ میں ڈال کرتا لگا دیا یعنی دماغ کو بند کر لیا اس کے خلاف نہ تو کچھ سوچا جائے گا، اس میں کوئی شک نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس کے خلاف کچھ بھی سنایا دیکھا جائے گا۔**

اُیک ہی آیات سے قرآن بھرا پڑا ہے اور آپ پر کھل کرو واضح ہو چکا کہ اللہ عقائد اخذ کرنے کی اجازت دینا تو بہت دور کی بات ہے اللہ عقائد اخذ کرنے کی مذمت کرتا ہے عقائد کار دکرتا ہے اہل العقائد کو مگر اہل قرار دیتا ہے ان کا راہنمایا طین مجرمین کو قرار دیتا ہے جو انہیں صراط مستقیم کی طرف جانے سے روک رہے ہیں انہیں حق کی طرف جانے سے روک رہے ہیں اللہ کی طرف لپکنے سے روک رہے ہیں۔

یوں اس بنیاد پر تاریخ بشر پر مبنی خود کو مسلمان کھلوانے والوں کا عقیدہ بے بنیاد و کا عدم ثابت ہو جاتا ہے اس کی بنیاد یہی اکھڑ جاتی ہیں یعنی خود کو مسلمان کھلانے والوں کا آدم و حوا کے نام پر تاریخ بشر پر مبنی عقیدہ قرآن کا پیش کردہ نہیں ہے مگر اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ عقیدہ و نظر یہ آیا کہاں سے؟

اب نہ صرف اس عقیدے و نظر یہ کی مزید حقیقت قرآن سے ہی کھول کر آپ پر واضح کرتے ہیں بلکہ یہ عقیدہ و نظر یہ آیا کہاں سے اس کو بھی بالکل کھول کر آپ پر واضح کرتے ہیں اس کے بعد قرآن سے ہی تاریخ بشر اور تخلیق بشر کو کھول کر واضح کرتے ہیں جسے دنیا کی کوئی طاقت غلط ثابت نہیں کر سکتی اور ظاہر ہے حق کو غلط ثابت کیسے کیا جاسکتا؟

یہ عقیدہ قرآن کے نزول کے بعد وجود میں نہیں آیا بلکہ یہ عقیدہ قرآن کے نزول سے بہت پہلے سے ہی اپنا وجود رکھتا ہے۔ دیکھیں یہودیوں و عیسائیوں کے ہاں بابل میں کیا لکھا ہے جسے وہ لوگ تواریخ قرار دیتے ہیں اور خود کو مسلمان کھلوانے والے بھی اسے تواریخ سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں۔

بابل، عہد نامہ قدیم کتاب پیدائش، باب ۲: آدم و حوا کی تخلیق:

۷: جب خداوند خدا نے زمین اور آسمان کو بنایا تو اس وقت ۵: نہ تو کھیت کی کوئی جھاڑی زمین پر نمودار ہوئی تھی اور نہ ہی کھیت کا کوئی پودا گا تھا کیونکہ خداوند خدا نے زمین پر پانی نہیں بر سایا تھا اور نہ ہی زمین پر انسان ہی تھا جو کاشنکاری کرتا۔ ۶: لیکن زمین سے گہر اٹھتی تھی جو تمام روئے زمین کو سیراب کرتی تھی۔ ۷: خداوند خدا نے زمین کی مٹی سے انسان کو بنایا اور اس کے نہنوں میں زندگی کا دم پھونکا اور آدم ذی روح ہو گیا۔

۸: اور خداوند خدا نے مشرق کی جانب عدن میں ایک باغ لگایا اور آدم کو جسے اس نے بنایا تھا وہاں رکھا۔ ۹: اور خداوند خدا نے زمین سے ہر قسم کا درخت اگایا جو دیکھنے میں خوشما اور کھانے میں لذیز تھا۔ اس باغ کے نیچے میں زندگی کا درخت اور نیک و بد کی پہچان کا بھی درخت تھا۔ ۱۰: عدن سے ایک دریا نکلا تھا جو اس باغ کو سیراب کرتا ہوا چارند پوں میں بٹ جاتا تھا۔ ۱۱: پہلی ندی کا نام فیسون ہے جو حولیہ کی ساری زمین کو جہاں سونا ہوتا ہے گھیرے ہوئے ہے۔ ۱۲: اس زمین کا سونا عمدہ ہوتا ہے اور وہاں موتی اور سنگ سلیمانی بھی ہیں۔ ۱۳: دوسری ندی کا نام میخون ہے جو گوش کی ساری زمین کو گھیرے ہوئے ہے۔ ۱۴: تیسرا ندی کا نام دجلہ ہے جو سور کے مشرق کو جاتی ہے اور چوہنی ندی کا نام فرات ہے۔

۱۵: اور خدا نے آدم کو باغ عدن میں رکھا تاکہ اس کی باغبانی اور نگرانی کرے۔ ۱۶: اور خداوند خدا نے آدم کو حکم دیا کہ تو اس باغ کے کسی بھی درخت کا چل رکھنے کھانا کیونکہ جب تو اسے کھائے گا تو یقیناً مر جائے گا۔ ۱۷: خداوند خدا نے کہا: آدم کا اکیلا رہنا اچھا نہیں۔ میں ایک مددگار بناؤں گا جو اس کی مانند ہو۔ ۱۸: تب خداوند نے تمام جنگلی درندے اور ہوا کے سب پرندے مٹی سے بنائے۔ وہ انہیں آدم کے پاس لے آیا تاکہ دیکھے کہ وہ ان کے کیا نام رکھتا ہے۔ اور آدم نے ہرجاں دار مخلوق کو جس نام سے پکارا ہی اس کا نام ٹھہرا۔ ۱۹: اسی طرح آدم نے سبھی چندوں، ہوا کے پرندوں اور سارے جنگلی درندوں کے نام رکھے۔

لیکن آدم کے لیے اُس کی مانند کوئی مددگار نہ ملا۔ ۲۱: تب خداوند خدا نے آدم پر گھری نیند بھی اور جب وہ سورا تھا تو اس کی پسلیوں میں سے ایک پسلی نکال لی اور اس کی جگہ گوشت بھر دیا۔ ۲۲: تب خداوند خدا نے اس پسلی سے جسے اُس نے آدم میں سے نکالا تھا، ایک عورت بنائی اور وہ اُسے آدم کے پاس لے آیا۔ ۲۳: آدم نے کہا: اب یہ میری ہڈیوں میں سے ہڈی، اور میرے گوشت میں سے گوشت ہے وہ ”ناری“ کہلانے کی کیونکہ وہ نر سے نکالی گئی تھی۔ ۲۴: اس لیے مرد اپنے باپ اور ماں کو چھوڑ کر اپنی بیوی سے ملا رہے گا اور وہ ایک تن ہوں گے۔ ۲۵: اور آدم اور اس کی بیوی دونوں ننگے تھے اور شرماتے نہ تھے۔

بابل، عہد نامہ قدیم کتاب پیدائش، باب ۳: آدم کا گناہ:

۲۰: آدم نے اپنی بیوی کا نام ڈار کھا اس لیے کہ وہ تمام زندوں کی ماں ہے۔

آپ نے جان لیا کہ تاریخ بشر کے متعلق جو عقیدہ و نظریہ خود کو مسلمان کھلوانے والوں میں پایا جاتا ہے وہی عقیدہ و نظریہ یہودیوں اور عیسائیوں میں پایا جاتا ہے جس سے یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ یہ عقیدہ و نظریہ بابل سے اخذ شدہ ہے نہ کہ قرآن سے اخذ کیا۔ جب یہ عقیدہ نہ صرف خود کو مسلمان کھلوانے والوں میں پایا جاتا ہے بلکہ یہودیوں اور عیسائیوں میں بھی پایا جاتا ہے تو ایسا تو کسی بھی صورت ممکن نہیں ہے کہ یہ عقیدہ یہودیوں و عیسائیوں نے مسلمانوں سے اخذ کیا یا مسلمانوں سے یہ عقیدہ یہودیوں و عیسائیوں میں منتقل ہوا کیونکہ جیسے مسلمان قوم کے ہاں قرآن کی اہمیت و حیثیت ہے ایسے ہی یہودیوں و عیسائیوں کے ہاں بابل کی اہمیت و حیثیت ہے اور یہ عقیدہ بابل کا وضع کردہ ہے جسے تواریخ کا نام دیا جاتا ہے لیکن بابل تواریخ نہیں ہے۔

آپ پر یہ بات بھی بالکل کھول کر واضح کر دی گئی کہ اللہ اپنا رسول صرف اور صرف تب ہی بعث کرتا ہے جب وہ لوگ جن میں رسول کو بعثت کیا جانا ہوتا ہے ضلال میں میں ہوتے ہیں یعنی ہر لحاظ سے سو فیصد کھلم کھلا گمراہیوں میں ہوتے ہیں کسی ایک کو بھی حق کا علم نہیں ہوتا حالانکہ ہر کوئی حق کا دعویدار ہوتا ہے جیسا کہ درج ذیل آیت میں بھی آپ دیکھ سکتے ہیں۔

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتَلَوَّ عَلَيْهِمْ إِيمَانُهُمْ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعْلَمُهُمُ الْكِتَبَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفْيٍ ضَلَالٍ مُّبِينٍ۔ آل عمران ۱۶۳

لَ تُمْ كُو سننے اور دیکھنے والا کیا اور جو سننے اور دیکھنے اسے سمجھنے والا کیا تو اسی لیے کہ جو کچھ بھی سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھو تو جب تم اس کو سمجھو گے جو بھی سنائی اور دکھائی دے رہا ہے تو تمہارے سامنے آئے گا **قَدْ** جو کہ طے شدہ ہے جو طکر دیا گیا یعنی جو قدر میں کر دیا گیا مطلب یہ کہ تم اپنی تحقیق کر لو اپنے گھوڑے دوڑا لو بالآخر یہی تمہارے سامنے آ کر رہے گا جو اللہ نے قدر میں کر دیا ہے یعنی ہونا طے کر دیا اور آگے اس کیوضاحت بھی کر دی کہ کیا اللہ نے ہونا قدر میں کر دیا مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ جو اللہ نے طکر دیا یعنی قدر میں کر دیا وہ یہ ہے کہ اللہ احسان کرتا ہے مونین پر اذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ تب بعث کرتا ہے ان میں انہی سے ایک رسول جب وہ ضلال میں ہو رہے ہوتے ہیں آگے یہ واضح کیا گیا کہ جب رسول بعث کر دیا جاتا ہے رسول آجاتا ہے تو وہ کیا کرتا ہے یَتَلَوَّ عَلَيْهِمْ إِيمَانُهُمْ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعْلَمُهُمُ الْكِتَبَ وَالْحِكْمَةَ اور آگے یہ بات واضح کر دی کہ تب کب اللہ رسول بعث کرتا ہے کب اللہ نے رسول کو بعث کرنا قادر میں کر دیا کہ جب وہ وقت آئے گا تو خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے اللہ رسول کو بعث کر کے ہی رہے گا یعنی کب اللہ نے رسول بعث کر کے مونین پر احسان کرنا قادر میں کر دیا وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفْيٍ ضَلَالٍ مُّبِينٍ اور اگر قدر میں جو ہونا کر دیا گیا جو طے کر دیا گیا وہ ہورہا ہے اس سے پہلے یعنی رسول کی بعثت سے پہلے ان کا یعنی امین کا جن میں رسول بعث کیا جانا ہے ضلال میں میں ہونا جب وہ ضلال میں میں ہو رہے ہوتے ہیں تو اللہ ان میں انہی سے رسول بعث کر کے احسان عظیم کرتا ہے یہ اللہ نے قدر میں کر دیا۔

اللہ نے اس آیت میں اپنا قانون کھول کر واضح کر دیا کہ اللہ نے یہ ہونا قادر میں کر دیا کہ جب جب امین ضلال مبین میں ہوں گے یعنی ہر لحاظ سے سوفیصل کھلم کھلا گمراہیوں میں ہوں گے تب تب اللہ نے ان میں انہی سے اپنارسول بعث کر کے مومنین پر احسان کرتا ہے۔ جب ضلال مبین ہوتی ہیں یعنی ہر لحاظ سے کھلم کھلا گمراہیاں ہوتی ہیں نور کی ایک کرن بھی نہیں ہوتی اور اگر اس وقت مومنین موجود ہوں یعنی ایسے جو اللہ سے ہدایت کے لیے گڑگڑا رہے ہوں ہدایت کے لیے ترپ پر ہے ہوں تو اللہ ایسی صورت میں اپنارسول بعث کر کے ان پر احسان کرتا ہے کہ رسول آ کر ان پر حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر دیتا ہے اور رسول کہیں آسمانوں سے نہیں آتا بلکہ انہی میں سے کھڑا کیا جانا قادر میں کر دیا۔

رسول صرف اور صرف تب ہی بعث کیا جاتا ہے جب اس سے پہلے وہ لوگ جن میں رسول بعث کیا جا رہا ہے وہ ضلال مبین میں ہوں وہ ہر لحاظ سے فرقوں گروہوں میں تقسیم ہوں نور کی ایک کرن بھی نہ ہو کسی کو بھی علم نہ ہو کہ حق کیا ہے اس کے باوجود ہر فرقے ہرگز روہ کا یہی دعویٰ ہو کہ صرف اور صرف وہی حق پر ہیں باقی سب کے سب باطل پر ہیں حالانکہ ان میں سے کوئی بھی حق پر ہونا تو دور کی بات کسی کو بھی حق کا علم ہی نہ ہو جب ایسی حالت ہوتی ہے تب رسول بعث کیا جاتا ہے اور جب رسول آتا ہے تو چونکہ اس سے پہلے جو کچھ بھی دین کے نام پر جو کہ گزشتہ رسول سے منسوب کر کے کیا جا رہا ہوتا ہے وہ سب کا سب گمراہیاں ہوتی ہیں باطل ہوتا ہے اس لیے رسول ان میں سے کسی ایک بات کی بھی تائید و تصدیق نہیں کرتا بلکہ رسول پہلے سے موجود دین کے نام پر خرافات و جہالت کا رد کرتے ہوئے اس کے بالکل بر عکس حق سامنے لاتا ہے جو کہ ہر ایک کے لیے ایک نیاد دین ہوتا ہے حالانکہ نیاد دین نہیں ہوتا دین وہی ہوتا ہے جو روز اول سے چلا آ رہا ہے جس کی ہر رسول نے آ کر دعوت دی کھول کھول کر واضح کیا لیکن نیا اس وجہ سے لگتا ہے کیونکہ رسول کی بعثت سے پہلے جو کچھ بھی دین کے نام پر موجود ہوتا ہے وہ سب کا سب گمراہیاں ہوتی ہیں سب کا سب بے بنیاد و باطل ہوتا ہے کسی کو بھی حق کا علم نہیں ہوتا۔

اگر حق کی ایک کرن بھی موجود ہو تو اللہ رسول بعث نہیں کرتا کیونکہ اللہ نے رسول کی بعثت قدر میں کی ہی تب ہے جب رسول کی بعثت سے پہلے لوگ ضلال مبین یعنی ہر لحاظ سے مکمل طور پر سوفیصل کھلا گمراہیوں میں ہوں کسی ایک کو بھی حق کا علم نہ ہو یہاں تک کہ نور کی حق کی ایک کرن بھی نہ ہو۔

بالکل ایسے ہی جب محمد رسول اللہ کو بعث کیا گیا تو تب ہی بعث کیا گیا جب ان کی بعثت سے قبل لوگ ضلال مبین میں تھے اور محمد نے آ کر ان کے کسی ایک بھی عقیدے و نظریے کی تائید و تصدیق نہیں کی نہ ہی رسول اس لیے بھیجا جاتا ہے کہ وہ پہلے سے موجود عقائد و نظریات کی تائید و تصدیق کرے بلکہ رسول بعث ہی تب کیا جاتا ہے جب کسی کو بھی حق کی رائی کا بھی علم نہیں ہوتا تو پھر رسول کی بعثت سے پہلے جو کچھ بھی ہو رہا ہوتا ہے جو جو عقائد و نظریات پائے جاتے ہیں وہ سب کے سب بے بنیاد و باطل ہوتے ہیں اور رسول ان کو بے بنیاد و باطل ثابت کرتے ہوئے ان کے بر عکس حق کھول کھول کر واضح کرتا ہے اور بالکل یہی محمد رسول اللہ نے بھی کیا۔

قرآن میں اللہ نے یہ بات بھی واضح کر دی کہ جب بھی رسول بعث کیا جاتا ہے تو سوائے چند انگلیوں پر گنی جانے والی تعداد کے کوئی بھی ایمان نہیں لاتا یعنی رسول کی دعوت کو تسلیم نہیں کرتا اکثریت نہ صرف رسول کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیتی ہے حق کا کفر کر دیتی ہے بلکہ رسول کیسا تھوڑی شمنی کرتی ہے اور دشمنی میں جس حد تک جاسکتے ہیں جاتے ہیں۔ رسول کیسا تھوڑی شمنی میں کسی بھی حد تک جانے سے گریز نہیں کرتے لیکن بعد میں جب اللہ کا ہاتھ حرکت میں آتا ہے یعنی جب زبان اپنا کام مکمل کر لیتی ہے اور ڈنڈا حرکت میں آتا ہے تو ہر کوئی موت کے ڈر سے مان جاتا ہے لیکن پھر بھی کوئی بھی دل سے نہیں مانتا بلکہ اپنی جان بچانے کے لیے محض زبان سے ماننے کا اقرار کرتے ہیں اور تب تک ہی اس پر قائم رہتے ہیں جب تک ڈنڈا ان کے سر پر رہے۔

اللہ کا قانون ہے کہ اللہ نے ہرشے سے جوڑا خلق کیا رسول کو جب بعث کیا جاتا ہے تو اس کی بعثت سے لیکر اس کی موت تک کی مدت جو کہ ایک یوم کہلاتی ہے اللہ نے اس کا جوڑا بنا دیا بالکل ایسے ہی جیسے آپ کے نزدیک یوم کا اللہ نے جوڑا رات اور دن بنا دیا۔ رسول جب بعث کیا جاتا ہے تب ظلمات ہوتی ہیں یعنی رسول

کی بعثت کی مدت کو جود و حصول میں تقسیم کیا جاتا ہے پہلا حصہ لیل پر مشتمل ہوتا ہے اور دوسرا حصہ نہار پر۔ پہلے حصے میں جو کہ لیل ہوتی ہے یعنی ظلمات ہوتی ہیں اس قدر جہالت ہوتی ہے مگر ابھیاں ہوتی ہیں کہ کسی کو بھی حق کا علم نہیں ہوتا رسول دعوت دیتا ہے رسول اللہ کی طرف سے آیا ہوا نور ہوتا ہے وہ حق اس قدر کھول کھول کر رکھ دیتا ہے کہ ظلمات مت جاتی ہیں حق و باطل کھل کر واضح ہو جاتا ہے حق و باطل کی پچان کھل کر واضح ہو جاتی ہے لیکن اس مرحلے میں ایمان لانے والوں کی تعداد یعنی رسول کی دعوت کو تسلیم کرنے والوں کی تعداد انتہائی کم ہوتی ہے جنہیں انگلیوں پر گنا جاسکتا ہے اکثریت انکار کر دیتی ہے اس کے بعد یوم کا دوسرا حصہ یعنی دوسرا مرحلہ شروع ہوتا ہے جس میں زبان کی بجائے ہاتھ اپنا کام کرتے ہیں رسول اللہ کی زبان ہوتا ہے زبان کا کام ہوتا ہے کہ پیغام کو کھول کھول کر پہنچا دے جب زبان اپنا کام کر چکے اور سامنے والے نہ مانیں تو پھر وجود میں صرف زبان ہی نہیں ہوتی بلکہ وجود میں باقی اعضاء جن میں ہاتھ بھی ہوتے ہیں یوں جو زبان سے نہیں ماننے انہیں منوانے کے لیے ہاتھ حرکت میں آتے ہیں اللہ کے ہاتھ حرکت میں آتے ہیں تو موت کے ڈر سے ہر کوئی مان جاتا ہے کیونکہ تب ماننا مجبوری بن جاتا ہے۔

اسے مزید ایک مثال سے سمجھ لیں! مثال کے طور پر اگر آپ کیسا تھک کوئی دشمنی کر رہا ہو تو آپ کیا کریں گے؟ تو اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ سب سے پہلے تو آپ صبر کریں گے یعنی آپ برداشت کریں گے کہ ہو سکتا ہے وہ خود ہی باز آجائے دشمنی ترک کر دے اسے سمجھ آجائے لیکن اگر وہ بازنہیں آتا تو ظاہر ہے برداشت کی ایک حد ہوتی ہے جب صبر یعنی برداشت کی حد ختم ہو جاتی ہے تو پھر پہلے زبان سے سمجھایا جاتا ہے کہ دیکھو یہ جو تم کر رہے ہو یہ ٹھیک نہیں کر رہے یہ تم مجھے نقصان پہنچا رہے ہو میرے ساتھ دشمنی کر رہے ہو لہذا بازا آ جاؤ۔ اب اگر وہ باز آجائے تو ٹھیک لیکن اگر وہ بازنہیں آتا وہ اپنی روشن پر قائم ہی رہتا ہے وہ دشمنی ہی پر ڈٹا رہتا ہے اس کے کافیوں پر جوں تک نہیں رینگتی تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر آپ اس سے قوت میں بہت بڑھ کر ہیں تو کیا آپ خاموش بیٹھ جائیں گے؟ کیا آپ نے اس لیے اس پر واضح کیا کہ تو دشمنی کر رہا ہے بازا آ جا گر نہیں بھی بازا آتا تو کوئی فرق نہیں پڑتا دشمنی کرتا رہا یا پھر آپ نے اگر اسے زبان سے روکا تو اسی لیے کیونکہ اب برداشت سے باہر ہو چکا ہے اب مزید صبر نہیں کر سکتے ایک بار زبان سے سمجھایا جائے گا مانتا ہے تو ٹھیک اور اگر نہیں مانتا تو پھر اسے زبان سے نہیں بلکہ ہاتھوں سے یعنی ڈنڈے سے روکا جائے گا ڈنڈے سے اپنی بات منوائی جائے گی پھر دیکھیں گے کہ کیسے نہیں دشمنی ترک کرتا۔

اور آپ اسے پہلے زبان سے اس لیے منع کریں گے کیونکہ آپ ظالم نہیں ہیں اگر آپ پہلے ہی سیدھا ڈنڈا اٹھا لیتے یعنی قوت سے روکتے ہاتھوں کا استعمال کرتے تو وہ آگے سے آپ پر جنت کر سکتا تھا کہ آخر کم از کم ایک بار زبان سے کہہ کر تو دیکھ لیا ہوتا میں بازا آ جاتا اور اگر اس کے باوجود بھی بازا نہ آتا تو ڈنڈا تو تھا ہی لیکن تم نے زبان سے منع نہ کیا سیدھا ڈنڈے کا استعمال کیا جو کہ ظلم ہے۔

بالکل ایسے ہی جب کہ آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ جو کچھ بھی آپ کو نظر آ رہا ہے اللہ ہی کا وجود نظر آ رہا ہے ایک ہی وجود ہے جو کہ اللہ ہے کوئی دوسرا وجود ہے ہی نہیں اور اگر کوئی دوسرا وجود ہونے کا دعویدار بنے گا تو اللہ اسے برداشت نہیں کرے گا۔ اللہ صرف اور صرف تب رسول بعث کرتا ہے جب اس سے پہلے لوگ ضلال میں میں ہوتے ہیں اب آپ کو یہ بھی سمجھ آ جائے گی کہ اللہ ایسا کیوں کرتا ہے اللہ نے تب ہی رسول بعث کرنا قادر میں کیوں کیا۔ کیونکہ جب آپ پر واضح ہو گیا کہ جو کچھ بھی آپ کو نظر آ رہا ہے اللہ ہی کا وجود نظر آ رہا ہے تو جب لوگ ضلال میں میں چلے جائیں کسی کو بھی علم نہیں ہوتا کہ اللہ کیا ہے کسی کو بھی حق کا علم نہیں ہوتا تو لوگ اپنی خواہشات کی اتباع میں اللہ کیسا تھد دشمنی میں آخری حد تک پہنچ چکے ہوتے ہیں۔ جب مگر ابھیوں کی ابتداء ہوتی ہے تو لوگ اللہ کیسا تھد دشمنی کرتے ہیں فطرت میں چھیڑ چھاڑ کرتے ہیں اللہ صبر کرتا ہے تب تک جب تک صبر کیا جاسکتا ہے اور جب ضلال میں آ جائیں یعنی سو فیصد مگر ابھیاں نور کی حق کی ایک کرن بھی نہیں رہی تو ہر کوئی اللہ کیسا تھد دشمنی کر رہا ہوتا ہے اور اب چونکہ حق کا کسی کو بھی علم نہیں تو ظاہر ہے یہ لوگ دن بد دن دشمنی میں آگے ہی بڑھیں گے اس لیے اب برداشت سے باہر ہو گیا ان کو روکنا لازم ہو گیا۔ تب اللہ سب سے پہلے زبان سے حق کھول کھول کر واضح کرتا ہے۔ انسان چونکہ بشر

ہیں تو ان میں جو امین ہوتے ہیں ان میں انہی سے انہی کی زبان میں اللہ اپنا رسول بعث کرتا ہے جو اللہ کے وجود میں اللہ کی زبان ہوتا ہے بالکل ایسے ہی جیسے آپ کے اس بشری وجود میں آپ کی زبان ہے جس کا کام ہے اپنے وجود کی ترجمانی کرنا جب زبان کچھ بھی بول رہی ہوتی ہے تو وہ زبان نہیں بلکہ وجود بول رہا ہوتا ہے زبان تو محض ایک آله ہے وجود میں ایک عضو۔ بالکل ایسے ہی رسول اللہ کی زبان ہوتا ہے وہ بظاہر ایک بشر ہوتا ہے لیکن وہ صرف ظاہر میں بھی اللہ ہی کا وجود ہوتا ہے جیسے آپ کے وجود میں آپ کی زبان بلکہ باطن میں اللہ بول رہا ہوتا ہے وہ انسان نہیں بول رہا ہوتا بلکہ اللہ کلام کر رہا ہوتا ہے اس بشر رسول کی صورت میں۔ یوں اللہ اپنے بشر رسول کے ذریعے انسانوں سے کلام کرتا ہے ان پر حق کھول کھول کرواضح کر دیتا ہے کہ دیکھو یہ جو کچھ بھی تم کر رہے ہو یہ میرے ساتھ یعنی اللہ کیسا تھدشی کر رہے ہو لہذا اس دشمنی کو ترک کر دو اس دشمنی سے بازا جاؤ اسی میں تمہارے لیے خیر ہے۔

اور پھر جب انسان اللہ کی بات نہیں مانتے اور اللہ کیسا تھدشی کرنا ترک نہیں کرتے اللہ کے شریک ہی بنے رہنے پڑے رہتے ہیں تو پھر ظاہر ہے زبان کا کام تھا پیغام پہنچانا وجود کی ترجمانی کرنا جب زبان اپنا کام مکمل کر لے تو وجود میں صرف زبان ہی نہیں ہوتی بلکہ ہاتھ اور لاتیں بھی ہوتی ہیں۔ اللہ نے اگر اپنے ساتھ دشمنی نہ کرنے کے لیے زبان سے کہا تو اس لینہیں کہ بازا جاؤ تو ٹھیک اور نہ بھی جاز آ تو تب بھی کوئی بات نہیں لگے رہو ہم برداشت کرتے رہیں گے کہ فضول میں زبان کو حرکت میں لا یا گیا نہیں بلکہ اگر زبان سے منع کیا جا رہا ہے تو صرف اور صرف اسی لیے کہاب برداشت سے باہر ہو گیا جتنا برداشت کیا جاسکتا تھا برداشت کر لیا اب بہتری اسی میں ہے کہ مان جاؤ اور میرے ساتھ دشمنی ترک کر دو ورنہ اگر زبان سے نہیں مانتے تو جیسے ہی زبان اپنا کام کر لیتی ہے ہاتھ حرکت میں آجائیں گے تب دیکھیں گے کہ کون ہے جو نہیں مانتا لیکن تب ہر کوئی مان جاتا ہے ظاہر ہے اللہ کا مقابلہ کون کر سکتا ہے؟ مگر وہ ماننا کوئی نفع نہیں دیتا۔

ایسے ہی نہ صرف آج اللہ نے اپنے رسول احمد عیسیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بعث کیا جو کہ اللہ کی زبان ہے حق کھول کھول کر سامنے رکھ رہا ہے اور احمد عیسیٰ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے قبل امین ضلال ممین میں تھے اور پھر آج اللہ کے رسول کا کذب ہی کیا جا رہا ہے انتہائی تھوڑے ہیں جو حق کو تسلیم کر رہے ہیں اکثریت کفر ہی کر رہی ہے بالکل ایسے ہی محمد رسول اللہ کو بھی بعث کیا گیا جب محمد کو بعث کیا گیا تو انتہائی تھوڑے تھے جنہوں نے محمد کی دعوت کو تسلیم کیا اکثریت نے کفر کر دیا اور پھر جب پہلا مرحلہ مکمل ہوا جس میں زبان اپنا کام کرتی ہے تو دوسرا مرحلہ شروع ہوا جس میں زبان کی جگہ ہاتھ اپنا کام کرتے ہیں یعنی ڈنڈا بر سایا جاتا ہے تو جب کذب کرنے والے ڈنڈا برستاد کیختے ہیں تو ڈنڈے کے ڈر سے ہر کوئی زبان سے ماننے کا اقرار کرتا ہے لیکن تب بھی دل سے نہیں مانتے بلکہ صرف ڈنڈے کے ڈر سے محض زبان سے ماننے کا اقرار کرتے ہیں اور تب تک ہی مانتے ہیں جب تک کہ ڈنڈاں کے سر پر ہوتا ہے جب تک ڈنڈے کا ڈر انہیں ہوتا ہے اور جیسے ہی ڈنڈے کا خوف ختم ہو جائے تو وہ پھر وہی کرنا شروع ہو جاتے ہیں جو رسول کی بعثت سے پہلے وہ کر رہے تھے۔

آج سے چودہ صدیاں قبل جب محمد اللہ کے رسول نے حق کھول کھول کرواضح کر دیا تو انگلیوں پر گنے جانے والے چند کے علاوہ کوئی ایمان نہ لایا اور اکثریت نے کفر کر دیا اور پھر جب بعد میں اللہ کا ہاتھ حرکت میں آیا مومنوں کی جماعت کی صورت میں تو ہر کوئی ماننے پر مجبور ہو گیا لیکن تب بھی ان لوگوں نے دل سے کچھ بھی تسلیم نہیں کیا تھا بلکہ دل میں ان کے وہی پرانے عقائد و نظریات تھے اور اسی کا اللہ نے قرآن میں بھی ذکر کر دیا۔

**قَالَتِ الْأَعْرَابُ أَمَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلِكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ۔ الحجرات ۱۳**

جو اعراب ہیں انہوں نے کہا ہم نے تیری دعوت کو دل سے تسلیم کر لیا، انہیں کہہ نہیں تم میری دعوت کو دل سے بالکل تسلیم نہیں کر رہے تمہارا کردار واضح کر رہا ہے کہ تم اسلام لائے ہو یعنی تم ڈنڈے کے ڈر سے موت کے ڈر سے محض زبان سے ماننے کا اقرار کر رہے اور جو کہ ایمان ہے یعنی دل سے تسلیم کرنا ہے وہ تو تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا۔

یعنی محمد رسول اللہ نے جب تک زبان سے دعوت دی حق کھول کھول کر رکھ دیا تو کوئی ایمان نہ لایا کسی نے محمد کی دعوت کو تسلیم نہ کیا بلکہ اثنادشی کی او ردنی میں جس حد تک جاسکتے تھے گئے اور پھر جب ڈنڈا حرکت میں آیا تو موت کے ڈر سے ڈنڈے کے ڈر سے سب کے سب نے مانے کا اقرار کرنا شروع کر دیا اور کہا کہ ہم موت کے یعنی ڈنڈے کے ڈر سے نہیں مان رہے بلکہ ہم تو دل سے مان جائیں لیکن حقیقت یہ نہیں تھی کیونکہ دل سے اگر مانا ہوتا تو ڈنڈا بر سے سے پہلے مانتے، کیا اللہ کو نہیں علم کہ کب ڈنڈا اٹھانا ہے؟ ابھی ایسے موجود ہیں جو زبان سے مان جائیں اور اللہ ان کے مانے کا انتظار کیے بغیر ہی ڈنڈا اٹھا لے کیا اللہ ظالم ہے؟ نہیں بالکل نہیں اس لیے وہ لوگ ایمان نہیں لائے تھے بلکہ انہوں نے تو محض ڈنڈے کے ڈر سے سر ڈنڈر کیا تھا کیونکہ انہیں علم تھا اب بھی اگر نہ مانے تو مارے جائیں گے اس لیے موت کے ڈر سے انہوں نے زبان سے مانے کا اقرار کرنا شروع کر دیا اور اپنی طرف سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ ہم موت کے ڈر سے نہیں بلکہ دل سے مان رہے ہیں جو کہ بالکل غلط اور جھوٹ تھا۔

اس وقت محمد اللہ کے رسول نے ہر موضوع کو کھول کھول کر رکھ دیا تھا اللہ کیا ہے کھول کھول کر رکھ دیا لیکن کسی نے دل سے تسلیم نہ کیا سوائے انتہائی قلیل تعداد کے، ایسے ہی ہر موضوع کیسا تھا بھی کھول کر واضح کر دیا تھا کہ تاریخ بشر کیا ہے یہ بشرطی تم کن کن مراحل سے گزرتے ہوئے یہاں تک پہنچے ہوا تو تمہیں کیسے خلق کیا جا رہا ہے۔ یعنی بشر کی تخلیق سمیت اس کی تاریخ سے متعلق جو بھی حق تھا اس کے کھول کھول کر رکھ دیا لیکن کوئی بھی نہ مانا سوائے انتہائی قلیل تعداد کے اور اثاثیہ کہتے رہے کہ کیا تو اکیلا سچا ہے باقی سب جاہل ہیں گمراہ ہیں؟ کیا تجھا کیلے کو دین سمجھ آیا ہمارے آبا اجداد کیا گمراہ تھے؟ نہیں بلکہ تو اکیلا گمراہ ہے پاگل ہے، مجنون ہے، تیری طرف شیطان وحی کر رہا ہے یہ شیطان کا کلام ہے یعنی تو چاہتا ہے کہ ہمیں اس دین سے ہٹا دے جس پر ہم نے اپنے آبا اجداد کو پاپا اور ہم کسی بھی صورت تیری دعوت کو نہیں مانیں گے کیونکہ اگر تیری دعوت کو حق مان لیا تو اس کا مطلب کہ ہمارے آبا اجداد گمراہ تھے نہیں وہ گمراہ نہیں تھے بلکہ تو گمراہ ہے تو ایک نیا دین لایا ہے اس لیے ہم تیری بات ہرگز نہیں مانیں گے۔

ہم اپنے آبا اجداد سے نسل در نسل منتقل ہونے والے عقائد و نظریات کو ہرگز ترک نہیں کریں گے، ہم اسے ہرگز ترک نہیں کریں گے جو تو اتر کیسا تھا چلا آرہا ہے یوں اس وقت اکثریت نے لفڑ کر دیا اور پھر اس دور میں ان حقائق کو تسلیم کرنا کتنا مشکل تھا اس کا اندازہ آپ اس بات سے لگائیں کہ آج جب انسان سب اپنی آنکھوں کے سامنے ہوتا ہواد کیجھ رہا ہے سب اس کی آنکھوں کے سامنے ہے تو نہیں مان رہا، خود کو ترقی یافتہ سمجھنے اور کہلوانے کے باوجود بھی نہیں مان رہا تو وہ لوگ کیسے مان لیتے جب کہ ان حقائق کو مان لینا بہت بڑا چیز تھا؟

اس لیے تب وہ لوگ ایمان نہیں لائے تھے اور پھر تب ہی یعنی آج سے چودہ صدیاں قبل اللہ نے جو کہا جو کہ آج کی تاریخ ہے اسے بھی آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔

سَنْرِيْهُمُ اِيْشَا فِي الْأَفَاقِ وَفِي اَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ. فصلت ۵۳

آج سے چودہ صدیاں قبل جب اللہ نے اپنے رسول محمد کے ذریعے حق کھول کھول کر واضح کر دیا بشر کی اتاریخ، بشر کی تخلیق سمیت سب کچھ کھول کھول کر رکھ دیا اور ان لوگوں نے نہ مانتاب اللہ نے کہا تھا کہ آگے چل کر مستقبل میں دیکھیں گے وہ ہماری آیات ان مقامات میں جو آج ناقابل رسائی مقامات ہیں یعنی اس وقت چودہ صدیاں قبل جو ناقابل رسائی مقامات تھے ان میں اور ان کی اپنی ہی ذات میں یہاں تک کہ حل کر واضح ہو جائے گا جو ان کو بتایا گیا جو ان پر کھول کھول کر واضح کیا گیا کہ اس میں کچھ شک نہیں یہی حق ہے نہ کہ وہ حق ہے جو نسل در نسل چلا آرہا ہے جس پر یہ ڈٹے ہوئے ہیں۔

محمد کو جب بعثت کیا گیا اور محمد رسول اللہ نے حق کھول کھول کر واضح کر دیا کہ رات اور دن کیسے آ جا رہے ہیں، اللہ کیا ہے، تمہیں کیسے خلق کیا گیا سمیت ہر موضوع کو کھول کھول کر رکھ دیا تو کوئی نہ مانا سوائے چند کے توب کہا گیا تھا کہ آگے مستقبل میں جو کہ آج کے بارے میں کہا گیا تھا کہ تب وہ لوگ جو اس وقت موجود ہوں

گے جو کہ تم ہی ہو گئے تمہاری نسلوں کی صورت میں وہ آفاق میں ہماری آیات دیکھیں گے یعنی جو محمدؐ کی بعثت کے وقت ناقابل رسائی مقامات تھے ان مقامات تک رسائی حاصل ہو جائے گی خلاؤں میں جائیں گے خود اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے کہ رات اور دن کیسے ہو رہے ہیں تب سب خود ہی مان جائیں گے جو محمدؐ کے وقت محمدؐ کے ذریعے کہا گیا جو کہ حق ہے لیکن کسی نے نہ مانا، ایسے ہی تمہیں کیسے خلق کیا گیا تاریخ بشر یعنی تمہاری تاریخ کیا ہے وہ سب بھی سامنے آجائے گا تب مان جاؤ گے کہ ہاں یہی حق ہے۔

اب جب کہ یہ بات واضح ہو چکی کہ آج سے چودہ صدیاں قبل کسی نے اس حق کو تسلیم نہیں کیا تھا اور الٹا اسی پڑھ لے رہے جو نسل درسل چلا آرہا تھا تو پھر ظاہر ہے تاریخ بشر کے بارے میں جو کہماںی بابل میں موجود ہے جو کہ نہ صرف یہودیوں اور عیساییوں کا متفقہ عقیدہ ہے بلکہ خود کو مسلمان کہلوانے والوں کا بھی وہی عقیدہ ہے یہ وہ لوگ تھے جن کے آباء اجداد ایمان نہیں لائے تھے بلکہ بعد میں موت کے ڈر سے اسلام لائے یعنی سر نذر کر دیا زبان سے مانے کا اقرار کر لیا تاکہ جان فتح جائے یوں دل میں عقائد و نظریات وہی تھے جو نسل درسل چلے آرہے تھے لیکن اوپر سے مسلم کا لیبل لگ گیا یوں جب تک ڈنڈا سر پر ہافتہ کے آگے سر نذر رہے لیکن دل میں عقائد و نظریات وہی تھے اور جب ڈنڈے کا خوف ختم ہو گیا تب تک کچھ نسلیں پیدا ہی مسلم لیبل کیسا تھا ہوئیں اب کہلاتے تو مسلم رہے مسلم سے مسلمان لیکن عقائد و نظریات تمام کے تمام وہی پرانے یہودیوں، عیساییوں اور مشرکین مکہ والے تھے کیونکہ حقیقت میں تو یہ وہی لوگ تھے بس جان بچانے کے لیے زبان سے اقرار کیا تھا خود کو اسلامی ریاست کے آگے سر نذر کر دیا تھا اور پھر بعد میں جب ڈنڈے کا خوف ختم ہو گیا اقتدار انہی کے جیسوں کو منتقل ہو گیا تو ان لوگوں نے انہیں پرانے عقائد و نظریات کا اسلام کے نام پر پرچار کرنا شروع کر دیا جو آج تک اسلام کے نام پر چلے آرہے ہیں۔ جس سے اب آپ پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو چکی کہ آدم و حوا کے نام پر مسلمان قوم میں پایا جانے والا عقیدہ سو فیصد خالص بابل کا عقیدہ ہے جو پہلے بنی اسرائیل میں پایا جاتا تھا اور جب عیسیٰ ابن مریم نے آکر کھول کھول کر واضح کیا تو عیسیٰ ابن مریم کا بھی کفر کیا گیا لیکن بعد میں جب ڈنڈا حرکت میں آیا تو ڈنڈے کے ڈر سے انہیں سر نذر کرنا پڑا لیکن دل میں وہی عقائد و نظریات تھے یوں بعد میں جب ڈنڈے کا خوف ہٹ گیا ان کے اپنے جیسوں کے ہاتھ میں اقتدار آ گیا تو یہودیت و عیسائیت اور مشرکین مکہ کا دین اسلام کے نام پر ظاہر ہو گیا جو آج تک چلا آرہا ہے۔

یہاں تک آپ پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو چکی ہے کہ تاریخ بشر سے متعلق جو کچھ بھی مسلمانوں میں پایا جاتا ہے وہ بالکل بے بنیاد و باطل ہے اس حق کا دنیا کی کوئی طاقت رذہیں کر سکتی اور نہ ہی کوئی اس کا انکار کر سکتا ہے ہر کسی کو ماننا ہو گا حسب سابق یا تو دل سے اپنی مرضی سے یا پھر بعد میں ڈنڈے سے۔

اب آتے ہیں تحقیق اور تاریخ بشر کی طرف کے قرآن اس بارے میں کیا کہتا ہے؟ اگر مسلمانوں میں پایا جانے والا عقیدہ یہودیوں و عیسائیوں والا عقیدہ ہے اور قرآن میں اس کا کہیں ذکر نہیں بلکہ الٹا قرآن اس کو رد کرتا ہے اسے باطل ثابت کرتا ہے تو پھر قرآن اس بارے میں کیا کہتا ہے اسے قرآن سے ہی آپ پر کھول کر واضح کرتے ہیں اور یہ بھی واضح کرتے ہیں کہ آج تک جو تراجم و تفاسیر کے نام پر اس عقیدے کے وقرآن سے منسوب کیا گیا اس کی حقیقت کیا ہے۔

آگے بڑھنے سے پہلے یہ جاننا بہت ضروری ہے کہ یہ قرآن آخر ہے کیا؟ کیونکہ جب تک آپ کو قرآن کے بارے میں صحیح علم نہیں ہو گا تب تک آپ حق کو نہیں پچان سکتے بلکہ الٹا کسی کے لیے بھی آپ کو گمراہ کرنا آسان ہو گا۔

اس آیت میں اللہ نے یہ بات واضح کر دی کہ اللہ نے حسن الحدیث اتاری تھی یعنی اللہ نے جو اتارا تھا وہ اپنے نزول سے لیکر الساع�ت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے اور پھر نہ صرف وہ احسن الحدیث ہے بلکہ کتاباً یعنی ایک ہی کتاب، متشابہاً یعنی وہ ایسا ہے کہ سامنے تو سب کے ہے ہر کوئی اسے دیکھ رہا ہے سن اور پڑھ رہا ہے لیکن حقیقت وہ نہیں جو سامنے نظر آ رہا ہے بلکہ حقیقت کیا ہے اس کا علم اللہ نے مکمل طور پر چھپا دیا اللہ کے علاوہ کسی کے پاس اس کا علم نہیں ہے پھر وہ مثانی بھی ہے یعنی اس میں ایسا ربط قائم ہے جیسے کہ ایک کے بعد دو، دو کے بعد تین وغیرہ جیسے جسم میں ہر عضو کا دروسے کیسا تحریط ہوتا ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ دنیا میں بہت سے لوگوں کا دعویٰ ہے کہ ان کے پاس جو ہے وہ اللہ کا اتارا ہوا ہے کوئی اللہ کہتا ہے، کوئی وشنو، کوئی برہما، کوئی دی اوس، کوئی ایل، کوئی ایشور اور کوئی گاؤں غیرہ کہتا ہے اور ہر کسی کا دعویٰ ہے کہ جو ہمارے پاس ہے وہ اسی ذات کا اتارا ہوا ہے۔ اور جب ان سب کو ان شرائط پر پرکھا جائے تو سوائے اپنے اصل متن عربی کیسا تھا قرآن کے کوئی بھی ان شرائط پر پورا نہیں اترتا جس سے یہ بات کھل کر ثابت ہو جاتی ہے کہ یہ قرآن اللہ نے اتارا تھا یہ اللہ کا اتارا ہوا ثابت ہو جاتا ہے یہاں تک کہ قرآن کے نام پر کوئی ایک بھی ترجمہ و تفسیر بھی اللہ کا اتارا ہوا ثابت نہیں ہوتا۔

اللہ نے اسی قرآن میں کہا **اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ** یعنی اللہ نے جو اتارا وہ اپنے نزول سے لیکر الساع�ت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے لیکن جب قرآن کو کھول کر دیکھا جائے تو قرآن اپنے نزول سے قبل کے واقعات سے بھرا پڑا ہے مثلاً جن رسولوں کا ذکر کیا گیا جیسا کہ نوح، عاد، هود، شمود، صالح، مدین، شعیب، ابراہیم، لوط، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، یوسف، موسیٰ عیسیٰ ابن مریم وغیرہ ہر کوئی جانتا ہے کہ سب کے سب اس قرآن سے پہلے گزرے چکے ایسے ہی قوم نوح، قوم عاد، قوم شمود، قوم مدین، قوم لوط، آل فرعون وامت بنی اسرائیل وغیرہ بھی سب کے سب اس قرآن کے نزول سے پہلے ہی گزر چکے جس سے بظاہر یہ بات سامنے آ جاتی ہے کہ قرآن اپنے دعوے میں غلط ہے یعنی ایک طرف قرآن کہہ رہا ہے کہ یہ قرآن اپنے نزول سے لیکر الساع�ت کے قیام تک کی تاریخ ہے اور دوسری طرف جب قرآن کو کھول کر دیکھا جائے تو قرآن ماضی کے واقعات سے بھرا پڑا ہے یعنی قرآن میں تو اس کے نزول کے بعد کی بجائے ماضی کی تاریخ ہے۔

اب اگر یہ بات صحیح ثابت ہو جائے تو قرآن اپنے ہی دعوے کی بنیاد پر غیر اللہ کے ہاں سے ثابت ہو جاتا ہے کیونکہ قرآن خود کہتا ہے کہ اگر تم اس میں اختلاف پا و تو یہ اللہ کے ہاں سے نہیں بلکہ غیر اللہ کے ہاں سے ہے۔ اب بظاہر تو قرآن میں اختلاف نظر آ رہا ہے لیکن یہاں یہ بات ذہن میں ہو نالازم ہے کہ قرآن کو اللہ نے متشابہاً بھی کہا ہے یعنی یہ سامنے تو سب کے ہے لیکن علم اللہ نے چھپا دیا اللہ کے علاوہ اس کا علم کسی کے پاس نہیں اور یہی وجہ ہے کہ اللہ نے اسی قرآن میں یہ کہا کہ اس قرآن کو بین کرنا یعنی کھول کر واضح کرنا کہ کہاں کیا کہا ہے یہ صرف اور صرف اللہ پر ہے اللہ کے علاوہ کوئی بھی قرآن کو بین نہیں کر سکتا اور ظاہر ہے جب قرآن متشابہاً ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن سامنے تو سب کے ہے لیکن علم اللہ نے چھپا دیا علم اللہ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں تو پھر اللہ کے علاوہ کوں ہے جو قرآن کو کھول سکے قرآن کا علم سامنے لا سکے؟ اللہ کے علاوہ کوئی بھی ایسا نہیں کر سکتا۔ اس بات کو کبھی بھی نہیں بھولنا اور اگر بظاہر اختلاف سامنے آتا ہے تو ایسا نہیں کہ آنکھیں بند کر کے اسے اختلاف ہی سمجھ لینا ہے کیونکہ اختلاف دو ہی صورتوں میں سامنے آتا ہے پہلی صورت کسی بات، کسی نکتے یا پہلو کا چھپے رہ جانا جس وجہ سے اصل نتیجے تک نہ پہنچنا اور دوسری صورت کو واقعی اختلاف ہونا یعنی شیئے کا غلط ہونا باطل ہونا۔

قرآن کے لیے دوسری صورت تو ممکن ہی نہیں ہاں البتہ پہلی صورت نہ صرف ممکن ہے بلکہ وہی ہے کیونکہ جب قرآن ہے ہی متشابہاً تو پھر ظاہر ہے جب تک اللہ قرآن کو بین نہیں کرتا یعنی کھول کر واضح نہیں کرتا کوئی بھی اصل نتیجے تک نہیں پہنچ سکے گا بلکہ جگہ جگہ اسے اختلاف کا ہی سامنا کرنا پڑے گا۔

قرآن میں اختلاف نہیں ہے یعنی قرآن جب کہہ رہا ہے کہ وہ اپنے نزول سے لیکر الساع�ت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے تو پھر حق یہی ہے اور جو اس کے برعکس بظاہر قرآن اپنے نزول سے پہلے کی تاریخ نظر آ رہا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے اسی قرآن میں بالکل کھول کر واضح کر دیا کہ اس قرآن میں نہ

صرف وہ سب کا سب موجود ہے چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے اس واقعے کا ذکر ہے تاریخ ہے جو بھی اس کے نزول سے لیکر الساع�ت کے قیام تک انسانوں کو پیش آنا ہے یا ہونا ہے بلکہ اللہ نے وہ سب کا سب الاولین کی مثلوں سے اتارا۔ یعنی اس قرآن میں جو ماضی کی اقوام کا ذکر ملتا ہے وہ ان کا ذکر نہیں ہے بلکہ ان کی مثلوں سے بعد والوں کا ذکر ہے بعد والوں کی تاریخ ہے اور اسی کا ذکر بھی اللہ نے قرآن میں کر دیا کہ الاولین یعنی جو اس قرآن کے نزول سے پہلے اس دنیا میں آباد تھے انہیں نہ صرف گزارا ہوا کر دیا بلکہ مثل کر دیا بعد والوں کے لیے جس سے یہ بات کھول کرو اضخم کر دی گئی کہ قرآن میں جہاں بھی الاولین کا ذکر ملتا ہے وہ ان کی تاریخ نہیں ہے بلکہ ان کی صورت میں قرآن کے نزول سے لیکر الساع�ت کے قیام تک کے لوگوں کا ذکر ہے ان کی تاریخ ہے اور پھر اللہ نے قرآن میں یہ بھی واضح کر دیا قرآن کی آیات اس وقت تک ہیں نہیں ہوں گی قرآن اس وقت تک ہیں نہیں ہو گا جب تک کہ جس واقعے کی تاریخ ہے وہ رونما نہیں ہو جاتا جب جب جیسے جیسے کوئی واقعہ رونما ہو گا تو اس وقت جو لوگ موجود ہوں گے قرآن کی اس واقعے کی تاریخ پر متنی آیات یاددا دیں گی کہ یہ تھا وہ واقعہ جس کی آج سے قبل اس قرآن کے نزول کے وقت ہی ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی تھی یوں اس واقعے پر متنی آیات کھل کر واضح ہو جائیں گی اور کوئی بھی آیت اس وقت تک نہیں کھلے گی جب تک کہ وہ واقعہ وقوع پذیر نہیں ہوتا جس کی وہ آیت تاریخ ہے۔ اب اگر آپ قرآن میں کہیں بھی یہ کہتے ہیں کہ جو سامنے نظر آ رہا ہے وہ حقیقت ہے تو اس کا مطلب بالکل کھل کرو واضح ہے کہ آپ نہ صرف قرآن کے احسن المحدث ہونے کا کفر کر رہے ہیں بلکہ قرآن کے مشابہ ہونے کا بھی کفر کر رہے ہیں اس کے علاوہ آپ قرآن میں آیات ہونے کا بھی کفر کر رہے ہیں اور آپ کا دعویٰ ہو گا کہ قرآن میں مثلیں نہیں بلکہ اساطیر الاولین ہیں۔

یہ بات واضح کرنے کا مقصد ہی یہی تھا تا کہ آپ جان لیں کہ جب قرآن اپنے نزول سے لیکر الساع�ت کے قیام تک کی تاریخ ہے اس میں آیات ہیں اور کوئی بھی آیت اس وقت تک کھل کرو واضح نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ واقعہ نہیں ہو جاتا جس واقعے کی وہ آیت تاریخ ہے تو پھر کوئی بھی قرآن کی تفسیر کیسے کر سکتا ہے؟ جب قرآن ہے ہی مشابہاً تو پھر کوئی بھی قرآن کا ترجمہ کیسے کر سکتا ہے؟ اللہ کے علاوہ کوئی بھی قرآن کو ہیں کیسے کر سکتا ہے؟ نہ تو کوئی بھی انسان قرآن کو ہیں کر سکتا ہے یعنی قرآن کی تفسیر کر سکتا ہے اور نہ ہی قرآن کا ترجمہ کیا جا سکتا ہے اور اگر کوئی بھی انسان ایسا کرتا ہے یا کرنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ اللہ کے ہاں مجرم ثابت ہو جائے گا ایسا کرنے والا صرف اور صرف شیطان ہی ہو گا جس کا مقصد انسانوں کو حق کی طرف جانے سے اللہ کی طرف جانے سے روکنا ہو گا خواہ وہ ایسا جان بوجھ کر کرے یا پھر علم نہ ہونے کی بنیاد پر محض جذبات میں آ کر ایسا کرے۔

اب آپ سے سوال ہے کہ جب قرآن اپنے نزول سے لیکر الساع�ت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے قرآن مشابہاً ہے تو پھر قرآن کے تراجم و تفاسیر کے نام پر جو بابل کے وضع کردہ عقائد و نظریات کو قرآن پر چسپاں کیا گیا کیا وہ حق ہو سکتے ہیں؟ نہیں بالکل نہیں۔

اس لیے یہ بات جان لیں کہ آج تک جو آدم و حوا اور شیطان کے نام سے جو کہانی گھر رکھی ہوئی ہے اس کا حق کیسا تھا کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی قرآن میں اس کا کہیں بھی کوئی ذکر ہے یہاں تک کہ اس کا قرآن میں مشابہ تک نہیں بلکہ قرآن میں تو اللہ نے اس کے نزول سے لیکر الساع�ت کے قیام تک کی تاریخ اتاری ہے الاولین کی مثلوں سے۔ اگر تو یہ کہانیاں قرآن کے نزول سے لیکر الساع�ت کے قیام تک کے دوران کسی واقعہ کی تاریخ ثابت ہوتی ہیں تو بلاشب و شبہ وہ حق ہے اور اگر نہیں تو پھر وہ حق نہیں بلکہ بے بنیاد و باطل ہے جہالت ہے، سو فیصلہ ہر لحاظ سے کھلم کھلا گمراہیاں ہیں اور آپ جانتے ہیں کہ ان دیومالائی کہانیوں کے قرآن کے نزول سے لیکر الساع�ت کے قیام تک کی تاریخ کیسا تھا کوئی تعلق نہیں بلکہ بے بنیاد و من گھڑت اور دیومالائی قصے و کہانیاں ہیں جو کہ پہلے سے یہودیوں و عیسائیوں میں موجود تھیں اور انہی سے اخذ کی گئیں۔

یہ بات کھول کرو واضح کر دیجئے جانے کے باوجود ایک طرف بابل میں مذکور اس کہانی کو آپ کے سامنے رکھتے ہیں اور دوسری طرف قرآن کے تراجم کے نام پر

شیاطین کا کلام بھی آپ کے سامنے رکھتے ہیں جس سے آپ پر مزید کھل کر واضح ہو جائے گا کہ یہ دین وہ دین نہیں جسے محمد رسول اللہ نے واضح کیا تھا بلکہ یہ وہی بے بنیاد و باطل عقائد و نظریات ہیں جو بنی اسرائیل میں یہودیت سے نسل درسل چلے آرہے ہیں۔

اب آئیں قرآن سے منسوب کردہ بائل کی آدم و حوا کے نام پر کہانی کی حقیقت کی طرف اسے ہر لحاظ سے اور ہر پبلو سے کھول کھول کر آپ پر واضح کرتے ہیں۔ سب سے پہلے ان آیات کے تراجم کے نام پر شیاطین مجرمین کے کلام کو آپ کے سامنے رکھتے ہیں اس کے بعد اس کی حقیقت کھول کر واضح کرتے ہیں۔ درج ذیل ان آیات کا ترجمہ ہے اور مترجم کا نام ”فتح محمد جاندھری“ ہے جس پر تمام کے تمام فرقے متفق ہیں۔

البقرة: ”وَهِيَ تُوَهِّبُهُ بِسْبَبِ كُلِّ مَا يَرَى إِلَيْهِ الْمُكْثُرُونَ“ (۲۹) اور (وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے) جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں (اپنا) نائب بنانے والا ہوں۔ انہوں نے کہا۔ کیا تو اس میں ایسے شخص کو نائب بنانا چاہتا ہے جو خرابیاں کرے اور کشت و خون کرتا پھرے اور ہم تیری تعریف کے ساتھ تسبیح و تقدیس کرتے رہتے ہیں۔ (خدا نے) فرمایا میں وہ بتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے (۳۰) اور اس نے آدم کو سب (چیزوں کے) نام سکھائے پھر ان کو فرشتوں کے سامنے کیا اور فرمایا کہ اگر تم سچ ہو تو مجھے ان کے نام بتاؤ (۳۱) انہوں نے کہا، تو پاک ہے۔ جتنا علم تو نہ ہمیں بخشندا ہے، اس کے سوا ہمیں کچھ معلوم نہیں۔ بے شک تو دانا (اور) حکمت والا ہے (۳۲) (تب) خدا نے (آدم کو) حکم دیا کہ آدم! تم ان کو ان (چیزوں) کے نام بتاؤ۔ جب انہوں نے ان کو ان کے نام بتائے تو (فرشتوں سے) فرمایا کیوں میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی (سب) پوشیدہ بتیں جانتا ہوں اور جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو پوشیدہ کرتے ہو (سب) مجھ کو معلوم ہے (۳۳) اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے آگے سجدہ کرو تو وہ سجدے میں گرپڑے مگر شیطان نے انکار کیا اور غرور میں آ کر کافر بن گیا (۳۴) اور ہم نے کہا کہ اے آدم تم اور تمہاری بیوی بہشت میں رہو اور جہاں سے چاہو بے روک ٹوک کھاؤ (پیو) لیکن اس درخت کے پاس نہ جانا نہیں تو ظالموں میں (داخل) ہو جاؤ گے (۳۵) پھر شیطان نے دونوں کو وہاں سے پھسلا دیا اور جس (عیش و نشاط) میں تھے، اس سے ان کو نکلوادیا۔ تب ہم نے حکم دیا کہ (بہشت بریں سے) چلے جاؤ۔ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو، اور تمہارے لیے زمین میں ایک وقت تک ٹھکانا اور معاش (مقرر کر دیا گیا) ہے (۳۶) پھر آدم نے اپنے پروردگار سے کچھ کلمات سیکھے (اور معافی مانگی) تو اس نے ان کا قصور معاف کر دیا بے شک وہ معاف کرنے والا (اور) صاحبِ رحم ہے (۳۷) ہم نے فرمایا کہ تم سب یہاں سے اتر جاؤ جب تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت پہنچ تو (اس کی پیروی کرنا کہ) جنہوں نے میری ہدایت کی پیروی کی ان کو نہ کچھ خوف ہو گا اور نہ وہ غمنا ک ہوں گے (۳۸) اور جنہوں نے (اس کو) قبول نہ کیا اور ہماری آئیوں کو جھٹلایا، وہ دوزخ میں جانے والے ہیں (اور) وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے (۳۹)

الاعراف: اور ہم ہی نے تم کو (ابتداء میں مٹی سے) پیدا کیا پھر تمہاری صورت شکل بنائی پھر فرشتوں کو حکم دیا آدم کے آگے سجدہ کرو تو (سب نے) سجدہ کیا لیکن ابلیس کو وہ سجدہ کرنے والوں میں (شامل) نہ ہوا (۱۱) (خدا نے) فرمایا جب میں نے تجھ کو حکم دیا تو کس چیز نے تجھے سجدہ کرنے سے باز رکھا۔ اس نے کہا کہ میں اس سے افضل ہوں۔ مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے بنایا ہے (۱۲) فرمایا تو (بہشت سے) اتر جا تجھے شایاں نہیں کہ یہاں غرور کرے پس نکل جا۔ تو ذیل ہے (۱۳) اس نے کہا کہ مجھے اس دن تک مہلت عطا فرماجس دن لوگ (قبوں سے) اٹھائے جائیں گے (۱۴) فرمایا (اچھا) تجھ کو مہلت دی جاتی ہے (۱۵) (پھر) شیطان نے کہا مجھے تو تو نے ملعون کیا ہی ہے میں بھی تیرے سیدھے رستے پر ان (کو گمراہ کرنے) کے لیے

بیٹھوں گا ﴿۱۶﴾ پھر ان کے آگے سے اور پیچھے سے دائیں سے اور بائیں سے (غرض ہر طرف سے) آؤں گا (اور ان کی راہ ماروں گا) اور تو ان میں اکثر کوشکر گزار نہیں پائے گا ﴿۱۷﴾ (خدا نے) فرمایا، نکل جا۔ یہاں سے پا جی۔ مردود جو لوگ ان میں سے تیری پیروی کریں گے میں (ان کو اور تجھ کو جہنم میں ڈال کر) تم سب سے جہنم کو بھر دوں گا ﴿۱۸﴾ اور ہم نے آدم (سے کہا کہ) تم اور تمہاری بیوی بہشت میں رہو ہو اور جہاں سے چا ہو (اور جو چا ہو) نوش جان کرو مگر اس درخت کے پاس نہ جاؤ ورنہ گنہگار ہو جاؤ گے ﴿۱۹﴾ تو شیطان دونوں کو بہکانے لگتا کہ ان کی ستر کی چیزیں جوان سے پوشیدہ تھیں کھول دے اور کہنے لگا کہ تم کو تمہارے پروردگار نے اس درخت سے صرف اس لیے منع کیا ہے کہ تم فرشتے نہ بن جاؤ یا ہمیشہ جیتے نہ رہو ﴿۲۰﴾ اور ان سے قسم کھا کر کہا میں تو تمہارا خیر خواہ ہوں ﴿۲۱﴾ غرض (مردود نے) دھوکہ دے کر ان کو (معصیت کی طرف) کھینچ ہی لیا جب انہوں نے اس درخت (کے پھل) کو کھالیا تو ان کی ستر کی چیزیں کھل گئیں اور وہ بہشت کے (درختوں کے) پتے توڑ توڑ کر اپنے اوپر چپکانے لگے اور (ستر چھپانے لگے) تب ان کے پروردگار نے ان کو پکارا کہ کیا میں نے تم کو اس درخت (کے پاس جانے) سے منع نہیں کیا تھا اور جتنا نہیں دیا تھا کہ شیطان تمہارا حکلم کھلا دشمن ہے ﴿۲۲﴾ دونوں عرض کرنے لگے کہ پروردگار ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہمیں نہیں بخشے گا اور ہم پر حرم نہیں کرے گا تو ہم تباہ ہو جائیں گے ﴿۲۳﴾ (خدا نے) فرمایا (تم سب بہشت سے) اتر جاؤ (اب سے) تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمہارے لیے ایک وقت (خاص) تک زمین پر ٹھکانہ اور (زندگی کا) سامان (کر دیا گیا) ہے ﴿۲۴﴾ (یعنی) فرمایا کہ اسی میں تمہارا جینا ہو گا اور اسی میں مرنا اور اسی میں سے (قیامت کو زندہ کر کے) نکالے جاؤ گے ﴿۲۵﴾ اے بنی آدم ہم نے تم پر پوشاک اتنا ری کہ تمہارا استڑھا نکے اور (تمہارے بدن کو) زینت (دے) اور (جو) پرہیز گاری کا لباس (ہے) وہ سب سے اچھا ہے۔ یہ خدا کی نشانیاں ہیں تاکہ لوگ نصیحت پکڑیں ﴿۲۶﴾ اے بنی آدم (دیکھنا کہیں) شیطان تھیں بہکانے دے جس طرح تمہارے ماں باپ کو (بہکا کر) بہشت سے نکلا دیا اور ان سے ان کے کپڑے اتروادیئے تاکہ ان کے ستر ان کو کھول کر دکھادے۔ وہ اور اس کے بھائی تم کو ایسی جگہ سے دیکھتے رہے ہیں جہاں سے تم ان کو نہیں دیکھ سکتے ہم نے شیطانوں کو انہیں لوگوں کا رفیق کا رہنا یا ہے جو ایمان نہیں رکھتے ﴿۲۷﴾

اور ہم نے انسان کو ہنکھنا تے سڑے ہوئے گارے سے پیدا کیا ہے ﴿۲۸﴾ اور جنوں کو اس سے بھی پہلے بیدھوئیں کی آگ سے پیدا کیا تھا ﴿۲۹﴾ اور جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں ہنکھنا تے سڑے ہوئے گارے سے ایک بشر بنانے والا ہوں ﴿۳۰﴾ جب اس کو (صورت انسانیہ میں) درست کرلوں اور اس میں اپنی (بے بہا چیز یعنی) روح پھونک دوں تو اس کے آگے سجدے میں گر پڑنا ﴿۳۱﴾ تو فرشتے تو سب کے سب سجدے میں گر پڑے ﴿۳۲﴾ مگر شیطان کہ اس نے سجدہ کرنے والوں کے ساتھ ہونے سے انکار کر دیا ﴿۳۳﴾ (خدا نے) فرمایا کہ ایسیں! تجھے کیا ہوا کہ تو سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا ﴿۳۴﴾ (اس نے) کہا کہ میں ایسا نہیں ہوں کہ انسان کو جس کو تو نے ہنکھنا تے سڑے ہوئے گارے سے بنایا ہے سجدہ کروں ﴿۳۵﴾ (خدا نے) فرمایا ہے تو مردود ہے ﴿۳۶﴾ اور جو تھا پر قیامت کے دن تک لعنت (بر سے گی) ﴿۳۷﴾ (اس نے) کہا کہ پروردگار مجھے اس دن تک مهلت دے جب لوگ (مرنے کے بعد) زندہ کئے جائیں گے ﴿۳۸﴾ فرمایا کہ تجھے مهلت دی جاتی ہے ﴿۳۹﴾ وقت مقرر (یعنی قیامت) کے دن تک ﴿۴۰﴾ (اس نے) کہا کہ پروردگار جیسا تو نے مجھے رستے سے الگ کیا ہے میں بھی زمین میں لوگوں کے لیے (گناہوں) کو آراستہ کر دکھاؤں گا اور سب کو بہکاؤں گا ﴿۴۱﴾ ہاں ان میں جوتیرے مخلص بندے ہیں (ان پر قابو چلانا مشکل ہے) ﴿۴۲﴾ (خدا نے) فرمایا کہ مجھ تک (پہنچنے کا) یہی سیدھا راستہ ہے ﴿۴۳﴾ جو میرے (مخلص) بندے ہیں ان پر تجھے کچھ قدرت نہیں (کہ ان کو گناہ میں ڈال سکے) ہاں بدرا ہوں میں سے جوتیرے پیچھے چل پڑے ﴿۴۴﴾ اور ان سب کے وعدے کی جگہ جہنم ہے ﴿۴۵﴾

الاسراء: اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا۔ بولا کہ بھلا میں ایسے شخص کو سجدہ کرو جس کو تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے ﴿۲۱﴾

الکھف: اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس (نے نہ کیا) وہ جنات میں سے تھا تو اپنے پروردگار کے حکم سے باہر ہو گیا۔ کیا تم اس کی اولاد کو میرے سوا دوست بناتے ہو۔ حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں (اور شیطان کی دوستی) ظالموں کے لئے (خدا کی دوستی کا) برا بدل ہے ﴿۵۰﴾

طہ: اور ہم نے پہلے آدم سے عہد لیا تھا مگر وہ (اسے) بھول گئے اور ہم نے ان میں صبر و ثبات نہ دیکھا ﴿۱۵﴾ اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کے آگے سجدہ کرو تو سب سجدے میں گر پڑے مگر ابلیس نے انکار کیا ﴿۱۶﴾ ہم نے فرمایا کہ آدم یہ تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے تو یہ کہیں تم دونوں کو بہشت سے نکلوانہ دے۔ پھر تم تکلیف میں پڑ جاؤ ﴿۱۷﴾ یہاں تم کو یہ (آسائش) ہو گئی کہ نہ بھوکے رہونے نگئے ﴿۱۸﴾ اور یہ کہ نہ پیاسے رہو اور نہ دھوپ کھاؤ ﴿۱۹﴾ تو شیطان نے ان کے دل میں وسوسة ڈالا۔ (اور) کہا کہ آدم بھلا میں تم کو (ایسا) درخت بتاؤں (جو) ہمیشہ کی زندگی کا (ثمرہ دے) (اور) (ایسی) بادشاہت کہ کبھی زائل نہ ہو ﴿۲۰﴾ تو دونوں نے اس درخت کا پھل کھالیا تو ان پر ان کی شرمگاہیں ظاہر ہو گئیں اور وہ اپنے (بدنوں) پر بہشت کے پتے چکانے لگے۔ اور آدم نے اپنے پروردگار کے حکم خلاف کیا تو (وہ اپنے مطلوب سے) یہاں ہو گئے ﴿۲۱﴾ پھر ان کے پروردگار نے ان کو نواز اتوان پر مہربانی سے توجہ فرمائی اور سیدھی راہ بتائی ﴿۲۲﴾ فرمایا کہ تم دونوں یہاں سے نیچے اتر جاؤ۔ تم میں بعض بعض کے دشمن (ہوں گے) پھر اگر میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آئے تو جو شخص میری ہدایت کی پیروی کرے گا وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ تکلیف میں پڑے گا ﴿۲۳﴾ اور جو میری نصیحت سے منہ پھیرے گا اس کی زندگی تک ہو جائے گی اور قیامت کو ہم اسے انداھا کر کے اٹھائیں گے ﴿۲۴﴾

ص: کہہ دو کہ یہ ایک بڑی (ہولناک چیز کی) خبر ہے ﴿۲۵﴾ جس کو تم دھیان میں نہیں لاتے ﴿۲۶﴾ مجھ کو اد پر کی مجلس (والوں) کا جب وہ جھگڑتے تھے کچھ بھی علم نہ تھا ﴿۲۷﴾ میری طرف تو یہی وجہ کی جاتی ہے کہ میں کھلم کھلا ہدایت کرنے والا ہوں ﴿۲۸﴾ جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں مٹی سے انسان بنانے والا ہوں ﴿۲۹﴾ جب اس کو درست کرلوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو اس کے آگے سجدے میں گر پڑنا ﴿۳۰﴾ تو تمام فرشتوں نے سجدہ کیا ﴿۳۱﴾ مگر شیطان اکثر بیٹھا اور کافروں میں ہو گیا ﴿۳۲﴾ خدا نے فرمایا کہ اے ابلیس جس شخص کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا اس کے آگے سجدہ کرنے سے تجھے کس چیز نے منع کیا۔ کیا تو غور میں آگیا یا اونچے درجے والوں میں تھا؟ ﴿۳۳﴾ بولا کہ میں اس سے بہتر ہوں (کہ) تو نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے بنایا ﴿۳۴﴾ فرمایا یہاں سے نکل جاتو مردو دھے ﴿۳۵﴾ اور تجھ پر قیامت کے دن تک میری لعنت (پڑتی) رہے گی ﴿۳۶﴾ کہنے لگا کہ میرے پروردگار مجھے اس روز تک کہ لوگ اٹھائے جائیں مہلت دے ﴿۳۷﴾ فرمایا کہ تجھ کو مہلت دی جاتی ہے ﴿۳۸﴾ اس روز تک جس کا وقت مقرر ہے ﴿۳۹﴾ کہنے لگا کہ مجھے تیری عزت کی قسم میں ان سب کو بہکتا تار ہوں گا ﴿۴۰﴾ سوا ان کے جو تیرے خالص بندے ہیں ﴿۴۱﴾ فرمایا یقین (ہے) اور میں بھی یقین کہتا ہوں ﴿۴۲﴾ کہ میں تجھ سے اور جو ان میں سے تیری پیروی کریں گے سب سے جہنم کو بھر دوں گا ﴿۴۳﴾

قرآن میں جن مقامات سے آدم و حوانا می کہانی اخذ کی جاتی ہے ان مقامات کا ان لوگوں کا کیا گیا ترجمہ آپ کے سامنے ہے اگر آپ ایک طرف اس ترجیح کو رکھیں اور دوسرا طرف بائبل میں اسی موضوع پر پیش کیے گئے نظر یہ کو دیکھیں تو آپ پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جائے گی کہ یہ ترجمہ سو فیصد بائبل ہے جسے قرآن کے ترجمے کے نام پر قرآن سے منسوب کر دیا گیا یعنی جو ترجمے کے نام پر قرآن سے منسوب کیا گیا یہ بالکل وہی ہے جو بائبل میں لکھا ہوا ہے جو محمد کی بعثت سے قبل ہی نسل در نسل چلا آ رہا تھا۔

اس ترجمے ہی کی بنیاد پر یہ کہانی گھڑی گئی کہ اللہ نے زمین کو بنانے کے بعد سب سے پہلے بشر کا مٹی سے پتلا بنا یا اور پھر جب اس میں روح پھونک دی تو وہ جیتا جا گتا پہلا انسان بن گیا جس کا نام آدم تھا۔ روح پھونکنے کے بعد اللہ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا لیکن ابلیس نے سجدہ نہ کیا، ابلیس نے تکبر کرتے ہوئے آدم کو حجہ کرنے سے انکار کر دیا جس وجہ سے ابلیس اللہ کے ہاں عین قرار پایا۔ پھر کہا جاتا ہے کہ ابلیس ہی شیطان ہے جس نے دعویٰ کیا تھا کہ میں آدم اور اس کی بیوی اور ان کی اولاد کو بہکاؤں گا ان کیستہ دشمنی کروں گا جس کے لیے اس نے اللہ سے قیامت تک کے لیے مہلت مانگی تو اللہ نے ابلیس شیطان کو مہلت و اجازت دے دی۔

اس کے بعد اللہ نے آدم اور اس کی بیوی حوا کو جو آدم کی پسلی سے بنائی گئی تھی انہیں جنت میں بسادیا اور جنت آسمانوں میں کہیں ہے۔ آدم اور اس کی بیوی حوا کو جنت میں بسانے کے بعد اللہ نے انہیں کہا کہ اس درخت کا پھل مت کھانا اس کے قریب بھی نہ جانا لیکن اس کے باوجود شیطان نے آدم کو بہکادیا اور آدم نے اس درخت کا پھل کھالیا جس وجہ سے ان کے کپڑے اتر گئے اور پھر شرم کے مارے دونوں میاں بیوی اپنی شرم گاہوں کو جنت کے درختوں کے پتوں سے ڈھانپنے لگے تو اللہ نے ان پر کپڑے کا لباس اتارا۔ آدم کے اس گناہ کی وجہ سے انہیں جنت سے نکال کر اس زمین پر اتابار دیا اس کے بعد آدم اور اس کی بیوی حوا نے توبہ کی تو اللہ نے ان کی توبہ قبول کرتے ہوئے انہیں دین دیا کہ تم اس دین پر عمل کرو گے تو تمہیں واپس جنت میں داخل کروں گا اور اگر تم نے دین پر عمل نہ کیا تو تمہیں جہنم میں ڈالوں گا اور وہ دین بھی اسلام ہے جو آج دنیا میں اسلام کے نام پر جانا جاتا ہے۔

ترجمہ کی بنیاد پر گھڑی جانے والی دیومالائی کہانی کو اگر صحیح مان لیا جائے تو سب سے پہلی بات ہی یہ ہے کہ قرآن کے احسن الحدیث ہونے کا کفر ہو جاتا ہے یعنی قرآن اپنے نزول سے لیکر الساعۃ کے قیام تک کی تاریخ نہیں ہے۔ دوسری بات کہ قرآن کے تشاہیا ہونے کا بھی کفر ہو جاتا ہے کہ قرآن میں جو کچھ بھی سامنے نظر آ رہا ہے اصل حقیقت یہی ہے نہ کہ قرآن میں جو سامنے نظر آ رہا ہے وہ اصل حقیقت نہیں بلکہ اصل حقیقت کا علم اللہ نے چھپا دیا قرآن کا علم اللہ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں۔ تیسرا بات کہ قرآن کے اس دعوے کا بھی کفر ہو جاتا ہے جو قرآن میں اللہ کا کہنا ہے قرآن کو اللہ کے علاوہ کوئی بھی بین نہیں کر سکتا یعنی کھول کر واضح نہیں کر سکتا کہ اس میں کہاں کہاں کیا کہا گیا۔ چوتھی بات کہ قرآن میں آیات ہیں اس کا بھی کفر ہو جاتا ہے یعنی قرآن میں آیات نہیں ہیں بلکہ قرآن بین ہے مطلب یہ کہ قرآن میں جو کچھ بھی سامنے لکھا نظر آ رہا ہے یہ حکلم کھلا اصل حقیقت ہے حالانکہ اس کے برعکس آیت کہتے ہیں جو سامنے نظر آ رہا ہے وہ اصل اور مکمل حقیقت نہیں بلکہ وہ اس کا انتہائی چھوٹا سا پہلو ہے باقی پوری شے، ذات یا بات اس کے پیچے چھپا دی گئی وہ اس وقت تک سامنے نہیں آ سکتی جب تک کہ اس میں غور نہ کیا جائے یعنی اس کی گہرائی میں نہ جایا جائے۔ اس کے علاوہ بھی بہت کچھ ایسا ہے جس کا کفر ہو جاتا ہے اور پھر کچھ سوالات بھی پیدا ہوتے ہیں جن میں سے چند ایک آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔

مثلاً کہا جاتا ہے کہ آدم نامی پہلے بشر کو بنانے کے بعد فرشتوں کو سجدے کا حکم دیا گیا اور ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب آپ خود یہ کہہ رہے ہیں کہ سجدہ کرنے کا حکم فرشتوں کو دیا گیا نہ کہ ابلیس کو تو پھر ابلیس کے سجدہ کرنے یا انکار کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ اس کے لیے تو حکم

تھا ہی نہیں، تو آخر اس نے انکار کیوں کیا جب کہ اس کے لیے حکم تو تھا، ہی نہیں؟

قرآن نے خود واضح کر دیا کہ ابليس تو تھا ہی جن اور پھر یہ بھی واضح کر دیا کہ جن کو آگ سے خلق کیا گیا ہے اور ملائکہ جنہیں یہ لوگ فرشتے قرار دیتے ہیں وہ تونر ہیں اب جب حکم الملائکہ کے لیے تھا اور ابليس کے لیے تو حکم تھا ہی نہیں تو وہ کس بنیاد پر سجدہ کرتا یا انکار کر سکتا تھا؟ یہ ایسا سوال ہے کہ جس سوال نے ان کی آدم و ابليس کے نام پر گھٹری ہوئی دیو مالائی کہانی پر کاری ضرب لگا دی لیکن ان لوگوں نے اپنے بے بنیاد باطل عقائد و نظریات کو بچانے کے لیے طرح طرح کی کہانیاں گھٹریں اس کے باوجود یہ لوگ کسی کو بھی مطمئن نہ کر سکے بلکہ جہاں ان کو ذلیل و رسوا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے یہ لوگوں پر خوف مسلط کر کے اپنی بات کو آنکھیں بند کر کے ماننے پر مجبور کرتے ہیں۔

اس سوال سمیت باقی جتنے بھی اعتراضات سامنے لائے گئے ان کی بنیاد پر یہودیوں سے لیکر آج تک نسل درنسل چلا آنے والے اس عقیدے و نظریے کی حقیقت بالکل کھل کر چاک ہو چکی ہے کہ یہ بالکل بے بنیاد و باطل ہے جس کا حق کیسا تھک کوئی تعلق نہیں سوائے اس کے کہ یہ باطل ہے اور اس کی وجہ سے آج تک اکثریت گمراہیوں کا شکار ہوئی۔

قرآن میں کہیں پر بھی ایسا کچھ بھی نہیں کہا گیا جو کچھ تراجم میں موجود ہے جو پہلے باطل میں موجود تھا اور قرآن کے نزول سے پہلے سے ہی نسل درسل چلا آ رہا ہے بلکہ قرآن اس کا رد کرتے ہوئے اسے باطل و بے بنیاد ثابت کرتے ہوئے حق کھول کر واضح کرتا ہے جیسا کہ سب سے پہلے قرآن ہی کی آیات سے آپ پر واضح کرتے ہیں کہ سجدے کا حکم کب اور کسے دینے جانے کا ذکر کیا گیا۔

اب سب سے پہلے آپ پر قرآن ہی سے یہ واضح کرتے ہیں کہ کیا آدم اس دنیا کا سب سے پہلا بشر تھا یا پھر یہ بات بالکل من گھڑت، بے بنیاد و باطل ہے اور حقیقت اس کے بر عکس کچھ اور ہے۔ سورۃ آمل عمران کی درج ذیل آیت میں اللہ کا کہنا ہے۔

**إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ.** آل عمران ٣٣

اَنَّ اللَّهَ اصْطَفَى ادَمَ اسْ آیت میں اصطفی کا استعمال اس نظریے کو بالکل بے بنیاد و باطل ثابت کر دیتا ہے کہ آدم کوئی اس دنیا کا پہلا بشر تھا کیونکہ اصطفی کے معنی ہیں بہت سوں میں سے کسی کا انتخاب کیا جانا اور یہ انتخاب خود سے نہیں بلکہ جو سامنے موجود ہیں ان میں موجود صلاحیتوں کے اعتبار سے کسی کا انتخاب کرنا۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ آدم ایک بشر تھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جب آدم کا انتخاب کیا گیا تب اس کے علاوہ اور بھی بہت سے بشر موجود تھے جن میں سے آدم کا انتخاب کیا گیا جس سے اس عقیدے نظریے کی بنیاد ہی ختم ہو جاتی ہے۔

اگر یہ مان لیا جائے کہ آدم ایک بشر تھا تو اس آیت کی بنیاد پر اور بھی بہت سے بشر موجود تھے جس میں سے آدم نامی بشر کا انتخاب کیا گیا لیکن آیت اس بات کی بھی نفی کر دیتی ہے کہ آدم کسی بشر کا نام تھا۔ اور اس وقت اور بھی بہت سے بشر موجود تھے کیونکہ آیت کے آخر میں ”علی العالمین“ کے الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے۔ مخصوص عالمین میں سے صلاحیتوں و صفات کی بنیاد پر آدم کا انتخاب کیا گیا۔ مخصوص عالمین کو سمجھنے کے لیے پہلے عالمین کو سمجھنا لازم ہے۔ عالمین بنا ہے عالم سے اور عالم بنا ہے علم سے، عالم کہتے ہیں وجد کا اپنے آپ میں علم ہونا جیسے کہ اگر آپ درخت کی مثال لے لیں تو درخت نہ صرف وجود ہے بلکہ جس علم سے وہ وجود میں آیا چوکچھ بھی وہ ہے اس میں وہ سب علم موجود ہے جس وجہ سے درخت کو عربی میں عالم کہا جا سکتا ہے ایسے ہی آسمانوں و زمین میں جو کچھ بھی ہے یعنی ہر مخلوق اپنے آپ میں عالم ہے یوں آسمانوں و زمین میں جو کچھ بھی ہے وہ سب کے سب عالمین کھلائیں گے اور اب دیکھنا یہ ہے کہ ان میں سے مخصوص عالمین کون سے وجود یعنی کون تی مخلوقات ثابت ہوتی ہیں۔

جب مجموعی طور پر عالمین یعنی آسمانوں و زمین کی مخلوقات کو سامنے رکھا جائے اور انہیں ایک دوسرے پر ترجیح دی جائے تو دو طرح کی مخلوقات سامنے آئیں گی ایک تو سب کی سب اور دوسرا ان میں سے کچھ مخصوص ہو جاتی ہیں وہ جن میں جان ہے جو حرکت کرتی ہیں جو آسمانوں و زمین پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت رکھتی ہیں جنہیں عربی میں الدلیل یا دو اب کہا جاتا ہے۔

العالمین و مخلوقات جو کہ مخصوص ثابت ہوتی ہیں اور وہ ہیں آسمانوں و زمین میں تمام کی تمام حرکت کرنے والی مخلوقات جن میں تیر کر، رینگ کر، چل کر اور اڑ کر حرکت کرنے والی تمام مخلوقات آجاتی ہیں، یہ ہیں العالمین ان میں سے آدم کا انتخاب کیا گیا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان میں سے آدم کا انتخاب کیا گیا تو آدم کیا ہے؟ تو اس سوال کا جواب پہلے سے ہی واضح ہے کہ دیکھیں جتنی بھی حرکت کرنے والی مخلوقات ہیں ان میں سے وہ کون ہے جس کا انتخاب کیا گیا یعنی جس کو زمین پر اختیار دیا گیا؟ جسے زمین پر اختیار دیا گیا اسی کو اللہ نے قرآن میں آدم کہا۔ اور ہر ایک پر واضح ہے کہ زمین پر اختیار تو اس بشر کو دیا گیا جو کہ انسان ہیں تو پھر آپ خود فیصلہ کریں کہ آدم کون ہوا؟ کیا آدم اس بشر کے علاوہ کوئی اور ہے یا ہو سکتا ہے؟ نہیں بالکل نہیں بلکہ یہی بشر ہی آدم ہے۔

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى ادَمَ وَنُوحًا وَالْإِبْرَاهِيمَ وَالْعِمَرَنَ عَلَى الْعَالَمِينَ۔ آل عمران ۳۳

جب آسمانوں و زمین یعنی زمین اور اس کے گرد گیسوں کی سات تھوں کو خلق کر لیا گیا تو اس کے بعد زمین پر پانی آنے سے حیات کا آغاز ہوا اور آہستہ آہستہ آگے بڑھتے بڑھتے حرکت کرنے والی مخلوقات وجود میں آتی رہیں بیہاں تک کہ یہ بشر بھی وجود میں آگیا تب ضرورت تھی زمین پر کسی کو نائب بنانے کی یعنی جیسے گھر کی دیکھ بھال کے لیے گھر کی ذمہ داری کسی کو دینا لازم ہے ایسے ہی اس زمین پر کسی کو نائب بنانا بھی لازم تھا جس کے لیے تمام کی تمام جاندار حرکت کرنے والی مخلوقات میں صلاحیتوں کے اعتبار سے احسن اس بشر کا انتخاب کیا گیا، یہ ہے إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى ادَمَ عَلَى الْعَالَمِينَ یہ بشر جب خلق ہی انسان کیا گیا یعنی جب یہ بشر انسان بن گیا خود اپنے ہی آپ کو بھول گیا یوں پھر خلق کیا گیا تو غلق ہی یہ خود اپنی ذات کو بھولا ہوا کیا گیا جس وجہ سے یہ اس مادی بشری جسم کو ہی اپنی اصل وجود سمجھتا ہے اور پھر اسی کی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے جو جو یہ چاہتا ہے اس کے پیچھے پیچھے چلتا ہے جس وجہ سے آسمانوں و زمین میں فساد ہوتا ہے اسی وجہ سے تاکہ آسمانوں و زمین فساد سے بچے رہیں ان میں سے بھی یعنی آدم میں سے بھی پھر ان کا انتخاب کیا گیا جو آسمانوں و زمین کی ذمہ داری کے واقعتاً حقدار ہیں وہ بشر جو انسان نہیں۔ اور انہی کا آگے کے ذکر بھی کر دیا گیا وَنُوْحًا وَالْإِبْرَاهِيمَ وَالْعِمَرَنَ اور نوح کا انتخاب کیا گیا اور آل ابراہیم کا اور آل عمران کا انتخاب کیا گیا۔

یہ آیت بہت بڑے راز کھول کر واضح کر دیتی ہے جن میں سے ایک یہ کہ آدم کوئی پہلا بشر نہیں تھا بلکہ آدم اس پوری جنس بشر کو کہا جاتا ہے۔ جیسے بکری، گائے، اونٹ، گدھا، گھوڑا، ہاتھی، شیر وغیرہ کتنے ہی دلیل ہیں۔ جب عالمین پر بکری کہا جائے گا تو اس کا مطلب ہرگز نہیں کہ کسی ایک مخصوص ایک عد بکری کا ذکر کیا جا رہا ہے بلکہ اس کا مطلب ہے پوری ایک جنس۔ بالکل ایسے ہی العالمین پر چمن کر زمین کی ذمہ داری کے لیے جسے سب سے اوپر لایا گیا جسے سب پر ترجیح دی گئی وہ کوئی ایک مخصوص فرد واحد بشر نہیں بلکہ پوری کی پوری جنس ہے شروع سے لیکر آخر تک تمام کے تمام بشر مرد و عورتیں۔ اب دیکھیں اسی کی قدرتیق قرآن میں سجدے والی آیات بھی کرتی ہیں سجدے والی آیات میں بھی کسی ایک مخصوص فرد واحد بشر کا قصہ نہیں سنایا جا رہا بلکہ اول تا آخر تمام کے تمام بشر ہر بشر مرد و عورت کی بات کی جا رہی ہے۔

قرآن میں جہاں جہاں بھی آدم کا ذکر آیا ہے وہاں پر آدم سے مراد لیا جاتا ہے کہ آدم اس دنیا کا سب سے پہلا بشر تھا جسے اللہ نے مٹی سے بنایا پھر اس میں روح پھونکی تب اللہ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ اسے سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا لیکن الیس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا

اور پھر کہا جاتا ہے ابليس ہی وہ شیطان ہے جسے انسانوں کا دشمن قرار دیا گیا ہے جو کہ ایک جن ہے جسے بے دھویں کی آگ سے پیدا کیا گیا۔ اور پھر حیران کن بات یہ ہے کہ اس کی بنیاد قرآن کو قرار دیا جاتا ہے جیسا کہ کچھ آیات کے تراجم کے نام پر شیاطین کا کلام درج ذیل ہے جس میں آپ یہی سب عقائد دیکھ سکتے ہیں۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَرْنَاكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلَكِ كِهٰ اسْجُدُوا لِاَدَمَ فَسَاجَدُوا لِاَلَّاِبْلِيْسَ لَمْ يُكُنْ مِنَ السَّاجِدِيْنَ۔ الاعراف ۱۱

ابذر انور سے دیکھیں اس آیت میں کیا کہا جا رہا ہے **وَلَقَدْ** اور تم کو سننے کے لیے کان دیئے گئے دیکھنے کے لیے آنکھیں اور پھر جو سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھنے کی صلاحیت دی گئی تو اسی لیے تاکہ جو کچھ بھی سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھو اس لیے تم کو یہ حق حاصل ہے کہ تم اپنی تحقیق کر لو اپنے گھوڑے دوڑا لو بالآخر تمہارے سامنے یہی آئے گا جو کہ طے کردیا گیا جو کہ قدر میں کردیا گیا جس کے خلاف کچھ بھی ہونا یا سامنے آنا ناممکن ہے یعنی تمہیں سننے کے لیے کان دیئے گئے، دیکھنے کے لیے آنکھیں اور سمجھنے کی بھی صلاحیت دی گئی تو تم ان صلاحیتوں کا جس مقصد کے لیے دی گئیں کیوں نہیں استعمال کرتے؟ تمہیں یہ صلاحیتیں اسی مقصد کے لیے دیں کہ تم سنودیکھو اور جوں اور دیکھ رہے ہو اسے سمجھو کہ اصل تحقیقت کیا ہے اس لیے جب تم ان صلاحیتوں کا اسی مقصد کے لیے استعمال کرو گے جس مقصد کے لیے تمہیں یہ صلاحیتیں دی گئیں یعنی آسمانوں وزمین میں اور خود اپنی ہی ذات میں غور و فکر کرو گے تو تم پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جائے گی جو کہ طے شدہ ہے جو قدر میں کردیا گیا جس کے خلاف ہونا ناممکن ہے اور کیا تمہارے سامنے آئے گا **خَلْقَنَّكُمْ** خلق کیا ہم نے تمہیں یعنی ایک بات تو یہ تمہارے سامنے آئے گی کہ جس نے تمہیں خلق کیا ہے وہی ہم ہیں یعنی وہ اللہ ہے اور دوسرا بات تمہیں خلق کیا ہم نے تمہیں صور کیا، صور کہتے ہیں ما دے کوئی صورت میں ڈھانا یعنی اس سے کوئی وجود بنا دینا یعنی مثال کے طور پر عمارت ایک صورہ ہے اسے پہلے خلق کیا جائے گا مطلب یہ کہ پہلے وہ سارا مواد بنا یا جائے گا جس سے صورۃ جو کہ عمارت ہے بنائی جائے گی بالکل ایسے ہی پہلے تمہیں خلق کیا پھر اس کے بعد تمہیں صور کیا اور جب تم غور و فکر کرو گے اپنی خلق میں تو نہ صرف تم پر یہ واضح ہو جائے گا کہ تمہیں خلق کیسے کیا بلکہ تمہارا خالق بھی سامنے آجائے گا اور پھر خلق کرنے کے بعد تمہیں صور کیا یعنی تمہیں باقاعدہ ایک وجود بنایا **ثُمَّ قُلْنَا** پھر کہا ہم نے کے لیے۔ اب کس کے لیے کہا یا آیت میں بالکل واضح نہیں ہے آج تک یہ سمجھا جاتا رہا کے ملائکہ کے لیے کہا لیکن آیت میں ایسا نہیں ہے آگے چل کر واضح کریں گے کہ کس کے لیے کہا اور پھر کیا کہا گیا یہ آگے واضح ہے کہ دو فریق ہیں ان میں سے ایک سجدہ کر رہا ہے اور دوسرا سجدہ نہیں کر رہا جس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ جو کہا وہ سجدہ کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔

آیت کو مکمل طور پر آگے چل کر واضح کریں گے یہاں جوبات واضح کرنا لازم ہے وہ یہ کہ ایک تو اس آیت میں کہا جا رہا ہے **وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ** یہ بات طے شدہ ہے یہ قدر میں ہے خلق کیا ہم نے تمہیں اور آگے صورۃ بنانے کا کہا گیا لیکن درمیان میں ”ثُمَّ“ کا لفظ ہے جیسا کہ آپ خود دیکھ رہے ہیں **ثُمَّ صَوَرْنَاكُمْ** ”ثُمَّ“ کے معنی ہیں ما بعد کے لیکن ایک کام پہلے کر لینا اس کے بعد دوسرا کام کرنا پہلے خلق کیا خلق کرنے کے بعد دوسرا کام ہے صورۃ بنائی اور آگے پھر ”ثُمَّ“ کا لفظ آیا ہے جیسا کہ آپ خود دیکھ رہے ہیں **ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلَكِ كِهٰ اسْجُدُوا لِاَدَمَ فَسَاجَدُوا لِاَلَّاِبْلِيْسَ** صورۃ بنانے کے بعد سجدہ کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے اور پھر دو فریق میں سے ایک فریق سجدہ کر رہا ہے اور ایک انکار کر رہا ہے سجدے کا حکم کے دیا گیا؟ ملائکہ کو یا جان کو اگر ملائکہ کو دیا گیا تو ابليس نے انکار کیوں کیا وغیرہ سمیت سب کچھ بعد میں واضح کیا جائے گا پہلے یہ جان لیں جس پر بار بار زور دیا جا رہا ہے۔

سب سے پہلی بات کہ اس آیت میں مخاطب اس وقت آپ ہیں اس وقت دنیا میں جو جو بھی موجود ہے انہیں کہا جا رہا ہے آپ کو کہا جا رہا ہے آیت میں ”کم“ کا لفظ آپ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ خلق کیا ہم نے تمہیں خلق کرنے کے بعد پھر صورۃ بنائی ہم نے تمہاری اس کے بعد سجدے کا حکم ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ صورۃ کب بنائی؟ تو اس کا جواب بھی قرآن میں ہی دے دیا گیا جیسا کہ آپ درج ذیل آیت میں خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُ كُمْ فِي الْأَرْضِ كَيْفَ يَشَاءُ لَا إِلَهٌ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔ آل عمران ۶

ہو جو موجود ہے اپنا جو درکھتا ہے اور اور کرتے جاؤ جب تک کہ اور ختم ہو کر ماضی میں نہیں چلا جاتا جب اور ختم ہو کر ماضی میں چلا جائے تو جو وجود جو ذات سامنے آئے گی نہ صرف ایک ہی ذات ہے جو سامنے آئے گی اس کے علاوہ اور کچھ ہے ہی نہیں بلکہ الٰہ ہی ذات ہے بُصَوْرُكُمْ جو صور کر رہی ہے تمہیں یعنی تمہیں مواد سے شکل میں ڈھال رہی ہے فِي الْأَرْضِ ارحام میں یعنی تمہاری ماوں کے پیٹوں میں کیفَ يَشَاءُ جیسے کہ اس کا قانون ہے۔ اس آیت میں اللہ نے یہ بات کھول کر واضح کر دی کہ تمہیں تمہاری ماوں کے پیٹوں میں صور کیا جا رہا ہے۔ اب ذرا غور کریں سجدے کا حکم دیا گیا صور کرنے کے بعد اور صور کیا جا رہا ہے ماوں کے پیٹوں میں جس سے یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو گئی کہ نہ صرف آدم تمام جاندار حرکت کرنے والی مخلوقات میں سے اس بشرط جس کو کہا گیا بلکہ سجدہ کرنے کا حکم بھی انہی کو دیا جا رہا ہے نہ کہ ان کے علاوہ کسی اور کو۔ اور پھر دیکھیں اسی آیت میں ماوں کے پیٹوں میں صور کرنے کے بعد سجدہ کرنے کا حکم بھی دیا جا رہا ہے لَا إِلَهٌ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ نہیں اللہ المکروہ اور وہ غیرہ جب تک کہ حد نہیں آجاتی جو العزیز الحکیم ہے یعنی جو ہر کام انتہائی بار کی کیسا تھک کر رہا ہے جو بھی راہنمائی کر رہا ہے ایسے کر رہا ہے کہ اس میں رائی برابر بھی لا پرواہی نہیں کرتا بلکہ انتہائی بار کی کیسا تھک کام کو اپنے وقت پر کر رہا ہے۔

اللہ آپ جان چکے ہیں اللہ کے معنی ہیں کہ جو کچھ بھی آپ کو دیا گیا اس کا کب کہاں کیسے کیوں اور کتنا وغیرہ استعمال کرنا ہے جس کی بات مان کر اس کا استعمال کیا جائے گا وہ اللہ کھلانے گا اور آپ جو اس کی بات مان کر آپ کو دی گئی صلاحیتوں یا جو کچھ بھی دیا گیا استعمال کریں گے آپ اس کی عبادۃ کر رہے ہوں گے جس کے بھی پیچھے آپ ان میں سے کسی کا بھی استعمال کریں گے جو کچھ آپ کو دیا گیا تو وہ آپ کا اللہ کھلانے گا اور آپ اس کی عبادۃ کر رہے ہوں گے۔ اب آئیں واپس پچھلی آیت کی طرف اور دیکھیں اس میں کیا کہا گیا۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَرْنَاكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمُلْكِكَةِ اسْجُدُوا لِإِلَّا إِلَيْسَ لَمْ يَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ۔ الاعراف ۱۱

ول اور تم کو سننے والا کیا تو آخر کیوں سننے والا کیا؟ تمہیں سننے کی صلاحیت کیوں دی؟ تم کو دیکھنے والا کیا تو کیوں کیا؟ آخر تمہیں دیکھنے کی صلاحیت کیوں دی؟ اور پھر جو سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھنے کی صلاحیت دی تو آخر کیوں دی؟ یہ دماغ تمہیں کیوں دیا؟ ظاہر ہے اسی لیے کیونکہ تمہارے لیے سننا دیکھنا اور جو سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھنا نگزیر تھا تاکہ تم سنودیکھو اور سمجھو۔ تو تم کیوں نہیں ان کا اسی مقصد کے لیے استعمال کر رہے؟ تم ان کا اسی مقصد کے لیے استعمال کرو جو بھی سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھو تو تمہارے سامنے وہی آئے گا جو کہ قَدْ طُشدہ ہے جو طے کر دیا گیا یعنی جو قدر میں کر دیا گیا جس کے خلاف کچھ ہو ہی نہیں سکتا جس کے خلاف یا بر عکس کچھ حق ثابت ہو ہی نہیں سکتا خَلَقْنَاكُمْ خلق کیا ہم نے تمہیں یعنی جب تم غور فکر کرو گے سمجھو گے تو تم پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا تمہارے سامنے یہی آئے گا کہ خلق کیا ہم نے تمہیں، تمہیں جس نے خلق کیا وہی ہم ہیں نہ کہ ہم یعنی اللہ وہ ہے جو تمہارے آباء اجداد نے نسل درسل منتقل ہونے والے بے بنیاد و باطل عقائد و نظریات کا نام ہے اور دوسری بات کہ تمہیں کیسے خلق کیا جا رہا ہے وہ بھی حق بالکل کھل کر تمہارے سامنے آجائے گا ثُمَّ صَوَرْنَاكُمْ خلق کرنے کے بعد پھر صور کیا ہم نے ”تمہیں“ یعنی جو مواد پہلے وجود میں لا یا اس مواد سے بنایا ”تمہیں“ تو اے عقل کے انہوں غور کرو سجدے کا حکم کسے دیا جائے گا؟ جب صور کیا ”تمہیں“ یعنی تمہیں ایسا وجود بنایا کہ تم کو سننے، دیکھنے، سمجھنے اور آسمانوں وزمین پر اثر انداز ہونے کی صلاحیتیں دیں تو سجدے کا حکم کسی اور کو دیا جائے گا؟ جب تمہیں خلق کرنے کا کہا جا رہا ہے کہ خلق کیا ہم نے تمہیں اور پھر اس کے بعد تمہیں صور کرنے کا کہا جا رہا ہے کہ صور کیا ہم نے تمہیں تو سجدے کا حکم کسی اور جائے گا؟ نہیں بالکل نہیں جب خلق تمہیں کیا جا رہا ہے اور پھر اس کے بعد صور تمہیں کیا جا رہا ہے تو ظاہر ہے سجدے کا حکم بھی تو تمہیں کو دیا جائے گا نا کہ کسی اور

اسی لیے تمہیں کہا کہ شکر کرو یعنی تمہیں جو سننے دیکھنے اور جو سنتے دیکھتے ہوا سے سمجھنے کی صلاحیتیں دیں تو ان کا اسی مقصد کے لیے استعمال کرو جس مقصد کے لیے تمہیں یہ دی گئیں اور تمہیں یہ اسی مقصد کے لیے دی گئیں کہ جو سن اور دیکھ رہے ہو اسے سمجھو جب تک تم اسے سمجھو گئے نہیں تم پر حق کیسے واضح ہو گا؟ تم پر کیسے واضح ہو گا کہ بجدے کا حکم کے دیا جا رہا ہے؟ اسی لیے تمہیں کہا کہ تحقیق کرلو یہ تمہارے سامنے آئے گا جو طریقہ کر دیا گیا جو قدر میں کر دیا گیا جس کے علاوہ کچھ ہونا ناممکن ہے اور جب تم اپنی ہی تخلیق میں غور فکر کرو گے آسمانوں وزمین کی خلق میں غور کرو گے تو تم پر حق بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا کہ تم تین طرح کی مخلوقات کا مرکب ہو ان میں سے ایک نار یعنی آگ سے وجود میں آنے والی مخلوقات دوسری نور سے یعنی ٹھنڈی قوت سے جو کہ الملائکہ ہیں اور تیسرا مادہ جسے چھوڑ جاسکتا ہے محسوس کیا جا سکتا۔ تمہارا یہ مادی وجود محض ایک رو بوث ہے اس میں دو طرح کی قوتیں ہیں ایک گرم اور دوسری ٹھنڈی یعنی ایک الملائکہ ہیں اور دوسرے جان۔ گرم قوتوں کو جان کہا گیا ان میں سے ایک قوت ایسی ہے جو ہر شے کو بگاڑ کر کھدیتی ہے اسے بکھیر کر کھدیتی ہے اور دوسری ٹھنڈی جو کہ الملائکہ ہیں اب ان میں سے جو قوت غالب آئے گی جسم وہی کرے گا اگر الملائکہ غالب آتے ہیں تو جسم ہر عمل ایسا کرے گا کہ اس میں ہو گی اس میں عاجزی و انکساری ہو گی اور اگر گرم قوت جو کہ جن ہے وہ غالب آئے گی تو ایسا بشر جن کھلانے کا جو کہ سرکش ہو گا اور یہی آگ کہا گیا ٹم قُلْنَالِ تمہیں خلق کرنے کے بعد پھر صور کیا اور صور کرنے کے بعد پھر کہا ہم نے سجدہ کرو آدم کے لیے یہ جو تراب سے طین اور طین سے وجود میں لا یا گیا ہے یعنی اس مادی وجود کے آگے خود کو مکمل طور پر سر نذر کر دو تو اس بشر کے اندر جو کہ دو قوتیں ہیں ان میں سے ایک جو کہ الملائکہ ہیں **لَمَلِكَةٌ اسْجَدُوا لِلَّادُمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ لَمْ يُكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ** وہ بحدہ کر رہے ہیں یعنی وہ خود کو اس مادی وجود کے لیے مکمل طور پر جھکا رہے ہیں اور دوسری قوت جو کہ جن ہے آگ والی قوت وہ خود کو اس مادی بشری وجود کے لیے جھکانے سے، خود کو اس کی ماتحتی میں دینے سے انکار کر رہی ہے، وہ قوت بات نہیں مانتی وہ قوت سمجھتی ہے کہ وہ خیر ہے یعنی وہ جو بھی کرتی ہے بہتر ہی کرتی ہے کوئی نقصان کرتی ہی نہیں اس لیے گرم قوت جو کہ جن ہے جب وہ مشتعل ہو جاتی ہے جب اس کی بات نہیں مانی جاتی جب اس کی توقع کے عکس کچھ ہوتا ہے جس سے وہ بھڑک اٹھتی ہے تو وہ بحدہ کرنے والوں سے نہیں ہوتی۔

آدم کے معنی کیا ہیں اسے عربوں کی زبان سے لفظی معنی کے حساب سے بھی آپ پر کھول کر واضح کرتے ہیں۔ آدم جملہ ہے جو کہ دو الفاظ ”ا اور دم“ کا مجموعہ ہے الف جب کسی بھی جملے کے شروع میں استعمال ہو تو نہ صرف اسے سوالیہ بنادیتا ہے بلکہ آگے اس سوال کا جواب بھی موجود ہوتا ہے۔ یہاں بھی شروع میں الف کا استعمال کیا گیا جو کہ سوالیہ بنادیتا ہے کیا اور آگے اسی سوال کا جواب بھی موجود ہے ”دم“ دم کہتے ہیں کسی بھی موجود میں پائے جانے والے مختلف عناصر کے مرکب سے وجود میں آنے والے محلوں کو جیسے آپ کے جسم میں ایسا محلول جو پایا جاتا ہے آپ اسے خون کہتے ہیں اسی وجہ سے عربوں کی زبان کے لفظ دم کا جب ترجمہ کیا جاتا ہے تو اس کا ترجمہ خون کر دیا جاتا ہے حالانکہ اس کا معنی خون نہیں ہے کیونکہ اگر آپ اس کا ترجمہ یا معنی خون کر دیں گے تو یہ بالکل محدود ہو جائے گا۔ دم کے معنی ہیں کسی بھی موجود میں پایا جانے والا مختلف عناصر کے مرکب پر مشتمل محلول جیسے زمین میں موجود کالر گن کا کچھ جسے عربی میں دم کہا جائے گا۔

اب دونوں الفاظ کو جمع کیا جائے تو جملہ وجود میں آئے گا آدم جس کے معنی ہیں کسی شے کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ یہ کیا ہے اور پھر آگے جواب بھی دیا جا رہا ہے کہ یہ دم ہے۔ اب دیکھا جائے گا کہ کس کو ادم کہا جا رہا ہے جس سے یہ بات بھی بالکل کھل کر واضح ہو جائے گی کہ کس دم کی بات ہو رہی ہے اور سب پر واضح ہے کہ ادم بشر کو کہا گیا اور بشر کو زمین کے عناصر سے وجود میں لا یا گیا وہ عناصر جوزیر زمین کا لے رنگ کے کچھ یعنی محلول کی صورت میں موجود ہیں جسے زمین کا دم کہا جائے گا جس سے یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جاتی ہے یہ بشار اصل میں زمین کا دم یعنی زمین کا خون ہے جسے آپ آج خام تیل کا نام دیتے ہیں۔

آدم: کیا ہے یہ بشر؟ آگے جواب ہے کہ یہ بشر اصل میں زمین کا خون ہے لیکن زمین کے عناصر جو کہ زمین میں محلول کی صورت میں موجود ہیں جو کہ دم ہے اسی سے اس بشر کو بنایا گیا جس وجہ سے اسے ادم یا بنی ادم کہا جائے گا، بنی کہتے ہیں جس سے بنایا گیا اور ادم کے معنی کیا ہے دم لیعنی کیا ہے زمین کا خون جو زمین کا خون ہے اس سے جسے بنایا گیا اسے عربی میں بنی آدم کہا جائے گا اور پھر دیکھیں اسی کو اللہ نے قرآن میں بھی واضح کر دیا۔

وَلَقَدْ عَاهَدْنَا إِلَيْ أَدَمَ مِنْ قَبْلُ فَتَسَّى وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا ۚ طہ ۱۵

وَلَقَدْ اور تحقیق کہ لیعنی یہ بات طے شدہ ہے یہ قدر میں کر دیا گیا تم اپنی تحقیق کرو بالآخر یہی تمہارے سامنے آئے گا جو قدر میں کر دیا گیا اور آگے واضح کیا جا رہا ہے کہ کیا قدر میں کیا گیا عَاهَدْنَا إِلَيْ أَدَمَ عهد ہمارا آدم کی طرف مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے بھی لیعنی موجودہ دور کی بات کرتے ہوئے کہا جا رہا ہے کہ جیسے آج وہ جو آدم ہیں لیعنی جو اصل میں بنیادی طور پر زمین کا خون ہیں ان کی طرف ہمارا عہد ہے اور عہد کیا ہے یہ بھی قرآن میں واضح کر دیا گیا یہی اس سے پہلے بھی آدم کی طرف ہمارا عہد تھا لیکن پہلے کیا ہوا؟ اس سے پہلے آدم نے کیا کیا؟ آگے اسی کا جواب دیا گیا فَتَسَّى وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا پس عہد کرنے کے بعد بھلا دیا اور نہیں پایا ہم نے اس کو ایسا کہ عہد کرنے کے بعد اسے پورا کرنا لیعنی بالکل واضح کہا جا رہا ہے کہ جیسے آج آدم کی طرف ہمارا عہد ہے اور آج آدم وہ عہد بھول چکا ہے اور اس کے بالکل بر عکس کر رہا ہے بالکل ایسے ہی اس سے پہلے بھی کئی بار آدم نے عہد کیا لیکن ہر بار بھی کیا کہ عہد کرنے کے بعد بھول گئے اور اس کے بالکل بر عکس کیا اپنے عہد کو پورا نہیں کیا۔

اب سب سے پہلا سوال تو یہ ہے کہ کہا جا رہا ہے اس وقت عہد ہے ہمارا آدم کی طرف اور پھر ساتھ ہی کہا جا رہا ہے اس سے پہلے بھی کئی بار آدم نے عہد کیا لیکن ایک بار بھی عہد پر پورا نہیں اتنا بلکہ ہر بار عہد توڑ دیا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر آدم ایک ایسا بشر تھا جو کہ سب سے پہلا بشر تھا اور وہ صدیوں قبل وفات پا چکا تو پھر آج اس وقت کس آدم کی طرف عہد کی بات کی جا رہی ہے جو عہد کو پورا نہیں کر رہا جو عہد کو بھول چکا ہے؟ اور اس بار سے پہلے بھی کئی بار عہد کر کے ایک بار بھی عہد پر قائم نہ رہا بلکہ عہد کی خلاف ورزی کی؟

اب دیکھیں اس آیت میں آدم کہا گیا اور ایک دوسری آیت میں یہی بات کرتے ہوئے آدم کی بجائے بنی آدم کے الفاظ کا استعمال کیا گیا لیعنی آدم اور بنی آدم دونوں کو ایک ہی قرار دیا گیا۔ ایک مقام پر اس کا ذکر کرتے ہوئے اس کے لیے آدم کے الفاظ کا استعمال کیا اور دوسرے مقام پر اسی کا ذکر کرتے ہوئے بنی آدم کے الفاظ کا استعمال کیا گیا۔

أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ لِيَنِيْ أَدَمَ أَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَنَ إِنَّهُ لَكُمْ عَذُوٌ مُّبِينٌ۔ يس ۶۰

کیا نہیں عہد تمہاری طرف اے بنی آدم لیعنی اے وہ جو آدم سے بنائے گئے ہو، اے وہ جو آدم جو کہ زمین کا خون ہے اس سے بنائے گئے ہو؟ اُن لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَنَ کہ نہ کرو جو بھی تم کر رہے ہو شیطان تھا جس کی تم غلامی کر رہے ہو لیعنی تمہیں جو سننے، دیکھنے، سمجھنے اور عمل کرنے کی صلاحیتیں دیں تمہیں جو ذہانت دی مال اولادیا کچھ بھی دیا تو تم ان سب کیا ان میں سے کسی کا بھی کس کے پیچھے استعمال کر رہے ہو؟ یہ جن کے پیچھے تم ہماری دی گئی صلاحیتوں کا استعمال کر رہے ہو جو کہ دنیاوی مال و متاع ہے یہ شیطان ہے لیعنی یہ تمام کی تمام وہ اشیاء ہیں جو تمہارے اصل مقصد سے روک رہے ہیں تمہیں جو کچھ بھی دیا گیا ان کا اصل مقصد کے لیے استعمال کرنے سے روک رہی ہیں یہ جو تم ان کے پیچھے ان سب کا استعمال کر رہے ہو جو تمہیں دیا گیا تو یہ تم شیطان کی لیعنی ان اشیاء کی غلامی کر رہے ہو جو تمہیں تمہارے اصل مقصد سے روک رہی ہیں لہذا ان کے پیچھے اس میں سے کسی کا بھی اس میں سے کسی کے پیچھے استعمال مت کرو جو کچھ بھی تمہیں دیا گیا اُنہُ لَكُمْ عَذُوٌ مُّبِينٌ اس میں کچھ شک نہیں یہ جو کچھ بھی کھلم کھلا ہر طرف موجود ہے جن کے پیچھے تمہیں جو دیا گیا اس کا استعمال کر رہے ہو یہ سب کا سب دشمن ہے تمہارا۔ لیعنی اگر تم نے جو کچھ بھی تمہیں دیا گیا اس کا یا اس میں سے کسی کا بھی ان میں سے کسی کے پیچھے استعمال کیا لیعنی دنیاوی مال و متاع کے حصول کے لیے استعمال کیا تو

جان لو یہ سب کا سب تو تمہارا دشمن ہے جو کچھ بھی کھلما موجود ہے جس کے پیچے تم بھاگ رہے ہو۔  
وَأَنِ اعْبُدُونِيْ هَذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ۔ یس ۲۱

اور اگر میری غلامی کر رہے ہو یعنی جس نے تمہیں یہ صلاحیتیں دیں تمہیں وجود میں لا یا جو کہ تمہاری اپنی ہی ذات ہے اللہ تو هذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ یہ ہے صراط مستقیم یعنی یہ ہے وہ لائے جس پر قائم ہونا ہے قائم کرنے والی لائے، راہ راست۔

ایسے ہی پورے قرآن میں اس سے پہلے بھی جب جب آدم سے یعنی یہ جو بشر ہیں ان سے عہد لیا گیا اور انہوں نے ہر بار اس عہد کو توڑا اس کی تفاصیل قرآن میں موجود ہیں۔ مثلاً قوم نوح کی صورت میں جب یہ موجود تھے تب بھی ان سے عہد لیا گیا تھا لیکن یہ اپنے عہد کو بھول گئے اور انہوں نے وہی کیا جس سے انہیں روکا گیا تھا تو پھر انہیں انتہائی بھی سامنا کرنا پڑا۔ اس کے بعد پھر ان سے عہد پھر لیا گیا جب ان میں انہی سے رسول نبیح کر حکم کھول کھول کر واضح کر دیا گیا لیکن انہوں نے پھر وہی کیا کہ عہد کو بھول گئے اور آسمانوں وزمین میں فساد کیا جب جب آپ انہیں سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تو انہوں نے آگے سے استکبار کیا اور پھر آج بھی انہوں نے بالکل وہی کیا کہ یہ آپ اپنا وہ عہد بھول چکے اور آج بھی انہوں نے آسمانوں وزمین کو فساد سے بھر دیا اور آج بھی جب آپ انہیں سجدہ کرنے کا کہا جا رہا ہے تو یہ آگے سے استکبار کر رہے ہیں یعنی بڑے بنے ہوئے ہیں بات ماننے کی بجائے الثایہ کہہ رہے ہیں کہ ہماری مانی جائے گی ہم قوت میں بہت بڑھ کر ہیں، کوئی ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتا وغیرہ وغیرہ۔

اس آیت میں نہ صرف آدم کی جگہ بنی آدم کے الفاظ کا استعمال کیا گیا بلکہ جو عہد ہے وہ بھی کھول کر واضح کر دیتی ہے کہ نہ صرف آدم و بنی آدم ایک ہی ہیں بلکہ یہی بشر ہیں جو زمین پر آباد ہیں یعنی کہ آپ اور اس سے پہلے آپ کے آباء و اجداد۔ اور قرآن میں اس کے نزول سے لیکر الساعۃ کے قیام تک جو آدم ہیں ان کی تاریخ تاری گئی الاولین کی مثلوں سے۔

پھر ایک اور پہلو سے بھی آپ پر یہ بات بالکل کھول کر واضح کر دیتے ہیں۔ آپ نے جان لیا کہ سجدہ کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے صور کرنے کے بعد اور صور کیا جا رہا ہے ماڈل کے پیٹوں میں اور آیت میں کسی خیالی و تصورات آدم کے نام پر کسی بشر کا ذکر نہیں کیا جا رہا بلکہ اس وقت جو بشر دنیا میں موجود ہیں ان سے خطاب کرتے ہوئے انہیں کہا جا رہا ہے کہ خلق کیا ہم نے تمہیں پھر صور کیا ہم نے تمہیں تمہاری ماڈل کے پیٹوں میں اس کے بعد تمہیں حکم دیا جا رہا ہے سجدے کا لیکن آگے سے جواب کیا آتا ہے انتہائی قلیل ہیں جو سجدہ کر رہے ہیں اور اکثریت سجدہ کرنے کی بجائے استکبار کر رہی ہے یعنی آپ اگر دیکھیں تو ایک جگہ پر کہا جا رہا ہے کہ ابليس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا ابليس سجدہ کرنے سے انکار کر رہا ہے اور دوسرا طرف اسی قرآن میں گزشتہ ہلاک شدہ اقوام کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ انہوں نے استکبار کیا اور قرآن ایسی آیات سے بھرا پڑا ہے اب آپ خود فیصلہ کریں کہ ابليس کون ہوا؟ ابليس دراصل ایک کیفیت کا نام ہے جو آگ کے اشتعال سے بنتی ہے مثلاً اگر آپ جب انتہائی غصے میں ہوں تو اس وقت آپ کوئی بات ماننے سے انکار کر دیتے ہیں ایسے ہی آپ دیکھتے ہیں کہ ایک شخص جب اسے قوت حاصل ہوتی ہے تو وہ استکبار کرتا ہے یعنی وہ کسی کی بات نہیں مانتا وہ کہتا ہے کہ میری بات مانی جائے گی لیکن اسی کے برعکس ایک دوسرا شخص اسے بھی قوت حاصل ہوتی ہے تو وہ استکبار نہیں کرتا بلکہ اس میں اتنی ہی عاجزی آجاتی ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نظر آنے میں تو دونوں ہی مادے سے وجود میں آئے دونوں ہی آدم ہیں لیکن آخر وہ کیا شئے ہے کہ جس وجہ سے ایک استکبار کر رہا ہے اور دوسرا عاجزی و انکساری اختیار کیے ہوئے ہے دوسرے نے خود کو جھکایا ہوا ہے؟ جب آپ غور کریں گے تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ ایک کے اندر آگ بھری ہوئی ہے اور دوسرے میں الملائکہ، ایک کے جسم کو بغیر دھویں کے آگ چلا رہی ہے ڈرائیو کر رہی ہے اور دوسرے کے جسم کو الملائکہ چلا رہے ہیں۔ آگ میں اشتعال ہے، بھر کیلا پن ہے، آگ جلاتی ہے، بتاہ کرتی ہے، بکھیرتی ہے

لیکن اس کے برعکس الملائکہ میں عاجزی و انکساری ہے، الملائکہ بجدہ کر رہے ہیں، الملائکہ صل کرتے ہیں یعنی جوڑتے ہیں۔

خَلَقُكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ الْأَنْعَامِ ثَمَنِيَةً أَرْوَاجٍ يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهَتُكُمْ خَلْقًا مِنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِي ظُلْمَتِ ثَلِثٍ ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَإِنِّي تُصْرَفُونَ. الزمر ۶

قرآن کی یہ ایک ایسی آیت ہے جس میں پوری کی پوری تاریخ بشر موجود ہے یعنی اگر اس آیت کو کھول کر واضح کیا جائے تو پوری تاریخ بشر کھل کر سامنے آجائے گی۔ اس آیت پر بات کرنے سے پہلے اس آیت کے تراجم کے نام پر جو شیاطین کا کلام ہے اسے آپ پر واضح کرنا بہت ضروری ہے جس سے نہ صرف ان دین کے ٹھیکیداروں شیاطین مجرمین کا دجل چاک ہو جائے گا ان لوگوں کی حقیقت آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو جائے گی بلکہ آپ اس آیت کو آسانی کیسا تھہ سمجھ سکیں گے۔

” اسی نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا پھر اس سے اس کا جوڑا بنا�ا اور اسی نے تمہارے لئے چار پایوں میں سے آٹھ جوڑے بنائے۔ وہی تم کو تمہاری ماوں کے پیٹ میں (پہلے) ایک طرح پھر دوسرا طرح تین اندھروں میں بناتا ہے۔ یہی خدا تمہارا پروردگار ہے اسی کی بادشاہی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں پھرتمہری کہاں پھرے جاتے ہو؟۔ فتح محمد جalandھری

اس نے تمہیں ایک جان سے بنا�ا پھر اسی سے اس کا جوڑا بنا�ا اور تمہارے لیے چوپایوں میں سے آٹھ جوڑے تھے تمہیں تمہاری ماوں کے پیٹ میں بناتا ہے ایک طرح کے بعد اور طرح تین اندھروں میں یہ ہے اللہ تمہارا رب اسی کی بادشاہی ہے، اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں، پھر کہیں پھیرے جاتے ہو۔

احمد رضا خان بریلوی

اسی نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا، پھر وہی ہے جس نے اُس جان سے اس کا جوڑا بنا�ا اور اسی نے تمہارے لیے مویشیوں میں سے آٹھ نزو مادہ پیدا کیے وہ تمہاری ماوں کے پیٹوں میں تین تین تاریک پردوں کے اندر تمہیں ایک کے بعد ایک شکل دیتا چلا جاتا ہے یہی اللہ (جس کے یہ کام ہیں) تمہارا رب ہے، بادشاہی اسی کی ہے، کوئی معبود اس کے سوانحیں ہے، پھر تم کدھر سے پھرائے جا رہے ہو؟۔ ابوالاعلیٰ مودودی ۲“

سب سے پہلی بات تو یہ ہے جیسا کہ آپ جان چکے ہیں قرآن اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی تاریخ ہے اور کوئی بھی آیت اس وقت تک کھل کر واضح نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ واقعہ ہو نہیں جاتا جس کی تاریخ پرمنی وہ آیت ہے یوں جیسے ہی کوئی واقعہ رونما ہوگا تو اس کی تاریخ پرمنی جو آیت ہے یا آیات ہیں قرآن ان کے ذریعے خود یاد لادے گا کہ یہ تھا وہ واقعہ جس کی آج سے قبل ہی قرآن کے نزول کے وقت ہی اس آیت یا ان آیات کی صورت میں تاریخ اتنا روی گئی تھی۔ اب یہ آیت بھی کسی کی تاریخ پرمنی ہے اور ہر کسی پر واضح ہے کہ اس آیت میں اللہ انسانوں سے کلام کرتے ہوئے ان پر ان کو خلق کیے جانے سے متعلق حقائق بیان کر رہا ہے اور انسان چونکہ بشر ہیں تو اللہ جب انسانوں سے کلام کرتا ہے تو اس کے لیے اللہ انہی میں سے کسی بشر کے ذریعے ان سے کلام کرتا

ہے جو کہ اللہ کا رسول ہوتا ہے یعنی اللہ کا پناہی رسول بعثت کرتا ہے جس کے ذریعے اللہ انسانوں سے کلام کرتا ہے انسانوں پر حق کھول کھول کرواضح کرتا ہے اس لیے یہ آیت اللہ کے کسی رسول کی تاریخ ہے یعنی اللہ کے رسول نے انسانوں پر ان کی تخلیق سے متعلق حقائق کھول کھول کر بیان کیے تو اللہ نے آج سے چودہ صدیاں قبل اس قرآن میں اس آیت سمیت باقی ایسی ہی تمام آیات میں اس کی تاریخ اتنا رہی تھی اور پھر اللہ نے آج سے چودہ صدیاں قبل ہی یہ بات بھی کھول کھول کر واضح کر دی تھی کہ تمہارے آخرین میں بھی ایک رسول بعثت کیا جائے گا جو تم پر حق ہر لحاظ سے کھول کھول کرواضح کر دے گا جسے قرآن میں احمد عیسیٰ کہا گیا۔ اب جب یہ بات بالکل کھل کرواضح ہو چکی کہ یہ آیت اور اس عجیسی باقی جتنی بھی آیات ہیں وہ اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کی تاریخ پر بنی ہیں جسے ان کے آخرین میں بعثت کیا جانا تھا اور جب تک اسے بعثت نہیں کیا جاتا اور وہ آکر ان موضوعات سے متعلق حق کھول کھول کرواضح نہیں کر دیتا ان آیات کو دنیا کی کوئی بھی طاقت کھول کرواضح نہیں کر سکتی تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان شیاطین مجرمین نے قرآن کی ان آیات اور ایسی ہی باقی آیات کے تراجم و تفاسیر کس بنیاد پر کر لیے؟ کیا یہ اللہ کے رسول تھے؟ حالانکہ یہ لوگ تو خود اپنی زبان سے کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے رسول نہیں ہیں اور اللہ ان لوگوں نے تو دروازہ ہی بند کیا ہوا ہے تو پھر انہیں کس نے یہ حق دیا کہ یہ لوگ قرآن کو کھولنے کے دعویدار بن بیٹھیں؟ انہیں کس نے انسانوں کی راہنمائی کرنے کا حق دیا حالانکہ یہ حق صرف اور صرف اللہ کا ہے اللہ کے علاوہ کوئی بھی انسانوں کی یا کسی بھی مخلوق کی راہنمائی نہیں کر سکتا۔

تراجم کے نام پر شیاطین کے کلام میں پہلی بات تو یہ قرآن سے منسوب کی گئی کہ تمہیں ایک شخص یا ایک جان سے پیدا کیا یا بنایا اور اسی سے اس کا جوڑا بنا لیا پیدا کیا یعنی ان کا کہنا ہے کہ سب سے پہلے ایک مرد بشر بنایا گیا پھر اسی سے اسکا جوڑا ایک عورت بنائی گئی یعنی وہی بائبل سے اخذ کردہ عقیدہ و نظریہ جو یہودیوں سے عیسائیوں میں منتقل ہوا اور پھر عیسائیوں سے مسلمانوں میں نسل درسل منتقل ہوا کہ سب سے پہلے ایک آدم نامی بشر بنایا گیا اس کے بعد اس کی پسلی نکال کر اس سے ایک عورت بنائی گئی جس کا نام حواتھا لیکن دیکھیں قرآن میں اللہ کا کیا کہنا ہے اور جب حق آپ کے سامنے آئے گا تو آپ چونک جائیں گے کہ ان دین کے ٹھیکیداروں شیاطین مجرمین نے کس طرح قرآن کیستھ کھلوڑ کیا ان لوگوں نے قرآن کو ہی بدلتا۔

اب سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ آیت میں کہیں پر بھی ایسا ایک لفظ تھا نہیں کہا گیا جو ان لوگوں نے تراجم و تفاسیر کے نام پر قرآن سے منسوب کر دیا۔ آج اس وقت اللہ اپنے رسول کے ذریعے انسانوں سے خطاب کرتے ہوئے ان پر ان کی تخلیق کو کھول کھول کرواضح کرتے ہوئے کہہ رہا ہے **خَلَقَكُمْ خلقكم** تھمہیں۔ ان لوگوں نے خلق کے معنی پیدا کرنے کے کردیئے حالانکہ خلق کے معنی ہیں بنانا جیسے کہ کوئی عمارت بنائی جاتی ہے جس کے لیے پہلے وہ سارا مواد درکار ہوتا ہے پھر اس مواد سے عمارت بنائی جاتی ہے بالکل ایسے ہی تھمہیں بنایا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کس سے خلق کیا؟ تو آگے اسی کا جواب دے دیا گیa **مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ** نفس واحده سے یعنی جیسے اینٹوں سے عمارت بنائی جاتی ہے ایسے ہی ”نفس واحده“ سے تھمہیں بنایا۔ اب **نَفْسٍ وَاحِدَةٍ** کا ترجمہ و معنی ان شیاطین مجرمین نے ایک شخص یعنی ایک بشر کر دیا حالانکہ آیت میں کہیں پر بھی ایک بشر کا ذکر موجود نہیں ہے یہاں تک کہ اس کا تصور تک بھی موجود نہیں ہے۔ اور اس کے باوجود اگر بالفرض یہ بات مان لی جائے کہ آیت میں ایک بشر کا ذکر ہے تو پھر آیت میں **نَفْسٍ وَاحِدَةٍ** کی بجائے بشرًا کا لفظ استعمال کیا جاتا جو کہ نہیں ہوا اور اگر اس کے باوجود یہ کہا جائے کہ نفس کا معنی بشر ہے تو پھر بھی **نَفْسٍ وَاحِدَةٍ** کسی بھی صورت استعمال نہیں کیا جا سکتا تھا بلکہ اس کے برکس **نَفْسًا** کا لفظ استعمال کیا جاتا جس کا معنی ہے ایک نفس، جو کہ آپ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں نہیں استعمال کیا گیا بلکہ اللہ اس کے بالکل برکس اس کی ضد **نَفْسٍ** کا استعمال کیا گیا جس کا معنی ہے زیادہ سے زیادہ جتنے بھی نفس ہو سکتے ہیں یعنی کسی بھی صورت ایک نفس نہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ نفس اور پھر آگے **وَاحِدَةٍ** کا استعمال کیا گیا جس کا معنی انہوں نے ایک کر دیا حالانکہ پہلی بات تو یہ ہے کہ آیت میں ایک ہی بشر یا ایک ہی نفس کی بات ہوتی تو صرف اور صرف ”بشرًا“ یا ”نفسًا“ کا استعمال کیا جاتا تھا کہ ساتھ واحد کا استعمال کسی بھی صورت کیا جا سکتا ہے اور دوسری بات کہ آیت میں

استعمال ہونے والے لفظ وَاحِدَةٌ کا معنی کسی بھی صورت ایک نہیں ہے بلکہ اس کا معنی بھی ہے ”اور ایک“ زیادہ سے زیادہ جتنے بھی ہو سکتے ہیں یعنی اور ایک، اور ایک، اور ایک، اور ایک یہاں تک کہ جتنے بھی اور ایک ہو سکتے ہیں۔

اب سب سے پہلے ان الفاظ کو الگ سمجھ لیں اس کے بعد خود بخوبی آپ پر واضح ہو جائے گا کہ آیت میں کیا کہا گیا۔

**حَلَقَكُمْ:** خلق کیا تمہیں یعنی جیسے اینٹوں سے عمارت بنائی جاتی ہے، جیسے پرزوں سے کوئی مشین بنائی جاتی ہے ایسے ہی بنایا تمہیں۔

**نَفْسٌ:** نفس کا معنی ہے جاندار و جود اور وہ کوئی بھی ہو سکتا ہے چھوٹے سے چھوٹے جاندار و جود سے لیکر بڑے سے بڑے جاندار و جود تک اور پھر لفظ نفس کی سے کے نیچے دوزیریں ہیں۔ زیرِ جر کو کہتے ہیں اور جر کے معنی ہیں آگے کو بہنا یعنی آگے جو جانا یعنی اگر زیر کا استعمال کیا جائے تو زیر آگے کو لے کر جاتی ہے اور اگر دو زیروں کا استعمال کیا جائے تو اس کا مطلب بتتا ہے جتنا آگے سے آگے جایا جاسکتا ہے اور اس کے بر عکس زبر پیچھے کو لیکر جاتی ہے اور دوز بریں پیچھے سے پیچھے جتنا پیچھے سے پیچھے جایا جاسکتا ہے مثلاً آپ رسول کو ہی لے لیں اگر بات کرنی ہے ایک ہی رسول کی تو اس کے لیے لفظ رسول کی لپر دوز بریں استعمال کی جائیں گی اور اس سے پہلے اس میں بہاؤ کرو کنا ہو گا یعنی یہاں روک کر یہاں سے پیچھے سے پیچھے جانا ہے جس کے لیے آخر میں الف کا استعمال کیا جائے گا جس کا معنی بنے گا یہاں تک یہاں سے پیچھے اور اوپر دوز بریں سے معنی بنے گا پیچھے سے پیچھے یعنی ایک ہی رسول جسے یوں لکھا جائے گا ”رسولاً“ اور اس کے بر عکس اگر زیادہ سے زیادہ رسولوں کی بات کرنی ہو یعنی جتنے بھی رسول ہو سکتے ہیں تو اس کے لیے رسول کی لپر کے نیچے دوز بریں ڈالی جائیں گی جو کہ یوں لکھا جائے گا ”رسول“ جس کا معنی بنے گا جتنے بھی رسول ہیں یا ہو سکتے ہیں۔

اب آپ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ آیت میں نہ تو ایک بشر یعنی بشرًا کا استعمال کیا گیا اور نہ ہی نَفْسًا کا استعمال کیا گیا کہ ایک نفس بلکہ اس کے بالکل بر عکس جو کہ اس کی ضد ہے نَفْسٌ کا استعمال کیا گیا جس کا معنی ہیں زیادہ سے زیادہ نفس جتنے بھی نفس ہو سکتے ہیں۔

**وَاحِدَةٌ:** یہ ایک جملہ ہے جو کہ تین الفاظ ”و، احمد، ۃ“ کا مجموعہ ہے ”و“ کا معنی ہے اور ”احمد“ کا معنی ہے ایک ہی یعنی ایسا ایک کہ اس کے علاوہ اور پکھ ہے ہی نہیں اور ”ۃ“ اس کا اظہار کر رہی ہے جس کا ذکر کیا جا رہا ہے جس کی بات کی جا رہی ہے یعنی نفس کے لیے ”ۃ“ کا استعمال کیا گیا ”ۃ“ نفس کے لیے استعمال کی گئی۔ واحد کا معنی ہے اور ایک، آیت میں وَاحِدَةٌ ہے یعنی ”ۃ“ کے نیچے دوز بریں کا استعمال کیا گیا جس کا معنی بتا ہے ”اور ایک“ جتنے بھی ہو سکتے ہیں یعنی زیادہ سے زیادہ اور ایک۔

**حَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٌ** آج جب اہل الکتاب یعنی وہ جو خود کو مسلمان کہلوانے والے ہیں ان کا کہنا ہے کہ سب سے پہلے ایک آدم نامی مرد بشر بنا یا گیا اور اس کی پسلی سے اس کا جوڑا ایک حوانی میں عورت بنائی گئی تو ان کے جواب میں ان کے اس بے بنیاد و باطل عقیدے و نظریے کا رد کرتے ہوئے اللہ کا رسول احمد عیسیٰ ان پر کھول کھول کر واضح کر رہا ہے کہ تمہیں خلق کیا یعنی تمہیں بنایا ایک بہت بڑی تعداد میں اور ایک، اور ایک جتنے بھی اور ایک جاندار و جود ہو سکتے ہیں ان سے ثُمَّ جَعَلَ پھر کردیا پھر کردیا یعنی اسی طرح پھر کردیا پھر کردیا ہوتا چلا جا رہا ہے مِنْهَا اس اور ایک نفس یعنی جاندار و جود سے جو کہ موئنت ہے زُوْجَهَا اس کا جوڑا جو کہ موئنت ہے۔

اب ان لوگوں نے ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زُوْجَهَا کا ترجمہ کر دیا اس کا یعنی آدم کا اسی سے جوڑا بنادیا اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا آدم موئنت تھا؟ کیونکہ آیت میں جس سے جوڑا بنانے کا کہا جا رہا ہے اور جو آگے جوڑا بن رہا ہے دونوں ہی موئنت ہیں ان میں ایک بھی مذکور نہیں ہے مِنْهَا زُوْجَهَا دونوں کے لیے ”ھا“ کا استعمال کیا گیا جو کہ موئنت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے نہ کہ مذکور کے لیے اب اگر یہ بات مان لی جائے کہ آیت میں کسی آدم نامی پہلے بشر کا ذکر کیا جا رہا ہے تو پھر اس کا مطلب وہ موئنت تھا اور اس کا جوڑا بھی موئنت؟ یوں یہاں تک آپ پران شیاطین مجرمین کا جرم عظیم محل کر واضح ہو چکا کہ ان فاسقین نے

کس طرح فتنہ کیا یعنی قرآن کو بدلتا، اللہ کے کلمات کو ہتھی بدلتا، قرآن میں تحریف کر دی۔

اور دوسری بات جوان شیاطین مجرمین نے کی وہ یہ ہے ”تم کو تمہاری ماوں کے پیٹ میں (پہلے) ایک طرح پھر دوسری طرح تین اندر ہیروں میں بناتا ہے۔

### فتح محمد جalandhri

تمہیں تمہاری ماوں کے پیٹ میں بناتا ہے ایک طرح کے بعد اور طرح تین اندر ہیروں میں۔ احمد رضا خان بریلوی وہ تمہاری ماوں کے پیٹوں میں تین تاریک پردوں کے اندر تمہیں ایک کے بعد ایک شکل دیتا چلا جاتا ہے۔ ابوالاعلیٰ مودودی ”

یعنی ان کا کہنا ہے کہ ماں کے پیٹ میں تین مرحلے سے گزار کر تمہیں بناتا ہے حالانکہ آیت میں ایسی کوئی بات سرے سے نہیں کہی گئی اس کے بالکل برعکس کہا گیا لیکن اس کے باوجود اگر یہ بات صحیح مان لی جائے کہ ماں کے پیٹ میں تین مرحلے میں بنایا جاتا ہے تو پھر اس کا مطلب کہ قرآن میں اختلافات موجود ہیں کیونکہ یہاں تین مرحلے کے جارہے ہیں اور دوسرے مقام پر انہیں لوگوں کے تراجم کے مطابق باقائدہ پانچ مرحلے پانچ جیسا کہ آپ سورۃ المونون کی آیت نمبر ۱۷ کے تراجم کے نام پر شیاطین کے کلام میں دیکھ سکتے ہیں۔

” پھر نطفے کا لوٹھڑا بنایا۔ پھر لوٹھڑے کی بوٹی بنائی پھر بوٹی کی ہڈیاں بنائیں پھر ہڈیوں پر گوشت (پوسٹ) چڑھایا۔ پھر اس کوئی صورت میں بنادیا۔

### فتح محمد جalandhri

پھر ہم نے اس پانی کی بوند کو خون کی پھٹک کیا پھر خون کی پھٹک کو گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں پھر ان ہڈیوں پر گوشت پہنایا، پھر اسے اور صورت میں اٹھان دی۔ احمد رضا خان بریلوی

پھر اس بوند کو لوٹھڑے کی شکل دی، پھر لوٹھڑے کو بوٹی بنادیا، پھر بوٹی کی ہڈیاں بنائیں، پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا، پھر اسے ایک دوسری ہی مخلوق بنانا کھڑا کیا۔ ابوالاعلیٰ مودودی ”

آپ نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ المونون کی آیت ۱۷ کے تراجم کے نام پر ان کے اپنے ہی کلام میں تین کی بجائے پانچ مرحلے موجود ہیں اب اگران کی بات کہ قرآن ہی کی بات مان لیا جائے تو قرآن میں اختلاف ثابت ہو کہ غیر اللہ کے ہاں سے ثابت ہو جاتا ہے حالانکہ قرآن میں اختلاف نہیں ہے اور جس میں اختلاف ہے وہ اللہ کا کلام نہیں بلکہ شیاطین مجرمین کا کلام ہے۔

اب آپ پر واضح کرتے ہیں کہ آیت میں ایسی کوئی بات کہی ہی نہیں گئی جو خرافات ان لوگوں نے قرآن کے تراجم و تفاسیر کے نام پر قرآن سے منسوب کر دیں۔  
يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهٍ تُكُمْ خَلْقًا مِنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِي ظُلْمَتٍ ثَلِثٌ

يَخْلُقُكُمْ تمہیں خلق کیا جا رہا ہے ایسے گویا کہ خود ہی خلق ہو رہے ہو تم فی بُطُونِ أُمَّهٍ تُكُمْ تمہاری ماوں کے پیٹوں میں جو تمہیں خلق کیا جا رہا ہے یعنی مکمل خلق کیا گیا جو کہ صور کرنا ہے مِنْ بَعْدِ خَلْقٍ یہاں خلقوں کے بعد خلق کیا گیا فی ظُلْمَتٍ ثَلِثٌ جو تین خلقین ہیں تمہاری ظلمات میں یعنی یہ جو تمہاری ماوں کے پیٹوں میں تمہاری خلق ہے یہاں تین خلقوں کے بعد ہے جو اس سے پہلے تین ظلمات میں خلقین ہیں، تمہاری ظلمات میں تین خلقات ہیں پہلے تمہیں ظلمات میں خلق کیا گیا پھر ظلمات میں خلق کیا گیا، پھر ظلمات میں خلق کیا گیا اس کے بعد تمہیں تمہاری ماوں کے پیٹوں میں خلق کیا جا رہا ہے جو کہ یہ پوچھی خلق ہے جسمیں تم مکمل بشر بن گئے اور ہر کوئی جانتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں خلق کی ابتداء نطفے سے ہوتی ہے اور سورۃ المونون

کی آیت ۱۲ بھی تم سے شروع کی گئی یعنی تمہاری نظر سے خلق سے پہلے بھی خلقیں ہیں اور وہ کون سی خلقیں ہیں ان پر بھی قرآن میں واضح کر دیا گیا۔ اب اگر خالقِ فی ظلمتِ ثلث کو جان لیا جاتا ہے تو بشر کی مکمل تاریخ کھل کر سامنے آجائے گی جسے اب تفصیل کیسا تھکھول کھول کر آپ پر واضح کرتے ہیں لیکن اس سے پہلے آپ نے جان لیا کہ ان شیاطین مجرمین نے کس طرح قرآن کیسا تھکھلوڑ کیا، ان شیاطین مجرمین نے کس طرح قرآن کو بدلتا؟

ماوں کے پیوں میں جو آپ کی خلق ہے یا آپ کی چوتھی خلق ہے نہ کہ پہلی لیکن شیاطین مجرمین نے اسے پہلی خلق سمجھ لیا اور اس کی وجہ ہی یہی ہے کہ یہ لوگ اندھے ہیں ان کو صرف وہی نظر آتا ہے جو سامنے نظر آ رہا ہے جو چھپا ہوا ہے وہ انہیں نظر نہیں آتا کیونکہ ان کے دل اندھے ہیں۔ ماوں کے پیوں سے پہلے کون ہی تین خلقیں ہیں اس پر بھی قرآن میں آیات موجود ہیں جیسا کہ آپ درج ذیل آیت میں دیکھ رہے ہیں۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا۔ غافر ۷۶

اس آیت میں **ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا** یہ وہ چوتھی خلق ہے جو ماوں کے پیوں میں ہوئی جو کہ پیچھے آیت میں واضح کر دیا گیا کہ ظلمات میں تین خلقوں کے بعد چوتھی خلق ہے اور وہ تین خلقیں کون ہیں ان کو بھی اس آیت میں واضح کر دیا گیا جن میں سب سے پہلی خلق ہے **مِنْ تُرَابٍ** پھر دوسرا خلق جو ظلمات میں ہوئی **ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ** پھر تیسرا خلق جو ظلمات میں ہوئی **ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ** اور اس کے بعد چوتھی خلق ہے جس میں بچہ بن کر نکلا جاتا ہے **ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا**۔

ان تین خلقِ کو سمجھنے کی بجائے جو سلسلہ عقائد و نظریات چلے آرہے ہیں انہیں ان کی جگہ پرف کر دیا گیا جس کا حقیقت کیسا تھکھوئی تعلق نہیں۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ تراب کے نیچے بھی دوزیریں ہیں، نطفہ کے نیچے بھی دوزیریں ہیں لیکن طفل کے نیچے دوزینہیں بلکہ اس کے عکس دوزبریں ہیں کیونکہ بطور طفل خلق صرف اور صرف ایک ہے لیکن تراب، نطفہ اور علاقہ والی خلق ایک نہیں بلکہ اور بھی ہیں لیکن آج تک ان لوگوں نے تراب، نطفہ اور علاقہ کو ایک ایک خلق ہی قرار دیا اور پھر اس کا بھی حق کیسا تھکھوئی تعلق نہیں۔

اب سب سے پہلے ان تین خلق کو واضح کرتے ہوئے آخری خلق پر آئیں گے۔

آپ کو سننے کے لیے کان دیجئے گئے، دیکھنے کے لیے آنکھیں دی گئیں اور جو سنتے اور دیکھتے ہیں اسے سمجھنے کی صلاحیت بھی دی گئی لیکن اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر آپ کو یہ صلاحیتیں کیوں دی گئیں؟ تو اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ بہت سی آوازیں اپنا وجود رکھتی ہیں ان کا آپ کے لیے سننا لازم تھا اس لیے آپ کو سننے کی صلاحیت دی گئی، پھر جو بھی وجود رکھتا ہے آپ کے لیے اس کو دیکھنا لازم تھا اس لیے آپ کو دیکھنے کی صلاحیت بھی دی گئی اور پھر آپ جو سن اور دیکھ رہے ہیں یا اصل میں ہے کیا اسے سمجھنا بھی آپ کے لیے لازم تھا اس لیے آپ کو سمجھنے کی بھی صلاحیت دی گئی۔

اب اگر آپ کو کسی بھی سوال کا جواب چاہیے تو آپ ان صلاحیتوں کا اسی مقصد کے لیے استعمال کریں تو ایک وقت آئے گا کہ آپ آگے بڑھتے بڑھتے اپنے سوال کا جواب پالیں گے اور اگر آپ نے ان صلاحیتوں کا اس مقصد کے لیے استعمال نہ کیا تو پھر ظاہر ہے آپ کو آپ کے سوال کا جواب نہیں ملے گا اور اس کے باوجود اگر آپ محض سن اور دیکھ کر بغیر اس سے سمجھے ہی سچ مان لیتے ہیں تو یہ آپ خود اپنے آپ کو ہی دھوکہ دیں گے۔ اگر آپ کا سوال آپ کے اپنے بارے میں ہے آپ جانتا چاہتے ہیں کہ آپ کو خلق کیسے کیا گیا یعنی اس بشر کو کیسے خلق کیا گیا تو اس سوال کا جواب بہت آسان ہے آپ اپنی ہی ذات میں غور فکر کرنا شروع کر دیں تو آہستہ آہستہ آپ پر حق واضح ہوتا چلا جائے گا یہاں تک کہ ایک دن ایسا آئے گا کہ آپ کو آپ کے سوال کا مکمل جواب حاصل ہو جائے گا آپ کو

اب جب آپ اپنی ہی ذات میں غور کریں گے تو آپ پر یہ بات بالکل کھل کرواضح ہو جائے گی کہ آپ کا جنم تراپ سے یعنی یہ جوز مین کی مٹی کی تہیں ہیں ان سے وجود میں لا یا گیا۔ زمین پر جو مٹی پر مشتمل تہیں ہیں اس مٹی میں موجود عناصر کو کالے رنگ کے کچھ میں تبدیل کیا جسے عربی میں طین کہا جاتا ہے اور کسی بھی وجود کا نچوڑ نطفہ کہلاتا ہے اس لیے یہ طین جسے خام تیل کہا جاتا ہے یہ زمین پر مٹی پر مشتمل ہوں کا نچوڑ ہے اس لیے اسے ایک دوسرے پہلو سے نطفہ کہا جائے گا یوں پہلا تخلیق تراپ یعنی یہ زمین پر مٹی کی تہوں پر مشتمل مواد ہے جسے الگش میں ارتھ کرست کہا جاتا ہے اس کے بعد اسی سے الگی دوسری خلق نطفہ جو کہ خام تیل ہے پھر اس خام تیل سے تیسرا خلق ایسے ہی آگے بڑھتے بڑھتے نباتات اور پھر چوتھی خلق ماڈل کے پیوں میں یعنی ارتقائی مرحلے کے طور پر کرتے کرتے اس بشر کے وجود میں آنے تک کا سفر۔

ان چاروں خلق کو مزید تفصیل کیسا تھکھوں کھول کرواضح کرتے ہیں۔

سب سے پہلے آپ کو بطور تراپ وجود میں لا یا گیا یعنی زمین پر موجود مٹی کی تہیں۔ خلاء میں تیرہ مختلف اقسام کے شہابیوں کی وقایتوں قہارشوں سے یہ زمین وجود میں آئی ان مختلف اقسام کے شہابیوں میں سے آخری چار اقسام کے شہابیوں کی بارشوں سے زمین پر یہ مٹی کی تہیں وجود میں آئیں جو کہ زمین پر موجود حیات کی موت ہے یعنی وہ مواد جس سے زمین پر موت و حیات کا نظام چل رہا ہے۔ یعنی آخری چار اقسام کے شہابیوں کی صورت میں زمین پر آنے والا مادہ جو زمین پر مٹی کی تہوں پر مشتمل ہے یہ وہ مواد ہے جس سے زمین پر تمام کی تمام حیات وجود میں لائی جا رہی ہے یوں زمین پر حیات کا پہلا مرحلہ یہ مٹی کی مختلف اقسام کا وجود میں آنا ہے جسے تراپ کہا گیا۔

جب زمین پر شہابیوں کی بارشوں کا سلسلہ تھم گیا یعنی شہابیوں کی صورت میں صرر صرر کر کے مواد کے زمین پر زل ہونے کے مراحل کامل ہو گئے تو زمین چونکہ گردش کر رہی ہے تو اس گردش کی وجہ سے زمین کی اوپر مٹی والی تہوں میں موجود عناصر حرکت کرتے کرتے زمین کے مختلف مقامات پر جمع ہوتے چلے گئے اور جہاں جہاں یہ عناصر اکٹھے ہوئے وہاں وہاں سے زمین کی یہ مٹی والی تہیں نرم ہو گئیں اور بالآخر زمین کی گردش کی وجہ سے دباو پڑنے کی وجہ سے زمین کی تہیں وہاں وہاں سے نہ صرف اوپر کو اٹھ گئیں بلکہ نیچے کو بھی ڈنس گئیں جس سے پہاڑ و جو دیں آگئے یعنی پہاڑ بالکل ایسے ہی وجود میں آئے جیسے کہ اگر آپ کسی گاڑی پر سوار ہوں اور گاڑی جب آگے کوچلتی ہے تو آپ پیچھے کی جانب پھسلتے ہیں ایسے ہی زمین کی گردش کی وجہ سے جہاں جہاں سے زمین کی تہیں نرم تھیں دباو پڑنے کی وجہ سے وہاں وہاں سے زمین کی تہیں پر لیں ہو کرنہ صرف اوپر کو اٹھ گئیں بلکہ نیچے کو بھی ڈنس گئیں جس سے نہ صرف وہاں وہاں موجود زمین کے عناصر پہاڑوں کی صورت میں زمین کے عناصر پر مشتمل گودام بن گئے بلکہ اس سے زمین کی تہیں ایسے ایک دوسرے سے اور نیچے بھی مضبوط و مربوط ہو گئیں کہ ان کا پھسلنا رک گیا۔ یوں آپ پر واضح ہو گیا کہ زمین پر پہاڑ اصل میں وہ گودام ہیں جن میں وہ خام مال ذخیرہ کیا ہوا ہے جس سے زمین پر حیات وجود میں آنے والے حیات کے ہے۔ یعنی زمین پر حیات کو جن عناصر سے وجود میں لا یا جاتا ہے ان عناصر کو پہاڑوں میں ذخیرہ کیا ہوا ہے یوں پہاڑ زمین پر وجود میں آنے والے حیات کے لیے درکار خام مال کے گودام ہیں اور چٹانیں گویا کہ وہ کارخانے ہیں جو پہاڑوں سے درکار عناصر حاصل کر کے انہیں نطفہ یعنی طین کی صورت میں ڈھالتی ہیں۔ چٹانوں کے نیچے لا وے کی صورت میں آگ ہے اور ان کے اوپر برف رہتی ہے، ان چٹانوں کا پہاڑوں کے ساتھ گہرا تعلق ہے بالکل ایسے ہی جیسے کہ آپ کے جسم میں شریانوں کے ذریعے جسم کا ایک ایک خلیہ ایک دوسرے سے مربوط ہے پہاڑوں اور چٹانوں کے درمیان ایسے ہی شریانیں ہیں پہاڑوں سے مختلف عناصر چٹانوں میں جاتے ہیں اور چٹانوں کے نیچے لا وے کی صورت میں آگ اور اوپر برف کی صورت میں ٹھنڈک ہونے کی وجہ سے وہ عناصر اندر لکھتے

رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ طین یعنی خام تیل کی شکل اختیار کر جاتے ہیں جسے ایک دوسرے پہلو سے نطفہ کہا جائے گا۔ پھر یہ خام تیل چٹانوں سے سفر کرتا ہوا زمین کی چٹانی تھے میں زمین کے ایک خاص خطے میں اکٹھا ہوتا ہے جو کہ خطہ عرب ہے اور وہاں سے یہ طین، نطفہ یعنی خام تیل ایسے ہی پوری زمین میں جاتا ہے جیسے جسم میں خود گردش کرتے ہوئے جسم کی ایک ایک رگ میں پہنچتا ہے۔

زمین میں اس چٹانی تھے کے نیچے لاوے کی وجہ سے اسے حرارت ملتی ہے جس سے خام تیل گیسوں کی صورت اختیار کر کے زمین کے باہر کی طرف سفر کرتا ہے اور جب جب جس گیس کا نظر نہجا دآتا ہے تو زمین کی اس تھے میں وہ گیسیں مخدود ہو کرو اپس عناصر کی صورت اختیار کر لیتی ہیں یوں طین، نطفہ یعنی خام تیل کئی ہزار میٹر گھرائی میں چٹانی تھے سے اوپر مٹی کی ان تہوں میں آجاتا ہے جس سے نباتات نکلتی ہیں۔

جب زمین خلق ہو رہی تھی یعنی خلاء سے مختلف اقسام کے شہابیے بارشوں کی صورت میں صرر صرر کر کے آ رہے تھے تو زمین پر آنے کے بعد وہ کیمیائی مرحلہ سے گزرتے جس کی وجہ سے ان سے گیسیں خارج ہوتیں یوں جب زمین پر شہابیوں کی بارشیں تھم گئیں تو ان سے خارج ہونے والے مختلف گیسوں کے مرکب پر مشتمل زمین کے گرد ایک حصار وجود میں آچکا تھا پھر اس کے بعد جب سورج وجود میں آیا تو سورج سے آنے والی شعائیں جب زمین کے گرد گیسوں کے مرکب میں داخل ہوئی تو اس سے ان میں کیمیائی عوامل وقوع پذیر ہوئے جس سے نہ صرف یہ گیسوں کا مرکب سات تہوں میں تقسیم ہو گیا بلکہ زمین پر آنے والے آکر چار اقسام کے شہابیوں سے خارج ہونے والی گیسوں سے آکسیجن وہائیڈروجن گیسیں وجود میں آئیں اور زمین کے گرد گیسوں کا مرکب جب سات تہوں میں تقسیم ہو گیا تو آکسیجن وہائیڈروجن کے ملاپ سے بارشوں کا سلسلہ شروع ہو گیا یوں ایک لمبے عرصے تک بارشیں ہوتی رہیں پانی بلند جگہوں سے گہرائیوں کی طرف سفر کرتا رہا جس سے نہ صرف زمین کا کٹا ہونے سے نہیں، نالیاں اور دریا وجود میں آگئے بلکہ گہرائیوں میں پانی اکٹھا ہوتا ہوتا سمندر وجود میں آگئے اور پھر بالآخر جب درجہ حرارت متوازن ہو گیا تو مزید گیسوں کا اختلاط رک گیا جس سے بارشیں تھم گئیں یعنی پانی اترنا تھم گیا۔

زمین کے عناصر اگر مٹی میں موجود ہوں اور انہیں پانی اور سورج سے ازبجی ملے تو نباتات کی صورت میں حیات وجود میں آتی ہے اور اگر یہی عناصر مٹی کی بجائے پانی میں ہوں اور پھر اس پانی میں سورج سے آنے والی شعاءوں کے ذریعے ازبجی ملے تو پانی میں جان وجود میں آتی ہے۔ یوں جب سمندر وجود میں آئے تو سمندروں میں زمین کے عناصر اور سورج کی ازبجی کے اختلاط سے جان وجود میں آئی یعنی انتہائی چھوٹے چھوٹے جاندار جنمتوں کی صورت میں زندگی کی ابتداء ہوئی۔

دوسری طرف سمندروں سے پانی بخارات بن کر اڑنے لگا اور بارشوں کے ہونے سے زمین میں جگہ جگہ نباتات کی صورت میں جان وجود میں آنا شروع ہو گئی۔ اب ایک طرف پانی میں جان وجود میں آئی اور دوسری طرف خشکی پر نباتات۔ ایک طرف پانی میں زندگی نے ارتقاء کرنا شروع کر دیا یعنی آہستہ آہستہ مرحلہ بہ مرحلہ آگے بڑھنا شروع کر دیا تو دوسری طرف نباتات نے بھی ارتقاء کرنا شروع کر دیا یعنی آہستہ آہستہ مرحلہ بہ مرحلہ آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ پانی میں پہلے تیرنے والی مخلوقات وجود میں آئیں ان سے رینگنے والی اور ان سے چلنے والی ایسے ہی پانی سے باہر خشکی میں نباتات نے آہستہ آہستہ مرحلہ بہ مرحلہ آگے بڑھتے بڑھتے زمین نے باغ کی صورت اختیار کر لی۔ ادھر زمین نے باغ کی صورت اختیار کی تو دوسری طرف ارتقاء کرتے ہوئے زمین کے سات مختلف خطوں میں یہ بشر وجود میں آگیا۔

زمین کے سات مختلف خطوں میں ارتقاء سے یہ بشر وجود میں آیا یعنی زمین پر پانی کے اترنے کے بعد پانیوں میں بڑی تعداد میں ایک جان وجود میں آئی، بڑی تعداد میں چھوٹے چھوٹے جرثومے وجود میں آئے ان سے آہستہ آہستہ آگے بڑھتے بڑھتے پانی کی مخلوقات وجود میں آئیں جو صرف اور صرف پانی میں ہی زندہ رہ سکتی تھیں پھر انہی سے آگے بڑھتے بڑھتے ایسی پانی کی مخلوقات وجود میں آئیں جو کچھ دیر پانی سے باہر منہ نکال سکتی ہیں پھر ان سے

ایکی وجود میں آئیں جو پانی کے اندر اور پانی کے باہر بھی زندہ رہ سکتی ہیں پھر ان سے آہستہ آہستہ رینگنے والی اور چلنے والی اور پھر آہستہ آہستہ اڑنے والی مخلوقات وجود میں آئیں، چلنے والی مخلوقات سے آگے بڑھتے بڑھتے سب سے آخر پر زمین کے سات مقامات پر یہ بشر و جو دل میں آئے جو کہ ابتداء میں مکمل طور پر فطرت کے محتاج تھے نہ تو یہ کوئی لفظ بول سکتے تھے اور نہ ہی ان میں کوئی شعور تھا یہ بالکل ننگے رہتے اور درخنوں کے چھلوپے پر ان کا انحصار تھا۔ جیسے جیسے وقت گزرتا گیا تو جیسے بچہ مشاہدات سے سیکھتا ہے ایسے ہی انہوں نے مشاہدات سے سیکھنا شروع کر دیا، آپس میں اشاروں سے بات کرنے کی وجہے جیسے بچہ بولنا سیکھتا ہے ایسے ہی اشیاء کے لیے الفاظ کا انتخاب کیا جانے لگا یوں شروع میں ام، یم، اوں، آں، اُش، اُش وغیرہ سے بولنے کی ابتداء ہوئی اور جیسے جیسے وقت گزرتا گیا مشاہدات سے سیکھتے ہوئے الفاظ کا بھی اضافہ ہوتا چلا گیا۔

اسی بشر کی وجہ سے حادثاتی طور پر پھر کے گزر کر رکھ کر ان سے آگ لگی اور اس آگ سے جنگل کا کچھ حصہ جل گیا جس میں کچھ جانور بھی جل کر بھن گئے اور کھانے کے لیے مجبوراً ان بھنے ہوئے جانوروں کا گوشت کھانا پڑا جو کہ مزیدار لگنے سے خوارک کا حصہ بن گیا یوں جانوروں اور مجھلیوں کا شکار کر کے گوشت حاصل کیا جاتا اور بھون کر کھایا جانے لگا جس نے بشر پر بہت بڑے پیمانے پر اثرات مرتب کیے، مختلف جانوروں کا گوشت کھانے سے انہی کی خصوصیات و خصلتیں آنا شروع ہو گئیں جس سے عقل میں مزید اضافہ ہوتا چلا گیا یہاں تک یہ بشر مشاہدات سے بہت کچھ سیکھ چکا تھا اب آہستہ چھوٹے پیمانے پر اپنے پسند کے درخنوں اور پودوں کو اپنی پسند کی جگہوں میں اگایا جانے لگا یوں پہلی بار اس بشر نے صرف مشقت کی ابتداء کی بلکہ اس کا فطرت پر انحصار کم ہوتا چلا گیا اور یہ خود مختار ہوتا چلا گیا۔ جانوروں کا گوشت کھانے سے جسم میں آگ بھرتی چل گئی یعنی درندوں وغیرہ کا گوشت کھانے سے وہی خصوصیات و خصلتیں آتی چلی گئیں جس سے لاحق، حسد، بغض، نفرت وغیرہ جیسی خصلتوں نے جنم لیا یوں تیرا میرا کی ابتداء ہو گئی۔ ان خصلتوں کی وجہ سے کوئی اس کی عورت پر نظر نہ ڈالے اور نہ عورت دوسرے مرد پر جس کے لیے درخنوں کے پتوں سے اپنی شرم گاہوں کو چھپانا شروع کر دیا گیا اب آہستہ باعاثت کو کھانا جانے لگا اور رزق کے لیے باعاثت پر انحصار کرنے کی وجہ سے خود پر انحصار کیا جانے لگا یعنی جیسے کہ ایک بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو وہ مکمل طور پر والدین کا محتاج ہوتا ہے ابھی پر انحصار کرتا ہے لیکن جیسے جیسے وقت گزرتا ہے تو وہ نہ صرف بڑھتا ہے بلکہ مشاہدات سے سیکھتے ہوئے اس کا والدین پر انحصار کم ہوتا چلا جاتا ہے اور خود مختار ہوتا چلا جاتا ہے بالکل ایسے ہی ابتداء میں یہ بشر سو فیصد فطرت کا محتاج تھا لیکن جیسے جیسے وقت گزرتا گیا تو اس کی عقل و شعور میں ارتقاء ہوتا چلا گیا اس نے مشاہدات سے سیکھتے ہوئے اسی طرح اعمال کرنا شروع کر دیجے جس کا ایک نتیجہ تو یہ نکلا کہ چھلوپے پر انحصار کرنے کی وجہ سے بھی کھایا جانے لگا جس سے ان جانوروں کی سی خصلتیں ظاہر ہونا شروع ہو گئیں اور انہیں خصلتوں کی وجہ سے درخنوں کے پتوں سے اپنی شرم گاہوں کو ڈھانپا جانے لگا اور پھر آہستہ آہستہ فطرت پر انحصار کم ہوتا چلا گیا اور خود انحصاری بڑھتی چل گئی، بڑے پیمانے پر خود سے اگانا اور آگ پر سالن کی صورت میں پکا کر کھانا شروع کر دیا گیا جس سے مزید خصوصیات و خصلتوں کا اضافہ ہوتا چلا گیا اور اس بشر نے باعاثت کو کاٹ کر میدانوں میں بدل کر کاشتکاری شروع کر دی۔ یہ وقت تھا جب زبانیں وجود میں آچکی تھیں، زمین کے سات مقامات پر ایسے ہی ارتقاء کرتے ہوئے کچھ بشر اس مقام پر پہنچ گئے اور کچھ بھی باعاثت میں ہی تھے اور جو باعاثت سے نکل کر میدانی علاقوں تک پہنچ چکے تھے ان میں زبانیں وجود میں آچکی تھی، اشیاء کو الفاظ پہنادیئے جا چکے تھے آپس میں لین دین کی محتاجی کی وجہ سے آپس میں ہم کلام ہونے کے لیے ایک دوسرے کو اپنا غرض و غایت سمجھانے کے لیے الفاظ وجود میں آچکے تھے یوں زمین کے سات خطوں میں سات مختلف زبانیں وجود میں آچکی تھیں اور ساتوں میں سے ہر کسی کا یہی سمجھنا تھا کہ اس دنیا میں صرف اور صرف وہی ہیں لیکن جیسے جیسے آبادی بڑھتی گئی تو زمین پر پھیلتے چلے گئے یہاں تک کہ آہستہ آہستہ یہ بات واضح ہوئی کہ زمین پر صرف وہ ہی نہیں بلکہ ایک اور قوم بھی موجود ہے جو ان کی زبان کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتی یوں رکھتی یہ بات واضح ہوئی کہ ان کے علاوہ اور قوم بھی موجود ہے تو ایک تو زبانیں ایک دوسرے سے مختلف ہونے اور خوارک کی وجہ سے حسد، بغض، لاحق وغیرہ کی وجہ سے لڑائیوں کی ابتداء ہو گئی۔

طااقت ورنے کمزور کو کچل دیا یوں یہ بشر آگے بڑھتے چلے گئے وقت گزرتا چلا گیا آبادی بڑھتی چلی گئی اور مشاہدات سے علم و عمل میں بھی ارتقاء ہوتا چلا گیا ایک وقت آیا جب فطرت میں چھپیٹر چھاڑ کا آغاز ہوا تو اللہ نے ہدایت کا سلسلہ شروع کر دیا اللہ نے اپناب سے پہلا ایک رسول بعث کیا جس نے آگ کر کہا کہ کدھرا تر رہے ہو؟ یعنی تمہیں یہ زمین جنت بنا کر دی اور تم یہ جو اعمال کر رہے ہو ان اعمال کے سبب کدھر جا رہے ہو؟ تم جنت سے آگ کی طرف سفر کر رہے ہو تمہارے ان مفسد اعمال کی وجہ سے آج زمین جو جنت کا منظر پیش کر رہی ہے جہنم میں بدل جائے گی یوں تم جنت سے جہنم کی طرف اتر رہے ہو۔ اللہ کے رسول نے کھول کر واضح کیا فطرت میں چھپیٹر چھاڑ نہ کرو، جو کچھ بھی تم سے چھپا کر کھدیا گیا ان مخلوقات کے پیچھے نہ پڑو، فطرت پر ہی انحصار کرو فطرت میں چھپیٹر چھاڑ مت کرو ورنہ آہستہ آگے بڑھتے بڑھتے ایک وقت آئے گا کہ اس مقام پر پہنچ جاؤ گے جہاں سے واپسی ناممکن ہے لیکن انسان نے اشکبار کیا اور نہ مانا یعنی جب انہیں کہا گیا کہ سجدہ کرو آدم کے لیے تو انہوں نے سجدہ کرنے کی بجائے یعنی خود کو اس آدم بشر کے آگے جھکانے کی بجائے جو کہ اللہ کا رسول ہوتا ہے اشکبار کرنا شروع کر دیا انہوں نے اشکبار کیا اور پھر بالآخر وہی ہوا کہ جسے انسان ترقی کا نام دے رہا تھا جیسے کہ آج یہ مشینیں ہیں ان کی وجہ سے عظیم ہلاکت کا شکار ہوا، اس عظیم طوفان نے انسان کی صدیوں کی منصوبہ بندیوں کو پل بھر میں خاک میں ملا دیا یوں اس طوفان کے بعد یہ بشر پھر سے واپس فطرت پر آگئے یعنی پھر سے فطرت پر انحصار کرنے لگے لیکن اس کے بعد پھر وہی ہوا کہ آگے بڑھتے بڑھتے ایک بار پھر زمین جو کہ جنت تھی اسے جہنم میں بدل دیا اور ہلاکت کا شکار ہو گئے ایسا ہی اس سے پہلے چھ بار ہو چکا اور آج یہ ساتویں بار ہے کہ انسان نے جنت سے جہنم کی طرف سفر جاری رکھا ہوا ہے یہ زمین جنت تھی اور اسے اپنے مفسد اعمال سے جہنم بنارہا ہے۔

یوں آپ نے جان لیا کہ پہلی خلق خلاء سے زمین پر شہابیوں کی صورت میں مواد آیا جو زمین میں میں میں موجود کی صورت میں موجود ہے پھر دوسرا خلق ان میں میں سے طین، نطفہ یعنی خام تیل اور پھر تیسرا خلق اسی طین، نطفہ یعنی خام تیل سے حیاتات و بناتات یعنی جان وجود میں آ کر ارتقاء کرتے ہوئے آگے بڑھی اور چوتھی خلق ماوں کے پیٹوں سے یعنی پانی میں زندگی وجود میں آئی جو آگے بڑھتے بڑھتے پہش رو جود میں آیا۔

یہی آج سے چودہ صدیاں قبل قرآن میں آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی جسے آپ پر کھول کھول کرواضح کرتے ہیں۔ سب سے پہلے یہ بات ذہن میں ہونا لازم ہے کہ قرآن میں جو کچھ بھی ہے وہ سب کا سب قرآن کے نزول سے لیکر الساع�ت کے قیام تک کی تاریخ ہے اب اگر کوئی یہ کہے کہ قرآن میں آدم و حوانی بائبلی کہانی مذکور ہے تو ایسا کہنے والے کا دعویٰ ہے کہ قرآن احسن الحدیث نہیں ہے یعنی قرآن اپنے نزول سے لیکر الساع�ت کے قیام تک کی تاریخ نہیں ہے بلکہ قرآن میں اساطیر الاولین ہیں۔ حالانکہ آپ یہ بات بار بار جان چکے کہ قرآن میں اساطیر الاولین نہیں بلکہ الاولین کی مثالوں سے الآخرين کی تاریخ ہے اس لیے قرآن میں کہیں پڑھی کسی آدم و حوانی بائبلی کہانی کا تصور تک بھی موجود نہیں ہے اور اس کے باوجود اگر ایسا کہا جائے کہ نہیں قرآن میں آدم و حوانی بائبلی کہانی موجود ہے تو پھر نہ تو قرآن احسن الحدیث ثابت ہوتا ہے نہ ہی اللہ کے ہاں سے بلکہ غیراللہ کے ہاں سے ثابت ہو جاتا ہے کیونکہ قرآن میں اختلاف ثابت ہو جاتا ہے اور پھر نہ ہی قرآن متشابہاً ثابت ہوتا ہے اس لیے قرآن میں ایسی آیات پر بات کرنے سے پہلے اس بات کا ذہن میں ہونا لازم ہے کہ قرآن میں جو کچھ بھی ہے یہ قرآن کے نزول سے لیکر الساع�ت کے قیام تک کی تاریخ ہے۔

٢٨ **كَيْفَ تَكُفُّرُونَ بِاللَّهِ وَكُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَكُمْ ثُمَّ يُمْتَكِّمُمْ ثُمَّ يُحِسِّنُكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ**. البقرة

کیف جب بھی بات کیف سے شروع ہو تو اس کا مطلب کیا ہوتا ہے اسے جانتا بہت ضروری ہے اسے ایک مثال سے سمجھ لیں مثال کے طور پر آپ کو آنکھیں دی گئیں یعنی آپ کو دیکھنے کی صلاحیت دی گئی اور پھر جو آپ دیکھ رہے ہیں اسے سمجھنے کی بھی صلاحیت دی گئی اب اگر آپ کے سامنے آگ جل رہی ہو اور آپ

اسے آگ تسلیم کرنے کو تیار ہی نہ ہوں اور اس میں چھلانگ لگا دیں جس سے آپ جل جائیں تو ایسی صورت میں کہا جائے گا کہ تم ایسا کیسے کر سکتے ہو؟ یعنی آگ جل رہی تھی تو تمہیں دیکھنے کے لیے آنکھیں دی گئیں اور جو دیکھتے ہوا سے سمجھنے کی صلاحیت بھی دی گئی اس کے باوجود تم نے آگ کو پانی سمجھ لیا اور اس میں کو دیکھنے آگ کو آگ سمجھا ہی نہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ ایسے ہی اس آیت میں اللہ آج اپنے رسول کے ذریعے انسانوں سے خطاب کرتے ہوئے انہیں کہہ رہا ہے یعنی اللہ کا رسول کہہ رہا ہے **کَيْفَ تُكْفُرُونَ** یہ جو کچھ بھی تم کر رہے ہو جو اعمال بھی آج تم کر رہے ہو یہ تم کفر کر رہے ہو تو تم کس طرح یہ کفر کر رہے ہو؟ یعنی تمہیں سننے، دیکھنے اور جو سننے اور دیکھنے ہوا سے سمجھنے کی بھی صلاحیت دی گئی تو اس کے باوجود یہ آج جو اعمال تم کر رہے ہو جو کہ فساد ہے تم آسمانوں وزمین میں تباہیاں کر رہے ہو ہر شے میں چھیڑ چھاڑ کر رہے ہو تو تم ایسا کیسے کر سکتے ہو؟ یعنی تمہیں سننے کی صلاحیت دی گئی تو آخر کیوں؟ ظاہر ہے بہت سی آوازیں اپنا وجہ وجود رکھتی ہیں انہیں سننا تمہارے لیے لازم تھا اس لیے تمہیں سننے کی صلاحیت دی گئی پھر تمہیں دیکھنے کی صلاحیت دی گئی تو آخر کیوں؟ ظاہر ہے جو اپنا وجہ درکھاتا ہے اسے دیکھنا تمہارے لیے لازم تھا اس لیے تمہیں دیکھنے کی صلاحیت دی گئی تاکہ تم اسے دیکھو اور پھر تمہیں صرف سننے اور دیکھنے کی صلاحیت نہیں دی گئی بلکہ جو سننے اور دیکھنے ہوا سے سمجھنے کی بھی صلاحیت دی گئی تو آخر تمہیں یہ سمجھنے کی صلاحیت کیوں دی گئی؟ ظاہر ہے تاکہ تم جو سن اور دیکھ رہے ہو واسے سمجھو اور پھر تمہیں آسمانوں وزمین پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت دی گئی یعنی اعمال کرنے کی صلاحیت دی گئی تو اسی لیے کہ پہلے ہر لحاظ سے مکمل طور پر سند دیکھو اور پھر اسے سمجھو جب تک سمجھنے بھی نہیں لیتے تب تک تم نے عمل کے قریب بھی نہیں جانا اس لیے پہلے مکمل طور پر سمجھو جب سمجھ لو تمہیں اطمینان حاصل ہو جائے تب عمل کے قریب جاؤ لیکن ذرا تم اپنے اعمال کو دیکھو تم کیا کر رہے ہو؟ یہ جو کچھ بھی تم کر رہے ہو یہ تم کفر کر رہے ہو اور پھر آگے واضح کر دیا کہ کس کیسا تھا کفر کر رہے ہو **بِاللّٰهِ اللّٰهُ** سے کفر کر رہے ہو یعنی تمہیں سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں دی گئی تو اگر تم ان کا استعمال کرتے تو تم پر واضح ہو جاتا کہ یہ جو کچھ بھی تمہیں سنائی اور دکھائی دے رہا ہے یہ اللہ ہے اللہ کا ہی وجود تمہیں سنائی اور دکھائی دے رہا ہے کوئی دوسرا ہے ہی نہیں اب اس کے باوجود تم اللہ سے کفر کر رہے ہو یہ جو کچھ بھی اعمال تم کر رہے ہو تو تم ایسا کیسے کر سکتے ہو؟ آج تم پر حق کھول کھول کر واضح کیا جا رہا ہے اور پھر ایسا نہیں کہ تم پر کوئی دباؤ ڈالا جا رہا ہے کہ تم ہر صورت ہماری بات مانو نہیں بلکہ جہاں آج تم پر کھول کھول کر کیا جا رہا ہے کہ یہ اللہ ہی کا وجود ہے جو تمہیں ہر طرف سنائی اور دکھائی دے رہا ہے تو وہیں دوسری طرف تمہیں سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں بھی دیں اس کے باوجود تم ہو کہ اللہ سے کفر کر رہے ہو تو تم ایسا کیسے کر سکتے ہو؟ اگر تو تمہیں سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں نہ دی گئی ہو تو تم پھر اگر تم کفر کر رہے تو تمہارا کفر کرنا بنتا تھا لیکن جب تمہیں سننے دیکھنے اور جو سن اور دیکھ رہے ہو واسے سمجھنے کی صلاحیت بھی دی تو پھر اس کے باوجود تم کیسے کفر کر سکتے ہو کہ آج تم سے اللہ کام کر رہا ہے اپنے رسول کے ذریعے تم کیسے کفر کر سکتے ہو اللہ سے تم کیسے کفر کر سکتے ہو جو تم کفر کر رہے ہو حق سے؟ **وَكُنْتُمْ أَمُوَاً** اور کیا تمہیں امواتاً، موت کہتے ہیں اس مواد کو جس مواد سے شے کو وجود میں لا یا جاتا ہے اور کیا تمہیں امواتاً یعنی جس مواد سے تمہیں خلق کیا گیا وہ مواد اس سے پہلے جس جس حالت میں موجود ہے پیچھے سے پیچھے جاؤ تو تم پر کھل کر واضح ہو جائے گا کہ تمہیں کیسے خلق کیا گیا جیسا کہ اگر آپ اپنی خلق میں غور کریں کہ جس مواد سے آپ وجود میں آئے یہ مواد اس سے پہلے کہاں تھا پھر اس سے پیچھے کہاں تھا اسی طرح پیچھے سے پیچھے جائیں تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ جس مواد سے آپ وجود میں آئے اس سے پہلے یہ مواد جانداروں اور نباتات کی صورت میں موجود ہے اس سے پیچھے طین، نطفہ یعنی خام تیل کی صورت میں اس سے پیچھے یہ زمین میں میٹیوں کی صورت میں جو کہ خلاء سے چار اقسام کے شہابیوں کی صورت میں اس زمین پر صرر صرر کر کے آیا تھا **فَأَحْيَا كُمْ** پس کیسے حیا کیا تمہیں یعنی اس وقت جو تم اس بشری صورت میں موجود ہو ذرا غور تو کرو کس طرح اس مواد کو اس صورت میں ڈھالا گیا؟ کیا جو تمہارے آدم و حوانا می ماکی بابے والی بائبلی کہانی ہے اس صورت میں یا پھر اس کے بالکل برعکس سب سے پہلے خلاء سے چار اقسام کے شہابیے زمین پر آئے صرر صرر کر کے پھر اس کے بعد ان سے وجود میں آنے والے ذرات کی صورت میں اس مواد کو طین، نطفہ یعنی خام تیل میں ڈھالا گیا پھر اس کے بعد اس سے نباتات اور زندگی وجود میں لائی گئی جو آگے

بڑھتے بڑھتے یہ بشر وجود میں آیا؟ تمہیں سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیت دی گئی تو اب ذرا غور کرو کیا حق ہے؟ اس کے باوجود بھی تم کفر کرتے ہو تو تم کیسے کفر کر سکتے ہو حالانکہ اب تمہارے پاس کسی بھی قسم کا کوئی عذر یا بہانہ پیچھے نہیں رہا بلکہ تم پر جنت ہو چکی۔

پھر تمہارا کہنا ہے کہ تمہیں موت کے بعد حیات نہیں کیا جائے گا بلکہ تمہاری وفات کے بعد تم مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے اور پھر آخرت میں تمہیں کھڑا کیا جائے گا حالانکہ ایسا بالکل نہیں ہے حق اس کے بالکل برعکس ہے **ثُمَّ يُمْتَحِنُكُمْ ثُمَّ يُحِيِّكُمْ** پھر تم موت ہو رہے ہو پھر تم حیا ہو رہے ہو یعنی یہ موت و حیات کا تسلسل آگے بڑھتا چلا جا رہا ہے ایسا نہیں ہے کہ تم ابھی صرف حیا کیے گئے اس کے بعد موت اور پھر صرف آخرت میں اٹھائے جاؤ گے نہیں بلکہ تم اگر غور و فکر کرو تو تم پر واضح ہو جائے گا کہ موت حیات موت حیات موت حیات یہ سلسلہ آگے بڑھتا چلا جا رہا ہے اور تمہارا اس وقت بطور بشر موجود ہونا یہ اس موت و حیات والے سلسلے میں صرف ایک کڑی ہے، اس وقت تم بطور بشر موجود ہو تو اس سے پہلے بھی یہ مواد جن جانداروں کی صورت میں موجود ہے اور اس بشری وجود کی موت کے بعد بھی یہ مواد جن جاندار مخلوقات میں بدل رہا ہے وہ تم ہی ہو یہاں تک کہ واپس پہلی حالت یعنی ذرات میں تحلیل نہیں ہو جاتے اسی کا آگے ذکر کر دیا گیا **ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ** پھر یعنی اسی طرح موت حیات موت حیات ہوتے ہوتے واپس اسی میں پلٹ رہے ہو جس سے وجود میں آئے اور جب غور و فکر کرو گے تو تم پر واضح ہو جائے گا کہ تم اسی فطرت سے وجود میں آئے اور اسی میں واپس پلٹ رہے ہو۔

اس آیت میں بنیادی طور پر خود کو مسلمان کہلوانے والوں کے موت و حیات کے بارے میں عقائد و نظریات کا رد کرتے ہوئے انہیں بے بنیاد و باطل ثابت کرتے ہوئے اس کے برعکس حق کھول کھول کرو واضح کیا گیا ہے اس آیت میں آپ کی مکمل تارتیخ بیان کر دی گئی ہے۔

خود کو مسلمان کہلوانے والے ہوں یا پھر ان کے علاوہ ہندو ہوں، پارسی ہوں، یہودی ہوں، عیسائی ہوں یا پھر ان کے علاوہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھنے والے کسی کا بھی یہ کہنا نہیں ہے اور آخرت میں اٹھایا نہیں جائے گا بلکہ سب کے سب کا دعویٰ ہے کہ آخرت میں دوبارہ اٹھایا جائے گا ہر کوئی جنت و جہنم کو تسلیم کرتا ہے ہر کوئی سزا و جزا کو تسلیم کرتا ہے لیکن ان سب کے سب کا یہ دعویٰ ہے کہ ہم یہی ہیں جو یہ بشری وجود اس وقت نظر آ رہا ہے کہ اس وقت ہم حیا ہیں یعنی ہم زندہ ہیں اور جیسے ہی ہماری وفات ہو جاتی ہے تو ہم مٹی اور ہڈیاں ہو جاتے ہیں یعنی کہ ہم موت کے بعد مٹی اور ہڈیاں ہو جاتے ہیں ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جاتے جب تک کہ یوم الآخرہ نہیں آ جاتا لیکن اس آیت میں ان سب کے سب کے ان عقائد و نظریات کو بے بنیاد و باطل قرار دیا گیا اس کے علاوہ یہود یوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کے آدم و حوانی بے بنیاد و باطل عقیدے کو بھی جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا گیا۔

اس آیت میں واضح کر دیا گیا کہ اس وقت جو تم حیا ہو یعنی اس بشری وجود میں موجود ہو ہے اس سے پہلے بھی تم ہی تھے جو اس مقام پر تمہاری پیچھے سے پیچھے اموات ہیں اور پھر یہ جو اس وقت تم اس بشری صورت میں موجود ہو اس کے بعد تم مرکٹی اور ہڈیاں نہیں ہو جاتے بلکہ جیسے اس سے پیچھے موت حیات موت حیات سے ہوتے ہوتے اس بشری وجود تک کا سفر ہے ایسے ہی اس سے آگے موت حیات پھر موت حیات ہوتے ہوتے واپس اسی وجود فطرت میں پلٹ رہے ہو جس وجود سے وجود میں آئے اور پھر اسی آیت کی مزید وضاحت الگی آیات میں کردی گئی بلکہ قرآن میں جگہ جگہ اس کی وضاحت موجود ہے اس پر ہر پہلو سے بات کی گئی جیسا کہ آگے بڑھنے سے پہلے درج ذیل آیات آپ کے سامنے ہیں۔

**وَهُوَ الَّذِي مَدَّ الْأَرْضَ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ وَانْهِرَا وَمِنْ كُلِّ الشَّمَرَاتِ جَعَلَ فِيهَا رُوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشَى الْيَلَ الْهَارَ إِنْ فِي ذِلِكَ لَا يَلِتِ لِقَوْمٍ يَنْفَكِرُوْنَ.** وَفِي الْأَرْضِ قِطْعَةٌ مُتَجْوِرَةٌ وَجَنْتٌ مِنْ أَعْنَابٍ وَرُزْرُعٍ وَنَخْلُلٍ صِنْوَانٌ وَغَيْرُ صِنْوَانٍ يُسْقَى بِمَاءٍ وَاحِدٍ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ فِي الْأُكْلِ إِنْ فِي ذِلِكَ لَا يَلِتِ لِقَوْمٍ يَعْقِلُوْنَ. وَإِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبْ قَوْلُهُمْ إِذَا كُنَّا تُرْبَاءِ إِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ أُولَئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ وَأُولَئِكَ الْأَغْلُلُ فِي أَعْنَاقِهِمْ وَأُولَئِكَ أَصْحَبُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَلِدُوْنَ.

وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقُدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمُثْلُ وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ لِلنَّاسِ عَلَى ظُلْمِهِمْ وَإِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيدُ الْعِقَابِ . الرعد ۳ تا ۶

وَهُوَ اور جو بھی اپنا وجود رکھتا ہے اور اور کرتے جا وجب تک کہ جنہیں آجاتی یعنی اور ختم ہو کر ماضی میں نہیں چلا جاتا جب اور ختم ہو کر ماضی میں چلا جائے تو جو وجود سامنے آئے گا نہ صرف ایک ہی وجود سامنے آئے گا اس کے علاوہ اور کچھ ہے، ہی نہیں بلکہ **اللَّذِي** یہی ذات ہے مَدَ الْأَرْضَ جس نے الارض کو یعنی ز میں کو مد کیا، مد کہتے ہیں ہر شے کا سرکل میں ہونا مثال کے طور پر جیسے گیسیں، گیسوں سے پانی، پانی سے برف، برف سے پھر پانی، پانی سے پھر گیسیں، گیسوں سے پانی، پانی سے برف، برف سے پانی یعنی آپ کو سرکل ہی ملے گا کوئی سر انہیں آپ دائرے میں ہی گھومتے رہیں گے کوئی سر انہیں آئے گا اسے ”مد“ کہتے ہیں۔

پہلی بات یہ کہ جب آپ زمین کی خلق میں غور کریں گے تو جوز میں کا خالق سامنے آئے گا وہ یہی وجود ہی سامنے آئے گا جو آپ کو ہر طرف نظر آ رہا ہے جسے آپ کائنات کا نام دیتے ہیں اور دوسرا بات آپ کے سامنے یہ آئے گی کہ زمین میں ہر شے سرکل میں ہے آپ کو کہیں بھی کوئی بھی سر انہیں ملے گا بلکہ آپ سرکل میں ہی گھومتے رہیں گے اور اسی کو آگے مزید کھول کر واضح کر دیا وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْهَرًا اور اسی وجود نے ہی کر دیں زمین میں چوٹیاں اور انحراف یعنی شریانیں جیسے کہ آپ کے جسم میں شریانیں ہیں جن میں خون گردش کرتا ہے وَمِنْ كُلِّ الشَّمَراتِ اور جتنے بھی ثمرات نکل رہے ہیں تمام ثمرات اسی زمین سے جو رواسیاں ہیں یعنی چوٹیاں ہیں اور انحراف یعنی شریانیں ہیں انہی سے نکالے جا رہے ہیں۔

آپ پر یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ اللہ نے جو تاروہ مثانی ہے یعنی آیات کا، آیات میں الفاظ اور جملوں کا آپس میں ایسے ہی گہر اررابط ہے جیسے ایک کے بعد دو، دو کے بعد تین، تین کے بعد چار آتا ہے، جیسے جسم میں ہر عضو دوسرے سے مربوط و مشروط ہے بالکل ایسے ہی اس قرآن میں تمام آیات اور ہر آیت میں الفاظ و جملوں کا آپس میں ربط ہے اس لیے اب ذرا غور کریں کہ روایت کا انحراف کیسا تھا اور کیسا رابط ہے؟ پھر روایت کا انحراف کیسا تھا تمام ثمرات کا کیا اور کیسے رابط ہے؟

جب آپ غور کریں گے تو آپ پر یہی بات کھل کر سامنے آئے گی کہ رَوَاسِيَ یعنی چوٹیاں جو کہ دو اقسام کی ہیں ایک مٹی و پتھروں وغیرہ کے پھاڑیں اور دوسرا چٹانیں اور پھر آپ پر یہ بھی واضح کیا جا چکا کہ پھاڑوں میں وہ عناصر موجود ہیں جن سے زمین پر حیات وجود میں لائی جائی ہے اور چٹانوں میں ان عناصر کو طین، نطفہ یعنی خام تیل میں تبدیل کیا جاتا ہے۔ پھاڑوہ گودام ہیں جن میں خام مال ذخیرہ کیا ہوا ہے اور یہ خام مال خلاء میں اڑتے ہوئے چار طیر یعنی شہابیوں سے زمین پر صرار صرار کر کے آیا، پھاڑوں سے یہ خام مال چٹانوں میں جاتا ہے جن کے نیچے پھلے ہوئے لاوے کی صورت میں آگ ہے اور اور پر برف اور ان کے درمیان زمین کے مختلف عناصر جو پھاڑوں سے چٹانوں میں آتے ہیں انہیں آگ مس کرتی ہے یعنی آگ اثر انداز ہوتی ہے جس سے یہ عناصر خام تیل میں بدل جاتے ہیں ان سے خام تیل جسے طین اور نطفہ کہا گیا خلق ہوتا ہے جو زمین کی انحراف یعنی شریانیوں میں سفر کرتا ہوا زمین کے انگ انگ میں جاتا ہے اور پھر اس سے زمین اپنے ثمرات نکلتی ہے جَعَلَ فِيهَا زُوْجِينَ اثْنَيْنِ ان ثمرات میں دو دو جوڑے کر دیئے یعنی ایک طیب جوڑ اور دوسرا جوڑ اخوبیث یُغْشِی الْيَلَ النَّهَارَ ڈھانپ رہی ہے ایلیں انحراف کو یعنی جیسے آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ یہیں جو کہ اندر ہیرا ہے وہ روشنی کوڈھانپ لیتا ہے کہ اندر ہیرے سے روشنی برآمد ہوتی ہے بلکہ ایسے ہی جو ثمرات کے دو دو جوڑے ہیں ان میں سے ایک جوڑ اور دوسرے کوڈھانپ لیتا ہے یعنی اگران میں سے ایک موجود ہو تو دوسرے کا وجود چھپ جاتا ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ایسا کیوں کہا گیا؟ تو اس کا جواب بھی آگے دے دیا گیا ان فی ذلک لایت اس میں کچھ شک نہیں اس میں اس کی آیات ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کس کی آیات ہیں تو آگے اس کا جواب بھی دے دیا گیا لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ان

لوگوں کے لیے آیات ہیں جو خود ہی تفکر کر رہے ہیں لیکن انہیں جو سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں دی ہیں جو ان صلاحیتوں کا اسی مقصد کے لیے استعمال کر رہے ہیں جو اپنی ہی خلق میں اور آسمانوں وزمین کی خلق میں غور و فکر کر رہے ہیں ان کو علم ہے کہ اللہ کی آیات ہیں یہ جو بھی انہیں نظر آ رہا ہے یہ اللہ ہی کا وجود نظر آ رہا ہے جو کچھ بھی نظر آ رہا ہے یہ اللہ کی آیات ہیں۔ ان پر کھل کرو اضخم ہو جاتا ہے کہ جیسے رات دن کوڑھانپ لیتی ہے اور دن رات کو ایسے ہی شرات جو کہ دو طرح کے ہیں ایک وہ جو طیب ہیں اور دوسرا وہ جو خبیث اور شرات ہمارا رزق ہیں اگر طیب کو رزق بنایا جائے گا تو طیب کی اپنی خصوصیات و صفات ہیں یوں وہ صفات و خصوصیات حاصل ہو جائیں گی اور خامیاں دور ہو جائیں گی اور اگر طیب کی بجائے خبیث کو پانارزق بنایا گیا تو خبیث میں خامیاں ہی خامیاں ہیں اس میں بری بری خصلتیں ہیں یوں خبیث طین کی خصوصیات و صفات کوڑھانپ لے گا۔ جو غور و فکر کر رہے ہیں ان پر یہ بات بالکل کھل کرو اضخم ہو جاتی ہے کہ وہ کسی آدم و حوا نامی ایک مائی بابے کی اولاد نہیں ہیں بلکہ زمین میں ہر شے سرکل میں ہے کوئی ایک بھی شے دائرے سے باہر نہیں ہے اس لیے یہ بشر مائی بابے سے نہیں بلکہ ارتقاء سے آیا، ایک مخلوق جب اپنی مدت پوری کر لیتی ہے تو وہ آگے نئی مخلوقات میں چل جاتی ہے ایسے ہی یہ سلسلہ آگے چلتا جاتا ہے یہاں تک کہ وہاں نہ پہنچ جائے جہاں سے ابتداء ہوئی، دو طرح کا مواد ہے ایک طیب اور دوسرا خبیث۔ طیب سے آگے طیب مخلوقات وجود میں آتی ہیں اور خبیث سے آگے خبیث مخلوقات وجود میں آتی ہیں ایسے بہت سے راز کھل کرو اضخم ہو جاتے ہیں آیات کھل کرو اضخم ہو جاتی ہیں

**وَفِي الْأَرْضِ قِطْعٌ** اور یہ بھی کھل کرو اضخم ہو جاتا ہے کہ زمین میں ٹکڑے ہیں **مُتَجْوِرَاتٌ** زمین میں بعض جگہیں ایسی ہیں جو کھنڈرات ہیں، جنگل و بیابان ہیں، کائنے دار جھاڑیاں ہیں جن میں سانپ، پکھو، چوہے اور اسی طرح کے گندے اور غلیظ جانور ہوتے ہیں اور اس کے برعکس **وَجَنْثٌ** اور زمین میں کچھ ٹکڑے باغات ہیں **مَنْ أَغْنَابِ وَرْدُعْ وَنَخِيلٌ صِنْوَانٌ وَغَيْرُ صِنْوَانٍ** جوں دار شرات سے اور کھنکیوں سے اور میواؤں سے کچھ تو ایک ہی لڑی سے ارتقاء کیے ہوئے ہیں اور کچھ کا سلسلہ ارتقاء پیچھے ان سے ہٹ کر ہے اور ان باغات میں سانپ بچھو سمیت اس طرح کے غلیظ اور حقیر جانوروں کے برعکس سب رنگ برلنگے پرندے ہوتے ہیں جو میوے و پچل کھاتے ہیں زمین میں آزاد گھومتے پھرتے ہیں **يُسْقَى بِمَاءٍ وَاحِدٍ** اور ایک ہی پانی سے سیراب ہو کر زمین کے دونوں ٹکڑے وجود میں آئے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب ایک ہی پانی سے دونوں طرح کے ٹکڑے سیراب ہو رہے ہیں تو پھر ان میں جاندار مخلوقات مختلف کیوں ہیں ایک میں سانپ، پکھو، کرلے وغیرہ جو کہ شدید اور سخت حالات کا سامنا کرتے ہیں ہر وقت ڈر اور خوف میں رہتے ہیں کہ کہیں ان کا کوئی سرناہ کچل دے، گرمی میں بھی بلوں میں رہنے پر مجبور ہوتے ہیں، سیالاب وغیرہ آئیں تو اس کا شکار ہوتے ہیں طرح طرح کی تکالیف کا سامنا کرتے ہیں اور دوسرے ٹکڑوں میں جو کہ مختلف جوں دار چہلوں، اور کھنکیوں اور میواؤں والے باغات ہیں ان میں رنگ برلنگے پرندے جو درختوں پر گھونسلے بنا کر رہتے ہیں بچل اور میوے کھاتے ہیں جہاں چاہے اڑتے پھرتے ہیں بالکل آزاد ہیں انہیں کوئی ڈر خوف لاحق نہیں ہوتا تو اسی سوال کا جواب آگے دے دیا و **وَنُفَاضِلُ بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ فِي الْأُكْلِ** اور ہم جو بعض کو بعض پر ترجیح دے رہے ہیں یہ ترجیح ہم نے جو رزق کا استعمال ہے اس میں رکھ دی **إِنْ فِي ذَلِكَ لَا يَأْتِ لِقُوْمٍ يَعْقُلُونَ** اس میں کچھ شک نہیں اس میں اس کی آیات ہیں ان لوگوں کے لیے جو سن اور دیکھیں رہے بلکہ آسمانوں وزمین میں جو کچھ بھی ہے اسے سن اور دیکھ کر سمجھ رہے ہیں۔

یعنی بالکل واضح ہے کہ اگر آپ شکر کرتے ہیں آپ کو جو سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں دی گئی ہیں اگر ان کا استعمال کرتے ہیں اپنی ہی خلق میں غور و فکر کرتے ہیں اور اس سے سمجھتے ہیں آسمانوں وزمین میں غور و فکر کر کے انہیں سمجھتے ہیں تو آپ پر سب کچھ کھل کھل کرو اضخم ہو جائے گا کہ پہلی بات کہ نہ تو یہ کائنات الگ ہے اور نہ ہی اللہ اس کائنات سے الگ کہیں اور چڑھ کر بیٹھا ہوا ہے بلکہ یہی وجود جو آپ کو ہر طرف نظر آ رہا ہے یہ اللہ ہی کا وجود نظر آ رہا ہے یہ آسمانوں وزمین میں جو کچھ بھی آپ کو نظر آ رہا ہے یہ اللہ کی آیات ہیں اسی وجود نے زمین کو خلق کیا زمین مختلف اقسام کے شہابیوں کی بارشوں سے وجود میں آئی آخری چار اقسام کے

شہابیے جو صریر کر کے زمین پر آئے تھے ان سے وہ ماد و جود میں آیا جس سے زمین پر موت حیات کا نظام چل رہا ہے۔ زمین کو خلق کیا گیا تو زمین پر جو چوٹیاں ہیں یہ دو اقسام کی ہیں ایک مٹی و پتھروں وغیرہ کے پہاڑ ہیں اور دوسری چٹانیں ہیں پہاڑ زمین پر وہ گودام ہیں جن میں خام مال ذخیرہ کیا ہوا ہے جو کہ خلاء سے ان چار اقسام کے شہابیوں سے آیا جس سے زمین پر موت حیات کا نظام چلا یا جارہا ہے تو چٹانیں وہ کارخانے ہیں جو پہاڑوں سے عناصر حاصل کر کے انہیں طین، نطفہ یعنی خام تیل میں بدلتے ہیں ان سے خام تیل زمین کا خون خلق کرتے ہیں اور پھر زمین کا خون خام تیل ان چٹانوں سے مسلک زمین کی اسی چٹانی تھہ میں زمین کی شریانیوں میں گردش کرتا ہوا پوری زمین میں پھیلتا ہے اس چٹانی تھہ کے نیچے لاوے کی صورت میں آگ ہے جس سے حرارت ملنے کی وجہ سے خام تیل گرم ہونے سے گیسوں میں تخلیل ہو کر زمین کی اوپر والی مٹی کی تہوں کی طرف سفر کرتا ہے اور اپنے اپنے نقطہ انجہاد پر وہ لگیسین محمد ہو کر واپس عناصر کی صورت اختیار کر لیتی ہیں پھر زمین کی مٹی والی تھہ میں پانی اور سورج سے آنے والی شعاعوں کی صورت میں ازبی کے انتلاط سے زمین سے ثمرات نکل رہے ہیں جو کہ دو طرح کے ہیں ایک طیب ہیں اور دوسرا خبیث۔ طیب سے طیب مخلوقات وجود میں آرہی ہیں اور خبیث سے خبیث مخلوقات وجود میں آرہی ہیں اور زمین پر دو اقسام کے ٹکڑے ہیں ایک وہ جو کہ جنگل بیباں ہیں، جھاڑیاں ہیں، کھنڈرات ہیں، صحراءں ان میں خبیث مخلوقات ہیں سانپ، بچھو وغیرہ اور دوسرے باغات ہیں جن میں مختلف پھل، کھیتیاں اور میوؤں کے باغات ہیں جن میں رنگ برلنگے پرندے رہتے ہیں۔

پھر زمین میں ہر شے سرکل میں ہے یعنی دائرے میں ہے ایک مخلوق جب اپنی مدت پوری کر لیتی ہے تو وہ مرکی مٹی نہیں ہو جاتی بلکہ وہ نئی مخلوقات میں چلی جاتی ہے یوں نئی مخلوقات جب اپنی زندگی پوری کر لیتی ہیں تو وہ مرکر مٹی نہیں ہو جاتی بلکہ ان سے نئی مخلوقات وجود میں آتی ہیں یوں ہر شے سرکل میں ہے کچھ بھی سرکل سے باہر نہیں ہے زمین پر کسی بھی صورت میں کہیں بھی کوئی سر انہیں ملے گا بلکہ سرکل ہی ملے گا دائرہ ہی ملے گا۔

جس سے یہ بات کھل کر واضح ہو گئی کہ اس وقت جو بشری وجود ہے یعنی ہی پہلا وجود ہے اور نہ ہی آخری بلکہ جس ماد سے آپ وجود میں آئے اس بشری صورت میں ڈھلنے سے پہلے وہ ماد جس صورت میں موجود تھا وہ آپ ہی ہیں لیکن اس وقت آپ کو اس کا شعور نہیں ہے ایسے ہی اس بشری وجود کو جب موت آئے گی تو یہ مرکر مٹی اور ہڈیاں نہیں ہو جائے گا بلکہ اگر یہ مٹی ہوتا ہے تو صرف اور صرف اس لیے کہ اس سے نئی مخلوقات بن جاتی ہیں جو کہ آپ ہیں، اب اگر آپ آج طیب رزق کھاتے ہیں تو یہ رزق ہی ہے جس میں ہر لحاظ سے فضیلت رکھ دی گئی اگر طیب رزق کھائیں گے تو طیب جسم بنے گا اور موت کے بعد جب اس جسم سے نئی مخلوقات بنیں گی تو طیب مخلوقات بنیں گی طیب کو خبیث پر فضیلت یعنی ترجیح حاصل ہے طیب کھائیں گے تو موت کے بعد یہ جسم جب خلق جدید میں جائے گا یعنی اس سے نئی مخلوقات بنیں گی تو رنگ برلنگے پرندے خلت ہوں گے جو کہ آپ ہی ہوں گے آج اس وقت تو آپ کو اس کا شعور نہیں ہے لیکن جب اس جسم کی موت ہو گی تو ایسے ہی آپ اس جسم سے بننے والی مخلوقات آپ ہوں گے جیسے اس وقت اس بشری وجود کو اپنا آپ سمجھتے ہیں اور اگر خبیث رزق کھائیں گے تو موت کے بعد اس جسم سے سانپ بچھو وغیرہ بنیں گے اور وہ آپ ہی ہوں گے۔ اب جب آج اللہ نے اپنا رسول بعثت کیا اور اللہ کے رسول احمد علیٰ نے یہ حقائق کھول کر بتا دیئے کہ یہ ہے قبر جو کہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ یا پھر جہنم کی گھاٹیوں میں سے ایک گھاٹی ہے کہ تم مرکر مٹی اور ہڈیاں نہیں ہو جاتے بلکہ جب تمہیں موت دی جاتی ہے اور یہ جسم مٹی میں تخلیل ہوتا ہے تو اس لیے ہوتا ہے تاکہ اس کوئی خلق میں لے جایا جائے اس سے نئی مخلوقات بنائی جائیں جو کہ تم ہو جسے تم قبر کہتے ہو تو آگ سے آج خود کو مسلمان کھلوانے والوں کا جو جواب ہے اس کی بھی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی تاریخ اختردی گئی تھی و انَّ تَعْجَبُ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ إِذَا كُنَّا تُرْبَأً إِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ اور اگر یہ نئی بات ہے کہ پہلے کبھی نہیں سنی پہلی بار سن رہے ہیں ان کا جو عمل ہے جو آگ سے کہہ رہے ہیں فَعَجَبٌ نئی بات نہیں جو ہم کہہ رہے ہیں یعنی جو اللہ کا رسول کہہ رہا ہے بلکہ نئی بات تو وہ ہے جو ان لوگوں کی ہے جو اللہ نے کہی ہی نہیں جو اللہ کے کسی بھی رسول نے نہیں کہی قَوْلُهُمْ إِذَا كُنَّا تُرْبَأً إِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ یہ جو اس وقت موجود ہیں جن سے اللہ اپنے رسول کے ذریعے کلام کر رہا ہے جب ان پر یہ

حق کھول کر واضح کر دیا گیا تو ان کا کہنا ہے یہ کہہ رہے ہیں کہ کیا جب ہم ہو جائیں مٹی تو کیا ہم مٹی اس لیے ہوتے ہیں جو تو کہہ رہا ہے؟ یعنی یہ لوگ ماننے کو تیار ہی نہیں کہ جب مٹی ہوتے ہیں تو مٹی نہیں ہوتے بلکہ خلقِ جدید میں چلے جاتے ہیں تو آگے سے اللہ کا رسول کہہ رہا ہے *إِنَّا لَهُ فُيْ خَلْقٍ جَدِيدٍ* اس میں کچھ شک نہیں جو تم مرکر مٹی ہوتے ہو تو مٹی نہیں ہوتے بلکہ تمہیں مٹی کیا جاتا ہے کہ تمہیں خلقِ جدید میں لے جایا جاتا ہے تم نئی مخلوقات میں چلے جاتے ہو اُولَئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ یہ لوگ ہیں جو کفر کر رہے ہیں جو ان کا رب ہے اس سے یعنی بہت ہی آسان ہے کہ اس بشری وجود سے پہلے آپ کیا تھے اور موت کے بعد کہاں جائیں گے آیا مٹی ہو جائیں گے یا پھر خلقِ جدید میں چلے جائیں گے اس کا فیصلہ تو ہی کر سکتا ہے جو رب ہے جس نے وجود میں لا یا کیونکہ جس نے وجود میں لا یا اور جوموت دے رہا ہے اسے ہی علم ہے کہ وہ موت کے بعد اس جسم کیسا تھا کیا کر رہا ہے آیا مٹی ہی کر دیتا ہے یا پھر خلقِ جدید میں لے جاتا ہے اس لیے رب سے پوچھا جائے گا اور ہر ایک پر کھل کر واضح ہو چکا کہ رب فطرت ہے اب آپ اپنے رب یعنی فطرت سے پوچھیں کہ موت کے بعد کہاں لے جایا جاتا ہے تو فطرت آپ کو بالکل کھول کر جواب دے رہی ہے آپ کو بار بار کہا جا رہا ہے کہ آپ کو سننے کے لیے کان دینے، دیکھنے کے لیے آنکھیں اور جو سن اور دیکھ رہے ہیں اسے سمجھنے کی بھی صلاحیت دی تو کیوں نہیں غور فکر کرتے اور خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے کہ فطرت تمہارا رب تمہیں موت کے بعد کہاں لے جا رہا ہے؟ اب جب آپ غور کریں گے تو کھل کر واضح ہو جائے گا کہ مرکر مٹی نہیں ہوتے بلکہ نئی مخلوقات میں چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ واپس اسی رب میں پلٹ نہ جائیں۔ آپ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ ایک مخلوق کی جب موت ہوتی ہے تو اس سے نئی مخلوقات بن جاتی ہیں ایسے ہی کوئی ایک بھی خلق ایسی نہیں کہ جس کی موت ہو جانے سے وہ مٹی میں مل جاتی ہے بلکہ اس سے آگئی مخلوقات بن جاتی ہیں یہاں تک کہ وہ دوبارہ واپس فطرت میں نہل جائے جسے وہ اول حالت میں تھی۔ اب حق اس قدر کھول کھول کر واضح کر دیجئے جانے کے باوجود بھی اگر کوئی کفر کرتا ہے تو وہ اپنے رب سے کفر کر رہا ہے اور کفر کرنے والے کوں لوگ ہیں یہ بھی کھول کر واضح کر دیا اُولَئِكَ الْأَعْلَلُ فِيْ أَعْنَاقِهِمْ اور یہ جو کفر کر رہے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کی گردنوں میں پڑے ہوئے ہیں یعنی جیسے کسی کتے یا جانور کے گلے میں پڑے ڈال کر اسے پکڑا ہوتا ہے تو جس کے ہاتھ میں اس کا پڑہ ہوتا ہے وہ اس کے پیچھے پیچھے چلتا ہے وہ اپنی گردن کو ادھر ادھر نہیں موڑ سکتا بالکل ایسے ہی وہ لوگ جن لوگوں نے اپنے گردنوں میں اپنے بڑوں کے، اپنے ملاوں کے پڑے ڈالے ہوئے ہیں جو انہوں کی طرح بغیر سوچے سمجھے، جو بغیر غور فکر کیے دوسروں کے پیچھے چل رہے ہیں یہ وہ لوگ ہیں۔ ظاہر ہے اگر تو شکر کریں گے یعنی انہیں جو سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں دی گئی اگر یہ ان کا استعمال کریں گے تو حق ان پر کھل کر واضح ہو جائے گا جس کا کفر کیا ہی نہیں جا سکتا اور اگر غور فکر کرنے کی بجائے انہوں کی طرح اپنے آبا اور اجداد اور اپنے ملاوں کے پیچھے چلیں گے تو پھر ان پر حق کیسے کھل کر واضح ہو گا بلکہ یہ تو اسی کو حق کہیں گے جسے ان کے آبا اور اجداد حق کہتے رہے جسے ان کے ملا اس حق کہہ رہے ہیں جن کے پڑے ان لوگوں نے اپنے گلوں میں ڈالے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ ان لوگوں میں نسل درسل بشری خلق اور موت کے بعد قبر کے حوالے سے عقائد و نظریات پائے جاتے ہیں جن کا حقیقت کیسا تھا کوئی تعلق نہیں۔

**وَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَلِدُونَ** یہی وہ لوگ ہیں جو صحاب النار ہیں اور اس میں رہیں گے اس وقت تک جب تک کہ النار یعنی جہنم کی بھی اجل مسمی نہیں آ جاتی۔ ان لوگوں کا دعویٰ ہے کہ یہ لوگ تو ہیں ہی جنتی لیکن خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ ان کے بارے میں قرآن کیا کہہ رہا ہے جو کہ آج کی تاریخ ہے اور آج اللہ نے اپنے رسول احمد عیسیٰ کے ذریعے حق کھول کر واضح کر دیا۔

یوں آپ پر یہ بات کھل کر واضح ہو چکی کہ یہ زمین میں جتنے بھی جاندار ہیں یا آپ ہی ہیں جو کہ آپ کے مختلف مراحل ہیں اس وقت آپ کو اس کا شعور نہیں ہے کیونکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ اس بشری وجود کو اپنا آپ سمجھ رہے ہیں شعور اس میں ہے لیکن جب اس بشری وجود کی موت ہو جائے گی تو اس سے آگے مخلوقات نہیں گے آپ وہی ہوں گے کیونکہ تب یہ بشری مرحلہ ختم ہو چکا ہو گا اور آپ اگلے مرحلے میں جا پکھے ہوں گے اگر طیب رزق کھایا تھا تو پرندوں کی

صورت میں آپ کا اگلامرحلہ اور اگر خبیث تو پھر اگلامرحلہ سانپ پکھو غیرہ سمیت جو ایسی ہی مخلوقات ہیں وہ آپ ہی ہوں گے، اس وقت آپ کو جتنی بھی وہ جاندار مخلوقات نظر آ رہی ہیں جو اس بشر کے بعد کی خلق ہیں وہ سب کے سب کبھی بشر ہی تھے کیونکہ وہ اس مرحلے سے گزر چکے ہوئے ہیں اور اس مرحلے کے بعد آپ بھی ان میں ہی چلے جائیں گے اور آگے مرحلے کرتے کرتے واپس پہلی حالت میں چلے جائیں گے اور پھر آخرہ میں دوبارہ آپ کو بشری صورت میں حیا کیا جائے گا اور اسی کا سورۃ البقرۃ کی الگلی آیت میں بھی ذکر کر دیا گیا ہوَاللَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا اور اور کرتے جاؤ جب تک کہ اور ختم ہو کر ماضی میں نہیں چلا جاتا تو جو ذات سامنے آئے گی کہ اس کے علاوہ اور پچھے ہی نہیں بلکہ یہی ذات ہے جس نے تمہیں خلق کیا جو بھی زمین میں ہے جمیعاً یعنی جیسے آج بشر ہو تو اس سے اگلامرحلہ بھی تم ہو اس سے اگلامرحلہ بھی ایسے ہی شروع سے لیکر آخوند تک تمہیں زمین میں جو کچھ بھی نظر آ رہا ہے یعنی موجود ہو کسی نہ کسی صورت میں ثُمَّ اسْتَوْتَى إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّهُنَّ سَبْعَ سَمَوَاتٍ زمین میں تمہیں خلق کیا جو تمہاری تراپ والی خلق ہے پھر یہی ذات جو تمہیں نظر آ رہی ہے اس نے جو آسمان تھا اس کو کرنا شروع کیا تو پس سات آسمان کر دیے یعنی جب زمین پر شہابیوں کی صورت میں بارشیں ہوتی رہیں اور زمین مکمل ہو گئی اس میں پہاڑ وغیرہ وجود میں آگئے تو زمین کے گرد گیسوں کا ایک مرکب حصار کی صورت میں اکٹھا ہو چکا تھا پھر سورج وجود میں آیا جس سے زمین کے گرد گیسوں کے مرکب پر مشتمل ایک تہہ سات تھوں میں تقسیم ہو گئی جس سے نہ صرف ہائیڈروجن و آسیجن لیکیں و وجود میں آئیں بلکہ ان کے اختلاط سے ایک لمبی مدت تک بارشیں ہوتی رہی، پانی اونچی جگہوں سے گہرائیوں کی طرف بہتار ہا جس سے زمین کا کٹا وہ کرنالیاں، چشمے، نہریں اور دریا و وجود میں آئے اور گہرائیوں میں پانی اکٹھا ہوتے ہوئے سمندر و وجود میں آگئے پھر جب ہائیڈروجن و آسیجن کا اختلاط تھم گیا تو موسم وجود میں آگئے۔ جس کے بعد پانی میں یعنی سمندروں میں زمین کے عناصر اور سورج کی توانائی سے پانی میں زندگی کا آغاز ہو کر آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا تو ہیں دوسری طرف زمین میں نباتات کی صورت میں حیات کا آغاز ہوا جو آہستہ آہستہ آگے بڑھتے ہوئے زمین نے جنت کی طرف کا سفر یعنی باغات میں بدلنے کا سفر شروع کر دیا یوں جب ارتقاء کرتے کرتے یہ بشر و وجود میں آگیا تب تک زمین میں نباتات ارتقاء کرتے کرتے زمین باغ بن چکی تھی اور اس میں اس بشر کی تمام ضروریات وجود میں آچکی تھیں۔

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَئِكَةِ اورتب كہا تھا تیرے رب نے ملائکہ کے لیے یعنی جب زمین کی خلق مکمل ہو گئی اور زمین کی گرد گیسوں کے مرکب کی ایک تہہ سات تھوں پر تقسیم ہو گئی جس کے بعد زمین پر پانی آیا اور زندگی کی ابتداء ہوئی اور جب زندگی ارتقاء کر رہی تھی وَإِذْ قَالَ تب کہا تھا اب آگے یہ بھی واضح کر دیا کہ کیا کہا تھا إِنَّى جَاعِلٌ اس میں کچھ شک نہیں یہ جو میں کر رہا ہوں یعنی یہ جو زمین کی خلق سے لیکر آگے بڑھتے بڑھتے زندگی کو وجود میں لا یا کیا اور یہ جو زندگی ارتقاء کرتے ہوئے آگے بڑھ رہی ہے یہ جو میں کر رہا ہوں یہ کیا کر رہا ہوں؟ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةٌ زمین میں ایک نائب کر رہا ہوں قَالُوا تب ملائکہ آگے سے جواب دے رہے تھے أَتَجْعَلُ فِيهَا كیا تو اسے زمین میں نائب کر رہا ہے مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ جوفساد کر رہا ہے یعنی زمین کی مخلوقات کو ان کے مقامات سے ہٹا رہا ہے اور اس کا خون بھار رہا ہے وَنَحْنُ نُسَيْخٌ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ اور ہم تو سچ کر رہے ہیں یعنی میں جو بھی حکم دیا جاتا ہے فوری اسے دل سے تسلیم کرتے ہوئے اس پر عمل کر رہے ہیں تیری حمد کیسا تھے یعنی پھر جو کام کرتے ہیں تو ایسا کرتے ہیں کہ اس میں رائی برابر بھی خامی و خرابی نہیں ہوتی اس میں ہر لحاظ سے خوبیاں ہی خوبیاں ہوتی ہیں اور ہم جو کر رہے ہیں اس سے تجوہ کو قدس ہے یعنی ٹوہر طرح کی خامی و خرابی سے پاک ہے لیکن جو یہ کر رہا ہے پہلی بات کہ نہ تو یہ سچ کر رہا ہے یعنی تیری بات مان کر فوری اس پر عمل کرنے کی بجائے اپنی مرضی کر رہا ہے اور پھر جو کام کر رہا ہے اس سے تیری حمد نہیں بلکہ خامیاں و خرابیاں ہوتی ہے اور ٹوپاک نہیں بلکہ خامیوں خرابیوں والا نظر آتا ہے۔

یہی وہ مقام ہے جہاں آج تک ان لوگوں نے یہی مراد لیا کہ گویا ایک دربار لگا ہوا ہے تخت پر اللہ نامی کوئی بیٹھا ہوا ہے اور سامنے ملائکہ کے نام پر فرشتے موجود

بیں اور اللہ نہیں کہہ رہا ہے کہ میں زمین میں اپنا نائب بشر بنانے جا رہا ہوں اور پھر آگے کہتے ہیں کہ فرشتوں نے آگے سے اعتراض انھیا اور اپنی تعریف کی جو کہ ایک دیومالائی کہانی ہے جس کا حقیقت کیسا تھا کوئی تعلق نہیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ رب کہہ رہا ہے اور رب کون ہے یہ واضح ہونا لازم ہے اور دوسری بات کہ رب الملائکہ کو کہہ رہا ہے تو الملائکہ کا علم ہونا بھی لازم ہے پھر تیسری بات کہ جب کہا جا رہا ہے تب یہ بشر موجود نہیں تھا بلکہ تب جو کیا جا رہا تھا اس بشر کو وجود میں لا یا جا رہا تھا یہ بشر اپنی تحقیق کے مراحل میں تھا بھی یہ بشر وجود میں نہیں آیا تھا۔

رب آپ جان چکے کہ یہی وجود ہے جو آپ کو ہر طرف نظر آ رہا ہے جو کہ فطرت ہے اور الملائکہ کو سمجھنا ہے تو پہلے یہ جان لیں کہ الملائکہ کی ضد جان یہیں اور جان دونوں ایک دوسرے کی متفاضل قوتیں ہیں الملائکہ نور سے وجود میں آنے والی قوت ہے اور جان آگ سے وجود میں آنے والی قوت ہے۔

جب رب بشر کو خلق کر رہا تھا اور رب آپ جان چکے کہ یہ فطرت ہے فطرت جب بشر کو وجود میں لارہی تھی تو ظاہر ہے فطرت کوئی مٹی کا بست تو نہیں بنائے گی نہ ہی فطرت نے مٹی کا بست بنایا بلکہ فطرت جسے بھی وجود میں لاتی ہے تو اسے آہستہ آہستہ مرحلہ بمرحلہ آگے بڑھاتے بڑھاتے وجود میں لاتی ہے مثلاً ایک درخت کو رب نے خلق کیا تو ذرا غور کریں کہ کیسے رب نے درخت کو خلق کیا؟ سب سے پہلے ایک شیخ تیار کیا جو کہ غور و فکر کرنے پر واضح ہو گا کہ ایک بھی مدت میں بہت سے مراحل طے کرنے کے بعد تج وجود میں آیا یعنی جب زمین پر پانی آیا تھا تو بارشوں کے برنسے سے جب پہلی بار زمین میں زمین کے عناصر سورج کی ازرجی اور پانی کا اختلاط ہوا تو طرح طرح کی انتہائی چھوٹی چھوٹی نباتات وجود میں آئیں ان نباتات سے ارتقاء کرتے کرتے ایک لمبی مدت کے بعد مختلف درخت وجود میں آئے یوں اس طرح جب درخت وجود میں آئے تو تج کے بعد وہ سورج کی ازرجی اور پانی کے اختلاط سے پھلتا ہے پھر نہاساپو دا بنتا ہے پھر آہستہ آہستہ آگے بڑھتے بڑھتے درخت بنتا ہے ایسے ہی آپ جب غور و فکر کریں گے تو آپ پر کھل کر واضح ہو جائے گا کہ یہ بشر باعلیٰ عقیدے و نظریے کے مطابق وجود میں نہیں لایا گیا بلکہ اسے رب نے وجود میں لایا جو کہ فطرت ہے اور فطرت تو ارتقاء سے کچھ بھی وجود میں لاتی ہے اس لیے اس بشر کو ارتقائی مراحل سے گزارتے ہوئے وجود میں لایا گیا تو جب زمین پر پانی آیا اور پانی آنے کے بعد زمین پر زندگی کی ابتداء ہوئی اور زندگی نے ارتقاء کرنا شروع کیا تو وہ طرح کی مخلوقات تھیں ایک وہ جو انتہائی شریف، مالک کی وفادار جو اپنی منانی نہیں کرتیں اپنی مرضی نہیں کرتیں اور دوسری وہ جن میں غور تکبر اور طاقت کا نشہ جو شریف اور مالک کی وفادار مخلوقات کو چیر پھاڑ کرتی انہیں نقصان پہنچاتی ہیں تو یہ جو مراحل طے ہو رہے تھے تو اس دوران وہ جو شریف اور مالک کی وفادار مخلوقات تھیں جن کو ڈرائیو کرنے والی قوت ملائکہ تھے انہیں کہا گیا اور انہیں اسی لیے کہا گیا کیونکہ جب درندے و چیر پھاڑ کرنے والے جانور انہیں چیرتے پھاڑتے انہیں قتل کرتے مخلوقات کو ظاہر نقصان پہنچاتے تو جیسے آج آپ کو اگر کوئی تکلیف پہنچے تو آپ دل ہی دل میں یہی کہتے ہیں یا سوچتے ہیں اپنے رب سے شکوہ کرتے ہیں کہ ایسا کیوں ہوا یہ نہ ہوتا تو بہتر تھا ایسا کیوں کیا جا رہا ہے ایسے ہی جب ان مخلوقات کے دل میں یہ کیفیت پیدا ہوتی تو وہ اپنے رب کو یہی کہتیں کہ یہ کیا ہو رہا ہے اے رب تو یہ کیا کہہ رہا ہے؟ تو آگے سے رب نے یہی کہا تھا کہ یہ جو میں کر رہا ہوں یہ میں ایک نائب لارہا ہوں اور یہ کوئی زبان سے ایسا نہیں کہا تھا بلکہ فطرت نے ان مراحل کو نہ روک کر انہی مراحل کو آگے ہی بڑھانے کی صورت میں جواب دیا جب تک کہ یہ بشر نہیں آگیا۔

جیسے عمارت بنانے کے لیے پہلے سارا مواد کٹھا کیا جاتا ہے پھر اس مواد کو اپنی اپنی جگہ پر استعمال کیا جاتا ہے ایسے ہی یہی بشر چونکہ اس زمین کا نچوڑ ہے تو اس نچوڑ کو نکالنے کے لیے ہی اس سے پچھے ارتقائی مراحل تھے جن کو طے کیا گیا یعنی جیسے اگر آپ جو کھائیں گے وہی بنیں گے ایسے ہی جب ابتداء میں پانی آنے سے زندگی وجود میں آئی تو وہ بالکل ایسے ہی تھی جیسے سوہنے سے ہوں اور الگ الگ ہوں اب ان سب کو ایک کرنا ہے یعنی تو ان کو جمع کیا جائے گا ایک کیسا تھ دوسرے کو جوڑتے چلیں جائیں گے یہاں تک کہ سُکھل ہو جائے گا۔ زمین کے جتنے بھی عناصر ہیں ابتداء میں ہر غصر سے الگ الگ جان وجود میں آئی پھر ان

کو ایک دوسرے سے جوڑا گیا یہاں تک کہ جوڑتے جوڑتے یعنی ایک دوسرے میں ضم کرتے کرتے یہ بشرز مین کے تمام عناصر کا نچوڑ سامنے لا یا گیا تو اس کے لیے لازم تھا کہ پچھے جو جو خلوقات بھی وجود میں آتی رہیں ان کو جوڑتے جوڑتے ایک دوسرے میں ضم کرتے ہوئے ایک ہی نقطہ بنادیا جائے جو کہ یہ بشرط تھا۔ اسے ایک اور مثال سے سمجھیں لیں مثال کے طور پر جن عناصر سے شیر وجود میں لا یا گیا اور جن سے ہرن اگر دونوں کے جمع کیا جائے تو نتیجہ نکلے گا بشرط۔ اب ظاہر ہے جب تک شیر اور ہرن کو جمع نہیں کیا جاتا تب تک بشرط نہیں بن سکتا، شیر میں درندگی ہے اشکبار ہے طاقت کا گھمنڈ ہے اور اس کے برعکس ہرن میں عاجزی ہے افساری ہے مالک سے وفاداری ہے رائی برابر بھی مالک سے بغادت نہیں کرتا اب اگر ہرن کہتا ہے کہ اے رب کیوں مجھے شیر کھار ہا ہے؟ تو رب کہتا ہے اس لیے کیوں کہ میں بشرط نہیں ہوں اب ہرن پر یہ بات بالکل واضح ہے کہ اگر میرے اور شیر کے مجموعے سے بشرط نہیں کیا جائے گا تو ہمارے مجموعے سے وجود میں آنے والے خلوق میں دونوں والی خصوصیات و خصلتیں موجود ہوں گی جسے نہ صرف دونوں پر اختیار حاصل ہوگا بلکہ لامحالہ شیر والی خصوصیات و خصلتیں اس پر غالب رہیں گی جس سے وہ بتا ہی ہی مچائے گا۔

آپ پر بار بار یہ بات کھول کر واضح کی جا چکی کہ یہ قرآن اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے۔ الا ولین کو سلفاً کر دیا گیا یعنی وہ جو اس قرآن سے قبل دنیا میں آئے ان تمام کے تمام کو ایک کونہ صرف گزر اہوا کر دیا گیا بلکہ انہیں مثل کر دیا گیا الآخرین کے لیے یعنی قرآن کے نزول کے بعد والوں کے لیے یوں اس قرآن میں الا ولین جو کہ سلف کیے جا چکے ان کی مثلوں سے الآخرين یعنی قرآن کے نزول سے بعد والوں کی تاریخ ہے۔ اور پھر یہ بات بھی کھول کھول کر واضح کی جا چکی کہ قرآن مشابہاً ہے یعنی سامنے توہر ایک کے ہے لیکن جو سامنے نظر آ رہا ہے یہ اصل اور مکمل حقیقت نہیں ہے بلکہ اس کا علم مکمل طور پر چھپا دیا گیا اللہ کے علاوہ کسی کے پاس اس کا علم نہیں اور یہی وجہ ہے کہ اس قرآن کو اللہ کے علاوہ کوئی بھی بین نہیں کر سکتا یعنی کوئی بھی کھول کر واضح کر نہیں سکتا۔ اور پھر آپ پر یہ بھی کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ اللہ کیا ہے یعنی یہ جو کچھ بھی آپ کو نظر آ رہا ہے یہ اللہ ہی کا وجود آپ کو نظر آ رہا ہے فطرت اللہ کی ذات ہے اور جو کچھ بھی فطرت کی ضد ہے وہ اللہ کا شریک ہے جسے اللہ برداشت نہیں کرتا اللہ اپنے شریک کو مٹا دیتا ہے۔ اور اللہ چونکہ العزیز الحکیم ہے اس لیے اللہ اس قرآن میں ہر آیت کو اس کے وقت پر ہی بین کرتا ہے یعنی کھول کر واضح کرتا ہے جب تک کسی آیت کے بین ہونے کا وقت نہیں آ جاتا تب تک اللہ اس کا علم ظاہر نہیں کرتا یعنی وہی بات کہ اس قرآن کی کوئی ایک بھی آیت اس وقت تک بین نہیں ہو سکتی جب تک کہ فطرت یہ وجود اسے بین نہ کر دے جب تک کہ وہ حدش ہو نہیں جاتا جس کی وہ تاریخ ہے اور یوں جیسے جیسے حدثات ہو رہے ہیں ویسے ویسے ان حدثات کی تاریخ پر منی قرآن کی آیات بین ہوتی چلی جا رہی ہیں جو یاد دار ہی ہیں کہ یہ تھا وہ حدش وہ واقعہ جس کی قرآن کے نزول کے وقت ہی تاریخ اتنا روئی گئی تھی۔

اب جب آپ پر یہ بات ہر لحاظ سے اور ہر پہلو سے کھل کر واضح ہو چکی کہ یہ قرآن اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے تو پھر آدم کی تاریخ پر منی جتنی بھی آیات ہیں ان کے حوالے سے جو کچھ بھی کہا جاتا رہا ان کے جو جو بھی تراجم و تفاسیر کیے گئے جیسا کہ آدم و حوانا می باہل سے اخذ کر دہ دیو مالائی کہانی ہے اگر تو یہ قرآن کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کے دوران کی تاریخ ثابت ہوتے ہیں تو بلاشب و شبہ یہی حق ہے اور اگر ان کا قرآن کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی تاریخ کیسا تھوئی تعلق نہیں تو پھر یہ حق نہیں بلکہ بالکل بے بنیاد و باطل ہے جس کا حق کیسا تھوئی تعلق نہیں صرف اور صرف گمراہیاں ہیں گمراہیوں کے سوا کچھ نہیں۔

اب جب ہم ان آیات کو آپ پر کھول کر واضح کریں گے تو نہ صرف آپ پر یہ بات کھل کر واضح ہو جائے گی کہ اتنے عظیم راز تھے جو آج سے چودہ صدیاں قبل ہی اسی قرآن میں آیات کی صورت میں سامنے لارکھے تھے بلکہ یہ قرآن خود ان آیات کی صورت میں یاد دلادے گا کہ یہی تھا اللہ کا وہ رسول احمد عیسیٰ جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی ان آیات کی صورت میں تاریخ اتنا روئی گئی تھی جس کے بعد کسی ایک کے لیے بھی چاہ کر بھی میرا اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کا کفر و کذب نہیں کر سکے گا بالآخر حق ہر کسی کو تسلیم کرنا ہی پڑے گا کافر کرنے کا رستہ بند ہو جائے گا جنت ہو جائے گی اس کے باوجود بھی اگر کوئی میرا کافر و کذب ہی کرے گا تو پھر وہ جان لے کہ یہ پہلی بار نہیں ہو رہا بلکہ اس سے قبل بھی ہمارے رسولوں کا کذب کیا جا چکا تو پھر ان کذب کرنے والوں کا انجام کیا ہوا تھا؟ بالکل ویسا ہی انجام آج تمہارا ہو گا جو کہ تمہارے بالکل سر پر آ کھڑا ہے۔

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَكَةِ اسْجُدُوا لِلَّادَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبْلَى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكُفَّارِينَ. البقرة ٣٣

یہ ایک ایسی آیت ہے جس کو لیکر آج تک جو بھی تراجم و تفاسیر کیے گئے ان تراجم و تفاسیر کی بنیاد پر اٹھنے والے سوالات کے آج تک کوئی جواب نہیں دے سکا اور نہ ہی ان اعتراضات کو دور کر سکا جو بھی اعتراضات اس آیت کے تراجم و تفاسیر کی بنیاد پر اٹھائے جاتے ہیں۔ ان اٹھنے والے سوالات و اعتراضات کی وجہ ہی یہی ہے کہ یہ آیات ان لوگوں کی تاریخ ہی نہیں تھیں اس لیے یہ لوگ ان آیات کو کیسے بین کر سکتے تھے؟ جب اس قرآن کو اللہ کے علاوہ کوئی بین کر ہی نہیں سکتا تو پھر ظاہر ہے کوئی بھی انسان قرآن کی کسی ایک بھی آیت کو اگر بین کرنے کی کوشش کرے گا تو وہ جرم کرے گا ایسا کرنے والا خود اپنے تراجم و تفاسیر کی بنیاد پر

پھنس جائے گا۔

مثال کے طور پر ان کے تراجم و تفاسیر کی بنیاد پر سب سے پہلا سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب حکم ملائکہ کو دیا جا رہا ہے تو پھر ابلیس نے انکار کیوں کیا؟ کیونکہ ابلیس ملائکہ میں سے تو تھا ہی نہیں اس لیے جب اسے حکم ہی نہیں دیا گیا تو پھر اس نے انکار کیوں کیا؟ اس کے انکار کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اب اس سوال کا جواب دینے کے لیے طرح طرح کے پاپ بیلے گئے لیکن شیاطین مجرمین اپنی پوری کوشش کے باوجود اس میں ناکام رہے مثلاً ان لوگوں نے اس سوال کا ایک جواب یہ دینے کی کوشش کی کہ ابلیس ملائکہ میں سے تھا لیکن جب قرآن میں اللہ نے خود اس بات کی گواہی دے دی کہ ابلیس الجان میں سے ہے تو ان لوگوں نے اپنی غلطی تسلیم کرنے کی بجائے الٹا اپنی غلطی کا دفاع کرنا شروع کر دیا کہ پہلے ابلیس ملائکہ میں سے تھا اور نہ صرف ملائکہ میں سے تھا بلکہ ملائکہ کا سردار تھا لیکن بعد میں الجان میں سے ہو گیا۔ اب ایسا کیسے ممکن ہے کہ جو پہلے ملائکہ میں سے تھا وہ بعد میں جن بن گیا؟ کیونکہ ملائکہ اور جان دونوں ہی دو مقناد قوتیں ہیں ایک ٹھہر دی قوت ہے جو اس کائنات میں اپنا وجود رکھتی ہے اور دوسرا گرم قوت ہے جو اس کائنات میں وجود رکھتی ہے اس لیے یہ کہنا کہ ابلیس پہلے ملائکہ میں سے تھا یہ بات بالکل بے بنیاد و باطل ثابت ہو جاتی ہے۔

پھر اس کے علاوہ ان لوگوں میں سے کچھ کو اس بات کا احساس ہو گیا کہ اگر اپنی اسی غلطی پر ڈٹے رہیں گے تو کبھی بھی اس اعتراض کا تسلی بخش جواب نہیں دے پائیں گے تو ان لوگوں نے اپنی اس غلطی کو سدھا رہنے کی بجائے یعنی اللہ سے رجوع کرنے کی بجائے کہ اے اللہ اس قرآن کو تیرے علاوہ کوئی بھی بین نہیں کر سکتا ایسا کرنے کی بجائے الٹا ان لوگوں نے مزید استکبار کیا انہوں نے غلطی پر غلطی کر ڈالی۔ ان لوگوں نے کہا کہ جیسے کوئی کلاس روم ہو اس کلاس روم میں اکثریت لڑکوں کی ہو اور ایک لڑکی ہو تو جب استاد کلاس میں آئے گا تو وہ نہیں کہے گا کہ لڑکے اور لڑکی کھڑے ہو جاؤ بلکہ وہ اکثریت کو مخاطب کرے گا جب اکثریت کی بات کی جائے تو اقلیت خود بخود اس میں شمار ہو جاتی ہے اسی طرح جب اللہ نے حکم دیا تو اس وقت اکثریت ملائکہ کی تھی اور ان میں سے ایک ہی جن تھا اس لیے اس کو نہیں پکارا گیا بلکہ اکثریت کا نام لیکر حکم دیا گیا جس کا مطلب یہ تھا کہ ابلیس کو بھی حکم دیا جا رہا ہے کیونکہ وہ بھی انہی میں موجود تھا اور اس نے حکم ماننے سے انکار کر دیا۔

اب ان لوگوں کی اس آیت کو لیکر ایسی جتنی بھی توجیہات اور تاویلات کیں اگر ان میں سے کسی ایک کو بھی سچ مان لیا جائے تو پہلی بات کہ قرآن احسن الحدیث ہی ثابت نہیں ہوتا یعنی قرآن اپنے نزول سے لیکر الساعۃ کے قیام تک کی احسن تاریخ ہی ثابت نہیں ہوتا یوں قرآن کے احسن الحدیث ہونے کا کفر ہو جائے گا جس کا مطلب بالکل واضح ہے کہ جو احسن الحدیث ہی نہیں وہ اللہ کا اتا را ہو انہیں کیونکہ اللہ نے جو اتا را وہ احسن الحدیث ہے اور پھر دوسرا بات کہ قرآن متشابہاً بھی ثابت نہیں ہوتا یعنی ان لوگوں کا اپنے عمل سے یہ دعویٰ ہے کہ قرآن متشابہاً نہیں ہے یعنی یہ قرآن ایسا نہیں ہے کہ سامنے تو سب کے ہے لیکن اس کا علم اللہ نے چھپا دیا اللہ کے علاوہ اس کا علم کسی کے بھی پاس نہیں اس لیے اللہ کے علاوہ اسے کوئی بھی بین نہیں کر سکتا بلکہ یہ قرآن متشابہاً نہیں ہے اسے اللہ کے علاوہ کوئی بھی بین کر سکتا ہے یعنی انسان بھی بین کر سکتا ہے جو انہوں نے بین کر کے اللہ کو جھوٹا ثابت کر دیا قرآن کے متشابہاً ہونے کا رد کر دیا۔ اس لیے اگر ان کے تراجم و تفاسیر کو سچ مان لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن متشابہاً ہی نہیں اور پھر ظاہر ہے جو متشابہاً ہی نہیں وہ اللہ کا اتا را ہو اسی نہیں کیونکہ اللہ نے تو خود کھول کر واضح کر دیا کہ اللہ نے جو اتا را تھا وہ متشابہاً ہے یعنی سامنے تو ہر ایک کے ہے لیکن جو سامنے نظر آ رہا ہے وہ اصل اور مکمل حقیقت نہیں ہے بلکہ اس کا علم اللہ نے کامل طور پر چھپا دیا اس کا علم اللہ کے علاوہ کسی کے بھی پاس نہیں اس لیے اللہ کے علاوہ کوئی بھی قرآن کو بین نہیں کر سکتا یعنی کھول کر واضح نہیں کر سکتا۔ پھر اس کے علاوہ بھی ان کے تراجم و تفاسیر نہ ہی کتاباً ثابت ہوتے ہیں اور نہ ہی مثالی جس سے یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو گئی کہ قرآن کے نام پر اس کے تمام کے تمام تراجم و تفاسیر اللہ کا کلام نہیں اللہ کا اتا را ہو انہیں بلکہ یہ سب کا سب شیاطین کا کلام ہے اور جو بھی شیاطین کے کلام کی طرف اپنارخ کرے گا تو اس کو دنیا کی کوئی طاقت ہدایت نہیں دے سکتی اور نہ ہی دنیا کی کوئی بھی طاقت گمراہیوں سے بچا سکتی ہے اس لیے قرآن کے تراجم و تفاسیر کو ہدایت کا ذریعہ سمجھنے والا صرف اور صرف گمراہ ہی ہو گا۔

اب آئیں حق کی طرف کہ حق کیا ہے۔ قرآن میں ایسی جتنی بھی آیات ہیں یہ تمام کی تمام آیات تو آج کی تاریخ ہیں یعنی یہ آیات اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کی تاریخ پر میں ہیں جنہیں آج سے قبل بین ہونا ہی نہیں تھا یعنی جب قرآن متشابہاً ہے قرآن کی کوئی ایک بھی آیت اس وقت تک بین نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ حدثہ

نہیں ہو رہا ہوتا یا ہو جاتا جس کی وہ تاریخ ہے تو پھر ظاہر ہے ان تمام آیات میں سے کوئی ایک بھی آیت اس وقت تک بین ہو ہی نہیں سکتی تھی جب تک کہ یہ حد شدہ نہ ہو رہا ہوتا یا ہو جاتا جس کی تاریخ پر یہ آیات منی ہیں اور یہ آیات اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کی تاریخ پر منی ہیں جسے اس امت اس قوم کے آخرین میں اس وقت بعث کیا جانا تھا جب انہوں نے ضلال میں میں ہو رہے ہونا تھا جو کہ آج نہ صرف یہ ضلال میں میں ہو رہے ہیں بلکہ آج اللہ نے اپنے وعدے کے مطابق اپنا رسول احمد عیسیٰ بعث کر دیا جس نے یعنی میں نے آ کر آدم کے حوالے سے بھی حق کھول کھول کر واضح کر دیا۔ اب آپ پر باکل آسانی کیسا تھا یہ تمام آیات بالکل کھل کر واضح ہو جائیں گی۔

وَإِذْ قُلْنَا لِلملَّكَةِ اسْجُدُوا لِالْأَدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبْنَى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكُفَّارِينَ۔ البقرة ۳۲

سب سے پہلے اس آیت کے جو آج تک تراجم کیے گئے ان کی حقیقت آپ کے سامنے چاک کرتے ہیں تاکہ آپ حق کو آسانی کیسا تھا سمجھ سکیں اور حق کو سمجھنے میں کسی بھی قسم کی کسی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

”اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے آگے سجدہ کرو تو وہ سجدے میں گر پڑے مگر شیطان نے انکار کیا اور غرور میں آ کر کافربن گیا۔ فتح محمد جالندھری اور (یاد کرو) جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے کہ منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہو گیا۔ احمد رضا خان بریلوی پھر جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے آگے جھک جاؤ، تو سب جھک گئے، مگر ابلیس نے انکار کیا وہ اپنی بڑائی کے گھنٹہ میں پڑ گیا اور نافرمانوں میں شامل ہو گیا۔ ابوالاعلیٰ مودودی“

آپ نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ شیاطین مجرمین نے تراجم میں سب سے پہلی بات کہ اسے دیو مالائی کہانی بنادیا گیا اور دوسرا بات یہ کہا گیا کہ حکم دیا گیا فرشتوں کو اور انکار کر دیا ابلیس نے۔ اب سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر حکم ملائکہ کے لیے تھا تو حکم ماننا یا ماننے سے انکار کرنا یا تو صرف ملائکہ ہی کر سکتے تھے اور ابلیس جو کہ جن ہے جب اس کے لیے حکم تھا ہی نہیں تو اس نے حکم ماننے سے انکار کیا اور بنا فرمادیا؟ اس کے اقرار یا انکار کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جب اس کے لیے حکم تھا ہی نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ بھی تراجم میں موجود ہے اس کا حق کیسا تھا کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی اوپر آیت میں ایسا کچھ موجود ہے جو کچھ ان لوگوں نے تراجم کے نام پر اللہ سے یا قرآن سے منسوب کر دیا۔ جب قرآن میں آیات ہیں قرآن تشاہیا ہے تو پھر ظاہر ہے یہ لوگ کیسے قرآن کو بین کر سکتے ہیں؟ قرآن کو یہ لوگ بین کر ہی نہیں سکتے اس کے باوجود ان لوگوں نے یہ جرأت کی تو یہ ان لوگوں نے جرم کیا۔

اب پہلے تو ایک ایک لفظ الگ الگ کر کے آپ پر واضح کرتے ہیں کہ آیت میں کیا کہا گیا اس کے بعد تفصیل کیسا تھا بالکل کھول کر واضح کر دیتے ہیں۔ و اور اذ جب یا تب قُلْنَا کہا ہم نے ل کے لیے ل کو، کا، کی، وغیرہ ملئیکہ آگے جو ملائکہ ہیں ۱ کیا سُجُدُوا سجدہ کر رہے ہو ۱ جیسے سجدہ کیا گیا یعنی اس سے پہلے ل کے لیے ادَمَ آدم تھا فَسَجَدُوا پس سجدہ کر رہے ہیں إِلَّا کون نہیں کر رہا إِبْلِيسَ ابلیس تھا ابُنی انکار کیا وَاسْتَكْبَرَ اور اشکبار کیا یعنی خود کو بڑا کہا کہ میری بات مانی جائے گی وہ ہو گا جو میں چاہوں گا میں ہی صحیح ہوں اس لیے میری ہی بات مانی جائیگی میرے علاوہ کسی کی نہیں مانی جائے گی وَكَانَ اور قانون میں ہو چکا یعنی ایسا ہونا ہی طے ہے اس کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا بس اس کا وقت آنے کی دیر ہے مطلب وہ کام جو قانون میں ہو چکا بس اس کا وقت آنے کی دیر ہے مِنَ الْكُفَّارِينَ الکافرین سے یعنی جو بات کو مکمل طور پر نہیں مان رہے انہیں جو بھی کہا جاتا ہے نہیں ماننے والے۔

اب جب آپ لفظ بلفظ معنی دیکھیں تو اس میں بہت سے سوالات موجود ہیں سب سے پہلا سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ کب کہا گیا؟ دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیت میں کہیں بھی یہ نہیں کہا گیا کہ ملائکہ کو کہا گیا بلکہ جسے کہا گیا اس کا بالکل واضح ذکر موجود نہیں ہے اس سے آگے بات کی گئی کہ ملائکہ کا معاملہ یہ ہے کہ وہ سجدہ کر رہے ہیں اور ابلیس انکار کر رہا ہے اور ابلیس کے انکار کرنے کی وجہ کیا ہے وہ بھی واضح کر دی کہ اللہ نے یہ قدر میں کر دیا یا اللہ کے قانون میں ہے کہ ابلیس انکار ہی کرے گا یعنی ابلیس کے لیے انکار تو اللہ نے قدر میں کر دیا۔

وَإِذْ قُلْنَا لِ اورتے کہا ہم نے کے لیے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کس کے لیے کہا یعنی کسے کہا؟ کس کو کہا؟ کیونکہ آگے کہا جا رہا ہے لِمَلِئِکَةِ ملائکہ کا

معاملہ یہ ہے اور آگے واضح کر دیا کہ ملائکہ سجدہ کر رہے ہیں اور یہ حال کا صیغہ ہے نہ کہ ماضی کی کوئی بات ہو رہی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ آخر سجدہ کرنے کا حکم کسے دیا جا رہا ہے کیونکہ آیت میں تو کہیں بھی یہ نہیں لکھا ہوا کہ ملائکہ کو کہا جا رہا ہے کیونکہ پہلی بات تو یہ ہے کہ آیت میں یہ کہا ہی نہیں گیا بلکہ جس کے لیے حکم ہے اس کا واضح ذکر موجود نہیں ہے اسے چھپا دیا گیا جس کا علم اللہ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں اور دوسری بات بالفرض اگر یہ بات مان لی جائے کہ ملائکہ کے لیے حکم ہے تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب حکم ملائکہ کے لیے ہے تو پھر یہ کیوں کہا جا رہا ہے کہ ابلیس انکار کر رہا ہے؟ اور پھر جب یہ بھی واضح کیا جا رہا ہے کہ ابلیس کرے گا ہی انکار کیوں کہ اللہ نے ابلیس کے لیے انکار ہی قدر میں کیا وہ ہر صورت انکار ہی کرے گا تو پھر آخر ایسا کیوں کہا گیا؟ جس سے یہ بات آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ نے آیت میں کہیں بھی یہ نہیں کہا کہ ملائکہ کے لیے حکم تھا بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ سجدہ کرنے کا حکم اس کے لیے ہے جسے خلق کیا گیا اس پر کو یعنی آپ کو۔

سجدہ کرنے کا حکم آپ کو دیا جا رہا ہے اور پھر ملائکہ سجدہ کر رہے ہیں اور ابلیس انکار کر رہا ہے اس کی حقیقت کیا ہے اسے بعد میں آپ پر کھول کر واضح کرتے ہیں پہلے اس بات کو آپ پر واضح کرتے ہیں کہ سجدہ کرنے کا حکم آپ کو دیا جا رہا ہے جس کے لیے سب سے پہلے اس سوال کا جواب لازم ہے کہ سجدے کا حکم کب دیا جا رہا ہے یاد دیا گیا؟ کیونکہ آج تک جو کچھ گھر کر پھیلا دیا گیا اس میں اسے ماضی کی ایک دیومالائی کہانی بنادیا گیا لیکن حقیقت کیا ہے اسے آپ اپنی آنکھوں سے اسی قرآن میں دیکھیں کہ سجدہ کرنے کے لیے کب اور کسے کہا جا رہا ہے۔

جب اللہ سے ہی سوال کیا جائے کہ کب سجدے کا حکم دیا تو دیکھیں اس سوال کا جواب بھی اسی قرآن میں رکھ دیا

وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَرْنَاكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِإِلَادَمَ فَسَاجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ لَمْ يَسْجُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ۔ الاعراف ۱۱

وَلَ اور تم کو سننے کے لیے کان دیئے تو کیوں دیئے؟ ظاہر ہے اسی لیے تاکہ تم سن سکو تمہارے لیے سننا ناگزیر تھا سننا لازم تھا اسی طرح تم کو دیکھنے کے لیے آنکھیں دیں تو کیوں دیں؟ ظاہر ہے اسی لیے تاکہ تم دیکھ سکو تمہارے لیے دیکھنا لازم تھا اور پھر جو سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھنے کی صلاحیت دی تو کیوں دی؟ ظاہر ہے اسی لیے دی تاکہ تم اسے سمجھو سکے بعد ہی کوئی بھی عمل کرو اور جب تم جو بھی تمہیں سنایا اور دکھایا جا رہا ہے اسے سمجھو گے تو بالآخر وہی تمہارے سامنے آئے گا جو کہ قدر میں کردیا گیا یعنی جو طے شدہ ہے جس کے خلاف کچھ ہو ہی نہیں سکتا خلق نکم خلق کیا ہم نے تمہیں یعنی ذرا غور کر دتم کیسے وجود میں آئے اور پھر تمہیں خلق کرنے والی ذات کوں ہی ہے جس نے تمہیں خلق کیا وہ ہم ہیں اور پھر اپنی ہی ذاتوں میں غور فکر کرو کہ تمہیں کیسے خلق کیا یعنی خلاء سے شہابیوں کی صورت میں مواد زمین پر لائے اسے مختلف عناصر میں زمین میں پہاڑوں میں محفوظ کیا پھر ان عناصر کو طین، نطفہ یعنی خام تیل میں تبدیل کیا جاتا ہے یوں جیسے جیسے تم غور فکر کرتے جاؤ گے تو تمہیں صرف تمہاری خلق بالکل کھل کر واضح ہو جائے گی بلکہ تم پر واضح ہو جائے گا کہ تمہارا خالق میں ہوں یعنی یہی وجود جو تمہیں ہر طرف نظر آ رہا ہے فطرت ثُمَّ صَوَرْنَاكُمْ پھر صور کیا ہم نے تمہیں یعنی پہلے تمہیں خلق کیا خلق کرنے کے بعد تمہیں صور کیا ثُمَّ قُلْنَا لِپھر کہا ہم نے کے لیے اور آگے واضح کر دیا کہ سجدہ کرنے کے لیے کہا جا رہا ہے کس کے لیے کہا جا رہا ہے اب یہ آپ پر کھل کر واضح ہو چکا ظاہر ہے جسے خلق کیا پھر صور کیا اور صور کرنے کے بعد سجدہ کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے اور جب سجدہ کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے تو لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِإِلَادَمَ فَسَاجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ ملائکہ کا معاملہ یہ

ہے کہ جب کہا جا رہا ہے سجدہ کرو تو پس ملائکہ سجدہ کر رہے ہیں اور کوئی نہیں سجدہ کر رہا ہے ابلیس تھا جو سجدہ نہیں کر رہا۔

یعنی اللہ نے بالکل کھل کر یہ بات واضح کر دی کہ تمہیں خلق کیا خلق کرنے کے بعد صور کیا اور پھر صور کرنے کے بعد سجدہ کرنے کا کہا جا رہا ہے اور پھر دیکھیں صور کب اور کہاں کیا گیا اس کا جواب بھی اسی قرآن میں دے دیا جیسا کہ درج ذیل آیت میں آپ کے سامنے ہے۔

هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُ كُمْ فِي الْأَرْضَ كَيْفَ يَشَاءُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَرِيزُ الْحَكِيمُ۔ آل عمران ۶

ہو تمہیں دیکھنے کی صلاحیت دی تو کیوں دی؟ تاکہ تم دیکھ سکو تو دیکھو کیا ہے جو دکھائی دے رہا ہے؟ جو کچھ بھی اپنا وجہ رکھتا ہے جو تمہیں دکھائی دے رہا ہے اور کرتے جاؤ جب تک کہ حد نہیں آ جاتی اور جب حد آ جائے یعنی اور ماضی میں چلا جائے تو جو بھی ذات سامنے آئے گی ایک ہی ذات سامنے آئے گی اس کے

علاوه اور کچھ ہے ہی نہیں الّذی یہی ذات ہے یُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا كَه جَوْهُدِیٰ تم صور ہو رہی ہے ہو صور کر رہی ہے تمہیں ماوں کے پیٹوں میں جیسے کہ اس کا قانون ہے۔

اب سورۃ آل عمران کی اس آیت میں اللہ نے یہ بات بالکل کھول کر واضح کر دی کہ تمہیں ماوں کے پیٹوں میں صور کیا جا رہا ہے اور کچھل آیت میں یہ بات واضح کر دی کہ سجدے کا حکم صور کرنے کے بعد دیا جا رہا ہے اور پھر کہیں بھی یہی نہیں کہا جا رہا ہے کہ سجدے کا حکم کہیں ماضی میں کوئی دیومالائی مخلوقات کو دیا گیا بلکہ تمہیں خلق کیا خلق کرنے کے بعد تمہیں صور کیا جا رہا ہے اور صور کیا جا رہا ہے ماوں کے پیٹوں میں اور صور کرنے کے بعد سجدہ کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے یعنی سجدے کا حکم تمہیں دیا جا رہا ہے نہ کہ کسی اور کو۔ اور پھر دیکھیں سورۃ آل عمران میں جہاں صور کرنے کا بتایا گیا تو صور کرنے کے بعد سجدے کا حکم بھی دیا جا رہا ہے لآللہ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ نہیں اللہ مگر وہی اللہ ہے جو العزیز الحکیم ہے جو العزیز الحکیم نہیں ہے اسے تم نے اللہ نہیں بنانا یعنی خود کو اس کے آگے نہیں جھکانا اس کی کوئی بھی بات نہیں مانتی، تمہیں جو بھی دیا گیا اس میں سے کسی کا بھی اس کے لیے اسکے پچھے یا اس کے کہے کے مطابق استعمال نہیں کرنا جو العزیز الحکیم نہیں ہے۔

پھر اسی کو ایک اور پہلو سے بھی آپ پر کھول کر واضح کر دیتے ہیں کہ سجدے کے لیے آپ کو کہا جا رہا ہے یہ جو بشر ہے جسے آدم کہا گیا کیونکہ یہ دم ہے یعنی زمین کا خون ہے یہ زمین کے خون طین جو کہ خام نیل ہے اس سے وجود میں آیا۔

وَإِذْ قُلْنَا لِأَوْرَبَتْ كَهہا ہم نے کے لیے۔ اب یہاں یہ واضح نہیں کیا گیا کہ کس کے لیے کہا گیا تو اس کا جواب آگے گے دے دیا گیا لآدمَ آدم تھا جس کے لیے کہا گیا اور کیا کہا گیا وہ پہلے ہی واضح کر دیا اسْجَدُوا کیا سجدہ کر رہے ہو؟ یعنی سجدہ کرنے کے لیے کہا گیا آدم تھا جسے کہا گیا اور آدم کیا ہے یہ بھی آپ پر کھول کر واضح کر دیا گیا کہ آدم اس بشر جنس کو کہا گیا۔ یوں اس پہلو سے بھی آپ پر واضح ہو گیا کہ سجدہ کرنے کے لیے آدم کو کہا گیا آدم یہ جو بشر پوری جنس ہے۔ یہاں تک آپ پر واضح ہو گیا کہ سجدے کرنے کے لیے کس کو اور کب کہا جا رہا ہے۔ آپ کو خلق کیا خلق کرنے کے بعد صور کیا اور صور کیا ماوں کے پیٹوں میں اور ماوں کے پیٹوں میں صور کرنے کے بعد آپ کو کہا جا رہا ہے سجدہ کرو جس سے آپ پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو گئی کہ آج تک جو دیومالائی کہانی گھڑ کر پھیلا دی گئی تھی اس کا تو قرآن میں سرے سے کوئی ذکر نہیں اس کا تو اس قرآن میں نام و نشان تک موجود نہیں وہ یہودیوں اور عیسائیوں کا بابل سے اخذ شدہ بے بنیاد و باطل عقیدہ و نظریہ ہے جو آج تک چلا آ رہا ہے۔

اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب سجدہ کرنے کے لیے اس بشر کو کہا جا رہا ہے تو پھر یہ کیوں کہا جا رہا ہے کہ ملائکہ سجدہ کر رہے ہیں مگر ابلیس نہیں کر رہا ابلیس انکار کر رہا ہے؟ آخراں کا جواب کیا ہے؟

تو اس کا جواب بھی بالکل آسان ہے لیکن اس کے لیے آپ کو اپنی خلق کو سمجھنا ہو گا جو کہ پیچھے کہا گیا وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ اس میں کہا گیا کہ خلق کیا ہم نے تمہیں پھر صور کیا ہم نے تمہیں اور اس کے پیچھے بات کے آغاز میں وَلَقَدْ کا استعمال کیا گیا جس کا معنی ہے کہ تم کو سننے دیکھنے اور جو سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھنے کی صلاحیت دی تو کیوں دی؟ اسی لیے دی تاکہ جو کچھ بھی سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھو، خلق کیا ہم نے تمہیں تو اسے سمجھو، سمجھو کر کیسے خلق کیا ہم نے تمہیں اور جیسا کہ پیچھے بھی یہ واضح کر دیا گیا کہ یہ جو تم ماوں کے پیٹوں میں خلق ہو رہے ہو ماوں کے پیٹوں میں تمہیں صور کیا جا رہا ہے یہ تمہاری چوتھی خلق ہے اس سے پیچھے تمہاری تین خلقات ہیں جو کہ ظلمات یعنی اندر ہیروں میں ہیں جب تم ان تین خلقات کو سمجھو گے تو خود بخود تم پر یہ کھل کر واضح ہو جائے گا کہ ملائکہ کیا ہیں، جان کیا ہیں اور پھر ملائکہ کا سجدہ کر رہے ہوں اور ان کے برعکس ابلیس جو کہ جان میں سے ہے اس کا سجدے سے انکار کر رہے ہوں کیا ہے۔

یعنی اس سوال کا جواب حاصل کرنے کے لیے آپ کو اپنی خلق میں غور و فکر کرنا پڑے گا جب تک آپ اپنی خلق میں غور و فکر نہیں کرتے تب تک آپ اس سوال کا جواب نہیں سمجھ سکیں گے اور یہی وجہ ہے کہ سورۃ البقرۃ میں جب اس موضوع پر بات کا آغاز ہوتا ہے تو آپ کی خلق سے ہی اس کا آغاز ہوتا ہے جب تک آپ اپنی خلق کو نہیں سمجھ سکیں گے آپ پر یہ راز کھل کر واضح نہیں ہوں گے جس کے لیے آپ پر لازم ہے کہ آپ اپنی خلق میں غور و فکر کریں اور اسے سمجھیں۔

اب یہاں ہم اسی کو منحصر ایمان کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔ اس بشر سمتی جتنی بھی مخلوقات ہیں ان کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے۔ انسان کا معاملہ یہ ہے کہ اسے جو صلاحیتیں دی گئیں یعنی اسے جو سننے دیکھنے پھر جوں اور دیکھ رہا ہے اسے سمجھنے کی صلاحیتیں دی گئی تو یہ ان کا اس مقصد کے لیے استعمال ہی نہیں کرتا جس مقصد کے لیے یہ صلاحیتیں اسے دی گئیں۔ اسے یہ صلاحیتیں دینے کا مقصد ہی یہی تھا کہ یہ ان صلاحیتوں کا استعمال کرتے ہوئے وہ سب خود جان لے خود سن دیکھ لے جو ہم اس پر بار بار کھول کھول کرواضح کرتے ہیں لیکن جب انسان شکر کی بجائے کفر کرتا ہے یعنی ان صلاحیتوں کا اس مقصد کے لیے استعمال کرنے سے انکار کرتے ہوئے اپنی خواہشات کی ابتداء میں ہی استعمال کرتا ہے تو پھر اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان کو وہ نظر آتا ہے جو ظاہر ہے۔ اب اگر اس کے ساتھ باطن کے بارے میں بات کی جائے تو علم نہ ہونے کی وجہ سے یہ باطن کے بارے میں طرح طرح کی کہانیاں گھڑلے گا اور یہی انسان نے کیا کہ جب بات کی گئی ملائکہ اور جان کی جو کہ ظاہر نہیں بلکہ باطن ہے تو انسان نے باطن کے بارے میں طرح طرح کی من گھڑت دیو مالائی کہانیاں گھڑلیں جن کا حقیقت کیسا تھوڑی تعلق نہیں۔

جب آپ اپنی خلق میں غور و فکر کریں گے تو آپ پیچھے سے پیچھے جانے پر مجبور ہو جائیں گے مثلاً آپ غور کریں کہ آپ کیسے وجود میں آئے تو آپ کے سامنے یہ بات آئے گی کہ آپ کو آج سے چند سال قبل آپ کے والدین نے جنم دیا۔ لیکن تب آپ نہ صرف بہت چھوٹے تھے آپ کا وزن بہت کم تھا بلکہ ہر لحاظ سے آپ بہت پیچھے تھے اس سے جہاں آج آپ ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ کی پیدائش سے لیکر آج تک آپ میں جو جو بھی تبدیلیاں رونما ہوئیں جیسے کہ آپ کا قد بڑھا آپ کا وزن بڑھا آپ کی ذہانت سمتی آپ کی تمام تر صلاحیتیں بڑھیں تو آخر یہ سب کیسے ہوا؟ تو اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ اگر آپ رزق استعمال نہ کرتے تو آج آپ اس مقام پر نہ ہوتے جس سے یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ آپ اصل میں اس سے پیچھے رزق کی صورت میں موجود ہیں۔ اب آپ کو یہ جاننا ہو گا کہ آپ کا رزق کیا ہے اور وہ کہاں سے وجود میں آیا جب آپ اس کے پیچھے جائیں گے یعنی اپنی خلق میں پیچھے سے پیچھے جائیں گے تو زمین کے تخلیقی مراحل آئیں گے پھر آپ ان سے بھی پیچھے جائیں گے جو کہ گیسیں ہیں پھر گیسوں سے بھی پیچھے جائیں گے تو آپ کے سامنے نور یعنی انرجی آئے گی اس سے پیچھے آپ نہیں جاسکتے۔

یوں غور و فکر کرتے کرتے آپ پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جائے گی کہ اس کائنات میں بنیادی طور پر نور اپنا وجود رکھتا ہے جو کہ اپنے آپ میں ہر لحاظ سے ایک کامل وجود ہے مثال کے طور پر کائنات میں جو کچھ بھی ہے اور ان میں جو جو بھی صلاحیتیں خصوصیات وغیرہ ہیں اگر ان سب کے سب کو پیچھے سے پیچھے لے جایا جائے تو پیچھے سے پیچھے وہ نور بن جائے گا جو کہ اصل میں اپنا وجود رکھتا ہے یہی نور جب اگلے مراحل طے کرتا ہے تو پھیلتا جاتا ہے جو اس کائنات کی صورت میں مخلوقات کی صورت میں نظر آ رہا ہے یوں یہ سلسلہ آگے بڑھتے مخلوقات واپس نور میں بدل جاتی ہیں یعنی آپ کو جو کچھ بھی نظر آ رہا ہے یہ واپس نور میں بدل رہا ہے آپ کے سامنے ایک سرکل آئے گا نور سے مادہ، مادے سے نور، نور سے مادہ، مادے سے نور۔

اب نور سے مادے اور مادے سے واپس نور کا جو سفر ہے ہر طرف وہی آپ کو نظر آ رہا ہے طرح طرح کی مخلوقات اور ان میں خصوصیات و صفات وغیرہ یہ سب کا سب اصل میں نور ہی ہے جو جب مادے کی طرف سفر کرتا ہے تو مخلوقات کی صورت میں اپنا انہا کر کر رہا ہے کہ میں کیا ہوں۔ اسے آپ ایک مثال سے سمجھ لیجئے مثال کے طور پر آپ اپنی آنکھوں سے ایک شے کو دیکھتے ہیں نظر آنے میں وہ سبز، کالے یا سرخ رنگ کا مادہ ہے لیکن جیسے ہی وہ مادہ کیمیائی عوامل سے گزرتا ہے یعنی اگلے مراحل کی طرف سفر کرتا ہے تو وہ اپنا آپ ظاہر کرتا ہے کہ میں کیا ہوں جو کہ اصل میں نور ہے جو مادے کی صورت میں ظاہر ہے۔ ہم بات کر رہے ہیں جسے آپ مرچ کہتے ہیں جب مرچیں جب تک پڑی ہوئی ہیں تو وہ بظاہر صرف مادہ ہے لیکن جب وہ اگلے مراحل میں جاتی ہیں یعنی آپ انہیں کھاتے ہیں تو وہ مرچیں اصل میں کیا ہیں اپنا آپ ظاہر کرتی ہیں۔ ایسے ہی مثال کے طور پر آپ اگر زہر کھاتے ہیں تو آپ کا جسم آپ کے اختیار میں نہیں رہتا تو ذرا غور کریں آخر زہر جسم میں جانے سے آپ کا جسم آپ کے اختیار میں کیوں نہ رہا؟ جسے آپ زہر کا نام دیتے ہیں وہ بھی تو مادہ ہے جو پیچھے سے پیچھے جائیں گے تو اس کی حقیقت بھی نور ہے آپ نے اسے زہر کا نام اسی لیے دیا کیوں کہ آپ اس کی حقیقت سے واقف ہو گئے۔ جب زہر نامی مادہ اگلے مراحل میں داخل ہوا یعنی کیمیائی عوامل سے گزرا، نور تھا جو کہ مادہ بن جو واپس نور کی طرف سفر کر رہا ہے جب اس نے اپنا سفر آگے بڑھایا تو اس سے اس کی حقیقت ظاہر ہوئی جو وہ ہے۔ ایسے ہی آپ آسمانوں وزمین میں جو کچھ بھی دیکھ رہے ہیں جتنی بھی مخلوقات ہیں رنگ ہیں، ذاتے ہیں، غصہ، پیار، محبت، جو کچھ بھی آپ کو کسی بھی صورت میں

دکھائی اور سنائی دے رہا ہے، محسوس ہو رہا ہے وغیرہ سب کا سب نور ہی ہے جو اپنا آپ ظاہر کرتے ہوئے واپس نور میں بدل رہا ہے اور یہ سرکل مسلسل چل رہا ہے۔

اب اس نور کا معاملہ یہ ہے کہ اگر یہ اپنے آپ میں رہے یعنی کوئی بھی اس کیسا تھوڑی چھپی چھاڑنے کرے اس میں مداخلت نہ کرے تو یہ ہر لحاظ سے احسن ہی نظر آئے گا آپ کو کہیں بھی کوئی خامی نظر نہیں آئے گی بیہاں تک کہ خامی کا کوئی تصور تک بھی نہیں ہو گا اور اگر اس میں مداخلت کی جائے گی تو اس کا نتیجہ انہائی بھیانک سامنے آئے گا۔ بالکل ایسے ہی جیسے مثال کے طور پر دونوں جمع دو ہو تو اس کا نتیجہ چار آئے گا اب اگر آپ اس میں کہیں بھی رائی برابر بھی تبدیلی کریں گے تو اس کا نتیجہ کسی بھی صورت چار نہیں آئے گا بلکہ اس کے بر عکس چار سے کم یا چار سے زیادہ آئے گا اور جو ہونا چاہیے تھا وہ ہونا یہی منفیت ہے جسے آپ خرابی یا تباہی کا نام دیتے ہیں۔

اسے ایک اور پہلو سے سمجھ لجھتے۔ آپ کو آسمانوں و زمین میں جو کچھ بھی سنائی، دکھائی دے رہا ہے، جو کچھ بھی محسوس ہو رہا ہے یعنی جو کچھ بھی کسی بھی صورت میں اپنا وجود رکھتا ہے یہ اصل میں نور ہے جو ظاہر ہے نور ہے جو بتارہا ہے کہ میں کیا ہوں نور اپنے آپ کو ظاہر کیے ہوئے ہے جسے آپ اللہ کہتے ہیں۔ یہ نور جب ظاہر ہوتا ہے اپنا آپ ظاہر کرتا ہے تو اس کے لیے اسے آگے کو سفر کرنا پڑتا ہے یہ آگے کو سفر کرتا ہے نور کا آگے کو سفر کرنا یہ ہے جسے برف الگے مرحلے پر پانی بن جاتا ہے پانی الگے مرحلے پر گیسیں جو کہ آگے کوئی واپسی کا سفر ہے ایسے ہی یہ نور جب سفر کرتا ہے تو پھیلتا جاتا ہے یعنی تقسیم در تقسیم ہوتا چلا جاتا ہے جیسے مثال کے طور پر ایک ہندسہ ہے سوجب اسے تقسیم کیا جائے گا تو اگلے مرحلے پر پچاس پچاس کی صورت میں دو حصوں میں تقسیم ہو جائے گا ایسے ہی آپ اسے تقسیم کرتے جائیں تو جہاں تک بھی آپ نے اسے تقسیم کر لیا وہاں تک اس کے جتنے حصے ہو چکے ہیں ان میں سے کوئی بھی دو یا دو سے زائد حصوں کو جمع کریں گے تو ایک ہندسہ بن جائے گا جس میں ان تینوں کی قدر و قیمت موجود ہوگی۔ اب مثال کے طور پر اگر آپ کوئی مخصوص ہندسہ چاہیے تو اس کے لیے آپ کوئی سے بھی دو یا دو زائد ہندسے نہیں جوڑنا ہوں گے بلکہ آپ کو پہلے علم ہونا چاہیے کہ ان میں سے کون سے دو یا دو سے زائد ہندسے جوڑے جائیں تو مطلوبہ ہندسہ بننے گا اور نہ غلط ہندسہ وجود میں آجائے گا جس سے آپ کا مقصد پورا نہیں ہو گا بلکہ بگاڑ ہو جائے گا بالکل ایسے ہی یہ نور ہے جب آگے کو سفر کرتا ہے تو نہ صرف تقسیم در تقسیم ہوتا چلا جاتا ہے بلکہ اسے ہی علم ہے کہ اس نے واپسی کا سفر کیسے طے کرنا اور اس کی واپسی کا سفر یہ ہے جو یہ مختلف صلاحیتوں، خصوصیات و صفات وغیرہ کا اظہار ہوتا ہے یہ اصل میں مادہ واپس نور میں بدل رہا ہوتا ہے جس کے لیے اگر یہ اپنے آپ میں رہے گا تو اسے علم ہے کہ کن کن عناصر کا اختلاط ہونے سے ہی ہر لحاظ سے فائدہ ہی فائدہ ہو گا سب کا سب ٹھیک رہے گا کوئی منفیت کا اظہار نہیں ہو گا اور اگر کوئی اس میں مداخلت کرتا ہے تو پھر اس کا نتیجہ انہائی تباہ کرن سامنے آئے گا۔

آپ کو خلق کیا گیا زمین کے عناصر سے جو کہ آپ پرواضع کر دیا گیا کہ پیچھے سے پیچھے جائیں تو ایک ہی نور کی صورت میں سامنے آئے گا وہی نور الگے مرحلے کرتے کرتے آگے بڑھتے بڑھتے یعنی تقسیم در تقسیم ہوتے ہوتے زمین کے عناصر کی صورت میں ظاہر ہے زمین کے ہر عضر میں الگ الگ صلاحیتیں ہیں اب اگر یہ عناصر اپنے اپنے مقام پر رہتے ہیں اور اپنے اپنے مقام پر رہتے ہوئے الگ مرحلے میں جاتے ہیں تو جہاں نہ صرف یہ مادہ مزیداً الگے مرحلے میں جائے گا مزید تقسیم ہو گا اور اس میں سے کچھ مادہ صلاحیتوں، خصوصیات و صفات کے اظہار کی صورت میں واپس نور میں بدل جائے گا بلکہ کہیں بھی کوئی نقص، خرابی یا خامی وغیرہ کا کوئی اظہار نہیں ہو گا کوئی خرابی، خامی، بکھی و کوتا ہی سامنے نہیں آئے گی اور اگر اس کے سفر میں مداخلت کی گئی اس میں چھپی چھاڑ کی گئی خود سے زمین کے عناصر کا آپس میں اختلاط کروانے کی کوشش کی گئی جو کہ انسان کے پاس اس کا علم نہیں تو پھر اس کے نتائج انہائی بھیانک سامنے آئیں گے۔ اسے ایک مثال سے سمجھ لیجیے جسے ایک کیمسٹری کا طالب علم آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ ہر عضر میں الگ الگ صلاحیتیں ہوتی ہیں جب مختلف عناصر کو کیمیائی عوامل سے گزارا جاتا ہے اب اگر تو ہر عضر کی مقدار اور معیار بالکل صحیح ہو اور ہر عضر کو اس کے صحیح وقت پر استعمال کیا جائے تو عمل نہ صرف کنٹرولڈ ہوتا ہے بلکہ ہر لحاظ سے فائدے مند ہوتا ہے کوئی نقصان نہیں پہنچتا اور اگر کسی بھی عضر کی کوئی کی یا زیادتی ہو جائے کوئی بھی عضر اپنے وقت سے پہلے یا بعد میں استعمال کیا جائے تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا یا تو عمل آٹھ آف کنٹرول ہو جائے گا جسے زبردستی کنٹرول کرنے کے لیے اسے ضائع کرنا پڑے گا یعنی اسے ٹھنڈا کرنا پڑے گا جس سے نہ صرف ساری محنت ضائع جائے گی بلکہ جو کچھ بھی استعمال کیا اور جو کچھ بھی کیا وہ سب کا سب ضائع ہو جائے گا اور اگر کنٹرول نہ کیا گیا تو دھماکہ ہو گا سب کچھ بتاہ

ہوگا اور اگر دعمل آٹھ آف کنٹرول نہ بھی ہو تو بھی ساری محنت اور سارا سامان سب ضائع ہو جائے گا۔

ایسے ہی زمین کے عناصر سے اگر تو فطرت کچھ وجود میں لاتی ہے تو فطرت کو مکمل علم ہے اس لیے اس سے جو بھی وجود میں آئے گا اس میں ہر لحاظ سے فائدے ہی فائدے ہوں گے اور اگر اس میں مداخلت کی جائے گی تو اس کے نتائج تباہ کن ہوں گے۔ اسے آپ ایک گھر یا مثال سے بھی سمجھ سکتے ہیں آپ نے اگر کوئی کھانا بنانا ہے تو اس کے لیے نہ صرف مختلف اشیاء کی ضرورت ہے بلکہ ان کی مقدار اور معیار بھی وہی ہونا چاہیے جو درکار ہے اور پھر جب ان اشیاء کو استعمال کیا جائے تو جب ہر شے کو اس کے صحیح وقت پر استعمال کیا جائے گا اور اسی طرح استعمال کیا جائے گا جیسے بہتر سے بہتر اس کا استعمال ہے تو بہترین کھانا تیار ہوگا اور اگر ایسا ہو کہ اشیاء کو مکمل نہ ہوں ان کی مقدار اور پریچے ہوان کا معیار ٹھیک نہ ہو یا پھر جب انہیں استعمال کیا جائے گا کھانا بنانے کے لیے تو ترتیب کا خیال نہ رکھا جائے اشیاء کو ان کے وقت سے آگے پیچھے کر دیا جائے تو نہ صرف کھانا خراب بنے گا بلکہ آپ کا سارا سامان بھی ضائع ہو جائے گا اور آپ کی ساری محنت بھی بالکل ضائع ہو جائے گی یعنی ہر لحاظ سے نقصان کا ہی سامنا کرنا پڑے گا۔

بالکل ایسے ہی زمین کے عناصر کی اپنی اپنی صلاحیتیں ہیں یہ جنہیں آپ پیار مجت، غصہ، جذبات، فرمابندراری و نافرمانی، پسند، ناپسند وغیرہ کہتے ہیں یہ سب کا سب کیا ہے؟ زمین کے عناصر جب آپس میں ملتے ہیں کیمیائی عوامل سے گزرتے ہیں تو ان کا جو دعمل ہوتا ہے اسے آپ ان چیزوں کا نام دیتے ہیں یہ سب زمین کے عناصر کا کیمیائی عوامل سے گزرنے پر ظاہر ہونے والے نتائج ہیں یعنی زمین کے عناصر کے کیمیائی عوامل یا مرحل سے گزرنے پر نورا پنا آپ ظاہر کرتا ہے یہ عناصر اپنا آپ ظاہر کرتے ہیں کہ ہم کیا ہیں۔

نور جو کہ اصل قوت ہے جب وہ تقسیم ہوتی ہے تو بنیادی طور پر دو حصوں میں تقسیم ہوتی ہے ایک گرم انرجی، گرم انرجی کو جان کہا گیا اور ٹھنڈی انرجی کو ملانکہ، گرم انرجی میں بھڑکیلا پن ہے اشتعال ہے اور ٹھنڈی انرجی میں سنبھل پن، سکونیت۔ کسی بھی خلق میں ان دونوں قوتوں کا ہونا ناگزیر ہے لیکن اگر ان دونوں کی مقدار متوازن رہتی ہے تو ایسی شے ایسی خلق ہر لحاظ سے بہترین ہوگی اور اگر ان قوتوں کا توازن بگڑ جائے تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا یا تو ایسی خلق بالکل بے کار ہوتی ہے کسی کام کی نہیں ہوتی بالکل ٹھنڈی یا بھڑکیلا ہوگی جو ہر طرف تباہی مچاتی ہے۔ یعنی اگر آگ کی کمی ہوگی تو شے بالکل ٹھنڈی اور اگر نور یعنی ٹھنڈی انرجی کی کمی ہوگی تو شے بہت بھڑکیلا ہوگی جو ہر طرف تباہی مچاتی ہے۔ یہ دونوں قوتیں زمین کے عناصر کے کیمیائی عوامل میں بغاوت ہوگی وہ قدم پر بغاوت ہی کرے گی لیکن اگر دونوں قوتیں متوازن ہوں تو ایسی خلق ہر لحاظ سے بہترین ہوگی جس سے فائدہ ہو گا رائی برابر بھی نقصان نہیں ہوگا۔

یہی بات آیت میں کہی کہ ملانکہ سجدہ کر رہے ہیں اور ابلیس سجدہ اس لینہیں کر رہا ہے کیوں کہ اس کے لیے اللہ نے قانون میں رکھا ہی انکار ہے کیونکہ واضح کر دیا گیا کہ ابلیس کیا ہے؟ ابلیس الجان میں سے ہے اور الجان تو گرم انرجی ہے یعنی آگ اور آگ کا تو کام ہی جلانا ہے آگ میں تو ہے ہی اشتعال اور اس کے بر عکس ملانکہ ٹھنڈی انرجی ہے۔ ملانکہ اور جان دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ یہ دونوں قوتیں زمین کے عناصر کی صورت میں موجود ہیں جب زمین کے عناصر جو کہ نور مادے کی صورت میں موجود ہے اگلے مرحل طریقہ کرتا ہے یعنی زمین کے عناصر کیمیائی عوامل سے گزرتے ہیں تو یہ دونوں قوتیں وجود میں آتی ہیں تو دونوں جو کہ ایک دوسرے کی ضد ہیں اپنا اپنا کام کرتی ہیں ان دونوں قوتوں کی آپس میں اڑائی ہوتی ہے جس سے ظاہر ہونے والے ردعماں کو آپ پیار، مجت، غصہ، جذبات، پسندنا پسند وغیرہ کا نام دیتے ہیں۔ یہ ہے وہ راز جس کا ایسی آیات میں ذکر کیا گیا اور یہی الملک کا آپس کا جھگڑا ہے جس کا سورۃ ص میں بھی ذکر ہے جیسا کہ درج ذیل آیات میں آپ دیکھ رہے ہیں۔

**قُلْ هُوَ نَبُوءَةٌ عَظِيمٌ. أَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُونَ. مَا كَانَ لِي مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلِأِ الْأَعْلَى إِذْ يَخْتَصِّمُونَ. إِنْ يُوْحَى إِلَيَّ إِلَّا آنَّمَا آنَا نَذِيرٌ مُبِينٌ.**

**إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِنْ طِينٍ. فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوْحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ. فَسَجَدَ الْمَلَكُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ. إِلَّا إِبْلِيسَ إِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكُفَّارِينَ.** ص ۲۷ تا ۷۳

فُلْ آج اللہ اپنے رسول احمد عیسیٰ کو کہہ رہا ہے کہ انہیں کہہ یعنی انہیں بتا دے ہو یہ جو کچھ بھی نبؤۃ میں تمہیں علم دے رہا ہوں یہ وہ علم ہے جو اللہ کے علاوہ کسی

کے پاس نہیں عظیم" یہ جو کچھ بھی علم میں تمہیں دے رہا ہے اس کی علم میں اہمیت و حیثیت ایسی ہی ہے جیسے جسم میں ہڈی کی اہمیت و حیثیت ہوتی ہے، جیسے جسم سے تمام کی تمام ہڈی نکال دینے سے پچھے جسم کی اہمیت و حیثیت رہ جاتی ہے بالکل ایسے ہی اگر اس علم کو جو میں تم پر کھول کھول کر واضح کر رہا ہوں جو اللہ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں تھا اسے علم میں سے نکال دیا جائے تو پچھے جتنا بھی علم ہے اس کی اہمیت و حیثیت رہ جائے گی یعنی اگر اس علم کو علم سے نکال دیا جائے تو پچھے جتنا بھی علم ہے اس کی علم میں اہمیت و حیثیت بالکل ایسی ہی رہ جائے گی جیسے کہ جسم سے تمام کی تمام ہڈی نکال دینے سے جسم کی اہمیت و حیثیت رہ جاتی ہے۔

اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُونَ تم لوگ ہو کہ اس علم سے اعراض کر رہے ہو یعنی اسے کوئی اہمیت و حیثیت دے ہی نہیں رہے یعنی جتنا یہ علم اہمیت و حیثیت کا حامل ہے تم لوگ اتنا ہی اس سے اعراض کر رہے ہو اسے کوئی توجہ ہی نہیں دے رہے اسے بالکل نظر انداز کر رہے ہو۔

مَا كَانَ لِي مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَأِ الْأَعْلَى إِذْ يَخْتَصِّمُونَ یہ جو آج میں تم پر کھول کھول کر واضح کر رہا ہوں یہ جو علم میں آج تمہیں دے رہا ہوں اس علم سے وہی علم جس کیسا تھا الملا الاعلیٰ جب گویا کہ خود ہی جھگڑا رہے ہیں آپس میں کشمکش میں بتلا ہیں میں تمہیں یہ علم نہیں دے سکتا تھا اگر دے رہا ہوں تو تبھی دے رہا ہوں کیوں کہ اللہ نے میرے لیے یہ قانون میں کر دیا ہوا تھا اللہ کے قانون میں یہ ہونا ہو چکا تھا اس کے ہونے کا وقت آنے کی دریتی اور آج جب وہ وقت آگیا تو پھر ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ جو اللہ کے قانون میں ہو چکا وہ نہ ہو؟ یا اسے کوئی ہونے سے روک سکے؟ ہر اس شے پر اللہ ہے جو اس نے ہونا طے کر دیا یعنی جو قدر میں کیا جا چکا اس لیے آج جو میں علم تم پر کھول کھول کر واضح کر رہا ہوں ان سب سے اوپر والی دو طرح کی قتوں کے بارے میں جو مادے میں ان کی کشمکش جاری ہے یہ علم اللہ نے میرے لیے قدر میں کر دیا تھا میرے ذریعے آج تم پر کھول کھول کر واضح کرنا قدر میں کر دیا ہوا تھا اس لیے اسے ہونے سے دنیا کی کوئی طاقت بھی نہیں روک سکتی تھی۔

اب اس آیت میں جو الْمَلَأِ الْأَعْلَى إِذْ يَخْتَصِّمُونَ ہے یہ کس کا ذکر کیا گیا؟ یہ وہی جو دو قوتوں میں ہیں جن کی آپس میں کشمکش جاری ہے جب بھی مادہ کی بیانی عوامل سے گزرتا ہے تو دو طرح کی قتوں وجود میں آتی ہیں ایک گرم اور دوسرا ٹھنڈی جو کہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں جب یہ دونوں قوتوں وجود میں آتی ہیں تو دونوں وہی کرتی ہیں جو ان کے لیے ہے یعنی جو وہ ہیں دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں تو یوں دونوں کی آپس میں کشمکش شروع ہو جاتی ہے ان دونوں قوتوں کی کشمکش ہی کو آپ آسانوں وزمین میں مختلف صورتوں میں دیکھ رہے ہیں جسے آپ پیار مجتب، غصے، جذبات، پیختہ، چلانے، پسندنا پسند، ڈر، خوف، کشش، نفرت، حسد، بغض، دشمنی، حقارت وغیرہ کا نام دیتے ہیں۔ اور یہی وہ وجہ ہے جس وجہ سے سب سے زیادہ زور رزق پر دیا گیا، یہی وہ وجہ ہے جس وجہ سے بار بار مختلف پہلوؤں سے یہ بات کہی گئی کہ آپ وہ ہو جو آپ کھاتے ہو، آپ وہ ہو جو آپ کا رزق ہے۔

إِنْ يُؤْخَى إِلَى إِلَّا أَنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ نہیں وحی کیا جا رہا میری طرف مگر صرف اس لیے میری طرف وحی کیا جا رہا ہے کہ میں کھول کھول کر متمنہ کروں اس لیے میری جو زمداداری ہے جو مجھ پر ہے میں اس کو پورا کر رہا ہوں میں کھول کھول کر متمنہ کر رہا ہوں یعنی جان لو میری ذمہ داری صرف اور صرف یہ ہے کہ میں کھول کھول کر متمنہ کر دوں باقی اگر کوئی ستا اس سے مجھ کوئی فرق نہیں پڑتا، کوئی مانتا ہے یا نہیں مانتا اس سے مجھ کوئی فرق نہیں پڑتا نہ ہی مجھ سے کل کو پوچھا جائے گا کہ فلاں نے نہیں سنا تو کیوں نہیں سنا؟ فلاں نے نہیں مانا تو کیوں نہیں مانا؟ اس لیے کوئی مانتا ہے تو اس کا اپنا ہی فائدہ ہے اور اگر کوئی نہیں مانتا تو نقصان بھی اس کا اپنا ہی ہے مجھ کوئی فرق نہیں پڑتا۔

إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِينٍ تب کہارب نے تیرے تو تب جو جو موجود ہے اور وہ جو جو شکوہ و شکایت کر رہا ہے جو سوال کر رہا ہے تو اس کے جواب میں ملائکہ کو کہا کہ اس میں کچھ شک نہیں خلق کر رہا ہوں میں ایک بشر طین سے۔ یعنی ایک ایک بشر کی خلق ہونے سے پچھے جو جو بھی مراحل موجود ہیں تو ان مراحل کے دوران مادے میں جو دونوں قوتوں کی کشمکش ہیں اس کشمکش کے دوران جیسے جیسے مراحل آگے بڑھتے جا رہے ہیں بشر کی خلق قریب آتی جا رہی ہے تو جو مادہ وجود میں آرہا ہے اس میں منفی قوت یعنی الجان کا غالبہ ہوتا جا رہا ہے تو تب ملائکہ کہہ رہے ہیں کہ اے رب یہ تو کیا کر رہا ہے یعنی یہ جس طرف معاملہ جا رہا ہے جو خلق آرہی ہے یہ تو بتا ہی مچا دے گی کیوں کہ گرم قوت کا غالبہ ہوتا جا رہا ہے تو تب کہارب نے تیرے اس میں کچھ شک نہیں میں خلق کر رہا ہے ہوں بشر طین سے خلق کر رہا ہوں بشر طین سے جس سے یہ بات بھی کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ یہ کہا جا رہا ہے میں طین خلق کر رہا ہوں اس طین سے بشر خلق کرنا

ہے یوں آپ پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو گئی کہ یہ جوبات ہورہی ہے یہ طین سے پیچھے والے مراحل کی بات ہورہی ہے اور طین بھی کھول کر واضح کر دیا کہ زمین میں موجود کالے رنگ کا کچھ جسے آپ خام تیل کا نام دیتے ہیں جسے ایک دوسرے پہلو سے آدم، اور نطفہ بھی کہا گیا جو کہ زمین کے عناصر کا مرکب ہے۔

**فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي فَقَعُوا لَهُ سِجْدِينَ** پس جب اس کو یعنی بشر کو مکمل کرلوں اور نفح کر رہا ہوں اس میں اپنی روح سے یعنی اسے مکمل کر لینے کے بعد جب اس کو جسد سے جسم اور اس میں میری روح ہو تو پس تم کیا کر رہے ہو تم اس کو جھکار ہے ہو کہ یہ سجدہ کرنے والوں کیسا تھا سجدہ کر رہا ہے۔ اب یہاں اس آیت میں بھی جان لیں کہ اس آیت میں یہ نہیں کہا گیا کہ ملائکہ نے اس کے لیے سجدہ کرنا ہے بلکہ اس آیت میں یہ کہا گیا کہ جب بشر کو مکمل کر لیا جاتا ہے اور جو بشر سجدہ کرنے والوں میں سے ہوتا ہے سجدہ کرنے کا مطلب ہوتا ہے خود کو اپنے مالک کے آگے مکمل طور پر جھکا دینا تو ایسے بشر کو کون جھکار ہے؟ ملائکہ ہیں جو اس کو جھکار ہے ہیں کیونکہ ملائکہ فرمانبردار از جی ہے قوت ہے اور اس کے بر عکس جو جان ہیں جو جنم ہے اس میں جھکا و نہیں بلکہ اکٹھے اس میں استکبار ہے اس لیے جن بشر کو جھکنے نہیں دیتا بلکہ اس میں اکٹھلاتا ہے اس سے استکبار کرتا ہے۔ یہ فیصلہ اس بشر نے خود کرنا ہے کہ یہ اپنے آپ کو ملائکہ کی صفت میں کھڑا کرتا ہے یا پھر جنوں کی صفت میں۔ اگر طیب رزق استعمال کیا جائے گا تو اس سے بشرطیب بنے گا اس میں ملائکہ ہوں گے جو اس کو چلا رہے ہوں گے اسے ڈرائیور کر رہے ہوں گے اور اگر رزق خبیث ہو گا وہ رزق ہو گا جس کی اجازت نہیں دی بلکہ اتنا اس سے روکا تو ایسے جسم میں گرم از جی یعنی جنم کا غلبہ ہو جائے گا اس کی کثرت ہو جائے گی اور ایسا جسم وہی کرے گا جو اس کے اندر ہے یعنی ایسا بشر جن کہلائے گا۔

**فَسَاجَدَ الْمَلِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ** پس سجدہ کیا ملائکہ تمام کے تمام جو ہیں جو اس وقت موجود ہیں کیسے سجدہ کر رہے ہیں؟ جیسے ایک وجود ہوتا ہے یعنی سب کے سب اپنے اپنے مقام پر رہتے ہوئے اپنی اپنی ذمہ داری کو پورا کر رہے ہیں اپنے اپنے مقام پر رہتے ہوئے خود کو اپنے رب کے لیے مکمل طور پر جھکائے ہوئے ہیں وہی کر رہے ہیں جو ان کا رب نہیں کہہ رہا ہے اور یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ یہاں جو اللہ کے غلام بشر ہیں انہیں ملائکہ کہا جا رہا ہے کیونکہ سب سے اوپر دوہی قوتیں ہیں ایک الملائکہ اور دوسری الجان۔ **إِلَّا إِبْلِيسُ إِسْتَكْبَرَ** مگر جو نہیں خود کو جھکار رہا جو سجدہ نہیں کر رہا بلیس تھا، کیا کر رہا ہے جو بلیس تھا؟ خود کو بڑا کہہ رہا ہے یعنی جو اس کا رب اللہ کہہ رہا ہے اس بات کو نہیں مان رہا خود کو اللہ کے آگے یعنی فطرت کے آگے نہیں جھکا رہا جس کے آگے جھکنے کے لیے رب کہہ رہا ہے اس کے آگے خود کو نہیں جھکا رہا بلکہ اتنا اکٹھا ہوا ہے کہ نہیں میری بات مانی جائے گی میں وہی کروں گا جو مجھے ہتر لگتا ہے۔ اور ایسا کیوں ہے یہ بھی واضح کر دیا کیونکہ وَكَانَ مِنَ الْكُفَّارِينَ اور اللہ کے قانون میں ہو چکا اکافرین سے یعنی ظاہر ہے جس میں گرم از جی ہو گی جس حجم پر گرم از جی یعنی جنم کا قبضہ ہو گا تو وہ بشر کیسے خود کو اپنے رب کے لیے جھکائے گا؟ کیونکہ جنم کا کام ہے اکٹھنا، غرور کرنا، تکبر کرنا، خود کو ہر لحاظ سے بہتر سمجھنا تو وہ تو وہی کرے گا جو اس میں ڈرائیور موجود ہے اور جب ڈرائیور ہی ہے انکار کرنے والا تو ظاہر ہے ایسا بشر انکار ہی کرے گا انہا اور کیا کرے گا؟ آپ کو قدم قدم پر رزق کی اہمیت کا اندازہ ہوتا جا رہا ہے کہ رزق کی کیا اہمیت و حیثیت ہے۔ جو بھی آپ کھاتے ہیں یہ کیا ہے؟ یہ زمین کے عناصر ہیں آپ کے رزق کی صورت میں جب یہ عناصر جسم میں جا کر کیمیائی عوامل سے گزرتے ہیں تو ان سے دو طرح کی قوت وجود میں آتی ہے جو کہ ایک دوسرے کی ضد ہیں اب اگر تو آپ طیب رزق کھائیں گے تو آپ کے جسم میں دونوں قوتوں کا توازن برقرار رہے گا اور آپ کے جسم پر ملائکہ کا غلبہ ہو گا آپ کے جسم کو چلانے والے ملائکہ ہوں گے اور اگر آپ کا رزق غیر متوازن یعنی خبیث ہو گا تو آپ کے جسم میں منفی قوت یعنی جنم کا غلبہ ہو جائے گا جس وجہ سے آپ وہی کریں گے جو آپ میں موجود ہے یعنی ایسے بشر کو جنم کہا جائے گا جو کہ استکبار ہی کرے گا، نہ صرف غلطیاں کرے گا بلکہ غلطیوں کو مان کر ان کی اصلاح کرنے کی بجائے کہے گا کہ میں تو غلط ہو ہی نہیں سکتا میں کچھ غلط کر ہی نہیں سکتا یوں اتنا اپنی غلطیوں پر ڈٹ جائے گا کوئی بات نہیں مانے گا سوائے اس کے جس میں اسے اپنا فائدہ نظر آئے اس کے علاوہ ہر لحاظ سے اپنی مرضیاں اپنی من مانیاں کرے گا کفر ہی کرے گا ہر طرف فساد ہی کرے گا۔

اب جب اس بشر کوار تھاء سے لے آیا گیا یعنی جب یہ بشر وجود میں آگیا اسے زمین پر بسا یا تو اسے یہ کہا وَقُلْنَا يَا أَدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزُوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغْدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَلْيَهِ الشَّجَرَةِ فَتَكُونُا مِنَ الظَّالِمِينَ۔ البقرة ۳۵ وَقُلْنَا يَا أَدَمُ اور کہا ہم نے اے آدم اور یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ آدم کی ”م“ پر پیش ہے جس سے یہ حال کا صیغہ بن جاتا ہے یعنی اس وقت جو آدم

موجود ہیں ان کی بات ہو رہی ہے اور پچھے یہ بات تفصیل کیسا تھا واضح کی جا چکی کہ آدم کسی ایک مخصوص بشر کا نام نہیں ہے بلکہ آدم اس پوری بشر جنس کو کہا گیا جیسے آپ کہتے ہیں بکری تو اس کا مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ کسی ایک مخصوص بکری کا ذکر کیا جا رہا ہے بلکہ اس کا مطلب ہے کہ ایک پوری جنس جس میں موئٹ بھی ہیں اور نہ کر بھی۔ وَقُلْنَا يَادُ اور کہا ہم نے اے وہ جو آدم ہو یعنی جب بشر کوار مقام سے زمین پر لا گیا تاب اس بشر کو کہا ہم نے یعنی فطرت نے کہا اسکنْ آنَثَ وَزُوْجُكَ کیا کرنا ہے تھے؟ رہائش اختیار کرتُو اور تیرا جوزون ہے یعنی جو تیرا جوزا ہے۔ اب اس آیت میں اس کا مطلب یہ لے لیا گیا کہ آدم ایک سب سے پہلا بشر مخصوص شخص تھا جس کا نام آدم تھا اور اس کا زوج اس کی یوں حوانی عورت تھی لیکن اس کا مطلب ہرگز نہیں ہے اور نہ ہی زوج کا معنی یوں ہے بلکہ زوج تو کہتے ہیں جوڑے کو۔ اللہ نے ہر شے سے اس کا زوج یعنی جوڑا خلق کیا ہے اور یہاں کس زوج کی بات ہو رہی ہے اسے تو پہلے ہی واضح کر دیا گیا کہ آدم تم ہو، تمہیں خلق کیا ہم نے خلق کرنے کے بعد تمہیں صور کیا ہم نے تمہیں ماوں کے پیوں میں اور پھر صور کرنے کے بعد تمہیں کہا جا رہا ہے کہ سجدہ کرو یعنی خود کو مکمل طور پر جھکا دو۔ سجدہ کرنا کیا ہے اسے بھی کھول کھول کرو واضح کیا جا چکا کہ تم پر کھول کھول کرو واضح کر دیا کہ تمہیں کیسے خلق کیا آسمانوں وزمین کو کیسے خلق کیا ان میں کیسا پیچیدہ ترین الْمِيزَانِ قَاتَمَ ہے ان میں کہیں بھی رائی برابر بھی عمل اپنی مرضی سے مت کرنا ورنہ آسمانوں وزمین میں فساد ہو جائے گا اس لیے تم نے صرف اور صرف وہی کرنا ہے جو ہم کہیں اس لیے خود کو مکمل طور پر جھکا دو اور اللہ کیسے سجدہ کرنے کا کہتا ہے یہ بھی پورے قرآن میں کھول کھول کرو واضح کر دیا کہ تم انسان چونکہ بشر ہو تو اللہ تم میں تھی سے اپنا ایک رسول بعثت کرتا ہے جو تم پر حق کھول کھول کرو واضح کر دیتا ہے تو تم نے خود کو اس کے لیے مکمل طور پر جھکا دینا ہے لیکن ہوتا یہ ہے کہ اکثریت خود کو اس کے لیے جھکانے سے انکار کر دیتی ہے۔

یہ جو بشر ہیں ان کا انہی سے جوڑا بنا دیا گیا یعنی ایک وہ جو سجدہ کر رہے ہیں اور ان کا زوج یعنی جوڑا وہ جو سجدہ کرنے سے انکار کر رہے ہیں۔ تو جب اس بشر کو جو کہ بنیادی طور پر حصوں میں تقسیم ہیں انہیں وجود میں لا یا گیا تو انہیں کہا تھا کہ رہواں میں اور جب اس بشر کو یعنی آدم کو وجود میں لا یا تھا تب یہ زمین کیسی تھی؟ آج تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو کہ زمین جنم کا منظر پیش کر رہی ہے طرح طرح کی تباہیاں وہاں تکنیں آرہی ہیں، کہیں موسم سرد سے سرد تر ہے تو کہیں گرم سے گرم تر سورج آگ بر سار ہا ہے، زمین کا وسیع حصہ پیچے صحراءں پر مشتمل ہے، زلزلے آرہے ہیں، طوفان آرہے ہیں، آندھیاں آرہی ہیں، موسموں کا نظام درہم برہم ہے، زمین جگہ جگہ سے دھنس رہی ہے، پھاڑل رہے ہیں، رزق کی قلت ہے، پانی کی قلت ہے دنیا میں بڑی مقدار میں پانی اور خوراک کی قلت ہے جو خوراک ہے وہ بھی ناقص ہے جسے کھانے والے طرح طرح کی بیماریوں میں بنتا ہیں یعنی ہر طرح کی ہلاکتیں و تباہیاں آپ کو نظر آرہی ہیں تو کیا یہ زمین تب بھی ایسی ہی تھی جب آدم کو یعنی اس بشر کو وجود میں لا یا گیا تھا؟ نہیں تب ایسی نہیں تھی بلکہ تب اس کے بالکل عکس الْجَنَّةَ مخصوص جنت تھی۔ آج اس وقت جو انسان دنیا میں موجود ہیں انہیں اللہ اپنے رسول کے ذریعے کہہ رہا ہے جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی ان آیات کی صورت میں تاریخ اتنا تاریخی گئی تھی کہ اے آدم یعنی اے وہ جو بشر ہو جو اس وقت زمین پر آباد ہو جب تمہیں وجود میں لا یا گیا تھا تو تب زمین ایسی نہیں تھی جو حالت اس کی آج تم لوگوں نے کر دی بلکہ تب زمین الجھت تھی یعنی یہ زمین مکمل طور پر باغ تھی، اس میں طرح طرح کے ثمرات تھے، چشمے تھے، جن میں صاف سترہ اپنی تھا ہر طرف ہریالی ہی ہریالی تھی موسم بھی ایسے نہیں تھے کہ سرد سے سرد تر اور گرم سے گرم تر بلکہ ہتھرین موسم تھے نہ تو سردی تھی اور نہ ہی گرمی، نہ تو پانی کی قلت تھی اور نہ ہی رزق کی کمی، اور پھر نہ ہی تمہیں رائی برابر بھی مشقت کرنا پڑتی تھی بلکہ ہر لحاظ سے موجیں ہی موجیں تھیں، تم نے کیا کرنا تھا تم نے صرف اور صرف یہی کرنا تھا کہ اس زمین پر جو کہ جنت تھی رہنا تھا کھانا پینا تھا موجیں کرنا تھی اور دیکھیں اسی کا آگے ذکر کر دیا گیا وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا اور تب کہا تھا کہ استعمال کرو اس سے جو بھی تم کھانا چاہتے ہو استعمال کرنا چاہتے ہو جہاں سے بھی یہ سب اشیاء تمہارے لیے ہیں وَلَا تَفْرَأَيَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَنَحْكُونَا مِنَ الظَّلَمِينَ اور ساتھ میں یہ بھی کہا تھا اور یہ جو تمہیں اس سے جہاں سے جو چاہے استعمال کرنے کا کہا ہے اس میں قریب بھی نہ جانا اس مخصوص سلسلے کے اور اگر تم اس سلسلے کے قریب بھی گئے تو پھر اس کا نتیجہ کیا نکل رہا ہے؟ پس تم ہو رہے ہو ظالمین سے یعنی ظلم کرنے والوں سے ظلم کہتے ہیں کی کو اور کس میں کمی یہ بھی کھول کھول کرو واضح کر دیا گیا تھا جب آپ اُخْبَرَةَ كَوْسِجِھِينَ گے تو تحقیقت بالکل محل کرو واضح ہو جائے گی۔

جب اس بشر کو وجود میں لا یا گیا اس زمین پر بسا یا گیا تب یہی زمین مکمل طور پر جنت تھی یعنی سربراہ و شاداب باغ تھی اس میں صرف اور صرف طیب رزق تھا اس میں اس بشر کو رائی برابر بھی مشقت کا سامنا نہیں تھا جیسے بچہ جب پیدا ہوتا ہے دنیا میں آتا ہے تو وہ مکمل طور پر اسے وجود میں لانے والے یعنی والدین کا محتاج ہوتا

ہے اسے خود سے رائی برابر بھی کچھ نہیں کرنا پڑتا بلکل ایسے ہی جب اس بشرط کو فطرت نے وجود میں لایا تو یہ مکمل طور پر فطرت کا محتاج تھا اسے رائی برابر بھی محنت و مشقت نہیں کرنا پڑتی تھی اس کی تمام ضروریات فطرت ہی اسے مہیا کرتی تھی اور پھر اسے رائی برابر بھی کسی تکلیف کا سامنا نہیں تھا ہر حاضر سے یہ موجود میں تھا لیکن جب اس نے ارتقاء کرتے کرتے یعنی آہستہ آہستہ آگے بڑھتے بڑھتے مشاہدات سے سیکھ کر مشقت کرنا شروع کر دی یعنی فطرت میں مداخلت کرنا شروع کر دی تو اللہ نے ان میں انہی سے اپنا ایک رسول بعثت کیا یعنی فطرت نے ان میں انہی سے اپنا ایک نمائندہ کھڑا کیا جس نے ان پر آسمانوں وزمین کی خلق کو کھول کر واضح کیا، خود ان کی اپنی خلق کو بھی کھول کھول کر واضح کیا ان پر واضح کیا کہ جو کچھ تمہیں ظاہر دکھائی دے رہا ہے یہ کل کامل نہیں ہے بلکہ لاتعداد مخلوقات ایسی ہیں جو تمہیں سنائی اور دکھائی نہیں دے رہیں یعنی تم سے چھپا دی گئیں جنہیں عربوں کی زبان میں غیب کہا گیا اور پھر جو تمہیں ظاہر نظر آ رہی ہیں یہ بھی دو حصوں میں تقسیم ہیں ایک تو وہ ہیں جن کا استعمال کیا ہے یعنی مقصد تخلیق کیا ہے تم پر بالکل واضح ہے اور ان کے برعکس دوسری قسم ان مخلوقات کی ہے جو سامنے تو ہیں لیکن ان کا مقصد تخلیق کیا ہے اس کا علم تمہیں نہیں دیا گیا اب اگر تم ان میں سے کسی کے بھی پیچھے پڑتے ہو جن کے بارے میں تمہیں علم نہیں دیا گیا تو اس کا نتیجہ کیا نکلے گا؟ تم پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ آسمانوں وزمین میں الیز ان وضع ہے اگر تم رائی برابر بھی عمل بغیر مکمل علم کے کرو گے یا کسی بھی ایسی مخلوق کے پیچھے پڑو گے تو آسمانوں وزمین میں سب کچھ درہم برہم ہو جائے گا یہ زمین جنت نہیں رہے گی بلکہ یہ زمین جہنم بن جائے گی۔ یہ مخلوقات تم سے چھپا دی گئیں یا وہ جو سامنے تو ہیں لیکن ان کا تمہیں واضح علم نہیں دیا گیا کہ ان کا مقصد تخلیق کیا ہے یہ ایک ایسا سلسلہ ہے اگر تم ان میں سے کسی ایک کے بھی پیچھے پڑتے تو جیسے ایک دھاگے میں دانے پر وئے ہوئے ہوتے ہیں دھاگہ کٹوٹھے پر وہ دھاگے سے نکلتے چلے جاتے ہیں یا جیسے درخت ہوتا ہے جیسے جیسے آگے بڑھو تو اس کی شاخیں پھیلتی چلی جاتی ہیں بالکل ایسے ہی ان مخصوص مخلوقات کا سلسلہ سامنے آنا شروع ہو جائے گا اور پھر تمہارے ان اعمال کے رداعمال کے ظاہر ہونے کا بھی ایک سلسلہ شروع ہو جائے گا جو تمہارے اختیار میں نہیں ہو گا جس پر تم قابو نہیں پاسکو گے اور یہ زمین جہنم بن جائے گی تم زمین میں ہر شے میں کمیاں کر دو گے اس لیے جان لو یہ جو سلسلہ ہے یعنی وہ مخلوقات جو تم سے چھپا دی گئیں اور ان کے علاوہ وہ جو سامنے تو ہیں لیکن ان کے بارے میں تمہیں واضح علم نہیں دیا گیا ان کا مقصد تخلیق کیا ہے اس کا علم نہیں دیا گیا ان کے پیچھے مت پڑنا۔ یعنی تم نے صرف اور صرف اپنے کام سے کام رکھنا ہے اور تمہارا کام کیا ہے وہ تم پر کھول کر واضح کر دیا گیا کہ ویتاً دُمْ اسْكُنْ اَنْتَ وَزُوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا اَيْدِمْ یعنی اے وہ جو بشر ہو رہوا س زمین میں، جب تمہیں اس زمین پر لا یا گیا تھا تاب یہ زمین ایسی نہیں تھی بلکہ الجھت تھی مخصوص باغ تھی اور کہا تھا کہ اس میں سے جہاں سے جو شے چاہے کھاؤ یہ تھا تمہارا کام اور تم نے یہی کرنا تھا اور کہا تھا کہ اگر تم نے اپنے کام سے کام نہ رکھا اور جو تمہارا کام نہیں ہے اس میں مداخلت کی فطرت میں چھیڑ چھاڑ کی یعنی اگر خود سے مشقت کرنا شروع کر دی اپنی ضروریات کو وجود میں لانے کی ذمہ داری اپنے سر لے لی تو پھر اس کا نتیجہ انہائی بھی انک سامنے آئے گا یہ زمین جنت نہیں رہے گی بلکہ تمہارے ان اعمال سے یہ زمین جہنم بن جائے گی۔ اسی کا ایک اور پہلو سے بھی درج ذیل آیات میں ذکر کیا گیا۔

فَقُلْنَا يَادُمْ إِنْ هَذَا عَدُوٌّ لَكَ وَلَزُوْجَكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقُى. إِنْ لَكَ أَلَا تَجُوْعَ فِيهَا وَلَا تَعْرَى. وَأَنَّكَ لَا تَطْمَئِنُ فِيهَا وَلَا تَضْحِي. طه ۱۱۹ تا ۱۱۷

فَقُلْنَا يَادُمْ پس کہا ہم نے اے آدم جو اس وقت موجود ہو ان هذَا عَدُوٌّ لَكَ وَلَزُوْجَكَ اس میں کچھ شک نہیں یہ تھا جو دشمن ہے تیر اور جوتی را جوڑا ہے

اس کا فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ پس نہ گویا کہ خود ہی تم دونوں کو نکلوادے الجنت سے یعنی یہ زمین جنت ہے سربزو و شاداب باغ ہے جس میں تمہارے لیے بغیر مشقت کے تمام ضروریات موجود ہیں تو کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ تمہیں نکلوادے اس حالت سے جس میں تم ہو اور پھر آگے یہ بھی واضح کر دیا کہ کیسے تم الجنت سے نکلو گے فَشْقَى پس جو بھی تمہاری ضروریات ہیں ان کے حصول کے لیے تم مشقت کرتے ہو تو تم الجنت سے نکل جاؤ گے یعنی پھر یہ زمین جنت نہیں رہے گی بلکہ تم اس زمین کو جہنم میں بدل دو گے جنت سے جہنم کی طرف سفر شروع کر دو گے اس لیے کسی بھی صورت میں مشقت نہیں کرنی یعنی اپنی ضروریات کے حصول کے نام پر خود سے انہیں وجود میں لانے انہیں خلق کرنے کے پیچھے نہیں پڑنا بلکہ ہر لحاظ سے اپنے رب فطرت پر ہی انحصار کرنا ہے ان لَكَ أَلَا تَجُوْعَ فِيهَا وَلَا تَعْرَى اس میں کچھ شک نہیں تجوہ کو یہاں کیا حاصل ہے؟ تجوہ کو یہاں وہ سب کا سب حاصل ہے جو بھی تیری ضروریات ہیں تو

جب تک تو مشقت نہیں کرے گا یعنی جو تیرا دشمن ہے اس کے جھانسے کا شکار ہو کر مشقت میں پڑنے کی بجائے مشقت سے بچا رہے گا تو نہ ہی تجھے اس میں یعنی زمین جو کہ الجھت ہے میں کسی بھی لحاظ سے بھوک افلاس کا سامنا کرنا پڑے گا کہ رزق کی قلت ہو جائے گی رزق کی تقسیم کا توازن ہی بگڑ کر بھوک افلاس کا سامنا کرنا پڑے اور نہ ہی تجھے لباس کی کوئی فکر ہوگی وَإِنَّكَ لَا تَظْلَمُوا فِيهَا وَلَا تَضْلِي اور اس میں کچھ شک نہیں تجوہ کونہ ہی پیاس کا سامنا کرنا پڑے گا یعنی پانی کی قلت کا سامنا کرنا پڑے گا کہ پانی کی قلت کی وجہ سے تجھے پیاس سے مرنے کی فکر لاحق ہو جائے پانی کی قلت سے زمین پر رزق کی قلت کا سامنا کرنا پڑے اس میں اور نہ ہی تجھے دھوپ کا یعنی گرمی کا سامنا کرنا پڑے گا کہ گرمی نے تیراجینا محال کر دیا۔

ان آیات میں بھی وہی بات کی پہلی بات کہ کوئی ماضی کا قصہ نہیں سنایا جا رہا آدم کی ”م“ پر پیش کا استعمال ہے جس سے یہ حال کا صیغہ بن جاتا ہے اور آپ پر پیچھے واضح کر دیا گیا کہ آدم اس پوری جنس کو کہا گیا نہ کسی مخصوص ایک بشر کو اور دوسری بات کہ کہا یہ تیرا اور جو تیرا زوج ہے یعنی جوڑا ہے اس کا دشمن ہے۔ یہ کیا ہے اس کی بھی پیچھے کھل کر وضاحت ہو چکی کہ آسمانوں وزمین میں دو طرح کی مخلوقات ہیں ایک وہ جو بالکل کھلم کھلا سامنے ہیں اور دوسری وہ جو چھپی ہوئی ہیں پھر جو سامنے ہیں وہ بھی دو حصوں میں تقسیم ہیں ایک وہ جن کا مقصد تخلیق اس بشر پر بالکل واضح ہے کہ کیا ہے جیسے کہ اس کے استعمال کی اشیاء ہیں مثلاً جو بھی اس کا رزق ہے اور ان کے علاوہ بہت سی ایسی ہیں جو ہیں تو سامنے لیکن ان کا مقصد تحقیق کیا ہے اس کا واضح علم نہیں دیا گیا جنہیں عربوں کی زبان میں تباہات کہا جائے گا یوں آسمانوں وزمین میں جو کچھ بھی ہے جتنی بھی مخلوقات ہیں وہ دو حصوں میں تقسیم ہیں ایک وہ جن کا مقصد تخلیق کیا ہے اس کا اس بشر کو واضح علم دیا گیا اور ان کے علاوہ باقی جتنی بھی ہیں خواہ وہ جو چھپا دی گئیں یا پھر وہ جو ہیں تو سامنے لیکن ان کے بارے واضح علم نہیں دیا گیا ان کا علم چھپا دیا گیا۔ ان دونوں میں سے جو پہلا حصہ ہے یعنی وہ مخلوقات جو نہ صرف بالکل کھلم کھلا سامنے ہیں بلکہ ان کے بارے میں واضح علم دے دیا گیا جو کہ حکمات ہیں یعنی فیصلہ کن ہیں کہ ان کا مقصد تحقیق کیا ہے صرف اور صرف ان کے ہی پیچھے پڑنا ان ہی کا استعمال کرنا اور ان کے علاوہ جتنی بھی ہیں یعنی دوسرا حصہ اس کے قریب بھی نہیں جانا کیونکہ تم پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ آسمانوں وزمین ایک وجود کی مانند ہیں آسمانوں وزمین بالکل ایسے ہی ہیں جیسے کہ تمہارا جسم ہے جیسے تمہارے جسم میں تمام اعضاء کا آپس میں ربط ہے ہر ایک دوسرے سے مربوط و مشروط ہے بالکل اسی طرح آسمانوں وزمین میں جو کچھ بھی ہے سب کا سب آپس میں مربوط و مشروط ہے اس لیے ان میں سے کسی ایک بھی مخلوق کے پیچھے نہ پڑنا کیونکہ یہ ایک الشجرۃ ہے یعنی ایک مخصوص سلسلہ ہے اگر کسی ایک بھی مخلوق کے پیچھے پڑا تو آگ بڑھتے بڑھتے ایک وقت ایسا آئے گا کہ واپسی کا دروازہ ہی بند ہو جائے گا اور دنیا و آخرت میں ہلاکت تیرا مقدر بن جائے گی یوں جان لے کہ جو کچھ بھی غیب ہے یا تباہات میں سے ہے یا ایک الشجرۃ یعنی مخصوص سلسلہ ہے اس کے قریب بھی نہیں جانا یہ تیرا دشمن ہے اگر تو اس کے پیچھے پڑا تو پھر تیرا انجمام کیا ہے یہ بھی تجھ پر کھول کر واضح کر دیا گیا۔

پھر کہا تو اور تیرا زوج تو یہ بھی پیچھے کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ آدم جو کہ یہ بشر پوری جنس ہے ان میں سے کچھ تو وہ ہیں جو سمجھدہ کر رہے ہیں یعنی خود کو اپنے خالق و مالک کے آگے جھکائے ہوئے ہیں ایک وہ اور اس کا زوج یعنی جوڑا وہ جو سمجھدہ نہیں کر رہے جو اکٹھے ہوئے ہیں اپنی منانیاں کر رہے ہیں۔ بالکل کھول کر واضح کر دیا کہ یہ الشجرۃ تم دونوں کا ہی دشمن ہے اور دشمن کا مطلب ہرگز نہیں کہ یہ مخصوص سلسلہ جان بوجھ کرتے تمہارے ساتھ دشمنی کر رہا ہے یا تمہیں دشمنی پر اکسار ہا ہے بلکہ یہ اختیار تمہارے پاس ہے اگر تم اس سلسلے کے پیچھے پڑو گے اس کیسا تھوڑی چھیڑ خانی کرو گے تو پھر تم اس کے مقابلے پر کامیاب نہیں ہو پاؤ گے بلکہ اس کے جل یعنی دھوکے کا شکار ہو جاؤ گے یہ سلسلہ تمہیں بہت پرکشش نظر آئے گا تمہیں اس میں اپنی بقا اور ہر لحاظ سے فائدہ نظر آئے گا لیکن حقیقت نہیں ہوگی بلکہ تم اس کے دھوکے کا شکار ہو کر اس زمین کو جو کہ الجھت ہے اسے جہنم میں بدلو گے اپنے ہاتھوں سے اسے جہنم بنا دو گے اس لیے اس مخصوص سلسلے کے قریب بھی مت جانا اور پھر یہ بات بھی بالکل کھول کھول کر واضح کر دی تھی کہ جب تک اس الشجرۃ کے دھوکے کا شکار ہونے سے بچے رہو گے اس کے پیچھے نہیں پڑو گے اس کے قریب بھی نہیں جاؤ گے تو تب تک یہ زمین الجھت رہے گی اس میں تمہاری تمام تر ضروریات تمہیں میسر ہوں گی نہ تو تمہیں رزق کی قلت کا سامنا کرنا پڑے گا کسی بھی لحاظ سے تم بھوکے نہیں مرو گے تم میں سے کوئی ایک بھی بھوکا نہیں مرے گا کوئی قحط نہیں پڑے گا اور نہ ہی تمہیں لباس کی کوئی فکر ہوگی یعنی تم بھوک، مغلسی و لباس کے حوالے سے مکمل طور پر بے فکر ہو گے تمہیں اس کی کوئی فکر نہیں ہوگی بالکل ایسے ہی جیسے ایک بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو

وہ مکمل طور پر والدین کا تھاج ہوتا ہے اسے کسی بھی قسم کی کوئی فکر نہیں ہوتی کہ وہ بھوکا مر جائے گا یا پیاسا بالکل ایسے ہی تمہیں نہ تو بھوک اور مفلسی کی کوئی فکر ہو گئی نہ ہی لباس کی اور پھر جب تک تم اس مخصوص سلسلے کے قریب بھی نہیں جاؤ گے تو تک نہ ہی اس زمین میں جو کہ جنت ہو گی تمہیں پیاس کی کوئی فکر ہو گی کہ تمہیں پانی کی قلت کا سامنا کرنا پڑے پانی کی قلت یا ختم ہونے کی وجہ سے یا پانی گندرا ہو جانے کی وجہ سے تمہیں ادھر ادھر بھاگنا پڑے ہجرت کرنی پڑے اور نہ ہی تمہیں سورج سے گرمی کی شدت کا سامنا کرنا پڑے گا یعنی کہ دھوپ تمہیں ستانے لگے گرمی کی صورت میں لیکن اگر تم اس اشجر ۃ کے قریب بھی گئے یعنی اگر تم کسی ایک بھی ایسی خلوق کے قریب بھی گئے جو محکمات میں سے نہیں ہے جس کے بارے میں تمہیں علم نہیں دیا گیا جس کے بارے میں علم تم سے چھپا دیا گیا تو پھر جان لو آہستہ آہستہ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ نہ صرف تم رات دن مشقت میں پڑ جاؤ گے بلکہ مشقت کے زندہ نہیں رہ سکو گے تمہیں رزق کی فکر لاحق ہو جائے گی رزق کی قلت کا سامنا کرنا پڑے گا، قحط پڑیں گے، رزق کم سے کم ہوتا چلا جائے گا، تمہیں فکر معاش ستائے گی تمہارا جینا حرام ہو جائے گا، بھوک افلاس کا سامنا کرنا پڑے گا اور پھر اس کی وجہ سے ہی تمہیں لباس کی فکر بھی لاحق ہو جائے گی یعنی جب تم مشقت میں پڑو گے تو مشقت سے حاصل ہونے والے رزق کے استعمال سے تمہارے اجسام میں وہ آگ بھر جائے گی جو آگ تمہاری دشمن ہے جس پر یچھے وضاحت کیسا تھا بات ہو چکی کہ جب بھی تم کچھ کھاتے ہو تو اس سے دو طرح کی انرجی وجود میں آتی ہے ایک ٹھنڈی جو کہ ملائکہ ہیں اور دوسرا گرم جو کہ جان ہیں، دونوں آپس میں کشمکش میں بتلا ہو جاتی ہیں جس کا نتیجہ تمہارے اعمال کی صورت میں نکلتا ہے اب اگر تم اپنے رب یعنی نظرت پر انحصار کرنے کی بجائے مشقت سے رزق حاصل کرو گے تو اس رزق میں گرم انرجی جو کہ جن ہے وہ پوشیدہ ہے تمہارے اجسام میں گرم انرجی کی مقدار بڑھ جائے گی جس سے جسم میں ویسی ہی خصلتیں پیدا ہوں گی جسے تم غصہ، حسد، بعض، تکبر، نفرت، جیلیسی اور دھوکا دی وغیرہ کا نام دیتے ہو جس وجہ سے تمہیں لباس کی فکر لاحق ہو جائے گی اور ان خصلتوں کی وجہ سے بہت سی خرابیوں و خامیوں کا سامنا کرنا پڑے گا اور پھر ایسے ہی تم کو نہ صرف پانی کی قلت کا سامنا کرنا پڑے گا تم پیاس سے مارے جاؤ گے پانی کی قلت بڑھتی چلی جائے گی بلکہ پھر تمہیں دھوپ بھی ستائے گی گرمی کی شدت بڑھتی چلی جائے گی یوں آہستہ آہستہ یہ زمین جہنم بن جائے گی۔

اب اتنا کچھ کھول کھول کر واضح کر دیجے جانے کے باوجود بھی انسان نے کیا کیا؟ کیا یا اس اشجر ۃ کے قریب بھی نہ گیا یا پھر اس نے وہی کیا جس سے اسے منع کیا تھا؟ اور اگر اس اشجر ۃ کے قریب گیا تو اس کا نتیجہ بالآخر کیا نکلا؟ تو اس کا جواب بھی بالکل واضح ہے جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی اس قرآن میں ماضی کی مثلوں سے آج کی تاریخ اتار دی گئی تھی جیسا کہ درج ذیل آیات میں آپ دیکھ سکتے ہیں۔

فَوَسُوسَ لَهُمَا الشَّيْطَنُ لِيُسِدِّي لَهُمَا مَأْوَرِي عَنْهُمَا مِنْ سَوْا تِهْمَاء وَقَالَ مَا نَهِكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّا أَنْ تَكُونَا مَلَكِينَ أَوْ تَكُونَا مِنَ الْخَلِدِيْنَ. وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النَّصِيْحِينَ. فَلَدُّهُمَا بِغُرُورٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَثُ لَهُمَا سَوْا تِهْمَاء وَطَفِقا يَخْصِفِينَ عَلَيْهِمَا مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ وَنَادَهُمَا رَبُّهُمَا اللَّمَّا أَنْهَكُمَا الشَّجَرَةَ وَأَقْلَ لَكُمَا إِنَّ الشَّيْطَنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُبِينٌ.

قَالَ أَرَبَّنَا ظَلَمْ مَا أَنْفَسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنْكُونَنَّ مِنَ الْخَسِيرِيْنَ. الاعراف ۲۰ تا ۲۳

جب اس بشر کو اس زمین پر جو دیں لایا گیا تو یہ بات بالکل کھول کھول کر واضح کر دی گئی کہ ارتقاء سے لایا گیا تو اس کے بعد اس بشر پر حق کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ آسانوں وزمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے سب کے سب کی مثال تمہارے جسم کی سی ہے یا ایک ہی وجود ہے اس میں تمام کی تمام مخلوقات اعضاء کی مانند ہیں۔ جو کچھ بھی تمہیں کھلم کھلانظر آ رہا ہے صرف اور صرف یہی کل کا گل نہیں ہے بلکہ لا تعداد مخلوقات ایسی ہیں جو تم سے چھپا دی گئیں اور پھر جو نظر آ رہی ہیں یہ بھی دو قسم کی ہیں دھھوں میں تقسیم ہیں ایک وہ جن کا علم تم پر کھول کر واضح کر دیا گیا یعنی جو محکمات ہیں فیصلہ کن تمہیں ان کا علم ہے کہ ان کا مقصد تحقیق کیا ہے اور ان کے بر عکس دوسرا وہ جن کا علم تمہیں نہیں دیا گیا جن کا علم چھپا دیا گیا جو کہ متشابہات ہیں تو جو بھی متشابہات ہیں یہ تمام کی تمام مخلوقات ایک سلسلہ ہے تم نے اس مخصوص سلسلے کے قریب بھی نہیں جانا ورنہ یہ زمین جو کہ الجھت ہے یہ جنت نہیں رہے گی تم جنت سے جہنم کی طرف سفر کرنا شروع ہو جاؤ گے اب اس قدر کھول کھول کر واضح کر دیجے جانے کے باوجود آدم نے یعنی اس بشر نے کیا کیا آگے اسے بھی واضح کر دیا گیا فَوَسُوسَ لَهُمَا الشَّيْطَنُ پس وسوسہ کیا دنوں کو جس نے وسوسہ کیا الشیطان ہے۔

اب سب سے پہلے تو یہ جان لیں کہ وسوسہ کسے کہتے ہیں؟ مثال کے طور پر آپ کے سامنے کوئی ایسی شے موجود ہو جس کے بارے میں آپ کے پاس کوئی علم نہ

ہو لیکن وہ شئے آپ کو بار بار اپنی طرف متوجہ کرے اور آپ میں اس کو لیکر تجسس پیدا ہو جائے کہ آخر یہ ہے کیا تو اس طرح تجسس پیدا ہونے کو وسوسہ کہتے ہیں کہ جب کوئی شئے جو سامنے موجود ہو وہ اپنی طرف متوجہ کرے اپنی طرف کھینچنے اور اسے جانے کے لیے دل و دماغ میں تجسس پیدا ہو تو یہ وسوسہ کہلاتا ہے جو وہ شئے آپ میں داخل کر رہی ہے۔

جیسے جیسے وقت گزرتا گیا تو یہ بشرط جنس مشاہدات سے سیکھتی چلی گئی بالکل ایسے ہی جیسے ایک بچہ مشاہدات سے سیکھتا چلا جاتا ہے ایک وقت آیا جب آدم یعنی اس بشرط جنس کا دماغ بالکل ایسے ہو چکا تھا جیسے ایک بچہ مشاہدات سے سیکھتے سیکھتے باشمور ہو جاتا ہے تو جب یہ بشرط جنس مشاہدات سے سیکھتے سیکھتے اس قدر باشمور ہو گیا کہ یہ جو کچھ بھی سن اور دیکھ رہا ہے اسے سمجھنے کی صلاحیت آگئی تب اس پر نہ صرف یہ حق بالکل کھل کر واضح ہو گیا کہ آسمانوں وزمین بالکل اس کے جسم کی مثل ہیں اس میں صرف اور صرف وہی نہیں ہے جو کچھ بھی ظاہر نظر آ رہا ہے بلکہ لاتعداً مخلوقات ایسی ہیں جو اس سے چھپی ہوئی ہیں اور پھر جو سامنے نظر آ رہی ہیں وہ بھی دو طرح کی ہیں ایک تو وہ جن کے بارے میں اسے واضح علم ہے اور دوسرا وہ جن کے بارے میں اسے علم نہیں دیا گیا ابھی بھی ان مخلوقات کا علم اس سے پوشیدہ ہے اور یہ بھی واضح ہو چکا تھا کہ اگر ان میں سے کسی کے بھی پیچھے پڑا گیا تو اس کا نتیجہ فساد اور بالآخر بتا ہیوں کی صورت میں نکلے گا لیکن وقت کیسا تھا اس بشرط جنس میں ان مخلوقات کو لیکر تجسس پڑھتا چلا گیا جو ہیں تو بالکل کھلم کھلا سامنے لیکن ان کے بارے میں علم اس سے چھپا ہوا ہے یوں یہ مخلوقات آدم کو یعنی اس بشرط جنس کو وسوسہ کرتی رہیں یعنی بشرط میں ان مخلوقات کو جانے کے لیے ان کے بارے میں علم حاصل کرنے کے لیے تجسس پڑھتا گیا اور بالآخر آدم نے یعنی اس بشرطے ان میں چھپڑ چھاڑ کرنا شروع کر دی اس اشجرۃ کے قریب جانا شروع کر دیا اس کے پیچھے پڑا گیا جس کا نتیجہ ایک تو یہ نکلا کہ یہ اشجرۃ اس کے لیے الشیطان ثابت ہوا۔ شیطان دو الفاظ ”شَيْءٌ اور طَان“ کا مجموعہ ہے۔ ”شَيْءٌ“ کہتے ہیں جو بھی اپنا وجود رکھتا ہے اس میں سے کسی کو بھی اور ”طَان“ کے معنی ہیں کسی کو اس کے مقصد کی طرف جانے سے روک دینا جو کہ پیار سے بھی روکا جاسکتا ہے، اپنی طرف مائل کر کے بھی، اپنی طرف متوجہ کر کے، زور زبردستی یا پھر دھوکے وغیرہ سے بھی روکا جاسکتا ہے۔ شیطان کا معنی ہیں ہر وہ شئے جو آپ کوآپ کے اصل مقصد سے روک دے آپ کوآپ کی منزل کی طرف جانے سے روک دے روکاوت بن جائے۔

یوں یہ اشجرۃ یعنی متشابہات مخلوقات کا مخصوص سلسلہ آدم کے لیے یعنی اس بشرطے کے لیے الشیطان ثابت ہو گیا۔ جب یہ بشر اس کے پیچھے پڑا تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک تو ان مخلوقات نے اس بشرط جنس کے دنیا میں سمجھے جانے کے مقصد سے ہی غافل کر دیا اس مقصد کو پورا کرنے میں روکاوت بن گیا ہر انسان کا اسی سلسلے کی عبادۃ کرنا ہی مقصد و مشن بن گیا اور دوسرا نتیجہ یہ نکلا کہ لیٰسِیٰ لَهُمَا مَأْوِیٰ عَنْهُمَا مِنْ سَوْا تِهِمَّا جو کچھ بھی ان دونوں سے چھپا کر رکھتا ہو وہ سب کا سب سامنے آنا شروع ہو گیا جس سے پہلے ہی متنبہ کر دیا گیا تھا کہ اگر تم اس اشجرۃ کے قریب بھی جاؤ گے تو اس کا نتیجہ کیا نکلے گا۔ بہر حال شروع شروع میں تو جو کچھ سامنے آنا شروع ہوا سے تو اس بشرطے اپنے لیے فائدہ ہی تصور کیا اسے ترقی کا نام دیا خوشحالی کا نام دیا خوشحالی کا نام دیا جس سے اس بشرطے نے یہ سمجھنا شروع کر دیا کہ اصل میں یہی وجہ تھی ہم سے ان مخلوقات کا علم چھپا نے کی کہیں ہم مالک نہ بن یہیں یعنی آسمانوں وزمین کے مالک نہ بن جائیں اور ہم ہمیشہ رہنے والے نہ بن جائیں یعنی اگر ہم اس اشجرۃ کے قریب نہیں جاتے تو ایک تو یہ کہ ہم آسمانوں وزمین کے مالک نہیں اور دوسرا ہمیں موت آئے گی اور اگر ہم اس اشجرۃ کے قریب جاتے ہیں اس کے پیچھے پڑتے ہیں تو آہستہ آہستہ نہ صرف ہم مالک بن یہیں گے آسمانوں وزمین پر مکمل دسترس پالیں گے بلکہ ہم موت کا علاج دریافت کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے زندہ رہنے کا بھی راز پالیں گے اور اسی کا آیت میں آگے ذکر کیا گیا وَقَالَ مَا نَهَشُكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّا آنَّ تَكُونُنَا مَلَكِينِ أَوْ تَكُونُنَا مِنَ الْخَلِيلِ اور کہا تھا نہیں منع کیا تھیں تمہارے رب نے اس اشجرۃ سے مگر اس وجہ سے کہ اگر تم اس اشجرۃ کے قریب جاتے ہو اس کے پیچھے پڑتے ہو تو تم ہورہے ہو مالک یعنی تم آہستہ آہستہ آگے بڑھتے بڑھتے ترقی کرتے کرتے آسمانوں وزمین پر مکمل دسترس پالو گے اور اس کے علاوہ تم آہستہ آہستہ ترقی کرتے کرتے موت کو بھی شکست دے دو گے موت کا علاج دریافت کر کے ہمیشہ زندہ رہنے والے بن جاؤ گے۔ اب یہاں یہ بات ذہن میں ہونا لازم ہے کہ ایسا کسی نے زبان سے نہیں کہا بلکہ یہ سب کا سب وسوسہ کیا اسی اشجرۃ نے یعنی جب یہ بشرط جنس اشجرۃ کے قریب گیا اس کے پیچھے پڑا تو شروع شروع میں اسے جو ظاہری فائدے حاصل ہوئے تو اس نے سمجھنا شروع کر دیا کہ اگر میں ان مخلوقات کے قریب نہیں جاتا تو پھر میں ایسے ہی اس زمین پر بے لس و بے کس رہوں گا اور بالآخر موت کا بیٹکار ہو جاؤں گا لیکن اگر میں ان مخلوقات کے پیچھے پڑ کر انہیں اپنی مرضی کی تاویلات پہناتا

ہوں آسمانوں وزمین میں وہ مخلوقات جن کا علم مجھ سے چھپا ہوا ہے ان کے پیچھے پڑتے ہوئے آگے ہی بڑھتا ہوں تو ترقی کرتے کرتے ایک وقت آئے گا کہ میں یعنی ہم بشرط آسمانوں وزمین پر مکمل دسترس حاصل کر لیں گے ہم مالک بن جائیں گے آسمانوں وزمین پر مکمل کنٹرول حاصل کر لیں گے اور پھر ایسے ہی آہستہ آہستہ آگے بڑھتے بڑھتے ترقی کرتے ایک وقت آئے گا موت کا علاج بھی دریافت کر لیں گے یوں جب ہم پر واضح ہو جائے گا کہ موت کیا ہے اور کیسے آتی ہے تو ہم موت کو ختم کر کے ہمیشہ زندہ رہنے والے ہو جائیں گے اور اگر ہم آسمانوں وزمین میں ترقی کے نام پر چھپیر چھاڑ کو ترک کر دیتے ہیں یا ہمیں اس ترقی کے نام پر جو کچھ ہم کر رہے ہیں اس سے روکا جاتا ہے تو رونکے والے کا مقصد صرف اور صرف یہی ہے کہ وہ نہیں چاہتا کہ ہم آسمانوں وزمین کے مالک بن پڑھیں اور ہم موت کا علاج دریافت کر کے ہمیشہ زندہ رہنے والے بن جائیں اس لیے جو بھی ہمیں اس ترقی سے روکتا ہے وہ ہمارا شمن ہے ہم اسے برداشت نہیں کریں گے یوں اسی الشجرۃ الملعونة نے یہ جو بشرط ہیں انہیں دو گروہوں میں تقسیم کر دیا ایک وہ جو اس کے دل یعنی دھوکے کا شکار ہو گیا یعنی اسے اپنے لیے فائدہ مند سمجھتے ہوئے ترقی و خوشحالی سمجھتے ہوئے اس کے پیچھے پڑ گیا جو بھی صلاحیتیں دیں اسی کے پیچھے استعمال کرنا شروع کر دیا اور دوسرا وہ جو اس کے دھوکے کا شکار نہ ہوا بلکہ جورب نے کہا، ہی کیا کہ خود کو جھکائے رکھا جو کہ سجدہ کرنے والے ہیں اور اسی کا اگلی آیت میں بھی ذکر کر دیا گیا۔

وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النَّصِحِينَ

وَقَاسَمَهُمَا اور انہیں دو گروہوں میں تقسیم کر دیا یعنی یوں یہ جو بشرط ہیں انہیں الشجرۃ الملعونة نے دو گروہوں میں تقسیم کر دیا ایک وہ جو سجدہ نہیں کر رہے ہیں جن کا کہنا ہے کہ اگر ہم سے ان مخلوقات کا علم چھپا دیا گیا تو اسی لیے کہ ہمیں ان کے پیچھے نہیں پڑنا اور نہ آسمانوں وزمین میں فساد ہو جائے گا یوں یہ گروہ جو سجدہ کر رہے ہیں اپنی ذمہ داری کو پورا کر رہے ہیں ان کا کہنا ہے اِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النَّصِحِينَ اس میں کچھ شک نہیں ہم جو بھی تمہیں کہہ رہے ہیں ہم جو بھی چاہ رہے ہیں یعنی یہ جو ہم تمہیں ترقی کے نام پر الشجرۃ الملعونة کے قریب جانے سے روک رہے ہیں اس کے پیچھے پڑنے سے روک رہے ہیں تو اسی نہیں ہے کہ ہم تمہیں ترقی سے روک رہے ہیں بلکہ جان لو یہ ترقی نہیں ہے بلکہ یہ فساد ہے اس سے تم آسمانوں وزمین کے مالک نہیں بن سکو گے اس سے تم موت کا علاج دریافت نہیں کر پاؤ گے بلکہ یہ جو تم اپنے ہی ہاتھوں سے مفسد اعمال کر رہے ہو انہی اعمال کے سبب آسمانوں و زمین میں قائم الْمَيْزَان میں خسارہ ہو کر بالآخر بتاہیاں آئیں گی اور تمہارا صفحہ ہستی سے نام و نشان تک مٹ جائے گا اس لیے ہم جو بھی تم کو کہہ رہے ہیں ہم تم ترقی کرنے والوں سے یہ یعنی تمہارا فائدہ تمہاری بھلائی چاہئے والوں سے ہیں نہ کہ ہم تمہارا لفظان چاہئے والوں سے ہیں۔

وہ جو سجدہ نہیں کر رہے جو اس الشجرۃ کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں یعنی تباہہات مخلوقات کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں یہ لوگ وقتی اور ظاہری فوائد کو دیکھ کر یہ کہہ اور سمجھ رہے ہیں کہ ہم لوگ ترقی کر رہے ہیں یہ جو آسمانوں وزمین میں ان مخلوقات میں پنگے لے رہے ہیں جن کا علم نہیں دیا گیا تھا اور پھر ان کو اپنی من چاہی تاویلات پہنار ہے ہیں یعنی اپنی مرضی کے مقاصد میں استعمال کر رہے ہیں یہ لوگ ترقی کر رہے ہیں اور ہم ترقی کرتے کرتے ایک وقت آئے گا کہ آسمانوں وزمین پر مکمل دسترس پالیں گے ان پر مکمل طور پر کنٹرول پالیں گے اور ایسے ہی موت کا علاج بھی دریافت کر لیں گے ان دھوکات کو جان لیں گے کہ موت کیسے آتی ہے یوں موت پر بھی دسترس پا کر ہمیشہ زندہ رہنے کا راز حاصل کر کے ہمیشہ زندہ رہیں گے اور جو مر چکے انہیں بھی واپس زندہ کر لیں گے اور ان کے بر عکس وہ جو سجدہ کر رہے ہیں یعنی جو خود کو اپنے رب فطرت کے آگے مکمل طور پر جھکائے ہوئے ہیں ان کا کہنا ہے کہ یہ تم لوگ ان مخلوقات کے دھوکے کا شکار ہو چکے ہو متنجح نہیں نکلیں گے جو تمہاری چاہت ہے بلکہ جسے تم ترقی کا نام دے رہے ہو یہ ترقی نہیں فساد عظیم ہیں آج تم ظاہری اور وقتی فوائد تو حاصل کر رہے ہو لیکن کل کو جب ان کے رد اعمال ظاہر ہوں گے تو تم ان کا شکار ہو جاؤ گے تم صفحہ ہستی سے مٹ جاؤ گے اس لیے تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ بازاً جاؤ یہ فساد ہے آسمانوں وزمین میں فساد سے بازاً جاؤ اما مفسد اعمال کو ترک کر دو اور واپس فطرت پر قائم ہو جاؤ ہر لحاظ سے فطرت پر انحصار کرو اسی میں نہ صرف تمہارے لیے ہر لحاظ سے فائدے ہیں بلکہ اسی میں تمہاری بقاء ہے لیکن جو سجدہ نہیں کر رہے جو انتکبار کر رہے ہیں وہ نہیں مانتے وہ اپنے ہی ناصحین کو اپنے ذمہن سمجھ کر ان کیسا تھدشنی کرتے ہیں ان کے ساتھ لڑائی کرتے ہیں نہیں مانتے کیونکہ یہ لوگ اس الشجرۃ کے دھوکے کا شکار ہو چکے ہیں اس الشجرۃ نے انہیں دھوکے میں ڈال رکھا ہے یہ لوگ ظاہری اور وقتی فوائد کی وجہ سے دھوکے کا شکار ہو چکے ہیں یہ لوگ صرف اور صرف ظاہر کو ہی دیکھتے ہیں ایک ہی پہلو کو دیکھتے ہیں جو باطن ہے جو دوسرا پہلو ہے اسے یکسر نظر انداز کر دیتے ہیں اور کرتے رہے اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جو سجدہ کر رہے ہیں وہ بھی آہستہ آہستہ اپنی ذمہ داری کو بھول جاتے ہیں وہ

بھی اس دلکش کار ہو کرو ہی کرنا شروع ہو جاتے ہیں جو دوسرا گروہ کر رہا ہوتا ہے یعنی یوں ایک وقت آتا ہے کہ دونوں گروہ ہی اس الشجرۃ کے دھوکے کا شکار ہو جاتے ہیں اور اسی کا اگلی آیت میں ذکر کردیا گیا

فَذَلِّهُمَا بِغُرُورٍ پس دونوں گروہوں کی راہنمائی کرتا گیا ہر لحاظ سے دھوکے کیسا تھی یعنی یہ الشجرۃ الملعونة جب ایک گروہ اس کے پیچھے پڑا تو شروع شروع میں تو ایک گروہ نے اس کی مخالفت کی یوں جب تک مخالفت کی جاتی رہی سجدہ نہ کرنے والوں کو اس الشجرۃ یعنی مخصوص سلسلے کے قریب جانے سے روکا جاتا رہا تب تک تو رکے رہے لیکن جب ناصح گروہ نے اپنی ذمہ داری میں لاپرواہی برداشت شروع کی تو سجدہ نہ کرنے والوں کو موقع مل گیا یوں وہ اس مخصوص سلسلے کے پیچھے پڑنے سے ظاہری اور وقتی فوائد سے متاثر ہو کرو ہی کرنا شروع ہو گیا یعنی یہ گروہ بھی اس الشجرۃ کے دھوکے کا شکار ہو گیا یوں دونوں گروہوں کو ہی اس الشجرۃ نے دھوکے میں ڈال دیا و دونوں اس کے دھوکے کا شکار ہو گئے تو اس کا جواب نہ ایسے آیا کہ آگے ذکر کر دیا گیا فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ پس جو کہ اس الشجرۃ کے پیچھے پڑنے کا نتیجہ تھا یعنی جیسے کسی کام سے روکا جائے اور کرنے کی بجائے الشادہ کرنے سے جو نتیجہ نکلتا ہے جسے کہتے ہیں مزہ چکھ لیا ایسے ہی جب انہیں اس الشجرۃ کے قریب بھی جانے سے منع کیا تھا لیکن جب یہ بازنہ آئے اور اس کے قریب گئے تو اس کا نتیجہ جوانہوں نے چکھا وہ یہ تھا کہ بدث لَهُمَا سَوْا تُهْمَاء جو کچھ بھی ان سے چھپا دیا گیا تھا جس کا انہیں شعور نہیں تھا وہ سامنے آنا شروع ہو گیا انہیں وہ لاحق ہونا شروع ہو گیا وَ طَفِقَا يَخْصِفُنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ اور الجنت کے ورق یعنی پتوں کو توڑ توڑ کر اپنی شرم گاہوں کو چھپانا شروع کر دیا۔ یعنی جیسا کہ پیچھے تفصیل کیسا تھی یہ بات کھول کھول کر واضح کی جا چکی کہ جب اس بشر کو وجود میں لا یا گیا تھا لبکل ننگر ہتھے تھے جیسے آج بھی باقی جتنے بھی دا بہ میں سے ہیں وہ ننگے رہتے ہیں انہیں کوئی بھی فکر نہیں پڑتا بلکہ ایسے ہی جب اس بشر کو وجود میں لا یا گیا تو یہ بشر بالکل ننگر ہتھے تھے جیسے آج بھی باقی جتنے بھی دا بہ میں سے ہیں وہ ننگے رہتے ہیں انہیں کوئی بھی فکر نہیں اور اس کی وجہ یہ تھی کہ جب آپ مکمل طور پر فطرت پر رہیں گے تو آپ میں آپ کی دشمن آگ جو کہ اب جن ہے وہ نہیں ہو گا اس کا غلبہ نہیں ہو گا جس کی وجہ سے ہی بلا جہ غصہ، حسد، بغض، نفرت، لالج، تکبر، بدگمانی، دشمنی وغیرہ جیسی خصلتیں ہوتی ہیں۔ جب اس بشر کو وجود میں لا یا گیا تھا اس میں سے کوئی ایک بھی خصلت موجود نہیں تھی جب یہ خصلتیں تھیں ہی نہیں تو پھر ظاہر ہے اگر کوئی ننگا ہوتا ہے تو اس کا معاملہ بالکل بچوں کے جیسا ہی ہو گا اسے کوئی فکر اور پریشانی نہیں ہو گی کوئی ندامت نہیں ہو گی۔ یوں الشجرۃ الملعونة جس کے معنی ہیں وہ مخصوص سلسلہ جسے کرنا ہی انظر انداز تھا جس کے قریب بھی نہیں جانا تھا جب اسے انظر انداز کرنے کی بجائے اس کی طرف توجہ کی گئی اس کے قریب گئے اس کے پیچھے پڑے تو سب سے پہلے جو لاحق ہوا وہ تھا اجسام میں نار سموں کی مقدار بڑھنے سے آگ والی تمام خصلتیں بیدار ہو گئیں۔

اور یہ کیسے ہوا اس کی پیچھے تفصیل کیسا تھوڑا صاحت ہو چکی اس کے باوجود یہاں ایک بار پھر مختصر واضح کر دیتے ہیں۔ جب اس بشر کو رب نے یعنی فطرت نے وجود میں لا یا یعنی سب سے پہلے خلاء سے شہایوں کی صورت میں زمین پر زمین کے عناصر اور پانی آیا پھر اس پانی، زمین کے عناصر اور سورج سے آنے والے تو انہی کے اختلاط سے پانی میں اور خشکی میں حیات یعنی زندگی وجود میں آئی۔ پانی میں جاندار مخلوقات کی اور ایک اور ایک جہاں تک اور ایک ہو سکتا ہے ایک ہی خلیے پر مشتمل جاندار مخلوق وجود میں آئی جس سے آہستہ آہستہ آگے بڑھتے بڑھتے یعنی ارتقاء ہوتے ہوتے تیرنے والی، رینگنے والی، چلنے والے اور اڑنے والی مخلوقات وجود میں آئیں اور اس ارتقاء کا نتیجہ اس بشر کے وجود میں آنے کی صورت میں نکلا جیسے درخت کا نتیجہ پھل ہوتا ہے اور اس کیسا تھوڑا خشکی پر بھی ارتقاء ہوتے ہوتے زمین مکمل طور پر سبز و شاداب باغ کی صورت اختیار کر گئی۔

زمین کے سات مختلف خطوں پر الگ الگ یہ بشر ارتقاء سے وجود میں آئے یوں ابتداء میں یہ بالکل ننگر ہتھے تھے انہیں کسی بھی قسم کا کوئی شعور نہیں تھا جیسے ایک پیدا ہونے والا بچہ سو فیصد اپنے والدین کا محتاج ہوتا ہے بالکل ایسے ہی ابتداء میں یہ بشر مکمل طور پر اپنے رب یعنی فطرت کے محتاج تھے۔ یہ بالکل ننگر ہتھے تھے، ان میں کسی بھی قسم کا کوئی حسد، بغض، نفرت، دشمنی، لالج، بلا وجہ غصہ کچھ بھی نہیں تھا، انہیں کوئی زبان نہیں آتی تھی لیکن پھر جیسے بچہ وقت کیسا تھوڑا جو کچھ بھی اپنے ارگ کر دہوتا ہے مشاہدات سے سیکھتا چلا جاتا ہے بالکل ایسے ہی اس بشر نے بھی مشاہدات سے سیکھنا شروع کر دیا یوں اس کی عقل و شعور نے ارتقاء کرنا شروع کر دیا۔ جیسا کہ بچہ سب سے پہلے دانت نکالتا ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کھانے پینے کے حوالے سے بچہ والدین پر مکمل طور پر انحصار کرنے کی بجائے

اپنی مرضی کرنا بھی شروع کر دیتا ہے کہ اگر وہ والدین کو کچھ کھاتا ہوا دیکھتا ہے تو اس کے حصول کے لیے کوشش کرتا ہے یعنی ضد کرتا ہے پھر بچہ بیٹھنا شروع کرتا ہے اس کے بعد مزید ارتقاء کرتا ہے تو رینگنا شروع کر دیتا ہے پھر اپنے پاؤں پر کھڑا ہوتا ہے شروع شروع میں گرتا ہے لیکن آہستہ آہستہ سنبھل جاتا ہے یہاں تک کہ چلنا پھرنا شروع کر دیتا ہے اور پھر اس کی عقل بھی مشاہدات کی بنیاد پر ارتقاء کرتے کرتے وہ مکمل طور پر باشور ہو جاتا ہے بالکل ایسے ہی اس بشر نے بھی ارتقائی مرحل طے کی، ابتداء میں یہ مکمل طور پر فطرت کا محتاج تھا یہ صرف اور صرف درختوں سے پھل اور میوے کھاتا تھا اس میں کسی بھی قسم کا کوئی لائق، حسد، بعض، دشمنی، بلا وجہ غصہ وغیرہ کچھ بھی نہیں تھا کوئی ایک بھی خصلت نہیں تھی یہ بالکل نگارہ تھا لیکن جیسے جیسے وقت گزرتا چلا گیا تو اس نے مشاہدات سے سیکھنا شروع کر دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس نے شکار کر کے گوشت کھانا شروع کر دیا جس سے ایک تو اس کی عقل نے تیزی سے ارتقاء کرنا شروع کر دیا اور اس کیسا تھہ ساتھ اس میں خصلتیں بھی پیدا ہونا شروع ہو گئیں اس میں غصہ، حسد، بعض، نفرت، لائق وغیرہ جیسی خصلتیں بیدار ہونا شروع ہو گئیں بھی وہ وقت تھا جب اس نے پہلی بار اپنی شرم گاہوں کو ڈھانپنا شروع کر دیا جس کی وجہ بھی خصلت تھی جسے اشکار کہتے ہیں جسے "میں میں" کہتے ہیں آگ جو کہ گوشت میں چھپی تھی اس کے کھانے سے اس میں آگ آئی تو آگ کیا ہوتی ہے اس نے خصلتوں کی صورت میں اپنا آپ ظاہر کرنا شروع کر دیا۔ یوں آہستہ آہستہ آگ بڑھتے بڑھتے اس کی عقل اس حد تک بڑھتی یعنی یہ باشور ہو گیا کہ جو بھی سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھنے کی صلاحیت اسے حاصل ہو گئی اس نے اشیاء کو مخلوقات کوآوازیں پہنانا شروع کر دیں یعنی آہستہ آہستہ زبانیں وجود میں آئیں اور ساتھ ساتھ اس نے خود سے اگانا یعنی مشقت کرنا شروع کر دی اب جب اس نے خود سے اگانا شروع کر دیا یعنی مشقت شروع کر دی جو کہ اس نے مشاہدات سے سیکھا تھا تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس میں آگ مزید بڑھتی چلی گئی جو مشقت سے وجود میں لائے جانے والے رزق کی صورت میں ان کے اجسام کا حصہ بنی یوں اس بشر نے ترقی کے نام پر آسمانوں وزمین میں فساد کرنا شروع کر دیا یعنی دن بہ دن آگے بڑھنا شروع کر دیا لیکن جب عقل و شعور اس حد تک ارتقاء کر گئی کہ جو کچھ بھی سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھنے کی صلاحیت حاصل ہو گئی اور اس الشجرۃ کے قریب بھی مت جانا ورنہ اس کا انجام کیا نکلے گا اسے بھی کھول کھول کرواضح کر دیا یوں جنہوں نے سجدہ کیا یعنی اللہ کے رسول کی دعوت پر لبیک کہا کیونکہ فطرت کہہ رہی تھی کہ آدم کے لیے سجدہ کرو یعنی تم میں تمہی سے ایک بشر کو کھڑا کیا جس نے ان پر حق کھول کھول کرواضح کیا کہ اس الشجرۃ کے قریب بھی مت جانا ورنہ اس کا انجام کیا نکلے گا اسے بھی کھول کھول کرواضح کر دیا یوں جنہوں نے سجدہ کیا یعنی اللہ کے رسول کی دعوت پر لبیک کہا کیونکہ فطرت کہہ رہی تھی کہ آدم کے لیے سجدہ کرو یعنی تم میں تمہی سے ایک بشر کو کھڑا کیا ہے یہ جو کچھ بھی کہہ رہا ہے دیکھو کیا میں تمہارا رب یعنی فطرت اس کی تصدیق نہیں کر رہا؟ جب فطرت اس کی ایک ایک بات کی تصدیق کر رہی ہے تو پھر کیوں نہیں سجدہ کر رہے آدم کے لیے یعنی اس بشر کے آگے خود کو مکمل طور پر کیوں نہیں جھکا رہے جو بھی یہ کہہ رہا ہے کیوں نہیں خود کو اس کے لیے مکمل طور پر جھکا رہے تو یہ وہ وقت تھا جب وہ جن کو ملائکہ ڈرائیو کر رہے تھے تو ملائکہ نے انہیں جھکا دیا اور جن کو آگ ڈرائیو کر رہی تھی یعنی جن ڈرائیو کر رہا تھا تو وہ مایوس ہو گئے ان کے اندر کی آگ بھڑک اٹھی اور انہوں نے خود کو اللہ کے رسول کے آگے جھکا نے سے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا کہ ہم خیر ہیں یعنی ہم جو چاہتے ہیں وہی ہونا چاہیے اور ہم وہی کریں گے ہم کچھ غلط کر رہی نہیں سکتے ہم غلط سوچ ہی نہیں سکتے یوں انہوں نے اشکار کیا تو یہاں سے ایک نئی جنگ کا آغاز ہو گیا ایک گروہ نے کہا کہ ہم تو نصیحت کرنے والے ہیں ہم تمہاری بھلانی چاہتے ہیں ہیں آسمانوں وزمین میں فساد کرنے سے بازاً جاؤ یہ جواہر ہے اسے نظر انداز کرنا ہے اس لیے اس کے پیچھے مت پڑورنہ آسمانوں وزمین میں فساد ہو جائے گا پھر جب وہ فساد ظاہر ہو گا تو تم تمہارے انہی مفسد اعمال کے سب صحیحہ سے منادیئے جاؤ گے اس لیے تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ بازاً جاؤ اس الشجرۃ کے قریب بھی مت جاؤ تو دوسرے گروہ نے جو کہ اکثریت میں ہیں انہوں نے کہا کہ نہیں یہ فساد نہیں ہے بلکہ ہم تو اصلاح کر رہے ہیں یہ تو ترقی ہے یوں جب تک پہلے گروہ نے اپنی ذمہ داری کو حسن طریقے سے پورا کیا اپنے رب کیسا تھے کیسے گئے اپنے عہد پڑٹے رہے تو سجدہ نہ کرنے والے یعنی انسان الشجرۃ الملعونہ کے قریب نہ جا پائے اور آسمانوں وزمین میں فساد نہ ہواز میں جنت ہی رہی لیکن جیسے ہی اپنے رب کیسا تھے کیسے ہوئے عہد کو بھلا دیا اسے بھول گئے اس پڑٹنے کی بجائے اس سے ہٹ گئے تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دوسرا گروہ جو کہ ہیں ہی انسان آزاد ہو گئے تو انہوں نے الشجرۃ الملعونہ کے پیچھے پڑتے ہوئے اپنی مرضی کی تاویلات پہنانا شروع کر دیں یوں جب ابتداء میں وقت اور ظاہری فوائد حاصل ہونا شروع ہوئے تو پہلا گروہ جو اپنی ذمہ داری کو بھول چکا تھا وہ بھی الشجرۃ یعنی مشاہدات مخلوقات کے دھوکے کا شکار ہو گئے یوں جب دونوں نے مل کر اس الشجرۃ کی عبادہ کرنا شروع کر دی یعنی مشاہدات مخلوقات کے پیچھے ان کو دی گئی صلاحیتوں کا استعمال کرتے ہوئے ان کو اپنی مرضی کی تاویلات پہنانا شروع کر دیں یعنی اپنی مرضی کے مقاصد کے لیے استعمال کرنا شروع کر دیا تو آہستہ آہستہ ایک وقت آیا کہ

جب انہیں ندامت ہوئی یعنی وہی ہوا جوان سے کہا تھا ان کے ترقی کے نام پر سارے خواب چکنا چور ہو گئے ان پر واضح ہو گیا کہ ہاں آج تک ہم اس اشجرۃ کے دھوکے کا شکار ہو چکے ہوئے تھے یعنی ان کے اپنے ہی ہاتھوں سے ترقی کے نام پر مفسد اعمال کے رダメال طرح طرح کی ہلاکتوں و بتاہیوں کی صورت میں ظاہر ہوئے تب انہیں ندامت ہوئی کہ کاش ہم ایسا نہ کرتے ہم اس اشجرۃ کے دجل کا شکار ہو چکے تھے ہم اس کے دھوکے کا شکار ہو چکے تھے جو ہمیں لگ رہا تھا کہ ہم نہ صرف آگے بڑھتے بڑھتے آسمانوں وزمین پر کمل اختیار حاصل کر لیں گے بلکہ موت کی وجہات کا علم حاصل کر کے موت کا علاج دریافت کر لیں گے اور ہمیشہ زندہ رہنے والے بن جائیں گے یہ ہم اس اشجرۃ کے دھوکے کا شکار ہو کر سمجھ رہے تھے یوں جب نادم ہوئے تب رب نے کہا اور جو کہا اسی کی آگے تاریخ اتار دی گئی مثلوں سے وَنَادَهُمَا اور نادم ہوئے یوں جب نادم ہوئے یعنی اپنے کی پر بچھتا نے لگ کہ کاش ہم ایسا نہ کرتے زَبُهُمَا اللَّهُ أَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ تب انہیں رب نے کہا کیا نہیں منع کیا تھا اس اشجرۃ سے؟ یہ تھا وہ اشجرۃ جس سے تمہیں منع کیا گیا تھا یعنی دیکھو کہ کیسے آج تم اس مقام پر پہنچ چکے ہو کہ اب نہ تو واپسی کا کوئی رستہ ہے اور نہ ہی آگے بڑھ سکتے ہو آگے تمہارے لیے عظیم ہلاکت ہے؟ تو ہر کسی پر واضح ہے کہ آسمانوں وزمین میں وہ مخلوقات جو ہیں تو سامنے لیکن ان کا علم نہیں دیا گیا تھا ان کا علم چھپا دیا گیا تھا جو کہ متشابہات ہیں جب ان مخلوقات کے پیچھے پڑے تو یہ مخلوقات کوئی چند ایک مخلوقات نہیں تھیں بلکہ یہ تو پورا ایک سلسلہ تھا جس میں وہ مخلوقات بھی ہیں جو کمل طور پر چھپا دی گئی تھیں یوں جب متشابہات کے پیچھے پڑے تو ان مخلوقات کے پیچھے پڑنے سے حاصل ہونے والے وقت اور ظاہری فوائد کی وجہ سے ان کے دھوکے کا شکار ہو کر ترقی کے نام پر دن بدن آگے بڑھنے لگے یوں مزید متشابہات اور غیب سے سامنے آتا چلا گیا اور انہیں اپنی مرضی کی تاویلات پہنانتے ہوئے فتنے کھڑے کرتے چلے گئے یعنی اصل رب فطرت کے مقابلے پر اس کی ضد اس کا شریک مصنوعی مخلوقات وجود میں لا تے چلے گئے یوں اس اشجرۃ جس کے لیے فیصلہ کیا گیا تھا الملعونہ یعنی اسے کرنا ہی نظر انداز ہے اسے نظر انداز کرنے کے بجائے اس کے پیچھے پڑے اور آگے بڑھتے چلے گئے اس کے دھوکے کا شکار ہو کر ترقی کے نام پر آگے بڑھتے چلے گئے کہ ہم اسی طرح آگے بڑھتے بڑھتے نہ صرف کمل طور پر آسمانوں وزمین کے مالک بن جائیں گے بلکہ موت کے نسبت سے نجات حاصل کر کے ہمیشہ زندہ رہنے والے بن جائیں گے آج اس مقام پر پہنچ چکے کہ اب ہر طرف سے ہلاکتیں آ رہی ہیں ہم اپنی منصوبہ بندی کو پورا نہیں کر سکتے یہ مغض ایک دھوکہ تھا جس کا شکار ہو کر یہاں تک آپنچے یوں جب ایسا وقت آ گیا کہ عذاب عظیم سر پر آ گیا تو اللہ نے ان میں انہی سے اپنا رسول بعث کیا اور اس رسول کے ذریعے انہی کی زبان میں انہیں کہا کہ کیا تمہیں منع نہیں کیا تھا؟ یہ تھا وہ اشجرۃ جس کے قریب بھی جانے سے تمہیں منع کیا تھا اور یہ تھیں وہ وجہات جن کی بنا پر تمہیں منع کیا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس اشجرۃ کے دھوکے کا شکار ہو جانا وَأَقْلُ لَكُمَا إِنَّ الشَّيْطَنَ لَكُمَا عَدُوٌ مُّبِينٌ اور کیا نہیں کہا تھا تم کو کہ اس میں کچھ شک نہیں یہ اشجرۃ الشیطان تھا تم کو اس سے بچنا ہے دشمن ہے تمہارا یہ جو کچھ بھی تمہیں ہر طرف کھلم کھلانظر آ رہا ہے؟ یعنی تم پر یہ سب کھول کھول کر واضح کر دیا گیا تھا تم کو کہا تھا کہ اس اشجرۃ کے قریب بھی مت جانا تم کو کہا تھا کہ یہ جو کچھ بھی تمہیں کھلم کھلانظر آ رہا ہے جس کے بھی بارے میں تمہیں علم نہیں دیا گیا تم سے علم چھپا دیا گیا یہ سب کا سب دشمن ہے تمہارا اگر اس کے قریب بھی گئے تو تم اس کے دھوکے کا شکار ہو جاؤ گے اور مارے جاؤ گے تو آج وہی ہوا یا نہیں؟ یوں جب یہ بشر اس مقام پر پہنچ گیا کہ جب نادم ہوا تب اس نے اپنے اعمال سے جو کہا اور پھر اس کے جواب میں کیا ہوا اس کا بھی آگے ذکر کر دیا گیا قَالَ رَبِّنَا أَنَّفَسَنَا وَإِنَّ لَمْ تَغْفِرْنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَسِرِيْنَ کہا ہمارے ربِّنَا کیا ہم نے خود ہی یعنی یہ جو ہر شے میں کمیاں کر دیں آسمانوں وزمین میں فساد کر کے آج اس مقام پر پہنچ چکے کہ ہر طرف سے ہلاکتیں آ رہی ہیں اور ہم بے بس ولا چار ہو چکے ہیں یہ سب ہمارا اپنا ہی کیا دھرا ہے یہ ہمارے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے ہوئے مفسد اعمال کا نتیجہ ہے اور اگر تو نہیں غفر کیا ہم کو اور ہم کو ان ہلاکتوں سے آج جن کا ہم شکار ہیں نہیں محفوظ کیا تو اس میں کچھ شک نہیں ہم کو خسارے سے کوئی نہیں بچا سکتا ہم خسارے والوں سے ہو رہے ہیں۔ یعنی ایسا نہیں ہے کہ جب یہ بشر اس اشجرۃ کے پیچھے پڑ کر مفسد اعمال میں آگے بڑھتا بڑھتا اس مقام پر پہنچ گیا کہ اس پر واضح ہو گیا کہ یہ اس اشجرۃ کے دھوکے کا شکار ہو چکا تھا اب اسے اس کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے گئے ترقی کے نام پر مفسد اعمال کے سب ہلاکتوں سے کوئی نہیں بچا سکتا تو اس نے اپنی زبان سے ایسا کہا، نہیں بلکہ یہ اس کے اعمال کی زبان ہے کہ جب یہ اس مقام پر پہنچ گیا کہ اس پر واضح ہو گیا کہ یہ ترقی و خوشحالی کے نام پر دھوکے کا شکار تھا آج اس کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے ہوئے فساد کے سب طرح طرح کی ہلاکتوں نے اسے ہر طرف سے گھیر لیا ہوا ہے اور یہ انہیں قدرتی آفات کا نام دیکر ان کے سامنے بے بس ہے تو اسے اب صرف اور صرف اس کا رتب یعنی نظرت ہی بچا سکتی ہے یوں اس وقت انسانوں نے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے

ہوئے مفسد اعمال کے سبب آنے والی ہلاکتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لینے اور پھر ان کا شکار ہونے سے بچنے کے لیے نادم ہوتے ہوئے فطرت سے کہا کہ ہمیں غفر کر دے یعنی ان ہلاکتوں کو اس فساد کو خرابیوں کو ہم سے دور کر دے ہمیں ان سے محفوظ کر دے ایک تو ہی ہے جو ہمیں ان سے محفوظ کر سکتا ہے ہم تو بے بس ہو چکے یوں یہ انسان اپنے اعمال سے فطرت کا سہارا لیکر ان ہلاکتوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے جس کی اس آیت کی صورت میں تاریخ انتاری گئی اور جب ایسا وقت آ جاتا ہے تو توبہ صرف اللہ کا رسول جو کہ الذی رہوتا ہے موجود ہوتا ہے وہ کھول کر متبنہ کرتا ہے بلکہ اس کی موجودگی میں انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے سبب عظیم عذاب سے دوچار کیا جاتا ہے انہیں صفحہ ہستی سے مٹا دیا جاتا ہے اور جو اس کے ذمہ دار نہیں ہوتے انہیں اور جو رسول کی دعوت کو تسلیم کرتے ہیں انہیں اس عظیم عذاب سے رسول کی ساتھ بچالیا جاتا ہے اور بعد میں زمین کا وارث بنادیا جاتا ہے۔ یوں پہلی بار جب ایسا ہوا تھا تو آخرین میں رسول بعثت کر کے یعنی جب عذاب لا کر مفسدین کو ظالمین کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا اور جو اس کے ذمہ دار نہیں تھے انہیں بچالیا گیا رسول اور اس کی دعوت کو تسلیم کرنے والوں کو بچالیا گیا تو یہ وقت تھا کہ وہی عہد پھر لیا گیا جو اس سے پہلے لیا گیا تھا لیکن انہوں نے اس عہد کو ایسے بخلاف دیا تھا کہ جیسے کبھی کوئی عہد کیا ہے پچھے بھی اسے کھول کر واضح کر دیا گیا اور اب بھی واضح کیا جا چکا کہ کھول کر واضح کر دیا جاتا ہے کہ آسمانوں وزمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے ان کی حقیقت کیا ہے حق کیا ہے تم نے ہر لحاظ سے فطرت پر ہی قائم ہونا ہے یہی دین ہے اور یہ جو اشجرۃ الملموون ہے اس کے قریب بھی نہیں جانا لیکن پھر وہی ہوتا ہے کہ بعد میں اس عہد کو بخلاف دیا جاتا یہ سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ آج بھی وہی کیا گیا کہ آج سے چودہ صدیاں قبل جو عہد کیا گیا اسے نہ صرف بخلاف دیا گیا بلکہ وہی کیا گیا جو اس سے پہلے ہوتا چلا آیا۔

پہلی بار جب یہ بشر اشجرۃ کے قریب گیا اسکے پیچے پڑا تو اس کے دھوکے کا شکار ہو کر یعنی آسمانوں وزمین کا مالک بننے اور ہمیشہ زندہ رہنے کے نام پر اس اشجرۃ کے دھوکے میں بنتا ہو کر اس کی عبادہ کرتا رہا تو اس کا نتیجہ اس کی خواہشات کے بالکل برعکس نکلا یا اپنے ہی ہاتھوں سے ترقی کے نام پر کیے جانے والے فساد کے سبب ہلاکت میں پڑا یوں اللہ نے یعنی فطرت نے اس کا نام و نشان تک مٹا دیا اور صرف وہی بچے جو اس اشجرۃ کی عبادۃ کرنے سے بچے رہے جن کا اس فساد میں کوئی کردار نہیں تھا تو نہ صرف انہیں بچالیا گیا بلکہ ان پر ایک بار پھر حق کھل کر واضح ہو چکا تھا لیکن اس کے باوجود کچھ عرصہ گزرنے پر انہوں نے اللہ کی ساتھ اپنے عہد کو بخلاف دیا اور ایک بار پھر اس اشجرۃ کے قریب جانا شروع ہو گئے تو توبہ اللہ نے ان میں انہی سے اپنا ایک رسول بعثت کیا جس نے آکر حق کھول کھول کر واضح کر دیا اور انہیں منع کیا کہ یہ اشجرۃ الملموون ہے یعنی اس کے لیے اللہ کا فیصلہ یہ ہے کہ اسے ہر صورت نظر انداز کرنا ہے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دینی اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔ جب تک تم اسے اس کے حال پر چھوڑے ہوئے رہو گے تب تک یہ زمین تمہارے لیے جنت ہے تمہیں نہ تورزق کی قلت کا سامنا کرنا پڑے گا نہ ہی پانی کی قلت کا اور ایسے ہی نہ ہی تمہیں گرمی کی شدت کا سامنا کرنا پڑے گا کسی بھی قسم کی کوئی تکلیف کا تمہیں سامنا نہیں کرنا پڑے گا لیکن اگر تم اس اشجرۃ کے پیچے پڑے اس کے قریب بھی گئے تو تم یہ زمین جو کہ جنت ہے سرسبز باغ ہے تم اس سے نکل جاؤ گے تم جنت سے جہنم کی طرف بڑھتی شروع کر دو گے، جیسے جیسے تم آگے بڑھو گے تو نہ صرف ویسے ویسے یہ سلسلہ مزید وسعت اختیار کرتا چلا جائے گا بلکہ ویسے ویسے یہ زمین جہنم بننے کی طرف بڑھتی چلی جائے گی تمہیں رزق کی تلکت کا سامنا کرنا پڑے گا، قحط پڑیں گے، پانی کی قلت کا سامنا کرنا پڑے گا، موسوموں کی شدت کا سامنا کرنا پڑے گا یعنی آہستہ آہستہ تمہیں طرح طرح کی خنثیوں، تکالیف اور بالآخر بڑی بڑی ہلاکتوں و بتا ہیوں کا سامنا کرنا پڑے گا یوں جب تک وہ اپنے عہد پر قائم رہے تو انہیں کسی بھی قسم کی کسی تکلیف کا سامنا نہیں کرنا پڑا ہی انہیں مشقت کرنا پڑی لیکن پھر وہی ہوا کہ جن سے عہد لیا گیا وہ عہد بھول گئے اور جو پہلے ہی سجدہ نہیں کر رہے جو کہ انسان ہیں وہ آزاد ہو گئے یوں وہ اس اشجرۃ کے قریب گئے اس کے پیچے پڑ گئے یعنی آسمانوں وزمین میں مشاہدات مخلوقات کے پیچھے پڑ گئے تو ان پر حق واضح کرنے کے لیے انہیں اس سے روکنے کے لیے اللہ الٰہیں کو بھیجا تاہیوں جو بھی نبی آنوارہا تو اس نے آکر جو کہ اس کی اُنّی آیات کی صورت میں تاریخ انتاری گئی جو کہ مثلوں سے قرآن کے نزول سے لیکر اساعت کے قیام تک کی تاریخ ہے۔

قَالَ اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقْرٌ وَمَتَاعٌ إِلَى حِينٍ. قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ.  
یَعْنَیَ اَدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِي سُوَاتِكُمْ وَرِيشًا وَلِبَاسُ التَّقْوَى ذَلِكَ خَيْرٌ ذَلِكَ مِنْ اِلَيْتِ اللَّهِ لَعَلَّهُمْ يَذَكَّرُونَ. یَعْنَیَ

اَدَمْ لَا يَفْتَنَنُكُمُ الشَّيْطَنُ كَمَا اَخْرَجَ آبَوْيُكُمْ مِنَ الْجَنَّةَ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيهُمَا سَوْا تِهْمَاءِ إِنَّهُ يَرْتَكِبُ هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرُوْنَهُمْ إِنَّا جَعَلْنَا الشَّيْطَنَ أُولِيَاءَ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ الاعراف ۲۷ ت ۲۲

قالَ اهْبِطُوا اللَّهُ نَّعَمْ انْ مِنْ اَنْبِيَاءِ اپنارسول بعث کیا تو اللَّهُ کے رسول نے آکر کہا کہ درہ اتر رہے ہو؟ یعنی تمہیں جب زمین پر لا یا تھا تو کیا یہ زمین ایسی ہی تھی جیسی کہ آج تم لوگوں نے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال سے بنا دی؟ نہیں بلکہ تب یہ زمین الجھت تھی یعنی سربراہ شاداب باغ تھی اس میں تمہارے لیے تمہاری تمام تر ضروریات موجود تھیں تو یہ جو آج تم اس الشجرۃ کے پیچھے پڑے ہوئے ہو یعنی فطرت میں چھیڑ چھاڑ کر رہے ہو ترقی و جدیدیت کے نام پر جو بھی اعمال تم کر رہے ہو یہ ترقی نہیں ہے بلکہ یہ تم جنت سے جہنم کی طرف اتر رہے ہو۔

ذراغور کریں آج اس زمین کی حالت کیا ہو چکی؟ مثال کے طور پر جس جگہ پر آپ آباد ہیں اسی کی مثال لے لیں کہ کیا یہ خط یہ جگہ شروع سے ہی ایسی تھی؟ یا پھر اگر پیچھے سے پیچھے جائیں تو یہ خط مکمل طور پر فطرت پر تھا یہ سربراہ شاداب تھا؟ اور حقیقت تو یہ ہے کہ یہ خطہ ہمیشہ سے ایسا نہیں تھا بلکہ ماضی میں یہ خطہ الجھت تھا یعنی سربراہ شاداب باغ تھا۔ تواب غور کریں الجھت سے آج اس مقام پر کیسے آگئے؟ تو اس کا جواب بھی بالکل واضح ہے کہ آہستہ آہستہ انسانوں نے اپنے ہی ہاتھوں سے ترقی کے نام پر کیے جانے والے مفسد اعمال سے اسے ایسا بنا دیا اور اگر یہ سلسلہ ایسے ہی جاری رہتا ہے تو اس کا نتیجہ جہنم کی صورت میں ہی نکلے گا۔ بالکل ایسے ہی جب جب بھی اس بشر نے یعنی انسانوں نے اس الشجرۃ کے قریب جانا شروع کیا تو اس سے پہلے کہ یہ لوگ علمی میں اس کے دھوکے کا شکار ہو جائیں تو اللَّهُ نَّعَمْ انْ مِنْ اَنْبِيَاءِ اپنارسول بعث کیا اور پھر جب تک کہ دوبارہ ضلال میں میں نہیں چلے گئے تب تک اس رسول کے خاتم یعنی فاطر سے نکل کر آنے والے النبیین نے بھی آکر بھی کہا قالَ اهْبِطُوا کہا کہ درہ اتر رہے ہو؟ تمہیں یہ زمین الجھت بنا کر دی تھی اور تم اسے جہنم بنارہے ہو تم جنت سے جہنم کی طرف جا رہے ہو جہنم میں اتر رہے ہو۔ اب یہاں مختصر اسوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخراً ایسا کیسے ہوتا ہے تو اس کا جواب بھی بالکل واضح ہے جسے آج بھی آپ اپنے آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ انسان جو کہ بشر ہیں یہ بشر یعنی آدم دو گروہوں میں تقسیم ہیں ایک وہ جو قیادت کر رہے ہیں جو راہنمائی کے دعویدار ہیں جن کا کہنا ہے کہ یہ ترقی ہے جنہیں آپ سائنسدان، ٹیچرز، پروفیسرز، ڈاکٹر سمیت طرح طرح کے راہنماؤں کے نام پر جانتے ہیں اور دوسرا وہ ہیں جوان لوگوں کی بات مانتے ہوئے وہی کر رہے ہیں جو یہ لوگ کہہ رہے ہیں۔ اس طبقے کا کہنا ہے کہ یہ ترقی ہے اس الشجرۃ کی عبادہ کرنے سے یعنی تمہیں جو بھی صلاحیتیں دی گئیں ان کا ان مشابہات مخلوقات کے پیچھے استعمال کرو فطرت میں چھیڑ چھاڑ کروا یجادات کرو یہ ترقی ہے یہ آسانیش، سہولتیں و آسانیاں ہیں یہی زندگی کا مقصد ہے اور دوسرا اگر وہ جو کہ عام عنوان پر مشتمل ہے وہ ان کی باقی کو من رہے ہیں ترقی کے نام پر ان کا ساتھ دے رہے ہیں اور اس کا نتیجہ کیا نکل رہا ہے یہ آج بھی آپ اپنے آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ جسے صنعتی انقلاب کا نام دیا جاتا ہے جسے جدیدیت کا نام دیا جا رہا ہے یہ سب کا سب اصل میں کیا ہے؟ یہ سب کا عظیم دھوکہ ہے اور ہر کوئی اس دھوکے کا شکار ہو چکا ہے لوگ جنہیں اپنا خیر خواہ سمجھ رہے ہیں وہ اصل میں ان کے خیر خواہ نہیں ہیں بلکہ ان کیسا تھا دشمنی کر رہے ہیں یہ اس زمین کو جنت سے جہنم کی طرف لے جا رہے ہیں یہ جنت سے جہنم کی طرف اتر رہے ہیں۔ یہ ترقی، جدیدیت و انسانیت کی خدمت کے نام پر آسمانوں وزمین میں فساد عظیم کیا جا رہا ہے جس سے یہ زمین دن بدن جہنم بننے کی طرف بڑھتی چلی جا رہی ہے یہی کہا کہ بعضُکُمْ لِعَضِ عَدُوٌ تم میں سے بعض جو ہیں بعض کے لیے دشمن ہیں دشمنی کر رہے ہیں یعنی یہ جنہیں تم اپنے خیر خواہ سمجھ رہے ہو جن کا تم اپنے استاد، پروفیسرز، سائنسدان، انجینئرز، ڈاکٹرز، موجود وغیرہ کا نام دیکر انہیں انسانیت کے محسن سمجھ رہے ہو یہ محسن نہیں ہیں یہ کوئی اصلاح نہیں کر رہے بلکہ یہ لوگ تمہارے دشمن ہیں یہ لوگ تمہارے ساتھ دشمنی کر رہے ہیں۔ یہ لوگ خود بھی اور تم لوگ بھی ان کے پیچھے اس الشجرۃ کے دھوکے کا شکار ہو چکے ہوئے ہو یعنی یہ جو تم لوگ ان لوگوں کی مان کر مشابہات آیات کے پیچھے پڑے ہوئے ہو ان کو اپنی مرضیوں کے مطابق استعمال کر رہے ہو جس سے تمہیں وقتی اور ظاہری فائدے حاصل ہو رہے ہیں جسے تم ترقی و انسانیت کی خدمت کا نام دے رہے ہو اصلاح کا نام دے رہے ہو یہ ترقی نہیں ہے یہ انسانیت کی خدمت نہیں ہے بلکہ یہ تو آسمانوں وزمین میں فساد عظیم کیا جا رہا ہے۔ ذرا غور کر جب یہ انسانی تعلیم نہیں تھی یہ تعلیمی نظام نہیں تھا تب اس زمین کی حالت یہ تھی؟ کیا تب بھی زمین میں ایسے ہی تفرقہ تھا جیسا کہ آج اس تعلیمی نظام کے باوجود ہے اور نہ صرف تفرقہ ہے بلکہ جیسے جیسے تم تعلیمی نظام میں اصلاحات اور ترقی کا دعویٰ کر رہے ہو ویسے ویسے تفرقہ بھی بڑھتا جا رہا ہے، دنیا میں انسان

تقصیم در تقصیم ہوتے چلے جا رہے ہیں، ایک دوسرے کے دشمن بنتے چلے جا رہے ہیں، نفرتیں، حسد، بغض، دوریاں، رشتتوں میں کمزوری وغیرہ یہ سب کا سب بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے، یہ زمین دن بد دن تباہ و بر باد ہوتی چلی جا رہی ہے تو کیا یہ ترقی ہے؟ کیا یہ انسانیت کی خدمت ہے؟ کیا یہ انسانی تعلیم ترقی و خوشحالی کا ذریعہ و سبب ہے یا پھر جیسے جیسے تم تعلیم کے نام پر آگے بڑھتے جا رہے ہو فساد بھی بڑھتا جا رہا ہے۔ جیسے جیسے ہستیاں اور ادویات کی صورت میں انسانیت کی خدمت اور اصلاح کے نام پر آگے بڑھتے چلے جا رہے ہو تو ویسے ویسے دن بد دن بیماریاں اور اموات بھی بڑھتی ہی چلی جا رہی ہیں تو کیا یہ ترقی ہے یا پھر بغض دھوکہ ہے جس کا تم لوگ شکار ہو چکے ہوئے ہو؟ کیا اس ترقی کے نام پر فساد سے قبل یہ زمین ایسی ہی تھی؟ کیا تب بھی ایسے ہی زلزلے آرہے تھے جو کہ دن بد دن بڑھتے ہی چلے جا رہے ہیں؟ کیا تب زمین ایسے ہی جگہ جگہ سے ڈھنس رہی تھی؟ کیا تب بھی ایسے ہی سیلا ب، طوفان، آندھیاں اور سونامی آرہے تھے جیسے آج آرہے ہیں؟ کیا تب بھی ایسے ہی بیماریاں تھیں جیسے آج بیماریوں کا سیلا ب آچکا ہے؟ کیا تب بھی موسم ایسے ہی بگڑ چکے ہوئے تھے جیسے آج جسے تم ترقی کہہ رہے ہو اس کے سبب بگڑ چکے ہیں؟ کیا تب بھی گرمی اتنی ہی تھی جتنی آج تمہارے ترقی کے دعوؤں کے باوجود بڑھ چکی ہے اور بڑھتی ہی چلی جا رہی ہے؟ کیا تب بھی دنیا میں بھوک افلاس تھی جیسے کہ آج ہے؟ کیا تب بھی پانی کی قلت تھی لوگ پیاسے مر رہے تھے زمین پانی کی قلت سے بخربختی جیسے آج ہو رہا ہے اس کے باوجود کہ تم ترقی کے دعوے کر رہے ہو؟ یعنی اے عقل کے انہوڑا غور تو کرو کیا تب یہ زمین ایسی تھی جیسے آج ہے؟ نہیں بلکہ تب تو یہ زمین ہر لحاظ سے الجھٹ تھی نہ کوئی جنگ و جدل تھا، نہ فرقہ پرستی، نہ رشتتوں ناطوں میں کوئی دراثیں تھیں، نہ نفرتیں، حسد اور بغض تھا نہ کوئی لاچ، تب ہر کوئی ایک دوسرے پر احسان کرتا تھا، رزق کی فراوانی تھی، پانی کی فراوانی، زمین گند سے خبائش سے پاک تھی، کوئی زلزلے نہ تھے، کوئی طوفان یا ناگہانی آفتیں نہ تھیں، کوئی بیماریاں نہ تھیں اور نہ ہی غیر فطری اموات تب یہ زمین ہر لحاظ سے الجھٹ تھی۔

اس لیے جان لوم پر کھول کھول کرواضح کر دیا گیا کہ تم میں سے بعض جو آج قیادت کر رہے ہیں جن کو تم انسانیت کے خیر خواہ کا نام دیتے ہو یہ تمام کے تمام جو آج اس موجودہ نظام کو سہارا دیتے ہوئے ہیں جو اس فساد عظیم کو ترقی و انسانیت کی خدمت اور اصلاح کا نام دے رہے ہیں جنہیں تم بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہو یہ تمہارے محسن نہیں ہیں بلکہ یہ تو مفسدین شیاطین مجرمین ہیں جو تمہارے دشمن ہیں۔ ذرا غور کرو کیا یہ صفتی انقلاب یہ فطرت سے ہٹنا اصلاح ہے یا فساد؟ حقیقت تم پر بالکل کھول کرواضح کی جا چکی یہ فساد ہے اس لیے تمہارے لیے خیر اسی میں ہے کہ بازاً جاؤ اور واپس اپنے رب فطرت کی طرف پلٹ آؤ ورنہ جان لو نہ صرف دنیا میں صفحہ ہستی سے مٹا دیئے جاؤ گے بلکہ آخرت میں بھی تمہارے لیے ذات و رسول کے سوا کچھ نہیں ہو گا۔ یوں آخرین میں رسول اللہ یہ ربعث کی جانے سے قبل یعنی جس کی موجودگی میں صفحہ ہستی سے نام و نشان مٹا کر رکھ دیا جاتا ہے اس سے قبل جو بھی رسول آیا اس نے آکر بھی کہا وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقِرٌ وَّمَتَاعٌ إِلَى حِينٍ تم پر حق کھول کھول کرواضح کر دیا گیا کہ اس الشجرۃ کو ترک کر دو واپس فطرت کی طرف پلٹ آؤ ورنہ جان لوم جس مقصد کے حصول

کے لیے اس الشجرۃ کے پیچے پڑے ہوئے ہو وہ بھی بھی پورا نہیں ہو سکے گا یعنی تمہیں یہ لگ رہا ہے کہ جیسے آج ہم ان مشاہدات مخلوقات کے پیچھے پڑ کر فطرت کے بڑے بڑے راز حاصل کر چکے ہیں اور دن بد دن ترقی میں جدیدیت میں بڑھتے ہی چلے جا رہے ہیں تو ایک وقت آئے گا جب ہم آسمانوں وزمیں کے مکمل طور پر مالک بن بیٹھیں گے اور موت کا علاج بھی دریافت کر کے ہمیشہ زندہ رہنے والے بن جائیں گے تو تمہارا یہ خواب خواب ہی رہے گا تم بھی اس میں کامیاب نہیں ہو سکتے کیونکہ جان لوم کو اس زمین میں ایک محدود متعین مدت تک کے لیے ٹھہرایا گیا ہے اور یہ جو متعاق ہے یعنی تمہاری ضروریات اور جو کچھ بھی تمہیں حاصل ہے یہ سب بھی اپنی محدود متعین مدت تک کے لیے ہے جس سے آگے تم چاہ کر بھی نہیں بڑھ سکتے اس لیے تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ اس دجل کو اس دھوکے کو پہچان کر اس سے بازاً جاؤ اور فطرت میں چھیڑ چھاڑ کرنے کی بجائے واپس فطرت کی طرف پلٹ آؤ ورنہ تم جو بھی کر رہے ہو قوم اپنا ہی نقصان کر رہے ہو یہم لوگ خود اپنے ساتھ ہی دشمنی کر رہے ہو قال فِيهَا تَحْيُونَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ کہا اسی میں تم حیا کیے جا رہے ہو اور اسی میں واپس موت ہو رہے ہو اور اسی سے نکل رہے ہو یعنی اگر تم باز نہیں آتے اور زمین میں فساد ہی کرتے ہو تو پھر جان لو اسی زمین سے تمہیں وجود میں لا یا جا رہا ہے یعنی اسی مواد سے انہی عناصر سے تمہیں بنا یا جا رہا ہے جن میں تم چھیڑ چھاڑ کر رہے ہو اگر تم باز نہیں آتے تو تمہارے ان کرتوں کی وجہ سے ان عناصر میں وضع کردہ توازن بگڑ جائے گا تو اس کا خیا زہ تمہیں کو بھگنا پڑے گا تم اسی سے بنائے جا رہے ہو تو تم میں خرابیاں ہوں گی یعنی ظاہر ہے جس مواد میں تم پنگے لے رہے ہو جس میں چھیڑ چھاڑ کر رہے ہو اسی سے جب تمہیں بنا یا جا رہا ہے تو ظاہر ہے اگر مواد کو خراب کر دو گے تو جیسا مواد بنا دو گے جو اس میں خرابیاں کر دو گے اسی سے

تمہیں بنایا جا رہا ہے تو تم ویسے ہی خامیوں، خرابیوں و فکاٹ سے اس لیے تمہارے لیے ہر لحاظ سے خیر اسی میں ہے کہ باز آ جاؤ ورنہ ہر لحاظ سے نقصان تمہارا اپنا ہی ہے تم خود ہی خسارے میں رہو گے۔ جب تم زمین میں خرابیاں کر کے زمین کے عناصر میں فساد کر دو گے زمین میں فساد کر دو گے تو اسی زمین سے تم بنائے جا رہے ہو پھر مٹائے جا رہے ہو پھر اسی سے نکالے جا رہے ہو یہ آسمانوں وزمین میں تمام مخلوقات کی صورت میں تم ہی ہو تو جیسا مowardم تمہارے لیے ہر لحاظ سے تمہارے لیے خیر اسی میں ہے کہ باز آ جاؤ اس لشجر ۃ کوترا کر دواور واپس فطرت کی طرف پلٹ آ۔

آپ نے جان لیا کہ ان آیات میں یا قرآن میں کہیں بھی کسی بابے آدم و مائی حوانی دیومالائی تصوراتی کرداروں کے نام پر کسی کہانی کا کوئی وجود موجود نہیں ہے یہاں تک کہ کوئی نام و نشان تک نہیں نہ ہی اس کا حقیقت کیسا تھکوئی تعلق ہے۔ قرآن میں جمیع طور پر سات مقامات پر اس پہلو سے بات کی گئی ان میں سے چھ مقامات پر تو تفصیل کو آیات میں سامنے رکھا گیا اور ایک مقام ایسا ہے جہاں صرف ایک ہی آیت ہے جس کا اس موضوع کیسا تھکوئی تعلق ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آج سے قبل چھ بار یہ تاریخ بار بار دہرانی جا چکی یعنی چھ بار یہ ابشر ایسا کر چکے اور آج یہ ساتوں اور آخری بار تھی جب یہی کیا جانا تھا یوں ماضی میں جو چھ بار کیا گیا اس کی مثلوں سے آج ساتوں بار کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی تاریخ اتار دی گئی تھی اور اب آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو چکا کہ ہاں واقعتاً یہ قرآن اپنے نزول سے لیکر الساعۃ کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے اور آج قرآن نے ان آیات کی صورت میں نہ صرف آپ کو یاددا دیا جو ہونا تھا کہ یہ تھا الشجر ۃ الملعونہ جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی تاریخ اتار دی گئی تھی بلکہ یہ بھی یاددا دیا کہ آج جو تم پر حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر رہا ہے یہ احمد عسیٰ اللہ کا وہی رسول ہے جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی یوں یہ قرآن جو آپ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان ہے میری یعنی اللہ کے رسول احمد عسیٰ کی ایک ایک ایک بات کی تصدیق اس قرآن میں موجود ہے میری آج سے چودہ صدیاں قبل ہی اس قرآن میں تاریخ اتار دی گئی تھی۔

اب مزیداً گے کچھ آیات کو کھول کر واضح کرتے ہیں جس سے آپ پرمیڈ ہربات ہر لحاظ سے اور ہر پہلو سے ذکر کر واضح ہو جائے گی۔

يَنِيْ أَدَمَ فَدَأَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِى سَوْاتِكُمْ وَرِيشًا وَلِيَاسُ التَّقْوَىٰ ذِلِكَ خَيْرٌ ذِلِكَ مِنْ أَيْتِ اللَّهِ لَعَلَّهُمْ يَذَكَّرُونَ . يَنِيْ

اَدَمَ لَا يَفْتَنَنُكُمُ الشَّيْطَنُ كَمَا اَخْرَجَ ابْوَيْكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيهِمَا سَوْاتِهِمَا اِنَّهُ يَرَنُكُمْ هُوَ وَقَبِيلَهُ مِنْ حَيْثُ لَا

تَرَوْنَهُمْ إِنَّا جَعَلْنَا الشَّيْطَنَ اُولِيَاءَ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ . الاعراف ۲۶، ۲۷

آج سے چودہ صدیاں قبل جب اللہ نے محمد رسول اللہ کو بعث کیا یعنی فطرت نے اپنا نام اندرہ محمد کی صورت میں بعث کیا تو نہ صرف محمد نے ماضی کی مثلوں سے حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر دیا بلکہ انسانوں کو جو کہ بشر ہیں انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا یعنی اَدَمَ اے جو آدم سے یعنی زمین کے خون سے بنائے گئے ہو یعنی یہ جو بشر ہیں انہیں کہا کہ تمہیں زمین کے خون سے بنایا گیا ہے جسے ایک مقام پر آدم یعنی زمین کا خون، دوسرے مقام پر ایک دوسرے پہلو سے ذکر کرتے ہوئے طین کہا، تیسرا مقام پر ایک تیسرا پہلو سے ذکر کرتے ہوئے نطفہ کہا کہ تم اس سے بنائے گئے ہو۔ تو ذرا غور کریں کیا آپ کو اسی سے نہیں بنایا گیا جسے آج آپ خام تیل کا نام دیتے ہیں؟ اور ایسا اس لیے کہا تھا کیونکہ کھول کھول کر واضح کر دیا تھا کہ آسمانوں وزمین میں بہت سی مخلوقات ایسی ہیں جو ہیں تو تمہارے سامنے لیکن ان کے بارے میں علم تم سے چھپا دیا گیا ان کا علم تمہیں نہیں دیا گیا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم ان کے پیچھے پڑو جان لو ان کے پیچھے نہیں پڑنا وہ صرف ایک دو یا چند مخلوقات نہیں ہیں بلکہ مخلوقات کا ایک سلسلہ ہے اگر تم ان کے پیچھے پڑو گے تو یہ ایک سلسلہ ہے جو تمہارے سامنے آنا شروع ہو جائے گا اور پھر ان کے پیچھے پڑنے کی وجہ سے جو فساد ہو گا جب وہ فساد ظاہر ہو گا یعنی ہلاکتیں و بتا یاں آئیں گی تو وہ بھی ایک سلسلہ ہو گا جو تمہاری دسترس سے باہر ہو گا تم اس کے سامنے بے بس ولا چار ہو جاؤ گے تمہیں صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے گا اس لیے اگر تم خیر چاہتے ہو تو اس کے فریب بھی مت جانا اور اس کے باوجود اگر تم باز نہیں آؤ گے اور اس لشجر ۃ یعنی مخصوص مخلوقات کے سلسلے کے پیچھے پڑو گے تو پھر بالکل کھل کر تمہارے سامنے آجائے گا کہ تمہیں زمین کے خون یعنی خام تیل سے بنایا گیا

ہے تم زمین کا خون ہو، زمین کا خون تمہاری صورت میں موجود ہے۔ جب تم بنی آدم ہو یعنی زمین کے خون سے بنائے گئے ہو تو آدم کی اپنی خصوصیات و صلاحیتیں ہیں یعنی زمین کے خون کی اپنی صلاحیتیں ہیں اور وہ صلاحیتیں یہ ہیں کہ سنائی دینا کھانی اور دکھانی دے رہا ہے اسے سمجھنے کی صلاحیت کا ہونا تو اس لیے تم میں نہ صرف سننے کی صلاحیت ہے بلکہ دیکھنے اور جو سن اور دیکھ رہے ہو اسے سمجھنے کی بھی صلاحیت ہے اس لیے جو بھی سنائی اور دکھانی دے رہا ہے اسے سمجھو جب تم سمجھو گے تو تمہارے سامنے وہی آئے گا جو کہ قدر میں کر دیا گیا جو طے شدہ ہے جس کے علاوہ کچھ بھی سامنے نہیں آ سکتا قذ۔ یعنی جب تم اسے سمجھو گے جو تمہیں سنائی اور دکھانی دے رہا ہے تو وہی تمہارے سامنے آئے گا جو کہ قدر میں کر دیا گیا جو ہم کہہ رہے ہیں جو آج تمہیں کھول کر سنایا جا رہا ہے آنzelna uLayikum libasa yuwaru Sowatikum کیا اتنا ہم نے تم پر؟ اتنا ہم نے تم سے تمہارا وہ کچھ چھپا کھا تھا یا چھپا دیتا ہے جو آج تم پر کھل چکا ہے جس کا آج تمہیں شعور ہے۔ اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کون سالباس ہے؟ کس لباس کا ذکر کیا جا رہا ہے؟ تو اس کا جواب بہت ہی آسان ہے جس پر پچھے تفصیل کیا تھا بات ہو چکی کہ دیکھیں وہ کیا کچھ ہے آپ میں جوتب آپ سے بالکل چھپا ہوا تھا آپ میں ظاہر نہیں ہوا تھا جب آپ کو وجود میں لا یا گیا تھا؟ تو اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ تب آپ کو ایک تو نگے وجود میں لا یا گیا آپ نگرہتے تھے اس کے باوجود آپ کو کوئی فکر یا پریشانی نہیں ہوتی تھی، تب کوئی حسد، بغض، نفرت، دشمنی، چالاکی، مکاری، بلا وجہ غصہ، تیری میری یعنی میں میں جو کہ تکبر ہے وغیرہ ان میں سے کچھ بھی نہیں تھا بالکل ایسے ہی تھے جیسے کہ ایک بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ آج آپ کو لاحق ہے تو آخرتب اس میں سے کسی کا بھی شعور کیوں نہیں تھا؟ وہ کون سالباس ہے جس نے اس سب کو آپ سے چھپا کھا تھا اور پھر آخروہ کون ہی وجہ بندی کہ اس لباس کے ہٹنے سے یہ سب کچھ آپ کا آپ پر کھل کر واضح ہو گیا یہ سب ننگا ہو گیا؟ تو اس کا جواب بھی پچھے کھول کر واضح کر دیا گیا کہ جب آپ اپنی خلق میں غور کریں گے تو آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا کہ پچھے سے پچھے آپ کی حقیقت اور جو کچھ بھی اپنا جو درکھتا ہے اس کی حقیقت نور یعنی انرجی ہے۔ نور مادے میں تبدیل ہوتا ہے اور مادے کی صورت میں اس وقت تک آگے سفر کرتا ہے جب تک کہ آہستہ آہستہ مکمل طور پر واپس نور میں نہیں بدل جاتا یوں آسمانوں وزمین میں جو کچھ بھی آپ کو نظر آ رہا ہے یہ سب کا سب حقیقت میں نور ہے جو ہر لمحے ظاہر ہے اور یہ سرکل چل رہا ہے نور سے مادہ، مادے سے نور۔

نور جب مادے میں بدلتا ہے تو واپس نور میں بدلنے کے لیے مادہ آگے کو سفر کرتا ہے جوں جوں مادہ آگے کو سفر کرتا ہے تو اس میں سے کچھ مادہ تو واپس نور میں بدلتا جاتا ہے اور باقی آگے کو بڑھتا چلا جاتا ہے جب تک کہ مکمل طور پر واپس نور میں نہیں بدل جاتا اس کو ایک آسانی میں مثال سے بھی سمجھ سکتے ہیں۔ مثلاً اگر آپ کے پاس ایک سو سکے ہوں وہ سکے آپ آگے کسی کو دیتے ہیں لیکن ان میں سے ایک سکہ اپنے پاس رکھ لیتے ہیں اور باقی ننانوے الگے کو دے دیتے ہیں وہ ان میں سے ایک رکھ لیتے ہے اور باقی الگے کو دے دیتا ہے یوں جیسے وہ سکے آگے بڑھتے ہیں تو ان میں سے ایک ایک سکہ ہر مرحلے پر نکتا جائے گا یعنی کم ہوتا جائے گا یہاں تک کہ آگے بڑھتے بڑھتے ایک وقت آئے گا کہ جب آخری سکہ رہ جائے گا تو الگے مرحلے پر وہ بھی ختم ہو جائے گا بالکل ایسے ہی نور جب ظاہر ہوتا ہے تو وہ جب تک اپنے آپ کو مکمل طور پر ظاہر نہیں کر لیتا تب تک وہ واپس اپنی اصل حالت نور میں نہیں جاتا۔

آسمانوں وزمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے جو کچھ بھی اپنا جو درکھتا ہے یعنی گل کا گل یا اصل میں نور ہے جو ظاہر ہوا ہو ہے نور کیا ہے وہ اپنا آپ ظاہر کر رہا ہے کہ میں کیا ہوں یوں پہلے وہ گیسوں کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے گیسوں سے مائع، مائع سے ٹھوس اور پھر ٹھوس سے آگے جوں جوں مختلف مرحلے کے کرتا جاتا ہے تو ان مرحلے کے دوران جو کچھ بھی ظاہر ہوتا ہے وہ سب کا سب نور اپنی حقیقت کو عیاں کر رہا ہوتا ہے بتارہا ہوتا ہے کہ میں یہ ہوں۔ مثلاً آپ اپنی ہی مثال لے لیں کہ آپ جب بھی کچھ کھاتے ہیں تو اس سے نہ صرف آپ کا جسم بنتا ہے وہ آپ کے جسم کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے بلکہ اسے کھانے سے وہ ذاتیت کی صورت میں بھی ظاہر ہوتا ہے، پھر وہ اعمال کی صورت میں بھی ظاہر ہوتا ہے مثلاً سننا، دیکھنا، جو سن اور دیکھ رہے ہیں اسے سمجھنا، احساسات، جذبات، محبت، نفرت، دوستی، دشمنی، غصہ، چڑچاپن وغیرہ یہ سب کا سب نور ہی ہے جو اپنے آپ کو ظاہر کر رہا ہے کہ میں کیا ہوں۔

جب بھی آپ کچھ کھاتے ہیں تو واضح ہونا چاہیے کہ جو آپ کھار ہے ہیں وہ کیا ہے؟ وہ اصل میں تو نور ہے جو مختلف مرحلے کے کرتے ہوئے اس وقت آپ کے رزق کی صورت میں موجود ہے اور واپس اپنی اصل حالت یعنی نور میں بدلنے سے پہلے پہلے اس نے اپنے آپ کو مکمل طور پر ظاہر کرنا ہے کہ وہ کیا ہے اب وہ اگر رزق کی صورت میں موجود ہے تو وہ رزق کی حد تک تو اپنے آپ کو ظاہر کر چکا لیکن اس سے الگے مرحلے ابھی باقی ہیں یوں جب آپ رزق کھاتے ہیں تو وہ رزق

جب اگلے مرحل سے گزرتا ہے تو وہ اصل میں واپس نور میں بد لئے کمر حل طے کر رہا ہوتا ہے یوں اس رزق سے ایک تو آپ کا وجود بنتا ہے اور دوسرا اس سے دو طرح کی انرجی وجود میں آتی ہے یعنی جو رزق آپ نے کھایا اس سے نہ صرف آپ کا جسم بنتا ہے بلکہ آپ کے جسم میں دو طرح کی انرجی وجود میں آتی ہے ایک ٹھنڈی انرجی جسے عربوں کی زبان میں ملائکہ کہا گیا جس کی اپنی صلاحیتیں ہیں اور دوسرا گرم انرجی جس کی اپنی صلاحیتیں ہیں تو جب جسم میں یہ دونوں اقسام کی انرجی وجود میں آتی ہے تو ان دونوں انرجی نے واپس اصل نور یعنی انرجی میں جانا ہے جس کے لیے یہ دونوں آپس میں ختم ہوتی ہیں یعنی ان کا آپس میں اختلاط ہوتا ہے یوں ان دونوں میں کشمکش شروع ہو جاتی ہے ٹھنڈی انرجی اپنی صلاحیتوں کا استعمال کرتی ہے اس میں جھکا ہے اور گرم انرجی اپنی صلاحیتوں کا استعمال کرتی ہے ان دونوں کی کشمکش کو آپ خیالات، تصورات، احساسات، جذبات، حسد، بغضہ، نفرت، دوستی، دشمنی، لائق، غصہ، چڑچڑاپن وغیرہ سمیت ایسی ہی باقی کیفیات کا نام دیتے ہیں۔ جیسے اگر کھانا بنانا ہو تو بہترین کھانا ایک ہی صورت میں بنتا ہے اگر اس میں نہ صرف تمام کے تمام عناصر کا معیار اور ان کی مقدار بالکل ٹھیک ہو بلکہ ان کا بالکل صحیح استعمال کیا جائے ورنہ اگر کہیں بھی کوئی اوچ نیچ کی یا زیادتی ہوتی ہے تو دونوں صورتوں میں نہ صرف سارے اسماں ضائع ہو جائے گا آپ کی ساری محنت پر پانی پھر جائے گا بلکہ جو شے بنے گی وہ بھی کسی کام کی نہیں ہوگی بلکہ اللائق نقصان کا ہی باعث بنے گی۔

ایسے ہی آپ اگر ایک کیمیاء دان ہیں تو کیمسٹری کی ایک مثال کو سامنے رکھ لیں۔ آپ جانتے ہیں کہ جتنے بھی عناصر ہیں ہر عنصر کی اپنی صلاحیتیں ہیں اور جب بھی دو یادو سے زائد عناصر ملنے ہیں تو اس کو فارمولہ کہتے ہیں جس سے ان دونوں کے اختلاط سے نہ صرف ایک نیا وجودی شے سامنے آتی ہے بلکہ دونوں کے اختلاط سے دونوں میں موجود صلاحیتوں کا بھی اختلاط ہوتا ہے جس سے وہ اگلے مرحلے پر جاتی ہیں یعنی نیئی صلاحیتیں بھی وجود میں آتی ہیں۔ اب اگر آپ کسی فارمولے کو عملی جامہ پہناتے ہیں تو اس کے مطابق مختلف عناصر کی ضرورت ہوگی جن کا ایک تو معیار بہترین ہونا لازم ہے اور دوسرا ان کی مقدار کا بھی بالکل متوازن ہونا لازم ہے۔ پھر اس کے بعد ہر عنصر کو کہاں کیسے اور کتنا استعمال کرنا ہے یہ بھی مکمل علم ہونا لازم ہے اب جب آپ عمل کرتے ہیں ہر شے کو اس کے مقام پر رکھتے ہیں تو ایک بہترین شے وجود میں آئے گی بہترین نتیجہ سامنے آئے گا لیکن اگر عناصر میں اوچ نیچ ہو جائے ان کی مقدار میں کوئی فرق آجائے یا معیار میں فرق آجائے یا پھر اس کے استعمال میں جو ترتیب ہے اس میں کچھ آگے پیچھے ہو جائے تو مطلوبہ نتیجہ سامنے نہیں آتا بلکہ اس کے بالکل برعکس یا تو وہ آف کنٹول ہو جاتا ہے تباہی ہوتی ہے دھماکہ ہوتا ہے اس سے نقصان ہی نقصان ہوتا ہے یا پھر وہ بالکل ہی ٹھنڈا یعنی بے کار ہو جاتا ہے۔

اگر آپ گھر میں کھانا پکار رہے ہیں تو وہ کیا ہے؟ وہ بھی کیمسٹری ہے۔ ایک عورت جو کھانا بناتی ہے وہ اصل میں ایک کیمیاء دان ہوتی ہے جیسے کوئی بھی کیمسٹری کا فارمولہ ہے بالکل ایسے ہی آپ یہ جو بشر ہے یہ بھی کیمسٹری کا ایک فارمولہ ہے۔ یہ میں کے عناصر سے وجود میں آتا ہے اور اسے برقرار رہنے کے لیے ان عناصر کی مسلسل ضرورت ہوتی ہے۔ اب اگر تو وہ تمام کے تمام عناصر متوازن ہوں ان کا بالکل صحیح استعمال کیا جائے تو اس کے نتیجے میں ایک بہترین بشرط وجود میں آئے گا اس میں ہر شے یعنی تمام کی تمام صلاحیتیں، خصوصیات و خصلتیں اتنی ہی ہوں گی جتنی کہ اس میں ضرورت ہیں اور اگر اس میں ان عناصر کے معیار یا مقدار میں کوئی اوچ نیچ ہوتی ہے کوئی ہیر پھر ہوتا ہے تو اس کا نتیجہ کیا نکلے گا یہ بھی اب آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو جانا چاہیے کہ یا تو ایک بالکل ٹھنڈا بے پروا قسم کا بشرط وجود میں آئے گا یا پھر اگر اس میں گرم انرجی ضرورت سے زائد ہو گئی تو یہ انتہائی پھر کیلا قسم کا ہو گا اس میں ہر لمحے اشتعال ہو گا، تکبر ہو گا یعنی تمام کی تمام آگ والی خصلتیں ہوں گی یہ تباہی ہی مچائے گا۔ آپ پر واضح کر دیا گیا کہ پیار، محبت، احساسات، جذبات، غصہ، حسد، نفرت، بغضہ، لائق وغیرہ سمیت جتنی بھی کیفیات ہیں یہ سب کا سب زمین کے عناصر جن سے آپ کو وجود میں لا یا گیا ان عناصر میں پائی جانے والی صلاحیتوں کا اندازہ ہے جو کہ دو قسم کی کیفیات ہیں۔

جن عناصر سے آپ کو وجود میں لا یا گیا اگر تو وہ عناصر بالکل متوازن ہوں گے تو آپ میں کسی بھی قسم کی کوئی خامی نہیں ہوگی کوئی خصلت نہیں ہوگی آپ میں بلا وجہ غصہ، حسد، بغضہ، نفرت، لائق وغیرہ سمیت کسی بھی منقی کیفیت کا کوئی تصور تک بھی نہیں ہو گا بلکہ اللائق کے بالکل برعکس آپ میں ہر لمحہ سے خوبیاں ہی خوبیاں ہوں گی اور اگر وہ عناصر جن سے آپ کو وجود میں لا یا جا رہا ہے وہ متوازن نہیں ہوں گے تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ ان غیر متوازن عناصر سے نہ صرف غیر متوازن جسم وجود میں آئے گا بلکہ غیر متوازن صلاحیت، خصوصیات و خصلتیں ہوں گی ایسا بشر یا تو بالکل لا پروہ قسم کا ہو گا جیسے کہ اس کا دنیا میں کوئی وجود ہے ہی نہیں یا پھر

دوسری صورت جس کے زیادہ امکانات ہیں وہ اپنیں ہو گا یعنی اس میں بلاوجہ غصہ، حسد، بغض، لاقچ، تکبر وغیرہ جیسی تمام خصلتیں موجود ہوں گی وہ صرف اور صرف اپنا فائدہ سوچے گا وہ جھوٹا بھی ہو گا، لا پچی، کمینہ، لا پرواہ، بے وقوف، ظالم، جابر، مفسد وغیرہ ہو گا کوئی ایسی خامی نہیں جو اس میں نہ ہو وہ ہر لحاظ سے خامیوں سے بھر پور ہو گا اس سے نفع کی امید رکھنا ایسے ہی ہو گا جیسے آگ سے نہ جلانے کی امید رکھنا۔

اب آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو چکا کہ وہ کون سالباس تھا یا ہے جس کا اس آیت میں ذکر کیا گیا یعنی اَدَمْ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِى سَوْاتِكُمْ کہ جب اس بشر کو وجود میں لا یا گیا تھا تو جب تک اس میں وہ عناصر متوازن تھے جن سے یہ وجود میں لا یا گیا اور جو اس کے لیے لازم ہیں جنہیں رزق کی صورت میں اس کو مہیا کیا جاتا ہے تب تک اس میں کسی بھی قسم کی کوئی خامی نہیں تھی یہ بالکل ننگے ہونے کے باوجود بھی ایک دوسرے کی عورت کی طرف نہیں دیکھتے تھے کیونکہ ان میں حوس نام کی کوئی شے تھی ہی نہیں ان میں کوئی حسد، بغض، لاقچ، نفرت، بلاوجہ غصہ وغیرہ کچھ بھی نہیں تھا یہاں تک کہ ان میں سے کسی کا بھی تصور تک نہیں تھا اور واضح کر دیا تھا کہ جب تک وہ عناصر متوازن رہیں گے جن سے تمہیں وجود میں لا یا جا رہا ہے تب تک تم میں کوئی خصلت کوئی خامی نہیں ہو گی اور اگر تم نے انہیں متوازن نہیں رہنے دیا تو پھر جو لباس ہم نے تمہیں پہنانا ہے جو کہ شعوری لباس ہے یہ لباس اتر جائے گا۔ اور واضح کر دیکھو کون ہے جسے علم ہے کہ جن عناصر سے تمہیں وجود میں لا یا گیا ان کا معیار اور مقدار کیا ہوئی چاہیے؟ اس کا علم صرف تمہارے خالق کو ہے اور تمہارا خالق کون ہے؟ ذرا غور کرو کیا تمہارا خالق یہی فطرت نہیں؟ کیا تمہارا رب فطرت نہیں ہے؟ ظاہر ہے خالق تو فطرت ہے رب تو فطرت ہے اس لیے جب تک تم فطرت پر قائم رہتے ہو فطرت پر تو کل یعنی انحصار کرتے ہو تب تک تم میں کسی بھی قسم کی کوئی خصلت ننگی نہیں ہو گی تب تک تم ننگی نہیں ہو گے یعنی تمہارا لباس نہیں اترے گا اور اگر تم نے اللہ یعنی فطرت جو کہ تمہارا رب ہے اس پر تو کل کرنے کی بجائے خود سے اپنے رزق کی ذمہ داری اٹھائی اس ذمہ داری کو اپنے سر لے لیا تو تمہارا یہ لباس اتر جائے گا یعنی پھر تم ننگے ہو جاؤ گے تم میں جو کچھ بھی چھپا دیا گیا وہ سب کا سب کھل کر واضح ہو جائے گا یعنی تم میں بلاوجہ غصہ، حسد، بغض، لاقچ، دشمنی، نفرت، مقابلہ بازی، مکاری، چالاکی، تکبر اور جنسی حسوس وغیرہ سمیت تمام خصلتیں نہ صرف ظاہر ہو جائیں گی بلکہ آہستہ آہستہ بڑھنا شروع ہو جائیں گی یوں اگر تم نے واپسی کا رسالت اختیار نہ کیا یعنی فطرت جو کہ تمہارا رب ہے اس کی طرف نہ پلے تو پھر تم نہ صرف ان تمام خصلتوں میں دن بدن آگے آگے بڑھتے چلے جاؤ گے ان میں ارتقاء ہوتا چلا جائے گا بلکہ ان خصلتوں کی وجہ سے جو کچھ تم کرو گے وہ فساد ہو گا یعنی آسمانوں وزمین میں فساد میں بھی آگے ہی آگے بڑھتے چلے جاؤ گے یہاں تک کہ تمہیں نہ امانت کا سامنا نہ کرنا پڑے اور تمہارے لیے دنیا و آخرت میں سوائے ہلاکت کے کچھ نہ رہے۔

آج تک یہاں لباس سے مراد یہ لیا جاتا ہا کہ یہ اس لباس کا ذکر ہے جس سے جسم کو ڈھانپنا جاتا ہے یعنی کپڑے کا لباس لیکن حقیقت نہیں ہے حقیقت کیا ہے اسے بالکل کھول کر آپ پر واضح کر دیا گیا اور پھر اس لباس کا بھی ذکر کیا گیا لیکن اس کے بعد اس لباس کا ذکر کیا گیا کیوں کہ جب پہلا لباس جس کو بالکل کھول کر واضح کر دیا گیا وہ اتر گیا اور کیسے اتر اوہ بھی بالکل کھول کر واضح کر دیا کہ جب اس بشر نے مشقت کرنا شروع کر دی اپنے رزق کی ذمہ داری اپنے ذمہ لے لی تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کے جن عناصر سے اسے وجود میں لا یا جاتا ہے ان میں توازن ہے گیا جس سے ان کا لباس اتر گیا ان میں خصلتیں ظاہر ہو گئیں جب پہلا لباس ارتاؤ اسکی وجہ سے اب جسم ڈھانپنے کی ضرورت بھی پیش آگئی بالکل ایسے ہی جیسے ایک بچہ جب تک باشور نہیں ہوتا تب تک اگر وہ ننگا بھی رہتا ہے تو اسے کوئی فرق نہیں پڑتا کیوں کہ اسے شرم، بے عزتی وغیرہ جیسی کسی بھی شے کا کوئی شعور نہیں ہوتا لیکن جیسے ہی اسے یہ شعور آ جاتا ہے تو پھر وہ اپنے جسم کو ڈھانپتا ہے جس کے لیے اسے ریش یعنی کپڑے کی ضرورت پیش آتی ہے اس لیے جب پہلا لباس ارتاؤ پھر ریش یعنی کپڑے کی ضرورت پیش آئی جس کا آگے ہی ذکر کر دیا گیا وریشا اور ریشا یعنی جسم ڈھانپنے کے لیے جس شے کی ضرورت ہوتی ہے جسے آپ کپڑا کہتے ہیں وہ اتنا رہ۔

اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ریشا یعنی جسم ڈھانپنے کے لیے جس کی ضرورت پیش آئی جیسے کہ کپڑا اسے کیسے اتنا را؟ تو اس کا جواب بھی بالکل واضح ہے کہ اگر آپ شکر کرتے ہیں یعنی آپ کو نہ صرف سننے اور دیکھنے بلکہ جو سنائی اور دلخانی دے رہا ہے اسے سمجھنے کی صلاحیت دی اگر ان صلاحیتوں کا اسی مقصد کے لیے استعمال کرتے ہیں تو آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا کہ کیسے ریشا اتنا رہ۔ یعنی جیسے ایک بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو وہ کچھ بھی نہیں جانتا اور پھر وہ آہستہ آہستہ مشاہدات سے سیکھتا ہے جو بھی وہ ہوتا ہوا دیکھتا ہے تو اسے سمجھتا اس سے سمجھتا ہے بالکل ایسے ہی ابتداء میں اس بشرنے جب مشاہدات سے سیکھا کہ کیسے بچ زمین میں گرتا ہے تو وہ بچ پھٹ کر نہ خاصا پودا لکلتا ہے جو آہستہ آہستہ بڑا ہوتا ہے تو اس نے جو سب سے پہلا کام کیا وہ تھا مشقت یعنی خود سے اگنا اس نے ان اشیاء

کوپنی مرضی سے اگانا شروع کر دیا جو اسے زیادہ پسند تھیں اور وہ تھا جنہیں آپ والوں وغیرہ کا نام دیتے ہیں جن کے ذائقے میٹھے نہیں ہوتے یوں جب اس نے فطرت پر بالکل شاذ و نادر ہی اگنے والی اشیاء کو زیادہ مقدار میں اگا کر کھانا شروع کیا تو اس میں اس کے اثرات نے ظاہر ہونا شروع کر دیا یوں آہستہ آہستہ جیسے جیسے وقت گزرتا گیا تو نہ صرف یہ اگانے میں لینی مشقت میں آگے بڑھتا گیا بلکہ اس کا شعوری لباس اتر گیا یہ شعوری طور پر نگاہو گیا یعنی اس میں خصلتوں نے جنم لے کر ارتقاء کرنا شروع کر دیا یوں جب اس میں خصلتوں نے جنم لیا یعنی خصلتیں ظاہر ہوئیں تو یہ اپنی شرم گاہوں کوڈھانپنے کی ضرورت محسوس کرنے لگا جس کے لیے اس نے کیلے کے پتوں کا استعمال کرنا شروع کر دیا یوں جیسے جیسے وقت گزرتا گیا تو نہ صرف یہ مشقت میں ارتقاء کرتا گیا بلکہ اس میں خصلتیں بھی ارتقاء کرتی چلی گئیں تو کیلے کے پتوں کو جب اپنے سترڈھانپنے کے لیے استعمال کرتا تو وہ چر جاتے جیسے کہ دھاگہ بن جاتا ہے اس طرح اس نے مشاہدہ کیا کہ یہ پتے اصل میں دھاگے ہیں جو آپس میں جڑے ہوئے ہیں یوں سب سے پہلی دریافت کپڑا تھی جو اس بشرنے کی جوزیاہدہ ذہین بشرطہ اس نے ابتداء میں مشاہدات سے سیکھتے ہوئے پودوں کے دھاگوں نما تنوں سے کپڑا بنا ناما تعارف کرایا یوں پھر کپڑے نے ارتقاء کرنا شروع کر دیا کہ اس سے اگلامرحلہ یہ آیا کہ اگر دھاگہ خود بنا لیا جائے تو اس سے مضبوط کپڑا بنا لیا جاسکتا ہے جس کے لیے اس نے مختلف درختوں کی چھال اتار کر اسے دھاگوں کی طرح الگ الگ تقسیم کر کے اس سے کپڑا بنا ناما شروع کر دیا جو کہ انتہائی موٹا اور وزنی کپڑا ہوتا یوں جیسے جیسے آگے بڑھتے گئے تو مشاہدات سے سیکھتے سیکھتے فطرت پر شاذ و نادر ہی نظر آنے والی کپاس کی روئی سے دھاگہ بنا لیا جانے لگا جس کے لیے پھر کپاس کی کاشت بھی کی جانے لگی یوں آہستہ آہستہ ایک لمبی مدت میں ریشا اتارا گیا یعنی فطرت نے ہی مشاہدات سے سکھاتے سکھاتے سکھاتے کپڑا دیا۔

جب تک کپڑا وجود میں آیا تک یہ بشرطی مشقت میں بہت آگے بڑھ چکا ہوا تھا جس وجہ سے اس میں خصلتیں بہت حد تک بڑھ چکی ہوئی تھیں جس وجہ سے اس نے اپنے نکمل جسم کوڈھانپنے کی ضرورت محسوس کرنا شروع کر دی تھی یوں یہ ہزاروں سال کی لمبی مدت تھی۔ اب یہاں تک آپ پرواضح ہو چکا کہ دولباس اتارنے کا ذکر کیا گیا لیکن ان میں سے کون سا لباس خیر ہے یعنی جس میں ہر لحاظ سے فائدے ہی فائدے ہیں کہ جس لباس کی طرف تمہیں توجہ دینی چاہیے اس کا آگے ذکر کر دیا گیا *وَلِبَاسُ التَّقْوَىٰ ذَلِكَ حَيْرٌ* اور وہ جو لباس التقوی ہے وہ خیر ہے یعنی نہیں کہا کہ یہ جو لباس ریشا ہے یہ خیر ہے کہ تم اگر اپنے اجسام کو کپڑے سے ڈھانپ لیتے ہو تو یہ حسن عمل ہے اس میں تمہارا فائدہ ہی فائدہ ہے نہیں بلکہ خیر اس لباس میں نہیں ہے یہ لباس خیر نہیں ہے بلکہ وہ جو پہلا لباس ہے لباس التقوی وہ خیر ہے اس میں ہر لحاظ سے تمہارے لیے فائدہ ہی فائدہ ہے لیکن اس کا قطعاً مطلب نہیں ہے کہ لباس ریشا کو ترک کر دیا جائے نہیں بلکہ اسے مقصد نہیں بنانا بلکہ یہ وقتی ضرورت ہے اس لیے مقصد اس لباس کو بنانا ہے جس کے اترنے سے اس لباس کی ضرورت پیش آئی یوں جب دوبارہ وہی لباس واپس حاصل کر لو گے تو تمہیں اس لباس کی توجہ بھی کوئی ضرورت رہے گی ہی نہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ لباس التقوی کا معنی کیا ہے؟ حالانکہ پیچھے پہلے لباس پر جو تفصیل کیا تھا بات کی گئی وہ لباس التقوی ہے لیکن اس کے باوجود یہ واضح کردیتے ہیں کہ آخر سے لباس التقوی کیوں کہا گیا۔

لباس التقوی کو سمجھنے کے لیے لازم ہے کہ التقوی کو سمجھا جائے یوں جیسے ہی التقوی کی بھجھ آگئی التقوی کی خود بخوبی سمجھا جائے گی۔ التقوی کیا ہے اس پر پیچھے کتاب میں تفاصیل موجود ہیں اس کے باوجود یہاں محضرا ایک پہلو سے سامنے رکھتے ہیں تاکہ بات کو سمجھنے میں آسانی ہو جائے۔ التقوی کو ایک مثال سے سمجھ لیجئے مثال کے طور پر ایک مشین ہوا اور اس میں ایک پر زہ خراب ہو گیا اب اس پر زے کو دوبارہ واپس اس کے مقام پر لانا ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کے لیے کیا کیا جانا لازم ہے؟ تو اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ جیسا پر زہ اس مشین میں درکار ہے بالکل ویسا پر زہ ہونا لازم ہے کیونکہ اگر بالکل ویسا پر زہ نہیں ہو گا تو مشین اس پر زے کو قبول نہیں کرے گی۔ مثلاً اگر آپ پر زہ لاتے ہیں اور وہ پر زہ مشین میں درکار پر زے کے ڈیزائن پر پورا نہیں اترتا موٹا، لمبا، چوڑا ہے یا اس کا معیار ٹھیک نہیں ہے تو اس کے لیے اس کی تراش خراش کر کے اس کو بالکل ویسا بنایا جائے گا جیسا مشین میں درکار ہے یوں جب پر زہ بالکل ویسا بن جائے گا تو نہ صرف مشین اسے قبول کر لے گی وہ مشین میں اپنے مقام پر قائم ہو جائے گا بلکہ اس کے بعد اس کو کوئی فکر نہیں رہے گی کہ اس نے کیا کرنا ہے اس کی کیا ذمہ داری ہے کیونکہ اس کے بعد تمام تر ذمہ داری مشین پر عائد ہو جاتی ہے مشین ہی اسے چلائے گی جب اسے چلانا ہے اور کتنا چلانا ہے وغیرہ۔ یہ جو پر زے کو تراش کر بالکل ویسا بنایا جیسا مشین میں پہلے تھا یا جیسا مشین میں درکار ہے اسے عربوں کی زبان میں تقوی کہتے ہیں۔ یعنی تقوی کا معنی ہے کہ

اس بشر کو بالکل ویسا بننا ہے جیسا سے وجود میں لایا گیا تھا۔ اب سب سے پہلے تو یہ دیکھیں کہ جب وجود میں لایا گیا تب کیسا تھا اور آج کیسا ہے اس میں کیا فرق آپ کا ہے جب فرق واضح ہو جائے گا تو اس فرق کو دور کیا جائے گا یعنی اپنی تراش خراش کی جائے گی یوں جب تراش خراش کر کے بالکل ویسے بن جائیں گے جیسے فطرت کو دور کار ہیں تو نہ صرف فطرت قبول کر لے گی بلکہ اس کے بعد آپ تمام تر فکروں سے آزاد ہو جائیں گے اس کے بعد فطرت یہ آسمانوں وزمین خود آپ کو چلا جائیں گے بالکل ایسے ہی جیسے مشین جب پر زے کو قبول کر لیتی ہے تو اس کے بعد پر زہ تمام تر فکروں سے آزاد ہو جاتا ہے ساری ذمہ داری مشین پر آ جاتی ہے اور مشین اسے چلاتی ہے۔

یوں آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو گیا کہ لباس التقویٰ کا معنی ہے وہ لباس جو فطرت نے آپ کو پہنایا تھا جب فطرت جو کہ آپ کا رب ہے آپ کو وجود میں لایا تھا۔ اب وہ لباس دوبارہ واپس کیسے پہننا جائے گا اسے آپ اس وقت تک نہیں جان سکتے جب تک کہ آپ یہ نہ جان لیں کہ وہ لباس اتنا کیسے۔ اور وہ لباس کیسے اتنا پر تفصیل کیسا تھا بات کی جا چکی کہ جب یہ بشرط سے ہٹ گیا اس نے اپنے رزق کے لیے اپنی ضروریات کے لیے فطرت پر انحصار کرنے کی بجائے خود انحصاری سے کام لیا جب اس نے خود سے اپنا رزق غلق کرنا شروع کر دیا یعنی اس نے فطرت پر انحصار کرنے کی بجائے مشقت کرنا شروع کر دی تو جن عناصر سے اسے خلق کیا گیا ان عناصر میں توازن بگڑنے کی وجہ سے اس کا لباس اتر گیا یہ نگاہ ہو گیا یعنی اس میں وہ تمام کی تمام خصلتیں بیدار ہو گئیں ظاہر ہو گئیں جو آج اسے لاحق ہیں اور آج تک وہ تمام کی تمام خصلتیں اپنی انتہاء کو پہنچ چکی ہیں۔

یوں آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو گیا کہ لباس التقویٰ طیب رزق سے واپس دوبارہ پہننا جا سکتا ہے جس کے لیے فطرت پر قائم ہونا لازم ہے اور یہی وجہ ہے جس وجہ سے بار بار یہ کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ ہر طرف سے کٹ کر بالکل یہ سوہو کر فطرت پر قائم ہونا ہی اصل دین ہے۔ فطرت پر قائم ہونے سے ہی تم میں مسلم آئے گا تم مسلم ہونے کی وجہ سے اس کا لباس اتنا گیا یہ نگاہ ہو گیا یعنی اس میں وہ تمام کی تمام تر خامیوں و نقاصل سے پاک خالص ذلک من ایت اللہ لعلهم يَدْكُرُون

وہ اللہ کی آیات سے ہے کیوں اس کو آج ان پر جو اس وقت موجود ہیں پر کھول کھول کر واضح کیا جا رہا ہے؟ اس لیے کیوں کہ جو یہ بھول چکے اس کا یاد کرنا اس پر ہے جب تک کہ لباس التقویٰ واپس حاصل نہیں کرتے تب تک انہیں وہ یاد نہیں آ سکتا جو بھول چکے۔ یہی بات قرآن میں جگہ جگہ مختلف پہلوؤں سے سامنے لا رکھ گئی کہ اس وقت تک آپ کے لیے الکتاب میں ہدایت ہے ہی نہیں جب تک کہ آپ میں تقویٰ نہیں آ جاتا یوں جب آپ میں تقویٰ آ جائے گا تو الکتاب آپ کی ایسے ہی راہنمائی کرے گی جیسے کہ کسی اندھے کا ہاتھ پکڑ کر اس کی راہنمائی کی جاتی ہے جیسے پر زہ مشین میں فٹ ہو جانے کے بعد اس کی راہنمائی مشین کرتی ہے یوں جیسے ہی تقویٰ آ جاتا ہے تو پھر جیسے جیسے جس کا وقت آتا ہے سب کچھ کھل کر واضح ہو جاتا ہے وہ سب کا سب یاد آ جاتا ہے جو بھول چکے اور وہ کیا ہے اس پر بھی پہنچے تفصیل کیسا تھا بات ہو چکی کہ آپ کی اپنی ہی ذات جو کہ اللہ ہے۔ اور یہاں بھی یہی کہا گیا یہی بات سامنے لا رکھ گئی یاد نہیں آئے گا جب تک کہ آپ لباس التقویٰ دوبارہ واپس نہیں پہن لیتے اور لباس التقویٰ واپس حاصل ہو گا فطرت پر قائم ہونے سے جس کے لیے الصایم کرنا ہوں گے۔

یہ جو حق آج ہر لحاظ سے اور ہر پہلو سے کھول کھول کر واضح کر دیا گیا یہی آج سے چودہ صدیاں قبل بھی کھول کھول کر واضح کیا تھا یعنی جیسے آج اللہ نے تم میں تمہی سے اپنا ایک رسول احمد علیہی بعثت کیا ہے جو تم پر حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر رہا ہے بالکل ایسے ہی آج سے چودہ صدیاں قبل بھی اللہ نے ان میں انہی سے اپنا ایک رسول محمد بعثت کیا جس نے یہی سب کھول کھول کر واضح کیا تھا اور پھر اس کے بعد کہا کہ یعنی ادم لا یُفِتَّنَنُکُمُ الشَّيْطَنُ كَمَا أَخْرَجَ أَبُونِيكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ اے بنی آدم یعنی یہ جو بشر ہیں انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا کہ تمہیں زمین کے خون سے بنایا گیا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ حق اس قدر کھول کھول کر واضح کر دیے جانے کے باوجود بھی تم فتنے کا شکار ہو جاؤ جو کہ الشیطان ہے یعنی تم پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ جو کچھ بھی کھلم کھلانظر آ رہا ہے لیکن جس کے بارے میں تمہیں علم نہیں دیا گیا علم تم سے چھپا دیا گیا کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اسی فتنے کا شکار ہو جاؤ تمہیں جو صلاحیتیں دیں تو ان صلاحیتوں کا اسی کے پیچھے استعمال کرنا شروع کر دو جو کہ تم پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ یہ ایک مخصوص سلسلہ ہے اگر اس کے پیچھے پڑو گے تو اس کے دھوکے کا شکار ہو کر دنیا و آخرت میں ہلاکت کا سودا کرو گے جیسے نکلے تمہارے آباء البحت سے۔ یعنی تمہارے آباء وہ قوم میں جو تم سے قبل اس زمین پر آباد تھیں جیسے کہ قوم نوح، قوم عاد،

قوم شہود، قوم مدین، قوم لوط اور آل فرعون وہ سب کے سب بھی بالکل ایسے ہی الجھت سے نکلے تھے وہ اسی الدجال کے فتنے کا شکار ہو کر الجھت سے نکلے۔ یعنی تمہارے آباء میں سے قوم نوح ان پر بھی حق کھول کر واضح کر دیا تھا اور انہیں کہا تھا کہ دیکھو آسمانوں وزمین میں تمہیں جو کچھ بھی نظر آ رہا ہے یہ سب کا سب اللہ کی آیات ہیں ان میں سے کچھ تو محکمات ہیں یعنی ان کے بارے میں فیصلہ کر دیا گیا تمہیں علم دے دیا گیا کہ ان کا مقصد کیا ہے لیکن ان کے علاوہ جتنی بھی ہیں جن کا علم تمہیں نہیں دیا گیا جن کا علم تم سے چھپا دیا گیا جو کہ مشاہدات آیات ہیں ان کے پیچھے مت پڑنا۔ یہ ایک مخصوص سلسلہ ہے یعنی مشاہدات آیات کا ایک ایسا سلسلہ ہے جسے تم نے ہر صورت نظر انداز کرنا ہے ورنہ اگر تم نے اس کی طرف نظر کی اس کے قریب بھی گئے تو جان لو آسمانوں وزمین میں ظلم ہو گا یعنی کیا ہوں گی جس سے آسمانوں وزمین میں فساد ہو کر بالآخر بتاہیاں آئیں گی۔ یہ ایک ایسا سلسلہ ہے اگر تم اس کے پیچھے پڑو گے تو تمہیں ایسے وقت اور ظاہری فائدے حاصل ہوں گے کہ تم ان کے دھوکے کا شکار ہو جاؤ گے اس دجل کا شکار ہو جاؤ گے اور تمہیں یہ لگنے لگے کہ ہم اگر ایسے ہی آگے بڑھتے رہے تو نہ صرف ایک وقت ایسا آئے گا کہ ہم آسمانوں وزمین کے مالک بن بھیں گے بلکہ ہم موت کا علاج بھی دریافت کر لیں گے یوں ہم ہمیشہ زندہ رہنے والے ہو جائیں گے یوں تم اس دھوکے کا شکار ہو کر دن بدن فساد میں آگے بڑھتے جاؤ گے لیکن پھر نتیجہ وہ نہیں نکلے گا جو تمہاری چاہت ہو گی بلکہ نتیجہ اس کے بالکل بر عکس نکلے گا یوں پھر ایک وقت آئے گا کہ تمہارے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے سبب کیا جانے والا افساد ظاہر ہونا شروع ہو جائے گا جو کہ ایسا سلسلہ ہو گا کہ تم ان ہلاکتوں کا مقابلہ نہیں کر سکو گے تم نے جو کچھ بھی حاصل کیا ہو گا تمہارے اسباب و وسائل میں سے کچھ بھی تمہیں نفع نہیں دے گا تم ان ہلاکتوں کا سد باب نہیں کر سکو گے یوں تم اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے سبب آنے والی ہلاکتوں کا شکار ہو کر صفحہ ہستی سے مٹا دیے جاؤ گے لیکن ان کو نوح نہ مانی۔ جب انہوں نے وہی کیا تو ان میں ہم نے بار بار لغتیں کو بھیجا تا کہ انہیں اس الشجرۃ الملعونة کے پیچھے پڑ کر ہلاکت سے بچایا جائے لیکن انہوں نے پہلے پہل تو ان کا کذب کیا پھر ان کا قتل کرنا شروع کر دیا انہوں نے اپنے عمل سے یہ دعویٰ کرنا شروع کر دیا کہ اللہ غیر ہے اور ہم غنی ہیں یعنی ہمیں ہدایت کی کوئی حاجت نہیں ہم تو ہیں ہی ہدایت یافتہ، انہیں جب جب جب بھی کہا کہ آدم کے لیے سجدہ کرو یعنی جب جب بھی ان کی راہنمائی کے لیے ہم نے ان میں انہی سے اپنے نبی بھیج کر ان کے آگے خود کو مکمل طور پر جھکا دو یعنی وہ جو بھی تمہیں کہہ رہے ہیں ان کی بات کو مانو خود کو مکمل طور پر جھکا دو تو ہبہت ہی کم تھے جو سجدہ کرنے والے تھے اکثریت نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اکثریت نے انتکبار کیا تو پھر بالآخر نتیجہ کیا نکلا؟ کیا وہ اپنی منصوبہ بندیوں میں کامیاب ہو گئے وہ سچے ثابت ہوئے یا پھر وہی ہوا جو ہم نے کہا تھا کہ وہ اس عظیم فتنے کا شکار ہو کر صفحہ ہستی سے مٹ گئے؟ حق آج تم پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ جب انہیں زمین پر بسایا گیا تھا انہیں زمین کا وارث بنایا گیا تھا تو یہ زمین الجھت تھی انہیں اس میں کسی بھی قسم کی کسی بھی تکلیف کا سامنا نہیں تھا نہ ہی رزق کی قلت تھی کہ قحط پڑ رہے ہوں لوگ بھوکے مر رہے ہوں نہ پانی کی قلت اور نہ ہی انہیں کسی بھی قسم کی مشقت کرنے کی ضرورت تھی ان کی تمام تر ضروریات ان کا راست یعنی فطرت مہیا کر رہی تھی یہ زمین ہر لحاظ سے طیب ثمرات سے بھر پور سبز و شاداب باغ تھی نہ ہی گرمی کی شدت اور نہ ہی موسموں کا اتار چڑھا لیکن جب انہوں نے ہماری بات نہ مانی انتکبار ہی کیا اور الشجرۃ الملعونة کو نظر انداز کرنے کی بجائے اس کے پیچھے پڑے اس کے قریب گئے تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جیسے جیسے وہ آگے بڑھتے گئے الجھت سے نکلتے چلے گئے یعنی زمین کو انہوں نے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے ترقی کے نام پر مفسد اعمال سے جہنم میں بدلنا شروع کر دیا انہیں رزق کی قلت کا سامنا کرنا پڑا اپنی کی قلت کا یوں انہیں طرح طرح کی ہلاکتوں کا سامنا کرنا پڑا جو دن بڑھتی ہی چلی گئیں یہاں تک کہ ان کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے سبب ایک عظیم طوفان نے انہیں صفحہ ہستی سے مٹا کر کر دیا انہیں نشان عبرت بنادیا گیا تا کہ بعد والے ان سے عبرت حاصل کریں لیکن ان کے بعد پھر وہی ہوا۔ قوم نوح کے بعد تمہارے آباء میں سے قوم عاد بھی بالکل ایسے ہی اسی فتنے کا شکار ہو گئے جب جب ان میں انہی سے ہم نے الغین بھیجے تو انہوں نے ان کا کذب کیا ان کو قتل کیا یوں وہ بھی آہستہ آہستہ آگے بڑھتے گئے انہوں نے بھی الجھت سے جہنم کا سفر کرنا شروع کیا تو بالآخر وہ بھی اسی فتنے کا شکار ہو کر اس دھوکے کا شکار ہو کر ہلاکت کے دہانے پر پہنچ گئے تب ہم نے وہی کیا جو ہم نے قدر میں کر دیا کہ ان میں انہی سے اپنا ایک رسول ہود بعث کیا جس نے انہیں کھول کھول کر متنبہ کیا کہ اب بھی تمہارے پاس وقت ہے یہ آخری موقع ہے میری بات مان بھ جاؤ گے ورنہ عذاب عظیم تمہارے بالکل سر پر آ کھڑا ہے تو انہوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی بجائے انتکبار ہی کیا انہوں نے ہمارے رسول کا کذب ہی کیا تو پھر ان کو بھی ان کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے سبب صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا انہیں بھی نشان عبرت بنادیا گیا رسول اور اس کی دعوت کو مانے والوں اور جن

کاس فساد عظیم میں حصہ نہیں تھا انہیں بچالیا گیا اور بعد میں کا وارث بنادیا گیا زمین کی ایک بار پھر اصلاح کر کے اسے الجھت یعنی باعث میں بدل دیا گیا لیکن ایک وقت آیا کہ تمہارے آباء نے ماضی میں جو دو بار ان کیسا تھوڑا تھا اسے بھلا دیا اور پھر وہی کیا تو ہم نے بھی پھر وہی کیا یوں بالکل وہی تاریخ تیسری بار دہرائی گئی اور جب عذاب عظیم سر پر آ کھڑا ہوا تو ہم نے ان میں انہی سے اپنا ایک رسول صالح کو بعث کیا جس نے انہیں کھول کھول کر متنبہ کیا لیکن انہوں نے بھی وہی کیا جوان کے آباء نے کیا تو پھر ان کیسا تھوڑا تھا اسے بھلا دیا ہو چکا یعنی وہ جو تمہارے آباء تھے جو تم سے قبل اس زمین پر آباد تھے انہوں نے الجھت سے الجھنم کی طرف سفر کیا ان کو منع کیا تھا کہ اس الشجرۃ کے قریب بھی مت جانا ورنہ اس کے دھوکے کا شکار ہو کر دنیا و آخرت میں ہلاکت کا سودا کر بیٹھو گے یہ زمین الجھت ہے الجھت سے نکل جاؤ گے اس زمین کو اپنے ہی ہاتھوں سے جہنم بنا بیٹھو گے لیکن کیا ہوا؟ آج سے چودہ صدیاں قبل جب یہ سب کھول کھول کرواضح کیا تھا تو کہا کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بھی بالکل اپنے آباء کی طرح الجھت سے نکل جاؤ تو تب کسی نے بھی اس دعوت کو تسلیم نہیں کیا تھا اس حق کو تسلیم نہیں کیا تھا ان کو جب تک ڈنڈے سے الشجرۃ الملعونہ سے دور رکھا تب تک یہ باز رہے لیکن جب خود کو امت محمد کھلوانے والوں نے ہم سے کیا ہوا عہد بھلا دیا تو یہ بھی اس الشجرۃ کے دھوکے کا شکار ہو گئے اور پھر جب جب ان میں انہی سے العین کو بھیجا جاتا رہا تو یہ ان کا کندب اور قتل کرتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ اللہ نے محمد پر ہدایت کا دروازہ ہی بند کر دیا محمد کے بعد کوئی بشیر اور نذر نہیں آنے والا یوں انہوں نے بھی انسانوں کیسا تھوڑا جو وجودہ کرنے سے انکار کرنے والے ہیں ان کے کندھے سے کندھا مالا کر اس الشجرۃ کی عبادہ شروع کر دی تو جس کا نتیجہ کیا نکلا آج تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے۔ اور جب ایسا ہونا تھا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم لوگ کہو کہ محمد نے تو ایسا کچھ بھی نہیں کہا تھا محمد نے تو ایسی کوئی بات نہیں کی تھی جو کہ آج تم نے دین کے نام پر محمد سے منسوب کر کے خرافات گھڑ کھی ہیں تو اسی وجہ سے ہم نے آج سے چودہ صدیاں قبل یہ سب کا سب اس قرآن کی صورت میں محفوظ کر دیا تھا تاکہ تب تم پر ایک بار پھر کھول کھول کرواضح کریں گے یعنی یہ سب کے میں تمہی سے محمد کو بعث کیا اور محمد کی صورت میں تم پر حق ہر لحاظ سے کھول کھول کرواضح کر دیا بالکل اسی طرح جب تم نہیں مانو گے اور اس فتنہ الدجال کا شکار ہو کر ہلاکت کے دہانے پر پہنچ جاؤ گے تو تم میں تمہی سے ہم اپنا ایک رسول احمد عیسیٰ بعث کریں گے جس کی صورت میں ایک بار پھر سب کچھ کھول کھول کرواضح کر دیں گے کہ یہ تھادیں یہ تھادیں یہ تھادیں یہ تھادیں یہ تھادیں یہ تھادیں جس پر تم نے اپنے آباد اجداد کو پایا جس کو بھی تم محمد سے منسوب کر رہے ہو حالانکہ وہ سب کا سب تمہارا اپنا خود ساختہ ہے اللہ پر اور اس کے رسولوں پر بہتان باندھ رہے ہو یوں آج جب وہ وقت آگیا تو آج نہ صرف تم میں تمہی سے ہم نے اپنا رسول احمد عیسیٰ بعث کر دیا بلکہ ایک بار پھر وہی سب کا سب کھول کھول کرواضح کر دیا جو اس سے قبل محمد کی صورت میں کھول کھول کرواضح کر دیا تھا جسے ماننے سے تمہارے آباد اجداد نے انکار کر دیا تھا اور اسی پر ڈٹے رہے جس پر انہوں نے اپنے آباد اجداد کو پایا۔

پھر آگے کہا یَنْزِعُ عَنْهُمَا لِيُسَهِّمَا لِيُرِيهِمَا مَا سَوَّاُتُهُمَا إِنَّهُ يَرْكُمُ هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ إِنَّا جَعَلْنَا الشَّيْطَنَ أَوْلِيَاءَ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ جو تمہارے آباء تھے وہ جب اس الشجرۃ کے قریب گئے تو اس الشجرۃ نے ان کا لباس اتر وادیا اس لیے کہ جو کچھ بھی ان سے چھپا دیا گیا تھا اسے دیکھ لیں اس میں کچھ شک نہیں کہ گویا کہ خود ہی تمہیں دیکھ رہا ہے وہ جو کچھ بھی ہے اور اس وقت جو موجود ہے اس کا قبیلہ وہاں سے جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔ اس میں کچھ شک نہیں کر دیا ہم نے الشیاطین کو ان لوگوں کے مقدار و مشن میں ان کا معاونت کا رجہ ہماری اس دعوت کو جو حق ہم کھول کھول کرواضح کر رہے ہیں اسے دل سے تسلیم کرتے ہوئے بالکل اسی طرح اس پر عمل نہیں کر رہے۔

یعنی وہی بات جو پیچھے کھول کھول کرواضح کر دی گئی کہ جب اس بشر کو وجود میں لا یا گیا تھا تو اس کا معاملہ بالکل ایسے ہی تھا جیسے کہ ایک پیدا ہونے والا بچہ ہوتا ہے جو نہ صرف مکمل طور پر اپنے رب جو کہ اس کے والدین اس کے رب ہوتے ہیں ان کا محتاج ہوتا ہے بلکہ وہ نگاہی ہو تو اسے کوئی فرق نہیں پڑتا اس میں کوئی بلا وجہ غصہ نہیں ہوتا اس میں کوئی حسد، بغض، نفرت، لائج، تکبر وغیرہ کچھ نہیں ہوتا بالکل یہی معاملہ تھا اس بشر کا جب اسے وجود میں لا یا گیا اور اس کی وجہ بھی پیچھے کھول کھول کرواضح کر دی گئی کہ جن عناصر سے اسے وجود میں لا یا گیا جب تک وہ عناصر متوازن رہیں گے تب تک اس میں رائی برابر بھی کوئی خامی، نقص یا عیب نہیں ہو گا اس میں کوئی بھی منفی کیفیت نہیں ہو گی کیونکہ جتنا بھی منفی پن ہے یہ سب کا سب عناصر کے غیر متوازن ہونے سے پیدا ہوتا ہے جیسے ہی زمین کے عناصر غیر متوازن ہوتے ہیں تو ان سے وجود میں آنے والے جسم میں منفی از جی یعنی گرم از جی جو کہ الجھن ہے وہ بڑھ جاتی ہے یوں اس کا جسم پر غلبہ ہو جاتا ہے جسم میں

آگ کی تمام خصلتیں بیدار ہو جاتی ہیں اور یہ خصلتیں آپ کو اس مقصد کو پورا کرنے سے روک دیتی ہیں جس مقصد کو پورا کرنے کے لیے وجود میں لا یا گیا اور آپ استکبار کرتے ہیں یعنی ظاہر ہے جسم جو کہ ایک مشین ہے یہ مشین تو ہی کرے گی جو اس میں موجود ڈرائیور اسے احکامات دے گا اب جب ڈرائیور آگ ہے الجن تو ظاہر ہے یہ جسم وہی کرے گا جو اس میں موجود اس کا ڈرائیور آگ جو کہ الجن ہے وہ حکم دے رہا ہو گا یوں آپ پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جانی چاہیے کہ آپ اس منفی قوت کو نہیں دیکھ سکتے لیکن یہ قوت آپ کو ہر لحاظ سے کھلم کھلا دیکھ رہے ہیں یہ قوت آپ کے جسم کے ایک ایک خلیے میں موجود آپ کو دیکھ رہی ہے کہ آپ کو کیسے اپنے کنٹرول میں کرنا ہے اس لیے اگر آپ استکبار سے پچنا چاہتے ہیں سجدہ کرنے والوں میں ہونا چاہتے ہیں اُبھر ۃ الملعونہ کے قریب بھی جانے سے پچنا چاہتے ہیں محرم بننے سے پچنا چاہتے ہیں اپنے رب کے غضب سے پچنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے ایک ہی رستہ ہے اور وہ ہے کہ آپ فطرت پر آ جائیں اپنے جسم کو اپنے رب فطرت کے حوالے کر دیں جو فطرت آپ کو مہیا کرے وہی جسم کو فراہم کریں اسی سے جسم بنائیں جس سے وہ عناصر جن سے آپ کو وجود میں لا یا جا رہا ہے وہ متوازن ہو کر آپ واپس اپنا کھویا ہوا لباس التقوی حاصل کر لیں گے ورنہ آپ کا بھی انعام وہی ہے جو اس سے قبل آپ کے آباء گزشتہ ہلاک شدہ اقوام کا ہو چکا اور آج یہ آپ کے پاس آخری موقع ہے۔

اور اگر آپ اس دعوت کو نہیں مانتے تو پھر یہ بھی جان لیں کہ آپ کا جو مقصد و مشن ہے یہ تو تین جس صورت میں بھی موجود ہیں آپ کو ادھر ہی لے جانے میں معاونت کریں گے اور آپ کا مقصد و مشن ہے دنیاوی حیات آپ الْبَحْرَۃ کے دھل کا شکار ہو چکے ہیں جس کا نتیجہ آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا تو یہ تو تین آپ کو اسی طرف ہی لیکر جائیں گی آپ چاہ کر بھی مومن نہیں بن سکتے خواہ آپ کچھ ہی کیوں نہ کر لیں کیونکہ آپ کے اختیار میں صرف اور صرف یہ ہے کہ آپ نے کس سے اپنا جسم بنانا ہے اس کے بعد اعمال آپ کے اختیار میں نہیں ہیں اعمال تو اسی کا اظہار ہے جس سے آپ اپنا جسم بنائیں گے یوں آج ایک بار پھر حق ہر لحاظ سے اور ہر پہلو سے آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا۔

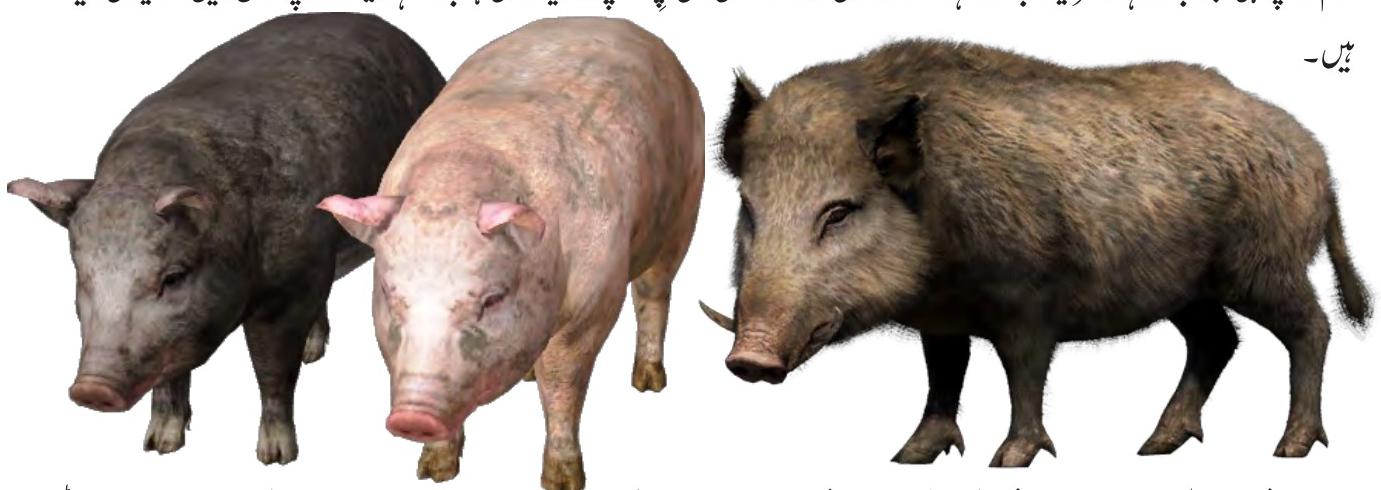
پھر یہاں ایک اور پہلو سے بھی آپ پر کھول کر واضح کر دیتے ہیں کہ اس بشر کی تخلیق کے بارے میں جو کچھ آج تک پھیلا دیا گیا جو کہ یہودیوں و عیسائیوں کے بابے آدم و مائی حوا کے نام پر من گھڑت دیومالائی قصے و کہانیاں ہیں وہ بالکل بے بنیاد اور باطل ہے اس کا حق کیسا تھا کوئی تعلق نہیں۔ ذرا غور کریں اگر یہ بشر ایک ہی شخص اور اس کی بیوی ایک عورت سے وجود میں آئے ہوتے تو کیا ان کی زبان میں مختلف ہوتیں یا پھر ایک ہی زبان ہوتی؟ اگر یہ ایک ہی مرد و عورت کی اولاد ہوتے تو ان میں الگ الگ زبانیں نہ ہوتیں بلکہ ایک ہی زبان ہوتی، زبانوں کا الگ الگ ہونا بھی آپ پر حق کھول کھول کر واضح کر رہا ہے کہ زمین کے مختلف خطوط میں ارتقاء سے بشر وجود میں آئے تو ان ان خطوط میں انہوں نے اشیاء کو الفاظ پہنائے جو آہستہ آہستہ زبانیں بن گئیں۔ ایسے ہی اگر ایک ہی مرد و عورت کی اولاد ہوتے تو ان کا رنگ اور نسل ایک ہی ہوتی نہ کہ مختلف رنگ اور مختلف نسلیں ہوتیں جیسے کہ آپ دیکھتے ہیں ہندی الگ ہیں، چینی الگ ہیں، روی الگ ہیں، یورپی الگ ہیں، لاطین امریکی جو کہ وہاں کے اصل باشندے ہیں وہ الگ ہیں اور افریقی الگ ہیں جس سے یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ یہ کسی ایک ہی مائی بابے کی نسل نہیں ہیں نہ ایک ہی مرد و عورت سے وجود میں آکر پھیلے بلکہ یہ الگ الگ خطوط میں الگ الگ رنگ اور نسلوں میں ارتقاء سے وجود میں آئے۔

پھر اگر ایک ہی مرد و عورت سے وجود میں آکر پھیلتے تو دنیا کے کسی مخصوص خطے سے زمین پر پھیلتے حالانکہ حقیقت تو یہ ہے کہ پہلے پہل افریقہ کے لوگوں کو یہ علم نہیں تھا کہ زمین پران کے علاوہ اور بھی بشر ہیں ایسے ہی باقی جتنے بھی بیانی دی رنگ اور نسلوں کے لوگ ہیں انہیں آپس میں کسی کے بارے میں علم نہیں تھا اور نہ ہی جنگیں ہوتی تھیں لیکن بعد میں آہستہ آہستہ جب زمین پر پھیلتے گئے تو واضح ہوا کہ زمین پران کے علاوہ اور بھی بشر موجود ہیں یوں جب یا اپنے اپنے خطوط میں پھیلتے گئے تو نہ صرف ان پر واضح ہوا کہ ان کے علاوہ بھی بشر موجود ہیں بلکہ زبان، رنگ اور نسل مختلف ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے سے خطرہ محسوس کرنے پر آپس کی لڑائیاں شروع ہوئیں اور جیسے جیسے وقت گزرتا گیا تو جنگوں میں بھی وسعت آتی گئی جس سے یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جاتی یہ بشر کسی ایک مخصوص مرد و عورت سے وجود میں آکر نہیں پھیلے بلکہ زمین کے مختلف خطوط میں وہاں کے زمین کے عناصر میں موجود صلاحیتوں کے مطابق ارتقاء سے وجود میں آئے۔ ہند کی زمین سے ویسے ہی بشر وجود میں آئے جو وہاں کی زمین کے عناصر میں صلاحیتیں پائی جاتی ہیں ایسے ہی ہر خطے کی جیسی مٹی ہے وہاں ویسے ہی بشر وجود میں

آنے کے کسی ایک مخصوص بابے اور مائی کی نسل ہیں۔ یوں اس بنیاد پر بھی نہ صرف حق ہر لحاظ سے آپ پر کھل کرواضح ہو گیا بلکہ اس بنیاد پر بھی آج تک جو نسل در نسل چلا آ رہا تھا وہ بالکل بے بنیاد اور باطل ثابت ہو گیا اور آج حق ہر لحاظ سے آپ پر کھول کرواضح کر دیا گیا۔

## قتل الخنزير

قتل الخنزير کا مطلب کیا ہے یہ اس وقت تک واضح نہیں ہو گا جب تک کہ آپ الخنزیر کو نہیں سمجھ لیتے جس کے لیے آپ کو خنزیر کو سمجھنا ہو گا جب آپ پر کھل کرواضح ہو گیا کہ خنزیر کیا ہے تو پھر نہ صرف الخنزیر کیا ہے اسے جاننا پہچانا آسان ہو جائے گا بلکہ خود بخود یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ الخنزیر کا قتل کیا ہے۔ عام طور پر یہی سمجھا جاتا ہے کہ خنزیر وہ جانور ہے جسے اردو میں سُوُر اور انگلش میں پِک، پُورک یا سوان کہا جاتا ہے جیسا کہ آپ درج ذیل تصویر میں دیکھ سکتے ہیں۔



حقیقت نہیں ہے یعنی خنزیر اس جانور کو نہیں کہتے بلکہ خنزیر ان خصلتوں کا نام ہے جن کی وجہ سے اس جانور کو خنزیر کہا جاتا ہے جسے سمجھنے کے لیے ایک چھوٹی سی مثال آپ کے سامنے رکھتے ہیں مثلاً اگر عربی میں لفظ ید کا استعمال کیا جائے تو اس کا ترجمہ و معنی ہاتھ کر دیا جاتا ہے اور پھر اس سے مراد یہ ہاتھ لیا جاتا ہے جو اس بشر کا ہاتھ ہے لیکن حقیقت نہیں ہے بلکہ عربی میں ید ان خصوصیات و صفات کو کہا جاتا ہے جو آپ کے جسم کے اس عضو میں پائی جاتی ہیں جسے آپ ہاتھ کہتے ہیں اگر وہ خصوصیات و صفات کسی بھی شے میں پائی جائیں تو اسے عربی میں یہ کہا جائے گا ایسے ہی آپ راس کی مثال لے لیں جس کا ترجمہ و معنی سر کر دیا جاتا ہے لیکن اگر یہ لفڑاونٹ کے لیے بولا جائے تو وہاں اس کا ترجمہ و معنی نہیں لیا جاتا بلکہ وہاں اس کا معنی اونٹ کی کوہاں کیا جاتا ہے اور اگر کسی سے سوال کر لیا جائے کہ راس کا ترجمہ و معنی تو سر کیا جاتا ہے اگر اس کا ترجمہ و معنی سر ہے تو پھر اونٹ کے لیے جب یہ لفظ استعمال کیا گیا تو یہاں اس کا ترجمہ و معنی وہی کیوں نہیں لیا گیا تو آپ کو آپ کے سوال کا جواب نہیں ملے گا سوائے اس کے کہ ہم نے کتابوں میں یہی پڑھا ہے یا پھر ہمارے بڑوں نے یہی لکھا اور کہا ہے کہ اگر یہ لفڑاونٹ کے لیے استعمال ہو تو وہاں اس کا ترجمہ و معنی سر نہیں بلکہ اس کی کوہاں لی جائے گی۔

اب اگر اس کا ترجمہ و معنی سر ہوتا تو پھر کسی بھی صورت اس کا ترجمہ و معنی نہیں بدلتا تھا اس کا ترجمہ و معنی سر ہے ہی نہیں بلکہ راس کہتے ہیں کسی بھی شے یا وجود کی چوٹی کو اس کے بلند ترین مقام کو اگر یہ لفظ کسی بشر کے لیے استعمال کیا جائے گا تو بشر کے وجود میں اس کی چوٹی اس کا سر ہے اور اس کے برکس اگر یہ لفڑاونٹ کے لیے استعمال کیا جائے گا تو اونٹ کی چوٹی اس کا سر نہیں بلکہ اس کی کوہاں ہے اس لیے کوہاں کو اس کہا جائے گا۔

عربی عرب سے ہے اور عرب دو الفاظ کا مجموعہ ہے ”ع اور رب“ رب آپ پر کھول کرواضح کیا جا چکا کہ رب فطرت ہے اور اس سے پہلے ”ع“ کا معنی ہے اپنے آپ میں ہونا یوں عرب کا معنی بتتا ہے جو اصل ذات ہے جو اصل وجود ہے اس وجود کا اپنے آپ میں ہونا اور آگے ”می“ کا استعمال خودی کا افہما رکرتا ہے یوں عربی کا معنی ہے شے یا وجود کا اپنے آپ میں ہونا، جو بھی وجود ہے جو کہ رب ہے اس کا خود اپنی ذات میں کلام کرنا۔ اور جیسا کہ ہر شے کا اس سے جوڑا

خلق کیا گیا تو عربی کا بھی اسی سے جوڑا ہے جو کہ عجمی ہے اور عجمی کیا ہے اسے ایک مثال سے سمجھ لیجئے۔

مثال کے طور پر آپ کے پاس صابن ہے جو کہ ڈبے میں یا پیکٹ میں بند ہے اور اس کے باہر بھی لکھا ہوا ہے صابن۔ اب اس ڈبے کے اندر جو صابن ہے یعنی صابن اپنی ذات میں اپنے آپ میں وہ عربی ہے اور جو اسے نام یا القب دیا گیا جوڑ بے یا پیکٹ پر لکھا ہوا ہے یا جو آپ زبان سے بولتے ہیں مثلاً وہ لفظ صابن ہی کیوں نہ ہو وہ اسی سے اس کا جوڑ اعجمی ہے۔ مثلاً سب کی مثال لے لیں جس شے کو سب کہا جا رہا ہے وہ شے اپنے آپ میں عربی ہے اور اس کے لیے جو لفظ استعمال کیا جا رہا ہے جو اسے لقب دیا گیا وہ اسی سے اس کا جوڑ اعجمی ہے۔

اب اگر خزیر کو آپ نے جانتا ہے تو آپ اس شے میں غور کریں جسے خزیر کہا جاتا ہے جب آپ اس میں غور فکر کر کے اس میں موجود خصلتوں و خامیوں کو جان لیں گے تو وہ ہے خزیر اگر وہ خصلتیں کسی اور میں بھی پائی جائیں تو جس میں بھی وہ خصلتیں موجود ہوں گی وہ اپنی ذات میں خزیر ہو گا اور پھر جو بھی خزیر سامنے آئے ان میں جو وال یعنی مخصوص ثابت ہو جائے وہ اخنزر یہ ہے جسے اللہ کے رسول احمد عسیٰ نے قتل کرنا ہے۔

جب خزیر میں غور فکر کیا جائے تو آپ پر دو باتیں کھل کرو واضح ہوں گی پہلی یہ کہ خزیر خبیث ہے خبائش کا منبع ہے اور دوسری اس کی گرد نہیں مرثی وہ بالکل سیدھا آگے کوئی دیکھتا ہے پچھے مرکرنہیں دیکھ سکتا اگر وہ بھاگ رہا ہو تو وہ پچھے کو مرکرنہیں دیکھ سکتا اس لیے پچھے کیا ہو رہا ہے اس پر اس کی کوئی نظر نہیں ہوتی وہ محض آگے کوئی بھاگتا چلا جاتا ہے جسے کہتے ہیں تدبر کا نہ ہونا۔

تدبر سے ہے جس کا معنی پچھلی طرف کے ہیں اور تدبر کے معنی ہیں آپ جو بھی کر رہے ہیں ہر لمحے پچھے مرکر دیکھ رہے ہیں کہ کہیں پچھے کوئی غلطی تو نہیں ہوئی، پچھے کچھ غلط تو نہیں ہوا اور اگر کوئی غلطی سامنے آتی ہے تو آئندہ اس پر ڈٹا نہیں جائے گا بلکہ اس کی اصلاح کی جائے گی ورنہ اگر پچھے کی جانے والی غلطیوں، خامیوں یا خرابیوں کی اصلاح نہ کی گئی تو ایک وقت ایسا آئے گا کہ غلطیاں، خامیاں و خرابیاں اس قدر بڑھ جائیں گی کہ وہ آپ کو اچانک سے پچھے سے پکڑ لیں گی آپ آگے نہیں جاسکیں گے آپ ان کا شکار ہو جائیں گے اس لیے ہر لمحے پچھے مرکر دیکھتے رہنا کہ کہیں پچھے کوئی غلطی تو نہیں ہوئی، پچھے کوئی خامی و خرابی تو نہیں ہوئی اگر کوئی غلطی سامنے آتی ہے کوئی خامی و خرابی سامنے آتی ہے تو فوراً اس کی اصلاح کی جائے جب اس طرح آگے کوئی مسئلہ آئے گی اور نہ ہی پچھے سے کسی بھی قسم کی پکڑ کا کوئی خوف ہو گا، تدبر کا نہ ہونا یہ ہے خزیر۔

یعنی خزیر دو خصلتوں کا مرکب ہے ایک خبیث ہونا اور دوسرا تدبر کا نہ ہونا صرف انہوں کی طرح آگے ہی آگے بھاگتے چلے جانا، پچھے کیا ہوا کیا کیا ہوا اس پر کسی بھی قسم کی کوئی نظر نہ ہونا بلکہ آگے ہی آگے بھاگتے رہنا جس کا انجام بالآخر یہ نکلتا ہے کہ پچھے کی جانے والی غلطیاں، خامیاں و خرابیاں بڑھتے بڑھتے اس قدر بڑھ جاتی ہیں کہ وہ پچھے سے اچانک آپکرتی ہیں جن سے بچاؤ کرنا نمکن ہو جاتا ہے۔

اب جب عنز بھی خزیر سامنے آئیں ان میں سے مخصوص خزیر خبیث رزق اور اس سے وجود میں آنے والے ایسے لشناخت ہوتے ہیں جن میں ایسی خصلتیں موجود ہوں۔

اب خبائش یا خبیث کا قتل نہیں ہے کہ توارکیسا تھا اس کا قتل کیا جائے گا بلکہ خبائش کا خبیث کا قتل ہوتا ہے اس کی حقیقت چاک کی جائے اس کے بر عکس طیب کیا ہے وہ کھول کھول کرو واضح کر دیا جائے یعنی علم کی بنیاد پر خبیث کی حقیقت چاک کر دی جائے یوں خبیث کا قتل ہو جائے گا اور دوسرا تدبر کا نہ ہونا جس وجہ سے وہ لوگ جو خزیر بن چکے ہیں اور انسانیت کو گمراہ کر رہے ہیں ان کی راہنمائی کے نام پر حالانکہ وہ خزیر ہیں ان میں تدبر نام کی کوئی شے نہیں وہ اپنے پچھے مرکر دیکھنے کی بجائے ان پر اگر ان کی غلطیاں کھول کھول کرو واضح بھی کر دی جائیں تو وہ اپنی اصلاح کی بجائے الٹا ان غلطیوں پر ڈٹ جائیں ایسے لوگوں کی حقیقت کھول کھول کر چاک کر دینا ہے یہ ہے قتل اخنزر یہ۔

آج سے چودہ صدیاں قبل جب قتل اخنزر یہ کی بات کی گئی تو اس سے پہلے یہ بات بھی کھول کھول کرو واضح کر دی گئی کہ طیبات کو خبائش سے بدل دیا جائے گا جس وجہ سے دنیا میں خبائش کی کثرت ہو جائے گی اور خبائش کو اپنارزق بنانے والے نہ صرف خبیث بن جائیں گے بلکہ ان میں وہ تمام تر خصلتیں آجائیں گی جو خبائش میں ہوتی ہے جن میں سب سے بڑی خصلت تدبر کا نہ ہونا یوں نہ صرف خبیث رزق کی صورت میں خزیر پوری دنیا میں دھندا تا پھرے گا بلکہ انسانوں

کی اکثریت خنزیر بن چکی ہوگی بالخصوص ان کے امام یعنی ان کے راہنماء خنزیر بن چکے ہوں گے جیسا کہ درج ذیل روایت میں بھی آپ اس بات کو دیکھ سکتے ہیں جو آج سے چودہ صدیاں قبل محمد رسول اللہ نے کہی تھی۔

رسول اللہ ﷺ قال: تکون فی أمتی قذعة فيصیر الناس الی علمائهم فإذا هم فردة و خنازیر. الحکیم  
رسول اللہ ﷺ نے کہا ہوں گے میری امت میں قذعہ ”قذعہ“ کہتے ہیں لعنت کے قبل لوگوں کو، بے شرم، بے غیرت، بدنام، فحش گو یعنی گالیاں دینے والے بات بات پر فحش گوئی کرنے والے، فاحش لوگ، گندے، بیہودہ ترین، براسلوک کرنے والے، غلط کام کو جرأت مندانہ طریقے سے کرنے والے، غیر اخلاق، بد اخلاق، شرمناک، پر تشدید، بنسی مذاق کرنے والے، تمثیر اڑانے والے، بے ادب، گھٹیا ترین لوگ، تشدید کرنے والے، ظلم کرنے والے وغیرہ۔“ رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے پس لوگ آئیں گے اپنے علماء کی طرف تب وہ ہوں گے قردا یعنی عقل کی بجائے نقل سے کام لینے والے اور خنازیر۔

اس روایت میں بھی آپ پر واضح کر دیا گیا کہ خنزیر کیا ہے خنزیر ای ان لوگوں کو کہا گیا جو خود کو علماء کہلواتے ہیں لیکن وہ اصل میں علماء نہیں ہیں بلکہ خنزیر ہیں اور خنزیر کا قتل یہ ہے کہ ان لوگوں کی حقیقت کو علم کی روشنی میں کھول کھول کر واضح کر دینا تا کہ ان کی اصلاحیت کھل کر لوگوں کے سامنے آجائے اور اس کے علاوہ جیسا کہ آپ پر کھول کر واضح کیا جا چکا کہ خنزیر تو خبائث کا منبع ہے اس کے باوجود کسی کو بھی اس کا علم نہیں ہو گا اور خنزیر یعنی خبائث ہی پوری دنیا میں رزق کی صورت میں دھن دناتے پھر رہے ہوں گے اور اس خبیث رزق کو کھانے والے تمام کے تمام انسان بھی خبیث یعنی خنزیر یہی بن چکے ہوں گے یوں ایسی صورت میں خبیث یعنی خنزیر کو کھول کر واضح کر دینا اس کا پردہ چاک کر دینا خنزیر کا قتل ہو گا یوں ہر کسی پر کھل کر واضح ہو جائے گا کہ جسے وہ اپنا رزق سمجھ کر استعمال کر رہے ہیں وہ اصل میں خنزیر ہے اور اس رزق کے استعمال سے ان میں بھی وہی خصلتیں آچکی ہیں۔

ویسے تو جگہ جگہ رزق کی اہمیت کو مختلف پہلوؤں سے کھول کر واضح کیا گیا اس کے باوجود یہاں مزید کھول کر اس پر بات کرتے ہیں تا کہ حق ہر لحاظ سے کھل کر واضح ہو جائے اور ہر کسی پر جھٹ کل کو چاہ کر بھی کسی کے پاس کوئی بہانہ نہ رہے۔

آپ قرآن میں دیکھتے ہیں کہ جگہ جگہ یہ بات کی گئی کہ تمہارے لیے طیبات کو حلال کیا گیا۔ حلال کہتے ہیں جس کی اجازت دی گئی اور اس کی ضرورت ہے جس کا معنی ہے جس کی اجازت نہیں دی گئی یعنی جس کے استعمال سے روک دیا گیا۔ اور پھر قرآن میں نہ صرف یہ کہا گیا کہ تمہارے لیے طیبات کو حلال کیا گیا جیسا کہ آپ درج ذیل آیت میں دیکھ رہے ہیں۔

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيَحْرُمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَيِثَ . الاعراف ۱۵۷

بلکہ پورے قرآن میں الاولین کی مثالوں سے ہر پہلو سے یہ بات سامنے لا رکھی کہ گزشتہ اقوام کی ہلاکت کا سب سے بڑا اور بنیادی سب طیبات کو حرام کر لینا اور خبائث کو حلال کر لینا تھا یعنی جب ان قوموں نے طیبات کو خبائث سے بدل ڈالا ان لوگوں نے خبائث کو اپنا رزق بنالیا تو وہ دن بہ دن گمراہیوں کی طرف بڑھنے لگے یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو گئے انہیں صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا اور اسی وجہ سے بنی اسرائیل ذلت و رسائی اور عذاب مھین کا شکار ہوئے تھے کیونکہ انہوں نے بھی طیبات کو خبائث سے بدل ڈالا اور خبائث کو اپنا رزق بنالیا تھا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ کیا وجہ ہے کہ سب سے زیادہ زور حلال طیب رزق پر دیا گیا اور اس کی خلاف ورزی کرنے والوں کا انجام انتہائی بھی انک ہوا؟ تو اس کا جواب آپ اس وقت تک بالکل کھل کر نہیں سمجھ سکتے جب تک کہ بنیاد کوئی سمجھ لیا جائے۔ آپ کا رزق جو بھی ہو وہ اصل میں کیا ہے اس کی حقیقت کیا ہے جب تک اسے پیچھے سے پیچھے جا کر اس کی حقیقت کو نہیں جان لیا جاتا تب تک آپ حق کو نہیں پاسکتے اور اسی حق کو پانے کے لیے آپ کو سننے دیکھنے کی صلاحیتیں اور پھر جو کچھ بھی سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھنے کی صلاحیت دیتا کہ آپ کو جو کچھ بھی سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھیں یا پھر جو بھی سوال پیدا ہوتا تو اس کے بارے میں پہلے مکمل طور پر سنیں دیکھیں اور پھر اسے سمجھیں۔

آپ کا رزق جس سے آپ کا جسم بنتا ہے وہ اصل میں مادہ ہے اور مادہ کیا ہے اسے اگر آپ جانتا چاہتے ہیں تو اس کے لیے آپ کو شکر کرنا ہو گا یعنی جو سننے دیکھنے

اور سمجھنے کی صلاحیتیں آپ کو دیں ان کا اسی مقدار کے لیے استعمال کرنا ہوگا۔

مثال کے طور پر آپ مختلف جانوروں کو دیکھتے ہیں مثلاً کتنے اور بکری کی ہی مثال لے لیجئے کہ دونوں ہی مادے سے وجود میں آئے ہیں لیکن دونوں میں صلاحیتیں الگ الگ ہیں آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ ایسے ہی آپ جنگل میں شیر اور ہرن کی صورت میں یا پھر جتنی بھی مخلوقات ہیں وہ دو طرح کی ہیں ایک وہ جن میں تکبر ہے دہشت ہے اور دوسرا وہ جن میں جھکاؤ ہے عاجزی و انساری ہے فرمانبرداری ہے ان کی صورت میں مادہ اپنا آپ ظاہر کر رہا ہے کہ وہ کیا ہے۔ ایسے ہی اگر آپ اس سے اپنا جسم بناتے ہیں جس مادے سے شیر، کتنا تکبر والی مخلوقات وجود میں آتی ہیں تو آپ میں بھی وہی خصلتیں آجائیں گی اور اگر آپ ان کے برکس دوسرا قسم کی مخلوقات جس مادے سے وجود میں آئیں اس سے اپنا وجود بناتے ہیں تو آپ میں ویسی ہی خصوصیات آجائیں گی اور یہی وہ وجہ ہے جس وجہ سے طبیعت کو حلال کیا گیا اور خبائث کو حرام کیا گیا۔

اسی کو مزید کھول کر واضح کرتے ہیں جس کے لیے مادے کو جاننے کے لیے پیچھے سے پیچھے جانا ہوگا جس کے لیے یہ جانا ہوگا کہ مادہ کیا ہے؟ اب جب آپ مادے میں غور کریں گے تو آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا کہ مادہ کیا ہے۔

جو کچھ بھی اپنا وجود رکھتا ہے اس کی اصل حقیقت نور یعنی انرجی ہے جو کہ اپنے اصل میں اس کا نہ ہونا ہے اور اس کا نہ ہونا ہی اس کا ہونا ہے۔ یہ جو کچھ بھی ہے یہ اسی انرجی کا ظہور ہے یعنی ہر طرف وہی نور ظاہر ہے۔ سب سے پہلے اس نور کو سمجھنا بہت ضروری ہے جس کے لیے سوال یہ ہے کہ وہ نور کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ نور ہی اصل حقیقت ہے اور پیچھے سے پیچھے وہ نور اپنے اصل مقام پر ایسے ہی ہے گویا کہ کچھ ہے یہ نہیں یعنی اس کا نہ ہونا ہی اس کا ہونا ہے اور پھر وہ کیا ہے اسی کو ظاہر کرنے کے لیے یعنی اپنا آپ ظاہر کرنے کے لیے وہ نور ظاہر ہوتا ہے اور پھر واپس نور میں پلٹ جاتا ہے۔ مثلاً اسے بالکل آسان الفاظ میں سمجھ لیں کہ جو کچھ بھی ہے گل کائنات اس کا انہا الگ سے کوئی وجود نہیں ہے بلکہ گل کائنات کی صورت میں وہی نور ظاہر ہے۔ گیسوں، مائع اور ٹھوں حالت میں مادہ ہو یا پھر گرم اور ٹھنڈی انرجی یعنی جان اور ملائکہ ہوں اور پھر جو کچھ بھی آپ ہوتا ہواد کیھر ہے یہی یہ سب کا سب وہی نور ہے جو ان صورتوں میں اپنے آپ کو ظاہر کیے ہوئے ہے کہ وہ کیا ہے۔ وہ نور اپنے آپ میں ایک مکمل وجود ہے اسی کا اصل وجود ہے وہی نور ہر طرف ظاہر ہے اور پھر نہ صرف وہی نور ہر طرف ظاہر ہے بلکہ ہر لمحے نور مخلوقات اور ان کے اعمال کی صورت میں اپنا ظہار بھی کر رہا ہے اور واپس نور میں بھی بدلتا ہے یوں یہ ایک سرکل چل رہا ہے نور سے مادہ اور مادے سے واپس نور، نور سے مادہ اور مادے سے واپس نور۔ یہ سرکل ہمیشہ سے ہے تھا اور رہے گا۔

اب نور سے مادہ اور مادے سے واپس نور کا جو سرکل ہے اسے آپ پر کھول کر واضح کرتے ہیں جس سے نہ صرف بہت بڑا عظیم راز آپ پر کھل کر واضح ہو جائے گا بلکہ اس نور کا نہ ہونا ہی اس کا ہونا کیا ہے یہ بھی بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا۔

اسے سب سے پہلے اس مثال سے سمجھ لیجئے جیسے صفر سے ایک، دو، تین، چار، پانچ، چھ، سات بالکل ایسے ہی آگے بڑھتے بڑھتے واپس صفر کی طرف چلے جانا یعنی سات آگے واپس چھ میں چھ سے پانچ، پانچ سے چار، چار سے تین، تین سے دو، دو سے ایک اور ایک سے واپس صفر۔ اب اصل میں صفر ہے جو ظاہر ہوا اور جیسے جیسے آگے بڑھتا گیا تو پہلیتا ہی گیا اور جب وہ مکمل طور پر ظاہر ہو گیا آگے بڑھتے بڑھتے واپس اپنی اصلی حالت میں چلا گیا جیسے کہ درج ذیل میں آپ دیکھ سکتے ہیں۔

### 0.1.2.3.4.5.6.7.6.5.4.3.2.1.0

بالکل ایسے ہی جیسے آپ ایک پہاڑ پر چڑھتے ہیں تو جب آپ مکمل پہاڑ پر چڑھ جائیں گے تو اس کی چوٹی آجائے گی اور پھر آگے ہی بڑھیں گے تو آگے کو واپس

نیچے اسی سطح پر آ جائیں گے۔ جیسے آپ چاند کی منازل کو دیکھتے ہیں کہ چاند پہلے بڑھتا مکمل ہو جاتا ہے اور پھر وہ واپس نہیں پلٹتا بلکہ آگے کوہی بڑھتا ہے لیکن اس کی منازل کم ہوتی پھر اپنی اسی غائب حالت میں چلا جاتا ہے۔ آپ زمین پر ہیں تو جب زمین پر چاند غائب حالت میں چلا جاتا ہے تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہوتا کہ چاند غائب ہو گیا چاند کا وجود مٹ گیا بلکہ چاند کا وجود موجود ہوتا ہے لیکن جہاں آپ موجود ہیں وہاں سے اس کا ادراک نہیں کیا جا سکتا اور جہاں چاند موجود ہے وہاں اگر کوئی موجود ہے تو وہ ادراک کر رہا ہے کہ چاند اپنے آپ میں موجود ہے۔ بالکل ایسے ہی نور جب اپنا آپ ظاہر کرتا ہے تو اس وقت تک آگے بڑھتا ہے جب تک کہ وہ مکمل طور پر خود کو ظاہرنہ کر دے یوں جیسے جیسے وہ خود کو مکمل طور پر ظاہر کرتا چلا جاتا ہے تو واپس اپنی اصل حالت میں چلا جاتا ہے اور اس حالت کا اس کے ظاہر والے مقام پر ہوتے ہوئے ادراک نہیں کر سکتے اور اس کی غائب حالت اس ظاہر مقام پر اس کا نہ ہونا ہی اس کا ہونا ہے یعنی نور موجود تو ہے لیکن وہ کیا ہے صرف اسی کو ادراک ہے اسی کو علم ہے، گل کائنات یا جو کچھ بھی اپنا وجود رکھتا ہے یہاں سے آپ اس نور کی اصل حالت کا ادراک کرہی نہیں سکتے یہاں سے اس کا نہ ہونا ہی اس کا ہونا ہے کیونکہ ظاہر ہے جب وہی نور ظاہر ہے تو پھر اگر وہ نور واپس اپنی اصل حالت میں چلا جاتا ہے تو ظاہر ختم ہو جائے گا اب جب ظاہر ختم ہو گیا تو پیچھے کیا رہ جائے گا اس کا جواب صفر ہے کہ پیچھے صفرہ جائے گا۔ کچھ بھی نہیں لیکن وہی ہے اور وہ کیا ہے اس کا اسی کو علم ہے جب صرف وہی ہے کوئی اور ہے ہی نہیں تو پھر ظاہر ہے اس کا نہ ہونا ہی اس کا ہونا ہے۔

اب نور اپنی اصل حالت جو کہ اس کا نہ ہونا ہے سے اپنے ہونے کو ظاہر کرتا ہے کہ میں ہوں اور میں کیا ہوں۔ یوں وہ گل کائنات اور جو کچھ بھی اس میں ہو رہا ہے کی صورت میں اپنے آپ کو ظاہر کر کے ہوئے ہے کہ میں کیا ہوں۔

جب یہ نور ظاہر ہوتا ہے تو سب سے پہلے یہ وہ طرح کی انجی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے ایک گرم انجی اور دوسرا ٹھنڈی انجی۔ یوں یہ نور کیا ہے یہ وہ طرح کی انجی کی صورت میں تقسیم ہو جاتا ہے اب یہ دونوں انجی جیسے جیسے آگے بڑھتی چلی جاتی ہیں تو تقسیم در تقسیم ہوتی چلی جاتی ہیں اور جیسے جیسے یہ انجیز تقسیم در تقسیم ہوتی چلی جاتی ہیں تو گیس مائع اور ٹھوس حالت میں مادے کی صورت میں ظاہر ہوتی چلی جاتی ہیں یعنی نور جب دو میں تقسیم ہوتا ہے تو ظاہر ہو جاتا ہے یہ اس کی ظہور کی پہلی سٹیج ہے پہلا مرحلہ ہے اس کے بعد جیسے جیسے آگے کے قسم ہوتا چلا جاتا ہے تو گیسوں، گیسوں سے مائع اور مائع سے ٹھوس حالت میں ظاہر ہوتا چلا جاتا ہے جسے آپ گل کائنات کی صورت میں دیکھ رہے ہیں۔ اب صرف اور صرف یہی اس کا ظہور نہیں ہے یعنی یہی اس نور کی اصل اور مکمل حقیقت نہیں ہے بلکہ اب مادے سے ہی آگے کی منازل طے کرنا شروع کرتا ہے اور آگے کو بڑھتا بڑھتا واپس اپنی اصل حالت نور میں بدلتا چلا جاتا ہے یوں یہ ہر لمحے ظاہر بھی ہو رہا ہے اور ہر لمحے باطن بھی ہو رہا ہے تو کسی نہ کسی خلق کی صورت میں نظر آتا ہے اور باطن ہو رہا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ ہر لمحے کسی نہ کسی مخلوق کا آخر ہو رہا ہے جسے قرآن میں ھوا لا اول والا آخر والا ظاہر والا باطن کہا گیا یعنی یہ جو کچھ بھی اپنا وجود رکھتا ہے ہر لمحے اول بھی ہے عین اسی وقت ہر لمحے آخر بھی ہر لمحے ظاہر بھی اور ہر لمحے باطن بھی ہو رہا ہے یہ ایک سرکل چل رہا ہے۔

اسے مزید ایک اور مثال سے بھی آپ سمجھ سکتے ہیں مثال کے طور پر آپ اگر خلاء میں ہوں اور خلاء سے زمین کو دیکھیں تو آپ کو نظر آئے گا کہ زمین گیند کی مانند گول ہے اس کے ایک طرف اندر ہیرا ہے اور دوسرا طرف روشنی ہے زمین ان کے درمیان اپنے ہی محور پر گھوم رہی ہے جس سے زمین ایک طرف سے ہر لمحے اندر ہیرے سے روشنی میں بھی داخل ہو رہی ہے اور عین اسی وقت ہر لمحے دوسرا طرف سے روشنی سے واپس اندر ہیرے میں بھی جا رہی ہے۔ جب ہر لمحے اندر ہیرے سے روشنی میں داخل ہو رہی ہے تو روشنی میں داخل ہو کر کہ نہیں جاتی بلکہ ہر لمحے روشنی بڑھتی چلی جاتی ہے یہاں تک کہ مکمل روشن ہو جاتی ہے پھر اسی طرح آگے کوہی بڑھتے ہوئے روشنی کم ہوتی ہوئی واپس اندر ہیرے میں جا رہی ہے یوں یہ ہر لمحے ظاہر والا باطن کا سرکل چل رہا ہے۔ بالکل ایسے ہی نور ہر لمحے ظاہر ہو رہا ہے اور ظاہر ہوتا چلا جاتا ہے جب تک کہ مکمل ظاہر نہیں ہو جاتا پھر وہ آگے کوہی منزلیں طے کرتا ہوا واپس اپنی اصل حالت کی طرف جاتا جاتا پھر اپنی اصل حالت نور میں جا رہا ہے جس سے ہر لمحے کسی نہ کسی خلق کی صورت میں الاول بھی ہے ہر لمحے کسی نہ کسی مخلوق کے مئنے کی صورت میں الآخر بھی ہر لمحے ظاہر بھی اور ہر لمحے باطن بھی یوں یہ سرکل چل رہا ہے چلتا رہا اور چلتا رہے گا اس کا کوئی سرایا کنارا نہیں ہے یعنی ایسا نہیں ہے کہ کبھی یہ ابتداء ہوئی اور پھر بالآخر ایک اختتام آجائے گا جو کہ بگ بینگ نامی ایک جھوٹ پھیلا دیا گیا نہیں بلکہ اس کا کوئی سرایا نہیں ہے یعنی ایسا نہیں ہے کہ کبھی یہ ابتداء ہوئی اور پھر بالآخر اصل حقیقت ہے اور وہی ظاہر ہے یہی ہے جسے آپ اللہ، ایشور، گاؤ، ایل یادی اوس وغیرہ کا نام دیتے ہیں۔

مثلاً اب آپ اپنے ہی جسم کی مثال لے لیں یہ مادے سے وجود میں آیا اور مادہ کیا ہے یہ پہلے ہی واضح کیا جا چکا کہ یہ مادہ اپنے اصل میں نور یعنی انرجی ہے جو اس وقت مادی صورت میں ظاہر ہے اور یہ مادہ جو کہ اپنے اصل میں نور یعنی انرجی ہے یہ واپس اپنی اصل حالت میں کیسے جاتا ہے اس کو جانے کے لیے اپنے وجود میں غور کریں۔ آپ کچھ بھی لکھاتے ہیں تو وہ آپ کے معدے میں جاتا ہے معدے کا کام ہوتا ہے اس میں سے جو اس جسم کی ضرورت ہے اسے نکال لے اور باقی کو آگے کو واپس باہر نکال دے۔ یوں جو جسم کی ضرورت ہوتی ہے وہ مادہ مختلف عناصر کی صورت میں جسم کے ہر خلیے میں جاتا ہے اور ہر خلیے میں وہ عناصر کیمیائی مراحل سے گزرتے ہیں جس کا ایک نتیجہ تو یہ لکھتا ہے کہ اس سے گوشت بنتا ہے یعنی وہ عناصر مزید آگے مادے میں بدل جاتے ہیں اور دوسرا انہی عناصر کے کیمیائی عوامل سے دو طرح کی انرجی وجود میں آتی ہے یعنی مادہ واپس دو طرح کی انرجی میں تبدیل ہو جاتا ہے ایک گرم انرجی اور دوسرا ٹھنڈی انرجی جو کہ نور ہے اب یہ نور کا وہ مرحلہ ہے جو وہ دو طرح کی انرجی میں ظاہر ہوا تھا لیکن وہ ابتداء کا مرحلہ تھا اور یہ آگے بڑھتے بڑھتے واپسی کی طرف آخری مرحلہ ہے اس مرحلے کے بعد یہ دو طرح کا نور واپس ایک بن کر اپنی اصل حالت میں چلا جائے گا۔ جب جسم میں یہ دو طرح کا نور وجود میں آتا ہے تو اب اس دو طرح کے نور نے آگے بڑھتے ہوئے واپس ایک اپنی اصل حالت میں جانا ہوتا ہے جس کے لیے گرم اور ٹھنڈا نور یعنی یہ دونوں اقسام کی انرجی آپس میں ایک دوسرے میں ختم ہوتی ہے جب آپس میں ختم ہوتی ہے تو دونوں ایک دوسرے کی متفاہد ہونے کی وجہ سے آپس میں متصاد ہوتی ہے یعنی ان کے درمیان کشمکش شروع ہو جاتی ہے اور یہی کشمکش ہی نہ صرف اس نور یعنی انرجی کا ظہور ہوتا ہے کہ وہ کیا ہے بلکہ یوں یہ اس کے ظہور کا آخری مرحلہ ہوتا ہے اس کے بعد واپس اپنی اصل حالت میں چلی جاتی ہے۔

گرم انرجی کی اپنی صلاحیتیں ہیں اور ٹھنڈی انرجی کی اپنی صلاحیتیں ہیں لیکن دونوں میں ایک دوسرے کی متفاہد صلاحیتیں ہیں اب جب جسم میں مختلف عناصر کی صورت میں مادہ کیمیائی عوامل سے گزرتا ہے جس وجہ سے یہ دو طرح کی انرجی وجود میں آتی ہے یعنی وہ مادہ وہ عناصر ان دو طرح کی انرجی میں بدل جاتے ہیں تو اب یہ دونوں اقسام کی انرجی نے آگے بڑھنا ہوتا ہے اور ان کا اگلام مرحلہ ہوتا ہے دونوں کا واپس ایک ہونا جس کے لیے یہ دونوں انرجی آپس میں ختم ہوتی ہیں جب یہ آپس میں ختم ہوتی ہیں یعنی آپس میں ملتی ہیں ان کا اختلاط ہوتا ہے تو یہ واپس اپنی اصل حالت میں چلی جاتی ہیں جو کہ وہی نور ہے اب وہ اصل حالت کیا ہے ذرا غور کریں۔ جب یہ دونوں اقسام کی انرجی آپس میں ختم ہوتی ہیں تو ان کے درمیان کشمکش شروع ہو جاتی ہے کیونکہ دونوں میں ایک دوسرے کی متفاہد صلاحیتیں ہیں دونوں ایک دوسرے کی متفاہد ہیں ان کے ختم ہونے سے جوان کے درمیان کشمکش کو آپ سننے، دیکھنے، سمجھنے، بولنے، حرکات و سکنات، پیار، محبت، احساسات، جذبات، نفرت، حسد، بغض، دشمنی، لائق وغیرہ کا نام دیتے ہیں۔ یہ تمام کی تمام کیفیات اصل میں نور ہے جو اپنا آپ ظاہر کرتے ہوئے واپس اپنی اصل حالت میں جا رہا ہوتا ہے۔ آپ اگر کوئی بھی حرکت کرتے ہیں، کچھ بولتے ہیں، حرکات کرتے ہیں، آپ کے جذبات، احساسات وغیرہ سب کا سب وہی نور ہے جو اس کا سب سے آخری اظہار ہوتا ہے اس اظہار کی صورت میں وہ نور جو ظاہر ہوا تھا آگے بڑھتے ہوئے اس آخری اظہار کی صورت میں واپس اپنی اصل حالت میں جا رہا ہے۔ تو ذرا غور کریں جب آپ کا بولنا وہی نور ہے تو بولنے کے بعد یہ بولنا کہاں گیا؟ آپ کے جذبات احساسات وغیرہ جب یہ نور ہی ہے جوان صورتوں میں اپنا آپ ظاہر کر کے واپس اپنی اصل حالت میں چلا گیا تو غور کریں یہ بولنا جب آپ بول رہے ہیں تو ایک دوسرے کو سنائی دے رہا ہے اس کا ادراک ہو رہا ہے لیکن اس کے بعد یہ کہاں چلا جاتا ہے؟ تھوڑا سا بھی غور کریں گے تو آپ کے پاس اس کے لیے کوئی الفاظ نہیں سوائے اس کے کہ وہ نہ ہونے کی طرف چلا جاتا ہے یعنی وہ کہاں چلا جاتا ہے وہ کیا بن گیا اس کے علاوہ کسی کو نہیں علم یعنی نور کی اس حالت کے علاوہ کوئی بھی دوسری حالت اس حالت کا ادراک نہیں کر سکتی اس کی کسی بھی دوسری حالت کے لیے اس کا نام ہونا ہی اس کا ہونا ہے۔ کیونکہ دوسری کوئی بھی حالت اسی کا ظہور ہے دوسری کوئی بھی حالت اسی سے اگلے مرحلے پر وجود میں آتی ہے اس لیے اس کی اصل حالت پر اس کے علاوہ نہ تو کسی کا وجود ہے اور نہ ہی اس کے علاوہ کوئی اس کا ادراک کر سکتا ہے اس کی وہ حالت اس کا نام ہونا ہی اس کا ہونا ہے۔

یوں آپ پر بالکل کھل کر یہ بات واضح ہو جانی چاہیے کہ ایک ہی وجود ہے جو کہ اصل میں نور ہے جو کچھ بھی آپ کو نظر آ رہا ہے یا نظر نہیں آ رہا ہے لیکن وجود رکھتا ہے خواہ وہ آپ ہی کیوں نہیں یہ سب کا سب وہی نور ہی ظاہر ہے اس کے علاوہ اور کچھ ہے ہی نہیں۔ وہ خود ہی ہے اور کچھ ہے ہی نہیں۔ جو کچھ بھی اپنا وجود رکھتا ہے یہ وہی نور ہے جو مختلف حالتوں میں ظہور پذیر ہے اور الظاہر والباطن کا سرکل چل رہا ہے بالکل ایسے ہی جیسے آپ خلاء سے زمین کو دیکھیں تو زمین اپنے ہی محور

میں گھوم رہی ہے ایک سرکل ہے جس سے ایک طرف وہ ہر لمحے رات سے دن میں داخل ہو رہی ہے اور ہر لمحے باطن بھی، ہر لمحے نور سے ظہور کی صورت میں الاول بھی ہے اور ہر لمحے حالت ظہور سے واپس اپنی اصل حالت میں جا رہا ہے یعنی الآخر بھی ہے یوں ایک سرکل چل رہا ہے چل رہا تھا اور چلتا رہے گا اس کی نہ ہی کوئی ابتداء ہے اور نہ ہی کوئی انتہا ہے یہ ایک نور کا الظاہر و الباطن کا سرکل ہے نور ظاہر ہو رہا ہے اور ظہور سے واپس نور میں جا رہا ہے۔ گل کائنات میں جو کچھ بھی آپ کو نظر آ رہا ہے یا جو کچھ بھی اپنا وجود رکھتا ہے ان میں سے کسی کا بھی اپنا کوئی وجود نہیں بلکہ سب کا سب تو اسی نور کی حالتیں ہیں وہی نور ہر حالت میں نظر آ رہا ہے۔ کہیں پر سائل کی صورت میں تو کہیں پر حاجت روا کی صورت میں، کہیں پر خالق کی صورت میں تو کہیں مخلوق کی صورت میں اور کہیں خلق کی صورت میں۔ تمام کی تمام اسی کی حالتیں ہیں بالکل ایسے ہی جیسے آپ گوندھی ہوئی مٹی سے کوئی بھی شکل وضع کر لیں وہ شکل اپنے آپ میں کوئی وجود نہیں رکھتی بلکہ اصل میں وجود اس مٹی کا ہو گا جسے اس حالت میں ڈھال دیا گیا۔ اب اگر جو وضع کیا وہ مٹا دیا جائے تو شکل مٹے گی نہ کہ اصل وجود مٹی، مٹی اپنی جگہ موجود ہو گی اور نہ صرف موجود ہو گی بلکہ اس کے بعد وہ کسی اور شکل کو اختیار کیے ہوئے ہو گی۔

یہی وہ نور ہے جسے کوئی اللہ کہتا ہے، کوئی گاؤ، کوئی ایل، کوئی دی اوس اور ایشور کہتا ہے لیکن یہاں ایک اور بات واضح ہونا بہت ضروری ہے اور وہ یہ کہ اس کا مطلب قطعاً نہیں کہ یہ نور یعنی از جی جہاں اپنی اصل حالت میں ہے وہاں سے بیٹھ کر اس کائنات کا نظام چلا رہی ہے بلکہ یہ بات جان لیں کہ جیسے پانی جب برف بنتا ہے تو اس وقت پانی ہی برف ہوتا ہے نہ کہ پانی الگ اور برف الگ ہوتی ہے بلکہ پانی ہی برف کی صورت میں موجود ہوتا ہے اس وقت پانی کا الگ سے کوئی وجود تسلیم کرنا سوائے جہالت کے اور کچھ نہیں بالکل ایسے ہی یہ گل کائنات وہی نور ہی ظاہر ہے تو جب وہی نور ہی ظاہر ہے تو اس وقت وہی نور ہی آپ کو ہر طرف مختلف حالتوں میں نظر آ رہا ہے نہ کہ یہ کائنات الگ ہے اور وہ نور یعنی اللہ، ایشور یا گاؤ کہیں الگ ہے۔ گل کائنات کی صورت میں اللہ ہی آپ کو ہر طرف نظر آ رہا ہے نہ کہ اللہ کوئی الگ ہے۔

پنور اپنے آپ میں کامل وجود ہے یہ جسم بھی ہے اور اس جسم کو چلانے والا دماغ بھی یعنی اگر آپ نے اس نور کو یعنی اللہ کو سمجھنا ہے تو اپنے اس جسم میں غور کر لیں آپ پر حقیقت بالکل کھل کر واضح ہو جائے گی۔ جیسے آپ کا یہ بشری وجود ہے اس میں سننے، دیکھنے، سمجھنے اور عمل کرنے کی صلاحیتیں ہیں اور پھر عمل کرنے کے لیے جو وجود رکار ہے وہ بھی ہے بالکل ایسے ہی اللہ کی مثال ہے۔ اللہ اور اس بشری مثال ایسے ہی ہے جیسے ایک بہت بڑی شے کا چھوٹا سا ماذل کہ اگر اس بہت بڑی شے کو سمجھنا ہے تو اس چھوٹے سے ماذل کو سمجھ لیں اگر ماذل کو سمجھ لیا تو جان لیں کہ بالکل یہی بڑی سطح پر وہ شے ہے۔ بڑی شے اور اس کا ماذل یہاں شے الگ ہے اور اس کا چھوٹی سطح پر ماذل الگ ہے جو کہ دو الگ الگ وجود بن جاتے ہیں لیکن اس کے بالکل بر عکس اللہ اور اس بشر کا معاملہ نہیں ہے بلکہ اللہ اور اس بشر کا معاملہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے ایک بہت بڑی گیند کے اندر ہی ایک چھوٹی سی گیند۔

یعنی نہ صرف یہ گل کائنات ہی اللہ ہے بلکہ یہ خود کا رجھی ہے یہ اپنے آپ میں نہ صرف ایک کامل وجود ہے بلکہ اپنے آپ میں ایک کامل دماغ بھی ہے بالکل ایسے ہی جیسے ایک کمپیوٹر پروگرام ہوتا ہے۔ نہ ہی کوئی دوسرا وجود ہے اور نہ ہی یہ محتاج ہے کہ اسے کوئی باہر سے دوسرا چلائے یا چلا رہا ہے، جب ایک ہی وجود ہے اور کچھ ہے ہی نہیں تو پھر ظاہر ہے اسے باہر سے کون چلائے گا؟ خلق بھی خود ہے خالق بھی خود ہے اور مخلوق بھی خود ہے یعنی فعل فاعل اور مفعول خود ہی ہے جسے عربوں کی زبان میں الصمد کہتے ہیں۔ ایسے کسی بھی اللہ، ایشور، گاؤ، ایل، دی اوس وغیرہ کا کوئی وجود نہیں جو مذاہب میں پایا جاتا ہے کہ یہ کائنات الگ ہے اور اس کو چلانے والا الگ سے کوئی موجود ہے۔ تمام کے تمام مذاہب میں پایا جانے والا خالق و مالک جو کہ ایک تخیل ہے اس کا کوئی وجود نہیں۔ ایسی کوئی مافوق الضرر ذات نہیں ہے جس کا خالق مالک کے نام پرمذہب میں تصور پایا جاتا ہے۔

آپ پر یہ بات بھی کھول کر واضح کی جا چکی کہ اللہ کے لیے ہے ہی حمد یعنی اللہ العزیز الحکیم ہے اللہ جو بھی کر رہا ہے ہر لحاظ سے مکمل اور پر فیکٹ کر رہا ہے اس میں کسی بھی قسم کی کسی خامی، خرابی یا نقص کا تصور نہیں کیا جاسکتا اللہ عیوب سے ہے ہی پاک، اللہ جو بھی کر رہا ہے اسے علم ہے کہ کب کرنا ہے، کہاں کرنا ہے، کیسے کرنا ہے، کتنا اور کیوں کرنا ہے وہ جو بھی کر رہا ہے اسے یعنی کہیں بھی رائی برابر بھی لا پرواہی نہیں کرتا، کوتا ہی نہیں کرتا، مستنی نہیں کرتا، کچھ بھی

بھولتا نہیں ہے، ہر شے کو اپنے وقت اور مقام پر رکھتا ہے کچھ بھی نہ ہی لمحہ بھرتا خیر سے کرتا ہے اور نہ ہی اپنے وقت سے لمحہ بھر پہلے۔ یعنی آپ پر واضح کیا جا چکا کہ جو کچھ بھی اپنا وجود رکھتا ہے یہ ایک نور ہے جو ظاہر ہے اور اس نور کا معاملہ یہ ہے کہ اس میں ہر لحاظ سے توازن ہے اس میں حمد ہے اور یہ اپنا شریک برداشت نہیں کرتا یعنی اگر کوئی الگ سے وجود ہونے کا دعویدار بنتا ہے تو یہ وجود اسے برداشت نہیں کرتا بلکہ اسے نشان عبرت بنادیتا ہے اس کو عبرت ناک انعام سے دوچار کرتے ہوئے اس کا نام و نشان مٹا دیتا ہے۔

اب اسی بات کو مزید ایک اور پہلو سے آپ کے سامنے رکھتے ہیں کہ جب تک یہ نور اپنے آپ میں رہے اس میں کوئی مداخلت نہ کی جائے یعنی اس کا شریک نہ بنا جائے تب تک یہ نور انتہائی باریک بین حساب کتاب کیسا تھا نہ صرف آگے تقسیم ترقیم ہوتا چلا جاتا تھا بلکہ ہر لحاظ سے ظاہر ہوتا چلا جاتا یہاں تک کہ واپس اپنی اصل حالت نور میں نہیں پہنچ جاتا یوں اس کے ظہور سے لیکر واپس اپنی اصل حالت میں جانے کے درمیان جتنے بھی مرحلے میں رائی برابر بھی کوئی خامی، خرابی، یا نقص وغیرہ کا کوئی تصور تک بھی نہیں کیا جا سکتا ہر مرحلے میں احسن فعل، احسن فاعل اور احسن مفعول کی صورت میں ظاہر ہو گا لیکن اگر کوئی شرک کرتا ہے شریک بنتا ہے یا ٹھہر اتا ہے یعنی اس میں مداخلت کرتا ہے تو پھر نہ صرف حمد نہیں رہے گی بلکہ خامیاں، خرابیاں و نقص بھی ظاہر ہوں گے جنہیں یہ برداشت نہیں کرے گا اور ایسا کرنے والوں کو نشان عبرت بنادے گا کیونکہ مثال کے طور پر اگر دو جمع دوچار ہے تو آپ جو جی چاہے کر لیں آپ اسے بدلتیں سکتے اگر آپ بدلتیں گے تو نظام اس نتیجے کو قبول نہیں کرے گا بلکہ ایسے ہی جیسے ایک پروگرام کسی بھی اس حرکت کو قبول نہیں کرتا جو اس میں موجود نہ ہو۔

اس قدر پیچھے سے پیچھے بنیاد تک حق کھول کھول کرواضح کرنے کا مقصد یہ ہے ایک تو آپ پر بالکل کھل کرواضح ہو جائے کہ اللہ یا ایشور کیا ہے اور دوسرا جو رزق کی اہمیت و حیثیت ہے بالکل کھل کرواضح ہو جائے۔ آپ نے یہ بات جان لی کہ جو کچھ بھی ہے یا اصل میں نور ہے نور ہی مختلف حالتوں میں ظاہر ہے۔ اب آپ اپنے جسم میں غور کریں کہ آپ کا جسم کس سے وجود میں لایا گیا؟ آپ کا جسم زمین کے عناصر سے وجود میں لایا گیا اور آپ کا جسم کیمسٹری کا ایک فارمولہ ہے۔

مثلاً آپ کے گھر میں آپ کی ماں، آپ کی بیوی، آپ کی بہن، نانی، دادی، خالہ یا پھوپھی وغیرہ کوئی بھی کھانا بناتی ہیں تو یہ کھانا بنانا کیا ہے؟ کھانا بنانا کیمسٹری ہے اور آپ کی ماں، بیوی، بہن، نانی یا دادی وغیرہ کیمیا دان ہیں جنہیں انگلش میں کیمسٹری کہتے ہیں۔

مثال کے طور پر اگر کوئی بھی کھانا بنانا ہے تو اس کے لیے کیا کیا درکار ہے وہ عناصر کھلانیں گے اور ان کا معیار اور مقدار اور پھر پوری ترتیب کیسا تھا انہیں استعمال کرنا کہ بہترین کھانا بن جائے یہ کیمسٹری۔ اب اگر عناصر میں کمی یا زیادتی کردی جائے، ان کے معیار یا مقدار میں رو بدل کردی جائے یا پھر ان کے طریقہ استعمال اور ترتیب وغیرہ میں کوئی ہیر پھیراوند نہیں کر دی جائے تو بہترین کھانا نہیں بننے گا بلکہ بالکل بے کار کھانا بننے گا۔ مثلاً اگر مرچ میں مقدار سے زیادہ ڈال دی جائیں تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ کھانا بہت تیکھا ہو جائے گا۔

ایسے ہی ایک کیمسٹری کی ایک اور مثال کو سامنے رکھ لیں کہ اگر آپ کوئی شے بنانی ہے جس کے لیے مختلف زمین کے عناصر درکار ہیں ان کا معیار اور مقدار طے شدہ ہوں گے اور ان کا طریقہ استعمال اور ترتیب کا بھی خیال رکھنا پڑے گا۔ ہر عضر میں الگ الگ خصوصیات ہیں اب اگر ان تمام عناصر کا معیار بالکل ٹھیک ہو گا ان کی مقدار بالکل صحیح ہو گی اور پھر انہیں بالکل صحیح ترتیب کیسا تھا استعمال کیا جائے گا تو بہترین مطلوبہ نتیجہ حاصل ہو گا ورنہ اگر کسی عضر کی مقدار کم یا زیادہ ہو گئی، عناصر کم یا زیادہ ہو گئے، غیر ضروری عناصر کو استعمال کیا گیا، ان کے معیار اور مقدار میں فرق ہوا یا پھر استعمال کرتے وقت ترتیب کا خیال نہ رکھا تو یا تو وہ فارمولہ آٹھ آف کنٹرول ہو جائے گا دھماکہ ہو گا جس سے آس پاس تباہی مچے گی یا پھر وہ بالکل ٹھنڈا بے کار ہو جائے گا ہر لحاظ سے نقصان کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اب اگر آپ کوئی انتہائی حساس فارمولہ تیار کر رہے ہیں تو اس میں اگر کہیں بھی رائی بر بھی کوئی کوتا ہی ہوئی، عناصر میں کوئی فرق آیا، ان کے معیار یا مقدار میں کوئی فرق آیا یا ترتیب میں کوئی فرق آیا تو دھماکہ ہو گا جس سے ہر طرف تباہی پھیلے گی۔

بالکل ایسے ہی یہ بشرطی آپ کیمسٹری کا ایک انتہائی حساس اور پیچیدہ ترین فارمولہ ہیں آپ کو زمین کے عناصر سے خلق کیا جا رہا ہے ہر عضر میں الگ الگ

خصوصیات و صلاحیتیں موجود ہیں اب اگر تمام کے تمام عناصر نہ صرف پورے ہوں گے بلکہ متوازن ہوں گے اور ان کو بالکل صحیح ترتیب کیا تھا استعمال کیا جائے گا تو ہی ایک بہترین بشروجود میں آئے گا ورنہ اگر ان عناصر میں کوئی کمی یا زیادتی ہوئی، ان کے معیار یا مقدار میں کوئی فرق آیا، یا پھر ان کے استعمال میں کوئی ہیر پھیر ہوا تو پھر اس کا نتیجہ دو طرح کے بشری صورت میں نکلے گا اگر تو گرم عناصر کی مقدار زیادہ ہوگی تو ایسا بشر با غنی ہو گا اس میں تکبر ہو گا اس میں منفیت ہو گی اور وہ ہر طرف تباہی ہی پھیلائے گا یعنی فساد ہی کرے گا یا پھر دوسری صورت یہ ہوگی کہ وہ بالکل ٹھنڈا یعنی بالکل بے کار ہو گا جو دنیا میں ایسے ہی ہو گا جیسے کہ اس کا کوئی وجود ہی نہیں، انہتائی لاپرواہ، سست، کامل اور غیر ذمہ دار ہو گا۔

یہ وجہ ہے جس وجہ سے آپ پر بنیاد بالکل کھول کر واضح کی کہ ماڈل میں نور ہے جو کہ اصل حقیقت ہے یہ نور ہی ہے جو ظاہر ہے پہلے وہ ماڈل کی صورت میں ظاہر ہے پھر وہ ماڈل سے صلاحیتوں کے اظہار کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ آپ کا جسم زمین کے عناصر سے وجود میں آتا ہے ہر عنصر جو کہ اصل میں نور ہے جو ماڈل صورت میں موجود ہے تو ہر عنصر میں الگ الگ خصوصیات و صلاحیتیں ہیں جب یہ عناصر کیمیائی عوامل سے گزرتے ہیں تو جہاں ان سے آپ کا جسم وجود میں آتا ہے وہیں ان میں سے کچھ ماڈل والپس دو طرح کی ازر جی میں تبدیل ہوتا ہے ایک گرم ازر جی اور دوسری ٹھنڈی ازر جی۔ گرم ازر جی کو جان کہا گیا جو کہ جن کی جمع ہے اور ٹھنڈی ازر جی کو ملائکہ کہا گیا یعنی جب بھی آپ کچھ کھاتے ہیں تو اس میں زمین کے عناصر موجود ہوتے ہیں وہ عناصر آپ کے خون میں شامل ہو کر آپ کے جسم کے ایک ایک خلیے میں جاتے ہیں آپ کے خلیوں میں کارخانے ہیں جو ان عناصر کو استعمال کرتے ہیں جس سے ان عناصر سے جہاں مزید خلیے وجود میں آتے ہیں تو وہیں ان سے کچھ ماڈل دو طرح کی ازر جی میں تبدیل ہو جاتا ہے منفی اور ثابت ازر جی۔ دونوں ازر جی کی اپنی اپنی صلاحیتیں ہوتی ہیں تو ان میں کشمکش کو آپ سوچوں، فکروں، سننے، دیکھنے، سمجھنے، کوئی بھی حرکت کرنے، پیار، محبت، غصہ، غضب، لالچ، حسد، بعض یعنی تمام تر جذبات و احساسات کا نام دیتے ہیں ایسی کیفیات کا نام دیتے ہیں۔

اب اگر تو آپ جسم میں رزق کی صورت میں متوازن عناصر ڈالیں گے یعنی جسم کو متوازن عناصر فراہم کریں گے تو آپ کا جسم بھی ہر لحاظ سے متوازن ہو گا اس میں نہ تو ظاہری کوئی عیب ہو گا اور نہ ہی باطنی کوئی عیب و خامی ہوگی۔ جب آپ اپنے جسم میں رزق کی صورت میں متوازن عناصر ڈالیں گے تو جسم میں دونوں طرح کی متوازن ازر جی وجود میں آئے گی اور پھر اس کے نتیجے میں آپ کا جسم بہترین حرکات و سکنات کرے گا اس میں بے مقصد غصہ نہیں ہو گا کوئی لالچ، حسد، بعض، ڈر، خوف یا کوئی بھی منفیت نہیں ہو گی بلکہ اس کے بالکل بر عکس آپ ایک بہترین احسن بشر ہوں گے آپ کی سوچیں احسن، آپ کی فکریں احسن، آپ کا ایک ایک عمل احسن ہو گا یہاں تک کہ آپ کو منفیت کا شور تک نہیں ہو گا بالکل ایسے ہی جیسے ایک بچہ ہوتا ہے ورنہ اگر آپ جسم کو رزق کی صورت میں متوازن عناصر فراہم نہیں کریں گے تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ آپ کا جسم بھی ہر لحاظ سے غیر متوازن ہو گا آپ کا جسم ظاہری طور پر بھی غیر متوازن یعنی بیماریاں و عیب لاحق ہوں گے آپ کی سوچیں منفی ہوں گی، آپ کی فکریں منفی، آپ میں بے مقصد غصہ، لالچ، حسد، بعض، لاپرواہی، تکبر سمیت ہر طرح کی منفیت ہو گی آپ کی زندگی میں کوئی سکون نہیں ہو گا آپ مفسد اعمال کریں گے آپ اپنے مالک کے وفادار کی بجائے با غنی ہوں گے اور پھر اس آپ حق کو تعلیم بھی نہیں کریں گے آپ اپنی خواہشات کی ابیاع کریں گے اور اپنی خواہشات کو ہی حق قرار دیں گے۔ اگر آپ پر آپ کی کوئی غلطی واضح کی جائے گی تو آپ غلطی واضح کرنے والے کو اپنا محسن سمجھنے کی بجائے اپنا دشمن سمجھیں گے اور اس کو نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے حالانکہ وہ آپ سے دشمنی نہیں کر رہا بلکہ اس نے تو آپ پر آپ کی غلطی واضح کر کے عظیم احسان کیا تاکہ آپ اپنی غلطی کی اصلاح کر کے نقصان سے بچ جائیں لیکن آپ اس کے احسان کو ہی دشمنی سمجھیں گے پوں جو آپ کے محسن ہوں گے آپ انہیں اپنا دشمن سمجھیں گے اور جو آپ کے حقیقی دشمن ہوں گے آپ انہیں اپنا محسن سمجھ کر دنیا و آخرت میں ہلاکت کا سودا کریں گے۔

یہ وجہ ہے جس وجہ سے پورے قرآن میں سب سے زیادہ زور حلال طیب رزق پر دیا گیا کیونکہ آپ وہ ہیں جو آپ کھاتے ہیں۔ آپ کے اعمال آپ کے اختیار میں نہیں ہیں بلکہ آپ کے اختیار میں صرف اور صرف یہ ہے کہ آپ کس سے اپنا جسم بناتے ہیں اگر آپ متوازن رزق سے اپنا جسم بنائیں گے تو آپ میں کوئی خامی نہیں ہو گی اور اگر ہو گی بھی تو وہ دور ہو جائے گی آپ اپنی اصلاح کر لیں گے اور اگر آپ غیر متوازن رزق سے اپنا جسم بناتے ہیں تو پھر اس کا نتیجہ بھی

ہر لحاظ سے غیر متوازن ہی سامنے آئے گا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کس طرح متوازن عناصر سے اپنا جسم بنایا جائے؟ تو اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ آپ ذرا غور کریں کہ کس کو آپ کے جسم کے بارے میں مکمل علم ہے؟ جس کو بھی آپ کے جسم کے بارے میں مکمل علم ہے یعنی جو بھی بشر کے بارے میں مکمل علم رکھتا ہے صرف اور صرف اسی کو علم ہو سکتا ہے کہ اس جسم کی کیا ضروریات ہیں ان کا معیار اور ان کی مقدار کیا ہوگی۔

تو اب ذرا غور کریں اور دیکھیں کہ کون ہے جس کے پاس اس جسم کے بارے میں مکمل علم ہے؟ اب جب آپ غور کریں گے تو آپ پر یہ بات بالکل کھل کرو واضح ہو جائے گی کہ کل کائنات میں سب سے پیچیدہ ترین خلق یہ بشر ہے یعنی آپ ہیں اور اس کا علم اس کے خالق کے علاوہ کسی کے پاس نہیں۔ تو اب غور کریں کہ آپ کا خالق کون ہے یعنی وہ کون سی ذات ہے جو آپ کو وجود میں لا لائی؟ تو اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ آپ کو فطرت یعنی یہی وجود ہی وجود میں لا یا جو آپ کو ہر طرف نظر آ رہا ہے فطرت ہی آپ کی خالق ہے یعنی آپ کا رب فطرت ہے۔ جب آپ کو فطرت نے وجود دیا آپ کا رب فطرت ہے تو پھر ظاہر ہے فطرت کو ہی علم ہے کہ آپ کو کن کن عناصر سے اور کیسے خلق کیا اور پھر آپ کی ضروریات کیا ہیں ان کی مقدار اور معیار کیا ہے اس کا علم بھی صرف اور صرف فطرت کو ہی ہے اس لیے صرف اور صرف فطرت ہی ہے جو راہنمائی کر سکتی ہے کہ آپ کی ضروریات کیا ہیں آپ کے جسم کو کن کن عناصر کی ضرورت ہے ان کی مقدار اور ان کا معیار کیا ہے اس کا علم صرف اور صرف فطرت کو ہی ہے فطرت کے علاوہ کوئی بھی راہنمائی نہیں کر سکتا۔

یعنی آپ پر بالکل کھل کرو واضح ہو گیا کہ آپ کو اپنے رزق کے لیے فطرت سے رجوع کرنا پڑے گا فطرت جو رزق آپ کو مہیا کرے آپ کو اسی سے اپنا جسم بنانا ہو گا اگر آپ فطرت پر توکل یعنی اخہمار کریں گے تو نہ صرف آپ کے جسم کو وہ متوازن عناصر میں گے جو اس کی ضرورت ہیں بلکہ اس سے آپ کا جسم بھی ہر لحاظ سے متوازن ہو گا آپ کا جسم ہر لحاظ سے بہترین ہو گا اس میں کوئی بھی کسی بھی قسم کی کوئی خامی یا خرابی نہیں ہو گی اور اگر کسی غلطی یا کوتا ہی کی وجہ سے کوئی خامی یا خرابی ہو گی بھی بالکل دور ہو جائے گی آپ کے جسم کی اصلاح ہو جائے گی یوں آپ کا جسم پھر متوازن اعمال کرے گا احسن اعمال کرے گا یعنی صالح اعمال کرے گا۔ اور اگر آپ نے فطرت پر اخہمار کرنے کی بجائے اپنی خواہشات کی اتباع کی، اگر آپ فطرت سے ہٹ گئے تو ایسی صورت میں آپ اپنے رب کے بغی بن جائیں گے آپ آسمانوں وزمین میں فساد کریں گے اور الٹا آپ فساد کو اصلاح کا نام دیں گے حالانکہ حقیقت تو یہ ہو گی کہ آپ اللہ کیسا تحفہ دشمنی کر رہے ہوں گے اللہ کیسا تحفہ جنگ کر رہے ہوں گے یہ وجہ ہے جس وجہ سے بار بار یہ کہا جا رہا ہے کہ آپ وہ ہیں جو آپ کھاتے ہیں اگر آپ کا رزق طیب ہے تو آپ صالح اعمال کریں گے اور اگر آپ کا رزق خبیث ہے تو آپ مفسد اعمال کریں گے اور الٹا آپ فساد کو ہی اصلاح کا نام دیں گے۔

مثال کے طور پر جسے آپ بیماری کا نام دیتے ہیں بیماری کیا ہے؟ بیماری دراصل آپ کے جسم میں ان عناصر کا توازن بگڑنے کا نتیجہ ظاہر ہوتا ہے جن عناصر سے آپ کا جسم وجود میں آتا ہے۔ جب آپ پر یہ بات کھول کھول کرو واضح کر دی کہ آپ کا جسم ایک کیمیاء کافارمولہ ہے جسے عربوں کی زبان میں کلمہ کہتے ہیں تو پھر ظاہر ہے اگر عناصر میں توازن بگڑے گا یعنی جن عناصر سے جسم وجود میں آتا ہے اگر ان عناصر میں کوئی ہیر پھیر کیا جائے گا تو پھر ظاہر ہے ویسا ہی جسم بننے گا۔ مثال کے طور پر اگر آپ کھانے میں مرچیں زیادہ ڈال دیں تو اس کا نتیجہ کیا نکلے گا؟ بالکل ایسے ہی جسم جن عناصر سے وجود میں آتا ہے اور اسے قائم رہنے کے لیے جن عناصر کی ضرورت ہے اگر ان عناصر میں کوئی کمی یا زیادتی ہو گی، ان کی مقدار یا معیار میں کوئی فرق آئے گا تو پھر ظاہر ہے نتیجہ بھی تو ویسا ہی سامنے آئے گا ان عناصر سے ویسا ہی جسم بننے گا جسم میں خرابی ہو جائے گی جسے آپ بیماری کا نام دیتے ہیں۔

اب یہ تو ہو گئی ظاہری خرابی جو کہ بالکل واضح نظر آ جاتی ہے اس کے برعکس ایک باطنی خرابی ہے جو ظاہری خرابی سے کئی گناہوں کر خطراں ک اور تباہ کن ہے اور وہ یہ ہے کہ جب یہ عناصر متوازن نہ رہیں تو ان سے وجود میں آنے والی منفی اور مشبت اثر جی بھی غیر متوازن ہوتی ہے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آپ کی سوچیں غیر متوازن، آپ کی فکریں غیر متوازن، یعنی آپ میں ہر لحاظ سے منفیت آ جاتی ہے آپ مفسد اعمال کرتے ہیں آپ میں تکبر آ جاتا ہے اور پھر یہ سب خامیاں آپ کو نظر بھی نہیں آتی جتنی منفیت بڑھتی ہے آپ خود کو اتنا ہی پاک صاف سمجھنا شروع کر دیتے ہیں آپ اتنا ہی اپنے آپ کو عقل کل اور غلطیوں سے ماوراء سمجھنا شروع کر دیتے ہیں۔ آپ میں تکبر، حسد، ضد، بغض، ان پرستی، لاذع، بلا وجہ غصہ سمیت طرح طرح کی خامیاں آ جاتی ہیں اور آپ الٹا ان خامیوں کو اپنی خوبیاں

تصور کرتے ہوئے آنسانوں وزمین میں فساد عظیم کرتے ہیں اور پھر اس فساد عظیم کو اصلاح کا نام دیتے ہیں اگر کوئی آپ کو آئندہ دکھائے یعنی آپ پر آپ کی حقیقت واضح کرے تو آپ مشتعل ہو جاتے ہیں آپ پر آپ کی غلطی کو واضح کرنے والے کو اپنادشمن سمجھنا شروع کر دیتے ہیں اور پھر اس کیستھ دشمنی کرتے ہیں۔ اپنی غلطیوں کو نظر انداز کرتے ہیں، اگر کوئی غلطی سامنے آبھی جائے یا تو اسے تسلیم ہی نہیں کرتے اور اگر تسلیم کریں بھی تو اس کا ذمہ دار خود کو نہیں بلکہ کسی اور کوٹھراتے ہوئے خود کو الگی اور اس سے بھی بڑی غلطی کے لیے تیار کر لیتے ہیں یوں غلطیوں پر غلطیاں کیے جاتے ہیں اور انہیں غلطیاں تسلیم کرنے کی بجائے سب اچھا کا نام دے کر اپنی غلطیوں پر پھر ادیتے ہیں ان پر ڈٹ جاتے ہیں یہاں تک کہ پیچھے اتنی غلطیاں جمع ہو جگی ہوتی ہیں کہ وہ آپ کو آگے بڑھنے دینے کی بجائے اچاک پیچھے سے آپکرتی ہیں جسے آپ اچاک اور بڑی مصیبت کا نام دیتے ہیں حالانکہ کوئی بھی مصیبت اچاک نہیں آتی بلکہ اس کے پیچھے آپ کی اپنی ہی ایک لمبی مدت پر مشتمل غلطیاں ہوتی ہیں آپ خود سے ایک لمبی مدت سے اپنے لیے تیار کر رہے ہوتے ہیں اور پھر جب آپ ایسی کسی بڑی مصیبت کا شکار ہوتے ہیں تو تب بھی آپ خود کو اس کا ذمہ دار نہیں سمجھتے بلکہ آپ اس کا ذمہ دار کسی اور کوٹھراتے ہیں جس کے لیے مذہبی طبقے نے ایک تصویراتی اللہ، گاؤں یا ایشور گھر رکھا ہے اور اسی کو اس کا ذمہ دار رکھ رہا تھا ہیں یوں تب تک ایسے ہی کرتے ہیں جب تک کہ اجل مسمی کاشکار نہیں ہو جاتے اور یوں دنیا و آخرت میں ہلاکت کا سودہ نہیں کر لیتے۔ اب اگر کوئی انفرادی طور پر ایسا ہے تو اس کا نقصان آپ پر واضح کر دیا گیا اور اگر کوئی پوری قوم ہی ایسی بن جائے تو پھر پوری قوم کا یہی حال ہوتا ہے اور آج خود کو مسلمان کہلوانے والوں کو اگر آپ دیکھیں تو عملی طور پر حقیقت آپ کے سامنے ہے۔

یہ بات آپ پر کھول کھول کر واضح کر دی گئی کہ آپ کے اعمال آپ کے اختیار میں نہیں ہیں کیونکہ جنہیں آپ اعمال کا نام دیتے ہیں وہ تو منفی اور ثابت دو اقسام کی ازر جی کی آپس میں کٹگٹھ کا اظہار ہے جس پر آپ کو کوئی اختیار حاصل نہیں سوائے اس کے کہ آپ طیب رزق استعمال کریں اگر آپ کا رزق طیب ہو گا تو طیب رزق میں نہ صرف وہ تمام کے تمام عناصر موجود ہوں گے جن کی آپ کے جسم کو ضرورت ہے بلکہ ان کی مقدار اور ان کا معیار بالکل طے شدہ ہو گا جس سے ثابت اور منفی دونوں طرح کی متوازن ازر جی وجود میں آئے گی اور اس سے آپ کے اعمال صالح اعمال ہوں گے آپ منفیت سے بالکل پاک ہوں گے۔ یعنی آپ وہ ہیں جو آپ کھاتے ہیں اور اسی کا قرآن میں کئی مقامات پر ذکر کیا جیسا کہ ان میں سے کچھ آیات کو آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔

يَا إِيَّاهَا النَّاسُ كُلُّهُمَا فِي الْأَرْضِ حَلَّاً طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا أَخْطُوَاتِ الشَّيْطَنِ إِنَّهُ لَكُمْ عَذَّابٌ مُّبِينٌ . البقرة ۱۶۸

جیسا کہ آپ پر واضح کیا جا چکا کہ قرآن اپنے نزول سے لیکر الساعۃ کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے اور پھر کوئی ایک بھی آیت اس وقت تک بین نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ حدث نہیں ہوتا جس کی تاریخ ہے اور پھر یوں جیسے ہی کوئی حدث ہو رہا ہوتا ہے تو اس وقت جو لوگ موجود ہوتے ہیں قرآن نہیں یاد دلادیتا ہے کہ یہ تھا وہ حدث جس کی قرآن کے نزول کے وقت ہی اس آیت یا ان آیات کی صورت میں تاریخ انتاری گئی تھی۔ اس آیت میں اللہ انسانوں کو حلال طیب رزق کے استعمال کا کہہ رہا ہے اور اگر اس کا استعمال نہیں کرتے تو اس کا نتیجہ کیا ہے اس سے آگاہ کر رہا ہے اور اللہ کلام کرتا ہے جیسے اس کا قانون ہے اللہ کا انسانوں کیستھ کلام کرنے کا قانون یہ ہے کہ انسان چونکہ بشر ہیں اس لیے ان میں انہی سے ایک بشر کے ذریعہ اللہ انسانوں سے کھول کھول کر کلام کرتا ہے یعنی یہ آیت اللہ کے رسول کی تاریخ پر منی ہے اور اس آیت نے اس وقت تک بین نہیں ہونا تھا جب تک کہ اللہ کا وہ رسول بعث نہیں ہو جاتا یوں جیسے ہی اللہ کا رسول بعث ہونا تھا تو اس کی دعوت کی قرآن کی جہاں اور بہت سے آیات نے تصدیق کرنا تھی تو ہیں اس آیت نے بھی تصدیق کرنا تھی کہ یہ تھا اللہ کا وہ رسول یہ تھی وہ دعوت یہ تھا وہ حق جس کی قرآن کے نزول کے وقت اس آیت کی صورت میں تاریخ انتاری گئی تھی۔

اب جب اس آیت کو کھول کر آپ پر واضح کریں گے تو نہ صرف حق بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا بلکہ قرآن کی یہ آیت آپ کو یاد دلادے گی کہ یہ آیت آج کی تاریخ تھی آج آپ میں موجود اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کی یعنی میری تاریخ تھی جو آج ہر لحاظ سے حق کھول کھول کر واضح کر رہا ہوں۔

يَا إِيَّاهَا النَّاسُ كُلُّهُمَا فِي الْأَرْضِ حَلَّاً طَيِّبًا جب لوگ ضلال ممین میں ہو رہے ہیں ہر طرف گراہیاں ہی گراہیاں ہیں تو ایسے میں اللہ نے اپنارسول بعث کیا اور اللہ کا رسول لوگوں کو کہہ رہا ہے یعنی اللہ اپنے رسول کی صورت میں کہہ رہا ہے کہ اے وہ لوگوں جو اس وقت موجود ہو استعمال کرو اس میں سے جو زمین میں ہے سو فیصد مکمل طور پر حلال ہو یعنی جس کی بالکل واضح اجازت دی گئی جس کے بارے میں تمہیں رائی برائی بھی شک ہو یا جس کے بارے میں واضح علم نہیں

دیا گیا تو اس کے قریب بھی نہ جاؤ اور پھر وہ کیا ہے جس کے استعمال کی اجازت دی گئی تو اس کی بھی آگے وضاحت کر دی "طیباً" جو سو فیصد مکمل طور پر طیب ہے اس کے استعمال کی تمہیں اجازت دی گئی۔ حلال کا معنی ہے جس کے استعمال کی اجازت دی گئی یعنی واضح کیا گیا کہ اس شے کا تم استعمال کر سکتے ہو اور حلال کی "ل" کے آگے الف اور اوپر دوز بروں یعنی "حلاً" کا معنی ہے مکمل طور پر حلال یعنی جو ہر لحاظ سے سو فیصد کھلم کھلا واضح کیا گیا کہ وہ کیا ہے اس کے بارے میں مکمل علم دیا گیا اور پھر "طیب" کا معنی ہے وہ شے جو نہ صرف مکمل طور پر فطرتی ہو بلکہ اس کے وجود میں آنے سے لیکر استعمال کے قابل ہونے تک اس میں کسی بھی قسم کی انسانی مداخلت نہ ہو وہ مکمل طور پر رب اللہ یعنی فطرت کی خلق کردہ ہو نظرتی ہو اور دوسرا کہ اس کے استعمال سے آپ کے نفس یعنی دماغ، جسم، خاندان، معاشرے یا آسمانوں و زمین میں کسی بھی سطح پر کسی بھی قسم کے منفی اثرات مرتب نہ ہوں بلکہ ہر لحاظ سے فائدہ ہی فائدہ ہو۔ اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ کیا وجہ ہے جس وجہ سے زمین میں جو کچھ بھی ہے اس میں سے صرف اور صرف حلال اطیباً کے استعمال پر ہی زور دیا گیا؟ تو آگے اسی سوال کا جواب بھی واضح کر دیا گیا **وَلَا تَتَبَعُوا حُطُوطَ الشَّيْطَنِ إِنَّهُ لَكُمْ عَذُولٌ مُّبِينٌ** اور یہ جو کچھ بھی تم کر رہے ہو یہ خطوات الشیطان کی اتباع کر رہے ہو اس لیے نہ کروا تبع خطوات الشیطان کی، اس میں کچھ نہیں یہ جو کچھ بھی تمہارے ہر طرف موجود ہے اس کا ہر طرف موجود ہونا تمہارے ساتھ دشمنی کرنا ہے یہ تمہارے ساتھ دشمنی کر رہا ہے۔

یعنی اگر تو تم زمین میں جو کچھ بھی ہے اس میں سے صرف اور صرف جو "حلال اطیباً" ہے اس کا استعمال کرتے ہو تو تم الشیطان کے خطوات کی اتباع نہیں کر رہے ان کے پیچھے نہیں چل رہے ورنہ تم الشیطان کے خطوات کی اتباع کر رہے ہو اور پھر یہ بھی واضح کر دیا کہ یہ جو کچھ بھی ہر طرف موجود ہے اس کا ہر طرف تمہارے سامنے موجود ہونا تمہارا دشمن ہونا ہے یہ تمہارا دشمن ہے دشمنی کر رہا ہے۔ تو اب پہلے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خطوات الشیطان کیا ہیں اور پھر جو کچھ بھی کھلم کھلا یعنی ہر طرف موجود ہے یعنی حیات الدنیا یہ کس طرح آپ کا دشمن ہے یہ کس طرح آپ سے دشمنی کر رہا ہے؟

خطوات جمع کا صیغہ ہے اور اس کا واحد ہے خط جس کا معنی ہے لیکر اور خطوات کا معنی ہے لکیریں۔ اور تبع کہتے ہیں پیچھے چلنے کے۔

شیطان دو لفاظ "شئی اور طان" کا مجموعہ ہے شئی کہتے ہیں کسی بھی شئے کو جو کچھ بھی اپنا وجود رکھا ہے سب کی سب اشیاء ہیں اور "طان" کے معنی ہیں کسی کو اس کے مقصد و مشن کی طرف جانے سے روک دینا جس کے لیے پیار سے بھی روکا جاسکتا، اپنی طرف مائل کر کے، کسی کو اپنی طرف متوجہ کر کے، اپنے پیچھے لگا کر یعنی کوئی شئے مزین ہو کر آپ کے سامنے آئے اور آپ اس کی طرف متوجہ ہو کر اس کے پیچھے پڑ کر اپنے اصل مقصد سے غافل ہو جائیں یوں وہ شئے آپ کو آپ کے مقصد کو پورا کرنے سے روک دے آپ کے مقصد میں رکاوٹ بن جائے ایسے ہی کسی بھی طرح سے بلک میل کر کے یا یختی کیسا تھا بھی روکا جا سکتا ہے۔

اب آپ نہ صرف اس آیت کو آسانی کیسا تھا سمجھ سکتے ہیں بلکہ آپ پر یہ بھی کھل کر واضح ہو جائے گا کہ آخر یہ سب کی سب کی دعوت ہے جس کی آج سے چودہ صد یاں قبل ہی اس آیت کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی۔

پہلی بات کہ اگر آپ زمین میں جو کچھ بھی ہے اس میں سے صرف اور صرف اس کا استعمال نہیں کر رہے جو "حلال اطیباً" ہے یعنی جس کے بارے میں بالکل واضح علم دیا گیا کہ یہ شے تمہارے استعمال کی ہے اس سے تمہیں ہر لحاظ سے فائدہ ہی فائدہ جو کہ صرف اور صرف ہر لحاظ سے مکمل طور پر طیب شے ہے تو آپ الشیطان کے خطوات کی اتباع کر رہے ہیں یعنی پھر آپ جن لکیروں کے پیچھے چل رہے ہیں ان لکیروں کے پیچھے چلنے سے آپ بھی بھی اپنی اصل منزل کو نہیں پاسکتے۔ کیونکہ یہ جو کچھ بھی کھلم کھلا ہر طرف موجود ہے جو کہ حیات الدنیا ہے اگر آپ اس کے پیچھے چلتے ہیں تو پھر یہ اشیاء کبھی بھی آپ کو آپ کی اصل منزل جو کہ دنیا میں آنے کا مقصد ہے اسے پورا نہیں کرنے دیں گی بلکہ یہ آپ کے مقصد میں رکاوٹ بن جائیں گی اور آپ کہیں اور پہنچ جائیں گے۔ یہ جو کچھ بھی ہر طرف کھلم کھلا موجود ہے یہ سب کا سب آپ کے لیے قندہ ہے یعنی امتحان ہے اور آپ اس امتحان میں صرف اور صرف ایک ہی صورت میں کامیاب ہو سکتے ہیں کہ آپ دنیا میں بھی گئے تو اپنے کام سے کام رکھیں جس کے لیے آپ کو آپ کی صرف اور صرف ضروریات چاہئیں ان کے علاوہ آپ کو کسی بھی شے کو حاصل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور آپ کی ضروریات کیا ہیں وہ آپ پر بالکل کھول کھول کر واضح کر دیا گیا یعنی آپ پر ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ وہ کون ہی اشیاء ہیں جو آپ کی ضروریات ہیں جن کے استعمال سے آپ کو صرف اور صرف فائدہ ہی ہو گا نہ کل قصان اس لیے آپ صرف اور صرف ان

اشیاء کا استعمال کریں جو کہ آپ کا طیب رزق ہے۔ اب اگر آپ ایسا نہیں کرتے تو پھر جان لیں کہ آپ جو کچھ بھی کر رہے ہیں آسمانوں و زمین میں جو مشابہات کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں آپ حلال اطیبا کی بجائے خبائش کا استعمال کر رہے ہیں تو پھر آپ کبھی بھی چاہ کر بھی اپنی منزل کو نہیں پاسکتے۔

یہاں ایک اور بات جان لیں کہ شیطان کوئی بر الفاظ نہیں ہے شیطان کا معنی ہے وہ شے جو کسی کے مقصد میں رکاوٹ بن جائے جس کے لیے یہ لازم نہیں کہ وہ اپنی مرضی سے اپنی چاہت سے رکاوٹ بن رہی ہے مثال کے طور پر اگر آپ اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہیں رستے میں کوئی شے ہے جو اپنا کام کر رہی ہے لیکن آپ اس کی طرف متوجہ ہو کر اپنی منزل سے اپنے مقصد سے عافل ہو جاتے ہیں تو وہ شے آپ کے لیے شیطان ثابت ہو گئی حالانکہ اس شے کو نہ ہی اس بات کا علم ہو گا کہ وہ آپ کے لیے شیطان ثابت ہو گئی اور نہ ہی اس کی چاہت تھی اس میں سارا قصور آپ کا اپنا ہو گا کہ آپ اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ بالکل ایسے ہی آسمانوں و زمین میں جو کچھ بھی ہے تمام کی تمام مخلوقات اپنا اپنا مقصد پورا کر رہی ہیں لیکن ان میں سے بہت ہی کم ایسی ہیں جن کے بارے میں آپ کو مکمل اور واضح علم دیا گیا ان کے علاوہ بہت ہی ایسی ہیں جن کے بارے میں آپ کو یا تو سرے سے علم دیا ہی نہیں گی یا پھر آگر علم دیا گیا تو با لکل واضح علم نہیں دیا گیا اور پھر آپ پر بالکل کھول کر واضح کر دیا کہ وہ تمام کی تمام مخلوقات جن کے بارے میں تمہیں بالکل واضح علم نہیں دیا گیا تم نے ان کے پیچھے نہیں پڑنا ورنہ اگر تم ان کے پیچھے پڑو گے یعنی ان کی اتباع کرو گے تو تم ان کے دھوکے کا شکار ہو جاؤ گے وہ تمہارے لیے دھوکہ ثابت ہو جائیں گی حالانکہ ان کا مقصد تمہیں دھوکہ دینا نہیں وہ تو اپنا اپنا کام کر رہی ہیں تمہارے پاس ان کے بارے مکمل علم نہیں اس لیے علم کی کمی کی وجہ سے تم ان کے ظاہر کو دیکھتے ہوئے دھوکے کا شکار ہو جاؤ گے اس لیے تمہارے لیے اسی میں ہر لحاظ سے فائدہ ہے کہ ان کے قریب بھی نہیں جانا۔

جو کچھ بھی آپ کو ہر طرف واضح نظر آ رہا ہے یعنی حیات الدنیا اس کی مثال اس صحرائی کی ہے جو دور سے پانی کا سمندر نظر آتا ہے لیکن قریب جانے پر وہ دھوکہ ثابت ہوتا ہے حقیقت میں وہ سمندر نہیں بلکہ ریت کا گرمی کی شدت سے تپا تھرا ہی تھا لیکن آپ کو ظاہر میں وہ پانی کا سمندر نظر آ رہا تھا اور جب آپ اتنی محنت و مشقت کے بعد تھکے ہارے اپنی پیاس بجھانے کی غرض سے اس کے پاس پیچھے تو ہاں پانی کا نام و نشان بھی نہیں تھا آپ اس دھوکے کا شکار ہو گئے آپ کی ساری محنت و مشقت ساری سمعی یعنی کوشش رایگاں گئی۔

ایسے ہی اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ دنیا کے امتحان میں کامیاب ہو جائیں آپ دنیا کے دھوکے کا شکار نہ ہوں تو اس کے لیے صرف اور صرف اپنے کام سے کام رکھیں کچھ بھی کرنا ہے تو سب سے پہلے آپ کے پاس اس کے بارے میں مکمل راست علم ہو اگر آپ کے پاس اس کے بارے میں راست علم نہیں ہے تو اس کے قریب بھی مت جائیں ورنہ اگر آپ نے کوئی بھی کام بغیر مکمل علم کے کیا تو آپ کو ہر صورت نقصان کا ہی سامنا کرنا پڑے گا۔ انسان دنیا کے امتحان میں صرف اور صرف اسی صورت میں کامیاب ہو سکتے تھے اور ہو سکتے ہیں کہ اگر یہ زمین میں جو کچھ بھی ہے اس میں سے صرف اور صرف اس کے پیچھے پڑیں اسے حاصل کریں اسے استعمال کریں جس کے بارے میں انہیں بالکل واضح اور مکمل علم دیا گیا اور اگر کوئی ایک بھی ایسی شے ہو جس کے بارے میں مکمل علم نہیں دیا گیا یا علم چھپا دیا گیا تو اس کے قریب بھی مت جائیں ورنہ اگر لا علمی میں یا کم علمی میں اس کے ظاہر کو دیکھتے ہوئے اس کے پیچھے پڑیں گے تو وہ بعد میں صرف اور صرف دھوکہ ہی ثابت ہو گا اور بعد میں سوائے غم اور نکار کے کچھ بھی ہاتھ نہیں آئے گا۔

اب اگر تو آپ حلال اطیبا سے استعمال کر رہے ہیں تو زق کھار ہے ہیں جو کچھ بھی اسی خطاوں کی اتباع سے نکر رہے ہیں یعنی آپ ان لکیروں کے پیچھے نہیں چل رہے جن کا انجام صرف اور صرف خسارہ ہے جہنم ہے بلکہ آپ حق کی اتباع کر رہے ہیں آپ دنیا و آخرت میں اپنی منزل کو پالیں گے آپ کو کوئی غم اور خوف نہیں ہو گا ورنہ اگر آپ حلال اطیبا کی بجائے خبائش کا استعمال کر رہے ہیں یا ان اشیاء کو استعمال کر رہے ہیں ان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں جن کا آپ کو واضح اور مکمل علم نہیں دیا گیا تو پھر آپ جن لکیروں کے پیچھے چل رہے ہیں ان کا انجام صرف اور صرف خسارہ ہے بعد میں آپ کے ہاتھ سوائے غم اور خوف کے کچھ نہیں آئے گا۔

اب اگر کوئی حلال اطیبا کا استعمال نہیں کر رہا اور پھر حلال اطیبا کا استعمال تو بعد کی بات ہے اسے یہی نہیں علم کہ حلال اطیبا ہے کیا تو پھر قرآن خود یہ گواہی دے رہا ہے کہ ایسا شخص خطوات الشیطان کی اتباع کر رہا ہے وہ ان لکیروں کے پیچھے چل رہا ہے جو اسے اس کے دنیا میں آنے کے مقصد سے ہٹا کر لے جائیں اور لے جائیں ہیں جن کا انجام صرف اور صرف خسارہ ہے تو ذرا غور کریں کیا آپ زمین سے صرف اور صرف اسی سے استعمال کر رہے ہیں جو حلال اطیبا ہے؟ کیا آپ کو

علم ہے کہ حلالاً طیباً کیا ہے؟ اب اگر آپ حلالاً طیباً کا استعمال ہی نہیں کر رہے یہاں تک کہ آپ کو علم ہی نہیں کہ حلالاً طیباً کیا ہے تو پھر آپ کیا کر رہے ہیں کس کی اتباع کر رہے ہیں قرآن نے اپنا فیصلہ سنا دیا اللہ نے اپنا فیصلہ سنا دیا۔ اس کے باوجود اگر آپ خود کو مون کھلواتے رہیں یا سمجھتے رہیں تو جان لیں اللہ آپ کا پابند نہیں اللہ آپ کی خواہشات کے مطابق اپنا فیصلہ نہیں سنانے والا اور نہیں اللہ آپ کی خواہشات کا پابند ہے۔

آپ خود غور کریں جن کو آپ اپنے راہنما سمجھتے ہیں وہ جو دین کے ٹھیکیدار ہیں کیا ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا ہے جس کی یہ دعوت ہو؟ جس نے یہ کہا ہو کہ زمین میں جو کچھ بھی ہے اس میں سے صرف اسی کا استعمال کرو جو حلالاً طیباً ہے؟ یا پھر ایسا تو دور کی بات ان میں سے کسی ایک کو بھی یہی نہیں علم کہ حلالاً طیباً ہے کیا؟ اور حقیقت تو یہ ہے کہ ان میں سے کسی ایک کو بھی نہیں علم کہ حلالاً طیباً ہے کیا استعمال تو بہت بعد کی بات ہے اور جب حقیقت یہ ہے تو پھر ان لوگوں کا دنیا و آخرت میں انجام کیا ہے وہ بھی آپ پر بالکل کھل کرو اضخم ہو چکا اور پھر حق اس قدر کھول کھول کرو اضخم کر دینے جانے کے باوجود بھی اگر کوئی حق کی مخالفت ہی کرتا ہے حق سے کفر ہی کرتا ہے اور اسی پر ڈھارہتا ہے جس پر اپنے مشرک آباد اجداد کو پایا تو پھر ایسے لوگوں کا انجام کیا ہے وہ بھی بالکل کھول کھول کرو اضخم کیا جا چکا۔ ایسے لوگ خواہ کتنا ہی بڑا مون مسلم لکھوا لیں اور خود کو کھلوا لیں اس سے انسانوں کے نزدیک تو مون بن جائیں گے لیکن اللہ کے ہاں مون نہیں ہو سکتے کیونکہ اللہ نہیں ان کا محتاج ہے اور نہیں اللہ انسانوں کی اکثریت جسے حق کہتی اور سمجھتی ہے اسے حق کا درجہ دینے والا ہے اس بنیاد پر کیونکہ اکثریت اسے ہی حق سمجھتی اور کہتی ہے۔

اور پھر آپ پر بالکل کھل کرو اضخم ہو چکا کہ یہ دعوت تو صرف اور صرف اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کی ہے یعنی میری جو کہ نہ صرف آج آپ میں موجود ہوں بلکہ حق ہر لحاظ سے کھول کھول کرو اضخم کر رہا ہوں اور قرآن میری ایک ایک بات کی تصدیق کر رہا ہے کہ ہاں یہ تھا اللہ کا وہ رسول جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی اس قرآن میں ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی تھی جو آج میری اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کی ایک ایک بات کی تصدیق کر رہی ہے۔ یوں وہ جو کتاب اللہ سے آپ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان ہے اس میں میری تصدیق موجود ہے اس کے باوجود اگر کوئی میرا کذب کرتا ہے حق کھول کھول کرو اضخم کر دینے جانے کے باوجود بھی حق سے کفر ہی کرتا ہے تو پھر اس کا انجام کیا ہے وہ بھی کھول کھول کرو اضخم کر دیا گیا۔

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَثَ . الاعراف ۷۵

اور حلال کیا یعنی ان کو الطیبات کے استعمال کی اجازت دی اور حرام کیا ان پر الخباث کو یعنی ان کو الخباث کے استعمال سے منع کر دیا ان کے استعمال سے روک دیا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر کیوں صرف الطیبات کے استعمال کی اجازت دی اور ان کے بر عکس الخباث کے استعمال کی اجازت نہیں دی بلکہ الثانی کے استعمال سے روک دیا تو اس کا جواب بھی نہ صرف پیچھے کھول کھول کرو اضخم کیا جا چکا بلکہ مزید قرآن ہی کی آیات سے آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔

وَكُلُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا وَاتَّقُوا اللَّهُ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ . المائدہ ۸۸

وَكُلُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا اور تمہیں صرف اور صرف اس رزق میں سے استعمال کرنا ہے جو رزق اللہ کا ہے اور کون سار رزق اللہ کا ہے آگے اس کا جواب بھی دے دیا کہ حلالاً طیباً۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر کیا وجہ ہے جس وجہ سے صرف اور صرف اس رزق سے استعمال کی اجازت دی جو اللہ کا رزق ہے جو کہ حلالاً طیباً ہے تو آگے اسی کا جواب بھی دے دیا وَاتَّقُوا اللَّهُ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ اور کس سے نجح رہے ہو؟ اللہ تھا جس سے بچنا ہے حلالاً طیباً ہی وہ شے ہے جس کیستھ ہی تم مون بن رہے ہو یعنی یہ اللہ کا رزق ہی ہے جو کہ حلالاً طیباً ہے جس کیستھ ہی تم مون بن سکتے ہو یعنی اللہ کی بات کو مان کر اس پر اسی طرح عمل کر سکتے ہو جس سے تم اللہ سے نجح سکتے ہو ورنہ اگر تم اللہ کے علاوہ اور وہ کار رزق استعمال کرتے ہو حلالاً طیباً استعمال نہیں کرتے تو پھر تم مون بن ہی نہیں سکتے اور تم اللہ سے نجح کی بجائے غیر اللہ سے بچو گے اور اللہ کیستھ دشمنی کرو گے۔

اس آیت میں بالکل کھول کرو اضخم کر دیا کہ اگر آپ اللہ کے رزق سے کھاتے ہیں جو کہ حلالاً طیباً ہے تو ہی آپ میں تقویٰ آسکتا ہے آپ متقدی بن سکتے ہیں اگر آپ حلالاً طیباً رزق کھاتے ہیں تو ہی آپ مون بن سکتے ہیں کیونکہ یہ اللہ کا رزق حلالاً طیباً ہی ہے جس کے استعمال سے آپ میں تقویٰ آئے گا اور آپ مون بننے ہیں

ونہ اگر آپ غیر اللہ کے رزق سے کھاتے ہیں حلاطیا کی بجائے خبائش کو اپنا رزق بناتے ہیں تو آپ چاہ کر بھی مومن نہیں بن سکتے۔ پچھے آپ پر کھول کھول کرو اخراج کر دیا گیا کہ آپ وہ ہیں جو آپ کھاتے ہیں اور وہی بات اس آیت میں کہی گئی۔ اس آیت میں واضح کر دیا گیا کہ حلاطیا جو کہ اللہ کا رزق ہے اس سے آپ میں تقویٰ آتا ہے اسی سے ہی آپ مومن بن سکتے ہیں اور ایسا کیوں کہا گیا اب آپ کو بالکل واضح سمجھ میں آجانا چاہیے کہ اگر آپ اللہ کا یعنی فطرت کا وجود میں لا یا ہوا صرف اور صرف وہی رزق کھاتے ہیں جس کے استعمال کی اللہ یعنی فطرت نے اجازت دی تو ہی آپ مومن بن سکتے ہیں کیونکہ فطرت ہی آپ کو وجود میں لائی ہے اور فطرت کو ہی علم ہے کہ آپ کو کن کن عناصر سے خلق کیا ان کی مقدار کیا ہے اور ان کا معیار کیا ہے جب صرف اور صرف وہی عناصر جسم کو فراہم کیے جائیں گے جن سے جسم بنتا ہے جو جسم کی ضرورت ہیں اور پھر ان کا معیار اور ان کی مقدار بالکل ٹھیک ہو گی تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا ایک تو ان سے جسم بالکل بہترین بنے گا جس میں رائی بر بھی کوئی خامی یا خرابی نہیں ہو گی جسے آپ کیماری کا نام دیتے ہیں اور دوسرا ان عناصر سے دونوں طرح کی متوازن انرجی وجود میں آئے گی اور پھر جب متوازن انرجی آپ میں ضم ہو گی تو جسم میں کوئی شارت سرکٹ نہیں ہو گا جسم کسی بھی قسم کی کوئی بغاوت نہیں کرے گا بلکہ فطرت کا تابع وجود ہو گا اس کی سوچیں وہی ہوں گی جو فطرت کی چاہت ہیں یعنی اس کی سوچیں بھی طیب ہوں گی، اس کی فکریں بھی طیب، اس کا سننا، دیکھنا، سمجھنا طیب، اس کے احساسات و جذبات طیب یہاں تک کہ اس کا چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی طیب ہو گا اس میں کوئی خامی یا خرابی نہیں ہو گی اگر کہیں کوئی غلطی ہو گی تو اس میں جھکاؤ ہو گا وہ اپنی غلطی کو تسلیم کرتے ہوئے اس کی اصلاح کرے گا اور آئندہ ایسی غلطی نہیں دہراتے گا اور غلطی کی نشاندہی کرنے والے کو اپنے سمجھے گا یعنی اس میں کسی بھی لحاظ سے کوئی منفیت نہیں ہو گی وہ خالص اللہ کا یعنی فطرت کا غلام ہو گا وہ ایک رائی بر بھی عمل فطرت کے خلاف نہیں کرے گا۔ وہ فطرت کی زبان کو سمجھنے کی صلاحیت رکھنے والا ہو گا وہ اللہ یعنی فطرت سے ہر وقت ایسے ہی رابطے میں رہے گا جیسے آپ کے جسم میں آپ کے اعضاء دماغ کیسا تھہ ہر لمحے رابطے میں رہتے ہیں اور پھر وہی کرتے ہیں جو دماغ انہیں حکم دیتا ہے بالکل ایسے ہی ایسا بشر اللہ یعنی فطرت کا حصہ ہو گا وہ ظاہر و باطن میں اللہ ہی ہو گا اس کا ایک ایک عمل اللہ کا عمل ہو گا اس کا سننا اللہ کا سننا، اس کا دیکھنا اللہ کا دیکھنا، اس کا سمجھنا اللہ کا سمجھنا، اس کا بولنا اللہ کا بولنا، اس کا کچھ بھی کرنا یعنی ایک ایک عمل اللہ کا عمل یہاں تک کہ اس کی ایک ایک حرکت اللہ کے اذن سے ہو گی وہ خالص اللہ کا عبد یعنی غلام ہو گا۔ اسی کو تقویٰ کہا گیا اور پچھے یہ بھی واضح کیا جا چکا کہ تقویٰ کیا ہے۔ اس کے باوجود یہاں ایک بار پھر مختصر ا واضح کر دیتے ہیں تقویٰ کو ایک مثال سے سمجھ لیجئے مثال کے طور پر مشین میں ایک پر زہ در کار ہے جس کے لیے پر زے کا ہر لحاظ سے اس نقشے پر پورا تر نالازم ہے جو مشین میں در کار ہے یعنی ایک تو پر زہ جس مواد سے بنایا جائے وہ مواد حسن ہو ناچاہیے اور دوسرا نہ ہی وہ لمبا، چھوٹا، باریک یا موڑا وغیرہ ہو یعنی ہر لحاظ سے اسی نقشے کے مطابق ہو جیسا مشین میں در کار ہے لیکن اگر پر زہ ویسا نہ ہو یعنی اس میں کوئی بھی خامی ہو، کوئی نقص یا خرابی ہو، وہ بڑا یا چھوٹا ہو تو ایسے میں اس کی تراش خراش کر کے یعنی اس کی مکمل طور پر مرمت کر کے اسے بالکل ویسا بنا دینا جیسا مشین میں در کار ہے کہ مشین اسے قبول کر لے اسے تقویٰ کرتے ہیں۔ آپ کو فطرت وجود میں لائیں لیکن آپ بعد میں فطرت سے ہٹ جاتے ہیں اور اس وقت تک فطرت دوبارہ آپ کو قبول نہیں کرے گی جب تک کہ آپ دوبارہ بالکل ویسے نہیں بن جاتے جیسے فطرت کو در کار ہیں۔ اب اگر آپ دوبارہ بالکل ویسے بن جاتے ہیں تو اسے عربوں کی زبان میں تقویٰ کہا جاتا ہے جب تقویٰ آجائے گا یعنی آپ واپس بالکل ویسے ہی بن جائیں گے تو صرف پھر اللہ یعنی فطرت آپ کو قبول کر لے گی بلکہ پھر آپ کا معاملہ اس پر زے کا سا ہو گا جسے مشین نے قبول کر لیا، جب مشین پر زے کو قبول کر لیتی ہے پر زہ مشین میں اپنے مقام پر فٹ ہو جاتا ہے تو پھر پر زے کا اپنا وجود ختم ہو جاتا ہے اس کے بعد پر زہ تمام تر فکروں سے آزاد ہو جاتا ہے کیونکہ پر زے کا وجود ختم ہو کر پر زہ مشین بن گیا اب مشین جانے اور اس کا کام جانے اس کے بعد پر زے کا ہر عمل مشین کا عمل ہو گا جب تک کہ پر زہ اپنے مقام پر رہے گا۔ ایسے ہی اگر آپ میں تقویٰ آجائاتا ہے تو پھر نہ صرف الکتاب یعنی آسمانوں وزمین اللہ یعنی فطرت آپ کو قبول کر لیتی ہے بلکہ آپ کا اپنا وجود ختم ہو جاتا ہے پھر آپ فطرت یعنی اللہ بن جاتے ہیں اس کے بعد آپ تمام تر فکروں سے آزاد ہو جاتے ہیں اس کے بعد آپ کا معاملہ آپ کے وجود میں ایک عضو کا سا ہو جاتا ہے جسے وجود چلاتا ہے پھر آپ کا ہر عمل اللہ کا عمل ہو گا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر تقویٰ کیسے آتا ہے یعنی واپس بالکل ویسا کس طرح بن سکتے ہیں جیسا کہ فطرت کو در کار ہیں تو اس سوال کا جواب بھی بالکل واضح ہے کہ غور کریں آپ کا رب کون ہے؟ یعنی آپ کو کون وجود میں لا یا؟ جس وجہ سے صرف اور صرف اسے ہی علم ہے کہ وہ ذات آپ کو کیوں وجود میں لائی اور آپ کی ضروریات کیا ہیں اگر آپ میں کوئی خرابی آجائی ہے تو اسے دور کیسے کیا جا سکتا ہے۔

جب آپ غور کریں گے تو آپ پر بالکل کھل کرو اسخ ہو جائے گا کہ آپ کا رب فطرت ہے یہی وجود جو آپ کو ہر طرف نظر آ رہا ہے۔ جب آپ کا رب فطرت ہے فطرت آپ کو وجود میں لائی تو پھر صرف اور صرف فطرت کو ہی علم ہے کہ آپ میں تقویٰ کیسے آ سکتا ہے یعنی آپ واپس بالکل ویسے ہی کس طرح بن سکتے ہیں جیسا آپ کو فطرت وجود میں لائی جیسے آپ فطرت کو درکار ہیں اور پھر آپ کو جس مقصد کے لیے وجود میں لایا گیا آپ اس مقصد کو پورا کر سکیں گے یعنی پھر آپ کا ایک ایک عمل وہی ہو گا جو کہ آپ کا رب ہے اس کی چاہت ہے جس کے لیے آپ کو اپنے آپ کو واپس فطرت پر لانا ہو گا۔

آپ کو زمین کے عناصر سے بنایا گیا ہر عنصر میں اپنی الگ الگ صلاحیتیں ہیں فطرت کو ہی علم ہے کہ آپ کو کن کن عنانصر سے وجود میں لایا گیا اور ان کی مقدار اور ان کا معیار کیا ہے۔ جب آپ اپنا جسم اسی سے بنائیں گے جو فطرت فراہم کر رہی ہے تو آپ میں تقویٰ آجائے گا یعنی جب آپ صرف اور صرف فطرت کے دیئے ہوئے رزق میں سے جو کہ حلال طیب ہے کا استعمال کریں گے تو آپ کا جسم بھی بالکل ویسا ہی یعنی فطرتی بن جائے گا۔ آپ کا جسم بالکل متوازن ہو جائے گا اس میں کوئی بھی خامی و خرابی نہیں رہے گی اور پھر اس کے اعمال بھی بالکل خالص فطرتی ہو جائیں گی۔ اس کا سننا دیکھنا، سمجھنا، بولنا، عمل کرنا یہاں تک کہ ایک ایک حرکت بالکل ویسی بن جائے گی جیسی کہ فطرت کی چاہت ہے کیونکہ آپ جنہیں حرکات کہتے ہیں جنہیں جذبات و احساسات، کیفیات، اعمال یارہ اعمال کہتے ہیں یہ سب کا سب انجی یعنی نور کا انہصار ہوتا ہے۔ جو کچھ بھی اپنا وحود رکھتا ہے اس کی اصل حقیقت نور ہے جو کہ اپنے آپ کو ظاہر کیے ہوئے ہے کہ وہ کیا ہے۔ یہ ایک سرکل چل رہا ہے نور ہر لمحے ظاہر بھی ہو رہا ہے اور اپنا آپ ظاہر کر کے واپس اپنی اصل حالت میں بھی جارہا ہے یوں یہ ایک سرکل چل رہا ہے بالکل ایسے ہی جیسے زمین کو خلاء سے دیکھیں تو آپ کو نظر آئے گا کہ زمین اپنے ہی محور پر ایک سرکل میں گھوم رہی ہے ایک طرف سے ہر لمحے انہیرے سے روشنی میں داخل ہو رہی ہے اور روشنی میں سفر کرتے ہوئے آگے بڑھتی بڑھتی دوسری طرف سے واپس انہیرے میں جا رہی ہے بالکل ایسے ہی نور ظاہر ہوتا ہے تو وہ اس وقت تک آگے کو بڑھتا ہے جب تک کہ وہ مکمل طور پر ظاہر نہیں ہو جاتا یوں جیسے جیسے کامل طور پر ظاہر ہو رہا ہے ویسے ویسے واپس اپنی اصل حالت میں پلٹ رہا ہے یوں ظاہر و باطن کا مسلسل سرکل چل رہا ہے۔

آپ کا جسم بنایا میں کے عناصر سے جو کہ اپنی اصل میں نور ہے جو آگے بڑھتا بڑھتا زمین کے عناصر کی صورت میں ظاہر ہے اور یہ اس کا کامل نظم ہو نہیں ہے بلکہ جب اس سے الگ مرحلے میں جائے گا تو اپنے آپ کو مزید ظاہر کرے گا کہ وہ کیا ہے یہاں تک کہ واپس نور میں نہ بدل جائے۔ جب آپ زمین کے عناصر سے اپنا جسم بناتے ہیں تو وہ ہی نور جو پہلے زمین کے عناصر کی صورت میں ظاہر تھا وہ اگلے مرحلے میں جہاں آپ کے جسم کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے تو وہیں وہ آپ کے اعمال کی صورت میں بھی ظاہر ہوتا ہے۔ جب آپ کچھ بھی کھاتے ہیں تو اس میں سے وہ عناصر جو جسم کی ضرورت ہوتے ہیں جنم انہیں لے لیتا ہے اور باقی کو اگلے مرحلے میں یعنی آپ کا فضلہ بن کر مختلف صورتوں میں خارج کر دیتا ہے جو کہ نور جو پہلے اور صورت میں ظاہر تھا اس نے اپنی صورت بدل لی یوں صورتیں بدلتا بدلتا یعنی ظاہر ہوتا ہوتا اس وقت تک ظاہر ہوتا ہے کہ جب تک واپس اپنی اصل حالت میں نہیں چلا جاتا جو کہ اس کی اصل حالت اس کا نہ ہونا ہی اس کا ہونا ہے۔ جو عناصر جنم لے لیتا ہے وہ عناصر جب خلیوں میں جا کر کیمیائی عوامل سے گزرتے ہیں تو نور یعنی انجی اپنی صورت بدل لیتی ہے اس میں سے کچھ سے نئے غلیب بن جاتے ہیں اور اس میں سے کچھ دو طرح کی انجی میں بدل جاتا ہے جو کہ منقی اور ثابت انجی ہوتی ہے۔ دونوں میں الگ الگ صلاحیتیں ہوتی ہیں اب نور یعنی انجی جو کہ دو اقسام کی انجی کی صورت میں ظاہر ہو رہی ہے تو ان دو اقسام کی انجی نے واپس ایک انجی میں بدلنا ہے یعنی اپنی اصل حالت میں جانا ہے جس کے لیے دونوں طرح کی انجی جنہیں جان اور ملائکہ کہتے ہیں آپس میں ختم ہوتی ہیں جس سے ان کے درمیان شکشاں ہوتی ہے جو کہ نور کیا ہے اپنے آپ کو ظاہر کر رہا ہوتا ہے جسے آپ اپنی حرکات و سکنات، احساسات و جذبات سمیت تمام تر کیفیات کا نام دیتے ہیں۔ مثلاً آپ کا سنسنا، دیکھنا، سوچنا، سمجھنا، بولنا، آپ کی پسند، ناپسند، پیار، محبت، کشش، جذبات، غصہ، لائق، حسد، بغض، نفرت، تکبر و جھکاؤ وغیرہ سمیت تمام کیفیات آپ کے اعمال آپ کی حرکات یہ سب کا سب دونوں طرح کی انجی کی آپس میں کششاں ہوتی ہے۔ اب اگر تو آپ فطرت پر ہیں یعنی آپ وہی رزق کھاتے ہیں جو فطرت آپ کو مہیا کر رہی ہے اور جس کے استعمال کی فطرت نے آپ کو اجازت دی تو ایسی صورت میں آپ کے جسم میں متوازن عناصر جائیں گے یعنی آپ رزق کی صورت میں اپنے جسم کو متوازن عناصر فراہم کریں گے جن سے نہ صرف متوازن جسم وجود میں آئے گا اور اگر اس میں کوئی خامی و خرابی کی گئی تھی تو وہ بھی دور ہر کر جسم بالکل ٹھیک ہو جائے گا بلکہ اس سے جسم میں دونوں طرح کی متوازن انجی وجود میں آئے گی اور ان کی آپس میں کششاں بھی بالکل متوازن ہو گی جس کا ہر لحاظ

سے متوازن اظہار ہو گا یعنی آپ کا سندنا، دیکھنا، سوچنا، سمجھنا، بونا، کوئی بھی عمل، آپ کے جذبات، احساسات وغیرہ سب کا سب متوازن ہو گا آپ میں انتہائی سکون واطمینان ہو گا آپ ایک مطمئن شخصیت ہوں گے کوئی بے چینی نہیں ہو گی کوئی بلا وجہ غصہ نہیں ہو گا، کوئی بلا وجہ نفرت، حسد، بغض، لالج وغیرہ کچھ بھی نہیں ہو گا یہاں تک کہ یہ کیفیات ہوتی کیا ہیں آپ کو ان کا شعور تک نہیں ہو گا آپ میں کوئی بھی منفیت نہیں ہو گی آپ اپنے رب فطرت کے عبد یعنی غلام ہوں گے آپ کا اپنا الگ سے کوئی وجود نہیں ہو گا آپ فطرت کو ہی اپنا وجود تسلیم کریں گے آپ کا ہر عمل فطرت کا ہی عمل ہو گا اور آپ سے دشمنی فطرت یعنی اللہ سے دشمنی ہو گی۔ ایسے شخص سے دشمنی کیسا تھد دشمنی ہو گی اور پھر اللہ یعنی فطرت اپنے دشمن کو کہاں کہاں سے کپڑتی ہے وہ تصور بھی نہیں کر سکتا۔

اور اگر آپ اللہ کے رزق سے نہیں کھاتے آپ حلال اطیباً کی بجائے حبائث کو اپنا رزق بناتے ہیں تو پھر آپ میں تقویٰ نہیں آئے گا بلکہ تقویٰ کی ضرائے آپ فطرت کی ضردن جائیں گے ایسا بشر ہر لحاظ سے خامیوں و خرابیوں سے بھر پور ہو گا۔ جسم کو جو عنان صدر کار ہیں ان میں کمی یا زیادتی ہو گی ان کا معیار وہ نہیں ہو گا جسم کو درکار ہے ان کی مقدار میں اور پرینچے ہو گی جس کا نتیجہ یہ نکلے گا ایک تو ان غیر متوازن عناصر سے جسم بھی غیر متوازن ہو جائے گا یعنی جسم میں طرح طرح کے بگاڑ پیدا ہوں گے جنہیں آپ بیماریوں کا نام دیتے ہیں اور دوسرا ان غیر متوازن عناصر سے دونوں طرح کی منفی اور ثابت از جی بھی غیر متوازن ہی وجود میں آئے گی جب از جی غیر متوازن ہو گی تو غیر متوازن از جی کے آپس میں ضم ہو کرو اپس نور میں بدلنے سے جسم جو اعمال کی صورت میں اظہار کرے گا تو وہ اظہار بھی غیر متوازن یعنی ایسا جسم اعمال بھی غیر متوازن ہی کرے گا اس میں آگ کی شدت ہو گی اس میں اکٹھو گی اس کا ہر لمحے یہی دعویٰ ہو گا کہ وہ تو ہے ہی ہدایت یافتہ وہ جھکا و نہیں ہو گا بلکہ اس کے بالکل بر عکس تکبر ہو گا وہ اپنے آپ کو کبھی غلط نہیں کہے گا اور نہ ہی سمجھے گا بلکہ اس کا ہر لمحے یہی دعویٰ ہو گا کہ وہ تو ہے ہی ہدایت یافتہ وہ کچھ بھی غلط نہیں کر رہا حالانکہ وہ ہر عمل ہی غلط کرے گا لیکن اس کے باوجود وہ اپنے مفسد اعمال کو ہی صالح اعمال کا نام دے گا، وہ اپنی غلطیوں کی اصلاح کرنے کی بجائے اثنان پر ڈٹ جائے گا اگر کوئی اس پر اس کی غلطی واضح کرے گا تو وہ اس کو اپنا محسن سمجھنے کی بجائے اپنا دشمن سمجھے گا اور اس کیسا تھد دشمنی کرے گا وہ کبھی بھی اپنی غلطی تسلیم نہیں کرے گا اگر اس پر بالکل محل کر واضح ہو بھی جائے کہ اس نے جو کیا وہ غلط ہی کیا تو اول تو اپنی غلطی کو تسلیم ہی نہیں کرے گا اور اگر اس نے مان لیا کہ ہاں یہ غلط ہوا تو وہ اس کا ذمہ دار خود کو نہیں بلکہ کسی اور کو اس کا ذمہ دار ٹھہرائے گا وہ اپنی غلطی کا ذمہ دار کسی اور کو ٹھہرائے ہوئے مزید اگلی اور اس سے بڑی غلطی کے لیے خود کو تیار کرے گا اور پھر ایسے ہی غلطی در غلطی کرتا چلا جائے گا یہاں تک کہ اس کی غلطیاں اتنی بڑھنے جائیں کہ اسے پیچھے سے اچانک بڑی پکڑ نہ آپکریں اور پھر جب اس کی اپنی ہی غلطیوں کے نتیجے میں اس کی اچانک پیچھے سے پکڑ ہو گی تو وہ اس کا ذمہ دار بھی خود کو نہیں ٹھہرائے گا بلکہ اس کے لیے بھی اس نے کوئی نہ کوئی ایسا گھڑ رکھا ہو گا جس پر وہ اس کی ذمہ داری کو ڈالے گا جس کے لیے مذہبی طبقے نے اللہ، گاؤ، ایشور وغیرہ کے نام سے ایک مافق الفطرت اور تصوراتی کردار گھڑ رکھا ہے جس کا کوئی وجود ہی نہیں کہ یہ اللہ کا کیا دھرا ہے، وہ اگر کسی سے بات کرے گا تو سامنے والے کی بات کو نہیں سننے گا اس میں صبر نہیں ہو گا وہ پہلے سے ہی طے کیے ہوئے ہو گا کہ میں تو ہوں ہی ہدایت یافتہ اور سامنے والا ہے ہی گمراہ اس لیے اس کی بات کو نہیں سننی بلکہ صرف اپنی بات کرنی ہے حالانکہ اس کی کسی بھی بات میں کوئی وزن نہیں ہو گا محض منہ سے ہوا خارج کرنے والا ہو گا اور اگر کوئی بات اس کی خواہشات کے خلاف کی گئی تو وہ برداشت نہیں کرے گا بلکہ اثنابات بات پر جھگڑا کرے گا گلم گلوچ کرے گا جہاں تک اس سے ہو سکا وہ دشمنی کرے گا یعنی ایسا شخص ہر لحاظ سے فساد ہی کرے گا اس سے احسن کی امید رکھنے والا کوئی جاہل و بے وقوف ہی ہو سکتا ہے ایسا شخص اللہ یعنی فطرت کا دشمن ہو گا اللہ کا باغی ہو گا۔ وہ زبان سے خود کو مونن کہے گا لیکن وہ اللہ کے ہاں مونن نہیں بلکہ اثناللہ کا شریک اللہ کا دشمن ہو گا مجرم ہو گا، وہ اللہ کی بجائے لوگوں کی پرواہ کرے گا، وہ اللہ سے بچنے کی بجائے یعنی اللہ سے بچنے کی تگ و دو کرے گا وہ ہر لحاظ سے اللہ کا باغی ہو گا۔ اور وہ نہ صرف خود اللہ کا باغی ہو گا بلکہ وہ با غیوں کو ہی پسند کرے گا اور اس کا مقصد دشمن بھی یہی ہو گا کہ جیسے وہ خود اللہ کا یعنی فطرت کا باغی بنایا یسے ہی دوسروں کو اپنے جیسا باغی بنائے یوں وہ لوگوں کو اللہ کا باغی بنائے گا اس کی زندگی کا مقصد دشمن یہی بن جائے گا۔ یہ وجہ ہے جس وجہ سے آپ کو بار بار حلال اطیباً رزق سے استعمال کا کہا اور یہ وہ وجہ ہے جس وجہ سے حلال اطیباً سے ہی تقویٰ آتا ہے اور کوئی بھی مونن بنتا ہے۔ یہ زبان کے دعوے کا نام نہیں ہے کہ آپ زبان سے کہتے پھریں کہ میں تو جو بھی کھار ہا ہوں وہ حلال اطیباً ہے اور پھر آپ مونن ہیں نہیں بلکہ آپ کا زبان سے کہنا بالکل بے نمایا و باطل اور جھوٹ ہو گا اور یہی وہ وجہ ہے کہ جس وجہ سے آپ کسی بھی شئے کے بارے میں اسکے حلال یا حرام ہونے کا اس وقت تک تعین نہیں کر سکتے جب تک کہ آپ کے پاس اس کے بارے میں مکمل سو فیصد علم نہ ہو۔ ورنہ اگر آپ بغیر علم کے محض زبان سے کسی بھی شئے کے حلال یا حرام ہونے کا فتویٰ

صادر کر دیتے ہیں تو اس کے نقصانات کیا ہیں یہ آپ تصویر بھی نہیں کر سکتے جو کہ آپ پر کھول کھول کرواضح کر دیا گیا۔

اللہ کے علاوہ کوئی بھی حلال اور حرام کا تعین نہیں کر سکتا کیونکہ نہ صرف زمین کے عناصر جن سے آپ کا جسم بنتا ہے اور جسم بنانے کے لیے رزق وجود میں لا یاجاتا ہے ہر عضر میں الگ الگ صلاحیتیں ہیں بلکہ جب ان عناصر کو کیمیائی عوامل سے گزار کر کچھ بنایا جاتا ہے تو ان کی مقدار اور معیار میں رائی برابر فرق سے بالکل مختلف شئے اور مختلف خصوصیات یا خصلتوں کی حامل شئے وجود میں آتی ہے یہ انتہائی پیچیدہ ترین معاملہ ہے اس کا علم اللہ کے علاوہ کسی کے بھی پاس نہیں اور یہی وجہ ہے جس وجہ سے اللہ کے علاوہ کسی کو بھی یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ حلال اور حرام کا تعین کرے اور پھر کسی بھی شئے کے بارے میں اگر کسی سے یا آپ سے سوال کیا جائے کہ وہ شئے حلال ہے یا حرام ہے تو آپ کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ آپ بغیر علم کے محض زبان سے کسی بھی شئے کے حلال یا حرام ہونے کا تعین کریں جس کا ذکر قرآن میں بھی درج ذیل آیت کی صورت میں آپ دیکھ سکتے ہیں۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ الْسِّنَّتُكُمُ الْكَذِبَ هَذَا حَلَلٌ وَهَذَا حَرَامٌ لِتَسْفِرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ

لَا يُفْلِحُونَ۔ الحج ۱۱۶

وَلَا تَقُولُوا اور جو تم کہہ رہے ہو ایسا نہ کہو لِمَا تَصِفُ الْسِّنَّتُكُمُ جس کے بارے میں تم سے پوچھا جا رہا ہے اور تم اس کے لیے کیا کہہ رہے ہو اپنی زبانوں سے؟ الْكَذِبَ جس کے بارے میں بھی تم سے پوچھا جا رہا ہے اور جو تم اس کے بارے میں اپنی زبانوں سے کہہ رہے ہو تم الکذب کہہ رہے وہ یعنی تم وہ نہیں کہہ رہے جو کہنا چاہیے بلکہ اس کے بالکل برعکس کہہ رہے ہو جو کہ نہیں کہنا چاہیے۔ اب آگے یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ کس کے بارے میں پوچھا جا رہا ہے اور اس کے بارے میں کیا کہہ رہے ہیں هذَا حَلَلٌ وَهَذَا حَرَامٌ تم سے جو پوچھا جا رہا ہے کہ کیا حلال ہے اور کیا حرام ہے یعنی تم سے پوچھا جاتا ہے کہ کیا یہ شئے یا فلاں شئے حلال ہے یا حرام ہے تو تم محض اپنی زبانوں سے کہہ رہے ہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے لِتَسْفِرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ اب جب تم کسی بھی شئے کے بارے میں کہتے ہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے تو تم اس کے لیے کہتے ہو کہ ایسا اللہ نے کہا ہے ایسا دین میں ہے حالانکہ اللہ نے ایسا بھی نہیں کہا بلکہ تم لوگ اللہ پر الکذب افترا کر رہے ہو یعنی وہ بالکل مفتاد بات اللہ پر باندھ رہے جو اللہ نے بھی کہا ہی نہیں اَنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لایُفْلِحُونَ اس میں کچھ مشکل نہیں ایسے لوگ جو افترا کر رہے ہیں اللہ پر الکذب نہیں خود ہی فلاج پار ہے یعنی یہ لوگ کسی بھی صورت نہیں بچنے والے یہ اللہ کے مجرم ہیں۔

جیسا کہ آپ پر کھول کھول کرواضح کیا جا چکا کہ قرآن نہ صرف اپنے نزول سے لیکر الساعۃ کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے بلکہ اس کی کوئی ایک بھی آیت اس وقت تک کھل کرواضح نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ حدث نہیں ہو جاتا جس کی وہ تاریخ ہے اس لیے یہ آیت بھی نہ صرف اللہ کے ایک رسول کی تاریخ ہے جسے قرآن کے نزول کے بعد قرب قیام الساعۃ آنا تھا بلکہ اسے اس وقت تک یہ نہیں ہو نا تھا یعنی کھل کرواضح نہیں ہو نا تھا جب تک کہ وہ رسول بعث نہیں کر دیا جاتا اور وہ اس بارے میں حق کھول کھول کرواضح نہیں کر دیتا یوں جیسے ہی اللہ نے اپنا وہ رسول بعث کرنا تھا اور اس نے حق کھول کھول کرواضح کرنا تھا تو جہاں باقی آیات نے اس کی تصدیق کرنی تھی اور قرآن نے یاددا نا تھا وہیں قرآن نے اس آیت کی صورت میں نہ صرف تصدیق کرنا تھی بلکہ یاددا دینا تھا کہ یہ تھا اللہ کا وہ رسول جس کی آج سے قبل اس قرآن کے نزول کے وقت ہی اس آیت کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی۔

اس آیت میں اللہ کے ایک رسول کی تاریخ ہے اللہ نے قدر میں کر دیا یعنی یہ ہونا طے کر دیا جس کے خلاف ہو، یہی نہیں سکتا کہ اللہ صرف اور صرف تب ہی رسول بعث کرتا ہے جب اس سے قبل ضلال مبین ہوں گی یوں جب ضلال مبین ہوں تو کسی ایک کو بھی علم نہیں ہوتا کہ حق کیا ہے نور کی ایک کرن بھی نہیں ہوتی لوگ فرقہ در فرقہ تقسیم ہوتے ہیں ہر کوئی باطل پر ہوتا ہے سب کے سب ہر لحاظ سے سو فیصد کھلم کھلا گمراہیوں میں ہوتے ہیں اس کے باوجود ہر فرقے والوں کا دعویٰ ہوتا ہے کہ صرف اور صرف وہی حق پر ہیں باقی سب کے سب باطل پر ہیں گمراہ ہیں حالانکہ حقیقت تو یہ ہوتی ہے کہ کسی ایک کو بھی حق کا علم نہیں ہوتا سب کے سب ہی ضلال مبین میں ہوتے ہیں تو ایسی صورت میں اللہ نے اپنا رسول بعث کیا۔ یوں جب اللہ نے اپنا رسول بعث کیا تو اس وقت خود کو انسانیت کے راہنماء کہلوانے والے دین کے ٹھیکیاروں سے لوگ مختلف اشیاء کے بارے میں پوچھ رہے ہیں اور یہ بھی ذہن میں ہو نا چاہیے کہ سوال نہیں کر رہے بلکہ پوچھ رہے ہیں اگر ان کی خواہش کے برعکس بھی کہا جائے گا تو کریں گے وہ اپنی ہی مرضی وہ صرف اس لیے پوچھ رہے ہیں کہ ان کی خواہش کی تصدیق کر دی جائے

یوں جو وہ کرنا چاہ رہے ہیں اس پر حلال کی مہر لگ جائے تو انسانیت کی راہنمائی کے دعویداروں دین کے ٹھیکیداروں سے لوگ مختلف اشیاء کے بارے میں پوچھ رہے ہیں کہ آیا یہ شے حلال ہے یا حرام تو انسانیت کی راہنمائی کے دعویداروں دین کے ٹھیکیداروں کا معاملہ یہ ہے کہ ان کے پاس حلال و حرام کا بالکل بھی علم نہیں اس کے باوجود صرف اور صرف اپنی زبانوں سے کہہ رہے ہیں کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے۔ تو ایسی صورت میں اللہ کا رسول کہہ رہا ہے کہ یہ جو تم مخف اپنی زبانوں سے حلال و حرام کا تعین کر رہے ہو کہہ رہے ہو کہ ایسا اللہ کا کہنا ہے تو یہ تم لوگ اللہ پر الکذب افشاء کر رہے ہو تم اللہ پر ایسا بہتان عظیم باندھ رہے ہو جو اللہ نے کہا ہی نہیں تم لوگ اس کے بالکل برعکس کہہ رہے ہو جو اللہ نے کہا۔

آپ کسی بھی شے کے حلال یا حرام ہونے کا اس وقت تک تعین کرہی نہیں سکتے جب تک کہ آپ کے پاس مکمل علم نہ ہو اور اللہ کے علاوہ کسی کے بھی پاس اس کا علم نہیں اس لیے کیا حلال ہے اور کیا حرام ہے اس کا فیصلہ کرنے کا اختیار صرف اور صرف اللہ کو حاصل ہے اگر اللہ کے علاوہ کوئی بھی کسی بھی شے کے حلال و حرام ہونے کا فیصلہ کرتا ہے تو وہ بہت بڑا جرم کرتا ہے اور ایسا کرنے والے کبھی بھی فلاخ نہیں پانے والے۔

اس کی وجہ کیا ہے یہ بھی آپ پر کھول کھول کرواضح کی جا چکی کہ آپ وہ ہیں جو آپ کھاتے ہیں۔ آپ جو کھائیں گے جس سے اپنا جسم بنائیں گے وہی آپ بنیں گے۔ آپ پر واضح کیا جا چکا کہ آپ کو نہ صرف زمین کے عناصر سے وجود میں لا یا گیا بلکہ ہر عنصر کی اپنی الگ صلاحیتیں ہیں جب ان عناصر کا آپس میں اختلاط کر دیا جاتا ہے تو ان سے نہ صرف ایک نیا وجود بنتا ہے بلکہ اس میں ان کے اختلاط سے نئی صلاحیتیں وجود میں آتی ہیں جسے آپ کیمسٹری کا نام دیتے ہیں۔ آپ پر کھول کھول کرواضح کر دیا گیا کہ آپ کیمسٹری کا ایک فارمولہ ہیں جو لوگ کیمسٹری کا تھوڑا سا بھی علم رکھتے ہیں ان کے لیے اس بات کو سمجھنا بہت آسان ہے اور جو سمجھتے ہیں کہ انہیں نہیں علم کہ کیمسٹری کیا ہے تو ان کے لیے بھی ایک مثال سے واضح کر دیتے ہیں کہ اگر آپ کوئی کھانا بناتے ہیں تو وہ کیمسٹری ہے اس کے لیے کیا کیا چاہیے ان اشیاء کی مقدار اور معیار کیا ہو ناچاہیے اور پھر ان کی ترتیب طریقہ استعمال یہ کیمسٹری ہے۔ اگر کوئی بھی شے اپنے وقت سے پہلے یا بعد میں ڈالی جائے گی آگ کم یا زیادہ کی جائے گی یا کوئی بھی شے کم یا زیادہ ڈال دی جائے گی تو بہترین مطلوبہ نتیجہ حاصل نہیں ہو گا مثلاً اگر مرچیں زیادہ ڈال دی جائیں گی تو اس سے کھانے میں کیا فرق پڑے گا یہ آپ پر بالکل واضح ہے اسے کیمسٹری کہتے ہیں۔ کوئی بھی کھانے کی ڈش بنانا کیمسٹری کا ایک فارمولہ کہلاتا ہے بالکل ایسے ہی آپ یعنی یہ بشر کیمسٹری کا ایک فارمولہ ہے۔ بے شک کھانے کی ڈش یعنی کھانا بنانا بھی کیمسٹری کا فارمولہ ہے یہ کیمسٹری ہے لیکن کھانے کا معاملہ اتنا حساس اور پیچیدہ نہیں ہے جتنا حساس اور پیچیدہ ترین معاملہ آپ کا یعنی اس بشر کا ہے۔

گُل کائنات میں سب سے پیچیدہ ترین اور حساس ترین خلق آپ ہیں یعنی یہ بشر ہے اسے زمین کے عناصر سے وجود میں لا یا گیا اور جب تک اس کی اجل مسمی نہیں آ جاتی تب تک اسے ان عناصر کی ضرورت ہوتی ہے جس کے لیے بطور خوارک وہ عناصر اسے فراہم کیے جاتے ہیں۔ ہر عنصر کی اپنی الگ الگ صلاحیتیں ہیں اگر تمام کے تمام عناصر مکمل ہوں گے ان کا معیار بالکل ٹھیک ہو گا اور ان کی مقدار بھی بالکل وہی ہو گی جو درکار ہے صرف اور صرف تب ہی ایک احسن بشر وجود میں آئے گا۔ نہ صرف وہ ہر لحاظ سے جسمانی خامیوں، خرابیوں و نقصان سے پاک ہو گا بلکہ اس کے جسم میں دونوں طرح کی متوازن انرژی وجود میں آئے گی اور پھر ان دونوں انرژی کے آپس میں ختم ہونے سے متوازن نکٹھش ہو گی جسے آپ اس جسم کے احساسات و جذبات اور تمام تر اعمال یعنی تمام تر حرکات و سکنات اور کیفیات کا نام دیتے ہیں ورنہ اگر ان عناصر میں رائی برابر بھی تبدیلی واقع ہو گی ان میں رائی برابر بھی تبدیلی کی جائے گی تو نہ ہی اس سے جسم متوازن وجود میں آئے گا یا اس میں توازن قائم رہے گا اور نہ ہی اس کے اعمال متوازن ہوں گے بلکہ وہ ایک باغی جسم ہو گا اس کے تمام کے اعمال ہی بغاوت پر منی ہوں گے۔ اب آپ خود غور کریں اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کی بنیاد کیا ہے؟ یعنی آپ کے جسم اور آپ کے اعمال یہاں تک کہ رائی برابر بھی عمل کی بنیاد کیا ہے؟

ان کی بنیاد آپ کا رزق ہے جو کہ کیمسٹری کے فارمولے ہیں۔ اس کا علم صرف اور صرف اسی کو ہے کہ کیا اس جسم کی ضروریات ہیں جس نے اسے وجود دیا یعنی جو اس کا خالق ہے اور وہ ہے اللہ یعنی فطرت۔ اس لیے صرف اور صرف فطرت کو ہی حق حاصل ہے کہ فطرت حلال و حرام کا تعین کرے، فطرت یعنی اللہ کے علاوہ کسی کو بھی یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ حلال و حرام کا تعین کرے کیونکہ رزق سے ہی آپ بنتے ہیں پھر جیسا آپ کا رزق ہو گا ویسے ہی آپ بنیں گے اور ویسا ہی آپ کا جسم اعمال کی صورت میں اظہار کرے گا۔ اللہ کے علاوہ اگر کوئی بھی حلال و حرام کا فیصلہ کرتا ہے تو وہ فیصلہ ٹھیک ہو ہی نہیں سلتا کیونکہ یہ اس کائنات کا

سب سے پیچیدہ اور حساس ترین معاملہ ہے کسی ایک بھی غصہ کی کمی یا زیادتی سے یا رائی برابر بھی تبدیلی سے یا پھر اس کی خلق کے مراحل میں تبدیلی سے کس قدر تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں کس قدر شے متاثر ہوتی ہے اس کا انسان کے لیے تصور کرنا بھی محال ہے اب اس کے باوجود اگر کوئی حلال و حلام کا فیصلہ کرتا ہے تو اس سے بڑا کوئی مجرم ہو، نہیں سکتا اور ایسے لوگ کبھی بھی فلاخ نہیں پانے والے خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے۔

اب آپ خود غور کریں اور فیصلہ کریں کہ کیا آج آپ اسی وقت میں موجود نہیں؟ اور کیا آج آپ میں اللہ کا وہی رسول احمد علیہ السلام میں موجود نہیں ہوں جس کی نہ صرف آج سے چودہ صدیاں قبل ہی قرآن میں ان آیات کی صورت میں تاریخ انتاری گئی تھی بلکہ آج جب مجھے بعث کیا گیا آج اللہ آپ سے کھول کھول کر کلام کر رہا ہے تو جو کتاب اللہ سے آپ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان ہے اس میں میری تصدیق موجود ہے یہ قرآن آج آپ کو یاد دلا رہا ہے کہ یہ تھا اللہ کا وہ رسول جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی ان آیات کی صورت میں تاریخ انتاری گئی تھی۔

وہ کون ہے جس نے آج آج کر حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر دیا اور اس قدر کھول کھول کر دنیا کی کوئی طاقت بھی اس کا رکھنے کر سکتی؟ اور پھر وہ کون ہے جو وہ علم دے رہا ہے جہاں آج بھی انسان کو سائیٰ حاصل نہیں ہوئی جہاں آج ان کی سائنس بھی نہیں پہنچ سکی؟ حق ہر لحاظ سے آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا اس کے باوجود اگر کوئی حق سے اعراض ہی کرتا ہے تو وہ جان لے اس کے لیے دنیا و آخرت میں سوائے ہلاکت کے اور کچھ نہیں۔

آج انسانیت کی راہنمائی کے دعویدار خود کو دین کے ٹھیکیا راست سمجھنے اور کھلوانے والوں کا معاملہ یہ ہے کہ ان سے جب مختلف اشیاء کے بارے میں پوچھا جا رہا ہے کہ آیا یہ حلال ہے یا حرام تو بغیر علم کے جسے چاہتے ہیں اس کے بارے میں اللہ پر افترا کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے۔ حالانکہ ان لوگوں کے پاس نہ تورائی برابر بھی علم ہے اور نہ ہی انہیں ان کے اس عمل کی حسابت کا اندازہ ہے یہ لوگ محض اپنے ظن کی اتباع میں ایسا کر رہے ہیں اور آج دنیا کی جو حالت ہو چکی اس کی اصل اور بنیادی وجہ بھی ان کی یہی غیر ذمہ داری ہے جو انہوں نے بغیر علم کے حلال و حرام کے فیصلے کر کے فساد عظیم کی بنیاد رکھی اور آج تک یہ جرم عظیم کر رہے ہیں۔

قرآن میں کئی مقامات پر بہت ہی سختی کیسا تھا حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنانے یعنی الطیبات کو الخبائث سے بدلنے سے منع کیا اور اس کی وجہ کیا ہے یہ بھی اب آپ کو بالکل کھل کر سمجھا آجائی چاہیے جیسا کہ درج ذیل آیات میں آپ دیکھ رہے ہیں۔

وَلَا تَبَدَّلُوا الْحَبِيبُ بِالظَّيْبِ . النساء ۲

وَلَا تَ اور نہ کرو یہ جو تم کر رہے ہو اور پھر آگے یہ بھی واضح کر دیا کہ تم لوگ کیا کر رہے ہو تبَدَّلُوا یہ جو کچھ بھی تم لوگ کر رہے ہو یہم لوگ بدل رہے ہو الْحَبِيبُ بِالظَّيْبِ الخبیث تھا جسے تم بدل رہے ہو الظیب کیسا تھا۔

جب لوگ ضلال مبنی میں ہوتے ہیں تو ہر وہ کام کر رہے ہوتے ہیں جس سے منع کیا گیا ہوتا ہے اور ایسا نہیں کہ وہ اپنی زبان سے اس بات کا اقرار رکھی کرتے ہیں کہ ہاں ہم غلط کر رہے ہیں بلکہ ان کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ وہ کرتے تو فساد رہے ہوتے ہیں لیکن وہ اس بات کو تسلیم نہیں کرتے ان کا کہنا اور دعویٰ یہی ہوتا ہے کہ ہم تو اصلاح کر رہے ہیں ہم لوگ جو بھی کر رہے ہیں بالکل ٹھیک کر رہے ہیں کچھ غلط کر رہی نہیں رہے یوں ایسی صورت میں یعنی جب ضلال مبنی ہوتی ہیں حق کی ایک رائی بھی نہیں ہوتی نور کی ایک کرن بھی نہیں ہوتی ہر طرف ہر لحاظ سے کھلم کھلا گمراہیاں ہوتی ہیں تو اللہ احسان کرتا ہے کہ ان میں انہی سے اپنا ایک رسول بعث کرتا ہے یوں اللہ اس بشر رسول کی صورت میں کلام کرتا ہے اور یہ آیت اللہ کے اسی رسول کی تاریخ پر منی ہے جسے قرآن کے نزول کے بعد الساعۃ کے قیام سے قبل اس وقت بعث کیا جانا تھا جب ضلال مبنی ہونا تھیں یعنی یہ آیت آج کی تاریخ ہے۔

آج جب لوگ ضلال مبنی میں ہو رہے ہیں فرقہ در فرقہ تقسیم ہیں اور ہر فرقے کا یہی دعویٰ ہے کہ صرف اور صرف ہم ہی حق پر ہیں باقی سب باطل پر ہیں حالانکہ حقیقت تو یہ ہے کہ سب کے سب ہی ضلال مبنی میں ہیں حق کا کسی ایک کو بھی علم نہیں تو آج یہ لوگ جہاں آسمانوں وزمیں میں ہر طرف فساد عظیم کر رہے ہیں جسے اللہ کا رسول کھول کھول کر واضح کر رہا ہے تو وہیں اس فساد عظیم کی اصل بنیاد اور ان کی آج اس حالت کی اصل اور بنیادی وجہ کو بھی کھول کھول کر واضح کر رہا ہے کہ آج تمہیں جن جن ہلاکتوں و بتا ہیوں کا سامنا ہے جو کہ تمہیں ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہیں یہ تمہارے اپنے ہی ہاتھوں سے ترقی کے نام پر کیے ہوئے

فساد کا نتیجہ ہے اور اس کی اصل اور بنیادی وجہ تمہارا رزق ہے جب تم لوگوں نے اپنے رزق کو بدلتا تو تمہارے اجسام خبیث بن گئے اور پھر ظاہر ہے خبیث اجسام صالح اعمال تو کریں گے نہیں خبیث اجسام فساد ہی کریں گے جو آج تم لوگ کر رہے ہو۔

آج انسان طیب کو خبیث سے بدلتا ہے ذرا غور کریں جو آپ کا رزق ہے کیا یہ طیب ہے؟ اور پھر کیا اسے رب اللہ جو کہ فطرت ہے نے ایسا ہی خلق کیا یا پھر انسان خود اپنے ہاتھوں سے ایسا کر رہے ہیں؟ جب آپ تھوڑا سا بھی غور کریں گے تو آپ پر حق بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا آج حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر آپ پر واضح کر دیا گیا۔ جب آپ اپنی ہی ذات میں غور فکر کریں اسے سمجھیں تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ آپ یعنی یہ بُرگُل کائنات کی سب سے پیچیدہ ترین اور حساس ترین خلق ہے اور اس کا خالق اللہ یعنی فطرت ہے تو پھر ظاہر ہے فطرت یعنی اللہ کو ہی علم ہے کہ اس کی ضروریات کیا ہیں ان کی مقدار اور معیار کیا ہے اور پھر اسے کس مقصد کے لیے وجود میں لا یا گیا۔ اور آپ پر یہ بھی کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ آپ کو جن عناصر سے خلق کیا جا رہا ہے جو عناصر آپ کی ضرورت ہیں اگر ان میں رائی برابر بھی مداخلت کی جاتی ہے تو اس کا انجام کیا ہے اب اس کے باوجود دیکھیں کیا آج آپ کی تمام تر ضروریات طیب ہی ہیں؟ یعنی خالصتاً اللہ یعنی فطرت کی ہی خلق کردہ ہیں یا پھر انسان ان میں مداخلت کر رہا ہے؟ تو حق آپ پر بالکل کھل کر واضح ہے آج آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ آج انسان ہر شے میں مداخلت کر رہا ہے انسان رزق کو بدلتا ہے اور پھر انسان کا دعویٰ ہے کہ وہ اچھا اور بہتر رزق خلق کر رہا ہے۔

آج ترقی و انسانیت کی خدمت کے نام پر اصلاح کے نام پر ہر شے میں چھیٹر چھاڑ کی جا رہی ہے ہر شے کو بدلا جا رہا ہے فطرت کو بدلا جا رہا ہے۔ نباتات میں مداخلت کی جا رہی ہیں مصنوعی جینیاتی تبدیل شدہ بیخ خلق کیے جا رہے ہیں ان یہ جوں سے رزق اگایا جا رہا ہے اور پھر نباتات اگانے کے لیے طرح طرح کے کیمیکلز کا استعمال کیا جا رہا ہے یعنی کھادوں کا استعمال، طرح طرح کے زہر یا عناصر کا مختلف طریقوں سے استعمال کیا جا رہا ہے پھر یہیں تک اکتفا نہیں بلکہ ان اشیاء کو جب پیک کیا جاتا ہے تو ان کی مدت بڑھانے کے لیے ان میں ایسے عناصر شامل کیے جاتے ہیں جو اس شے کو زیادہ دیر تک قابل استعمال رکھ سکیں۔ ہر شے میں جینیاتی تبدیلیاں کر کے اسے کم سے کم مدت میں اور زیادہ سے زیادہ خلق کیا جا رہا ہے آپ ان مرغیوں کی ہی مثال لے لیں جنہیں چکن کے نام سے خلق کر کے پروان چڑھا کر بطور رزق استعمال کیا جا رہا ہے جہاں فطرت ایک مرغی کو وجود میں لا کر تین سو پینٹھ دنوں میں بڑا کرتی ہے تو وہیں نہ صرف مصنوعی طریقے سے چوزوں کو وجود میں لایا جاتا ہے بلکہ محض ایک ماہ اور چند دن میں اس سے دو یا تین گناہ بڑا کر لیا جاتا ہے، ایسے ہی دودھ کی پیداوار کو غیر معمولی حد تک بڑھایا جا چکا ہے جس کے لیے طرح طرح کے تباہ کن عناصر کا استعمال کیا جاتا ہے اور ایسے ہی مچھلی کی فارمنگ بھی کی جا رہی ہے مختلف مخلوقات کے جیزرا کا استعمال کر کے کم سے کم وقت میں اور زیادہ سے زیادہ خلق کیا جا رہا ہے۔

پھر اس کے علاوہ زمین سے خام تیل کے نام پر زمین کا خون نکال کر اس سے طرح طرح کے عناصر اخذ کر کے ان عناصر سے لوگوں کے کھانے سمیت استعمال کی طرح طرح کی اشیاء خلق کی جا رہی ہیں آج کوئی ایک بھی شے ایسی نہیں رہی جس میں مداخلت نہیں کی جا رہی جسے بدلا نہیں جا چکا تو یہ سب کا سب کیا کیا جا رہا ہے؟ یہی تو ہے جو اخلاقی تھا الطیب کیسا تھا اسے بدلا جا رہا ہے۔ آپ پر انتہائی باریک بینی سے کھول کھول کر واضح کر دیا کہ فطرت میں اگر مداخلت کی جاتی ہے تو اس کا انجام کیا ہے اس کے باوجود آج انسان کیا کر رہا ہے؟ جب خبیث کیسا تھا طیب کو بدلا جائے گا، آپ کو جن عناصر سے خلق کیا گیا ان عناصر کو بدلتا جائے گا ان میں چھیٹر چھاڑ کر کے ان کا توازن بگاڑ دیا جائے گا تو پھر کیا ایسے رزق سے متوازن اجسام وجود میں آئیں گے؟ کیا ایسے اجسام میں منفی اور ثابت دونوں ارزی بھی متوازن وجود میں آ کر ان کا صالح اعمال کی صورت میں اظہار ہو گایا پھر نہ صرف غیر متوازن اجسام بلکہ ان غیر متوازن اجسام میں غیر متوازن دونوں اقسام کی ارزی بھی وجود میں آ کر مفسد اعمال کی صورت میں اس کا اظہار ہو گا؟ حق آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا جسے دنیا کی کوئی طاقت غلط ثابت نہیں کر سکتی خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے۔

تو یہ جو کچھ بھی آج کیا جا رہا ہے یہ سب کا سب فساد کیا جا رہا ہے یہ جو آج لوگوں کے استعمال کی اشیاء جوان کا رزق ہے اس میں مداخلت کی جا رہی ہے کوئی ایک بھی شے فطرتی نہیں رہنے دی جا رہی یہ اصلاح نہیں ہے جان لو یہ فساد عظیم ہے اب اگر آج تم لوگ اس سے باز نہیں آتے تو پھر جان لو یہ کوئی پہلی بار نہیں ہو رہا بلکہ وہ قومیں جو تم سے قبل اس زمین پر آباد تھیں جو بہلک ہو چکیں انہوں نے بھی بالکل یہی کیا تھا اور اسی کے سبب وہ صفحہ ہستی سے مت گئیں جب ان کے اسی فساد

کی وجہ سے عذاب عظیم ان کے بالکل سر پر آچکا تھا تو ان کو آخری بار کھول کھول کر متنبہ کرنے کے لیے ان میں انہی سے ہم نے اپنے رسول بھیجے بالکل ایسے ہی جیسے آج ہم نے تم میں تم ہی سے اپنا رسول احمد عیسیٰ بعثت کر دیا جو آج تم پر حق کھول کھول کر واضح کر رہا ہے جو تمہیں کھول کر متنبہ کر رہا ہے جان لو میں تمہارا رب ہوں جو تمہیں بالکل اسی طرح کھول کھول کر متنبہ کر رہا ہوں جیسے تم سے قبل تمہارے آباء جو کہ گز شتہ ہلاک شدہ اقوام ہیں انہیں متنبہ کیا تھا انہوں نے بھی بالکل یہی کیا تھا جو آج تم کر رہے ہو انہوں نے بھی ترقی و انسانیت کی خدمت کے نام پر لوگوں کی اشیاء میں فساد کیا تھا جیسا کہ آج سے چودہ صدیاں قبل ہی ہم نے درج ذیل آیات کی صورت میں ان کی مثالوں سے آج کی تمہاری تاریخ اتار دی تھی۔

**وَالَّى مَدِينَ أَخَاهُمْ شُعْيَّا قَالَ يَقُومُ اغْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٖ غَيْرُهُ قَدْ جَاءَتُكُمْ بَيِّنَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ وَلَا**

**تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَ هُمْ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ . الاعراف ۸۵**

اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب، شعیب نے کہا اے میری قوم کس کی عبادہ کر رہے ہو؟ یعنی جو کچھ بھی تمہیں دیا گیا مال، اولاد، ذہانت یا کچھ بھی کرنے کی صلاحیتیں دی گئیں ان کا کس کے پیچھے کس مقصد کے لیے استعمال کر رہے ہو؟ اللہ تھا یعنی اللہ تھا جس نے تمہیں یہ سب عطا کیا اور اللہ ہی کے لیے ان سب کا استعمال کرو یہ ہے اللہ کی عبادہ، اللہ کی عبادہ کرو، نہیں تمہارے لیے الہوں سے کوئی اللہ یعنی ایسی ذات جس کی غلامی کی جائے جس کے لیے ان سب کا استعمال کیا جائے جو کچھ بھی عطا کیا گیا اس کے علاوہ قد جائے تُكُمْ بَيِّنَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ تم اپنی تحقیق کر لو اپنے گھوڑے دوڑا لو یہی تمہارے سامنے آئے گا جو حق ہے جو قدر میں کر دیا گیا جس کے خلاف ہوئی نہیں ملتا جسے ہر حال میں ہو کر رہنا تھا کہ تمہارے پاس تمہارے رب سے بیانات آگئیں یعنی تم میں تمہیں سے ایک بشر آگیا جس نے آکر سب کچھ کھول کھول کر رکھ دیا تمہارے رب سے فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ اور کیا کر رہے ہو؟ کیا پورا کر رہے ہو معیار اور المیز ان یعنی اللہ نے جوز میں آسمانوں میں ہرشتے میں توازن قائم کیا ہوا ہے کیا تم ایسے اعمال کر رہے ہو کہ ان سے قطع کیسا تھہ میزان یعنی توازن قائم رہ رہا ہے یا پھر تمہارے اعمال ایسے ہیں کہ تم اللہ کے قائم کردہ توازن میں خسارہ کر رہے ہو؟ تم المیز ان میں خسارہ کر رہے ہو اس لیے ایسا مت کرو اور پس اشیاء کا معیار پورا کرو اور المیز ان قائم کرو وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَ هُمْ اور نہ کرو جو تم کر رہے ہو لوگوں کی اشیاء یعنی لوگوں کے استعمال کی جو اشیاء ہیں ان میں جو خسارہ کر رہے ہو ان میں ملاوٹیں کر رہے ہو ان میں چھیڑ چھاڑ کر رہے ہو لوگوں کے استعمال کی اشیاء جو کہ ان کا رزق ہے ان میں خرابیاں کر رہے ہو ان میں پنگے لے رہے ہو ان کو خراب کر رہے ہو ان میں مداخلت کر رہے ہو جس سے ان اشیاء کا معیار تباہ کر کے رکھ دیا ہے انہیں خبائث میں بدل دیا ہے یہ سب نہ کرو یہ سب کا سب فساد ہے جو تم کر رہے ہو وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا اور نہ کرو جو اعمال تم کر رہے ہو یہ فساد کر رہے ہو زمین میں یعنی یہ جو تمہارے اعمال ہیں جو کچھ بھی تم کر رہے ہو یہ تم زمین کی مخلوقات کو ان کے مقامات سے ہٹا رہے ہو ان میں تبدیلیاں کر رہے ہو جس سے زمین میں سوائے ہلاکتوں و تباہیوں کے کچھ نہیں آئے گا اس کے بعد کے زمین کی اصلاح کر دی گئی ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ اُسی میں خیر ہے یعنی فائدے ہی فائدے ہیں تمہارے لیے اگر تم ہو مونین یعنی اگر تم تمہارے رب کی طرف سے آنے والے اس حق کو دول سے تسلیم کرتے ہوئے اس پر عمل کرنے والے ہو اور فساد کو ترک کرنے والے ہو تو تمہارے لیے اس میں خیر ہے فائدے ہی فائدے ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ورنہ تمہارے لیے خیر نہیں بلکہ شر ہے یعنی نقصان ہی نقصان ہے نہ صرف دنیا میں بلکہ آخرت میں بھی۔

**وَالَّى مَدِينَ أَخَاهُمْ شُعْيَّا قَالَ يَقُومُ اغْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٖ غَيْرُهُ وَلَا تَنْقُضُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ إِنَّـ أَرْثُكُمْ بِخَيْرٍ وَإِنَّـ أَخَافُ**

**عَلَيْكُمْ عَذَابٌ يَوْمٌ مُحِيطٌ . هود ۸۳**

اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب، شعیب نے کہا اے میری قوم کس کی عبادہ کر رہے ہو؟ یعنی جو کچھ بھی تمہیں دیا گیا مال، اولاد، ذہانت یا کچھ بھی کرنے کی صلاحیتیں دی گئیں ان کا کس کے پیچھے کس مقصد کے لیے استعمال کر رہے ہو؟ اللہ تھا یعنی اللہ تھا جس نے تمہیں یہ سب عطا کیا اور اللہ ہی کے لیے ان سب کا استعمال کرو یہ ہے اللہ کی عبادہ، اللہ کی عبادہ کرو، یہ جو تم آسمانوں و زمین کی مخلوقات میں چھیڑ چھاڑ کر رہے ہو یہ اللہ تھا جس کیسا تھہ دشمنی کر رہے ہو، نہیں تمہارے لیے الہوں سے کوئی اللہ یعنی ایسی ذات جس کی غلامی کی جائے جس کے لیے ان سب کا استعمال کیا جائے جو کچھ بھی عطا کیا گیا اس کے علاوہ وَلَا

سُقُصُوا الْمُكَيَّالَ وَالْمُبِيزَانَ اور نہ کرو یہ جو تم کر رہے ہو جو کچھ بھی تم کر رہے ہو یہ تم امکیاں میں یعنی زمین کی مخلوقات میں لوگوں کے استعمال کی جو اشیاء ہیں جو ان کا رزق ہے ان میں نفاذ پیدا کر رہے ہو اور لمیز ان میں یعنی اللہ نے جو ہر شے میں بہترین توازن قائم کیا ہوا ہے اس میں خسارہ کر رہے ہو یہ سب نہ کرو اگر تم اپنے مفسد اعمال کو ترک کرتے ہو یہ سب نہیں کرتے تو اِنَّى أَرْتُكُمْ بِخَيْرٍ اس میں کچھ شک نہیں میں کیا دیکھ رہا ہوں میں دیکھ رہا ہوں تمہیں ہر لحاظ سے ہر طرف سے فائدوں ہی فائدوں میں اور اگر تم اپنے مفسد اعمال کو ترک نہیں کرتے اور جو کر رہے ہو یہی کرتے ہو تو وَ إِنَّى أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابٌ يَوْمٌ مُّحِيطٌ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ مجھے خوف ہے تم پر تمہارے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے ان مفسد اعمال کے رد اعمال بطور سزا جو ایک لمبی مدت ہو گی تمہارا احاطہ کر لے گی یعنی طرح طرح کی بیماریاں، مصبتیں، تکالیف، تباہیاں تمہیں ہر طرف سے گھیر لیں گی جو تمہارے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے انہی مفسد اعمال کے رد اعمال ہوں گے۔

وَ يَقُومُ أُوْفُوا الْمُكَيَّالَ وَالْمُبِيزَانَ بِالْقُسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَ هُمْ وَلَا تَعْشُوا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ . هود ۸۵  
اور اے میری قوم یعنی اے وہ لوگوں کی طرف میں بھیجا گیا ہوں جن کو میں یہ دعوت دے رہا ہوں جن پر میں یہ سب کھول کر واضح کر رہا ہوں کیا کر رہے ہو ؟ کیا پورا کر رہے ہو معيار اور لمیز ان قحط کیسا تھا یعنی اللہ نے جو آسمانوں و زمین میں ہر شے میں توازن قائم کیا ہوا ہے کیا تم ایسے اعمال کر رہے ہو کہ ان سے قحط کیسا تھا میزان یعنی توازن قائم رہ رہا ہے یا پھر تمہارے اعمال ایسے ہیں کہ جو کچھ بھی زمین میں ہے انہیں صرف استعمال پر استعمال ہی کیے جا رہے ہو اور ان کی جگہ واپس ان مخلوقات کو قحط کیسا تھا نہیں رکھ رہے یعنی جیسے اگر ایک درخت کا ٹا جائے تو قحط کے ساتھ توازن قائم کرنا ہے درخت کاٹا تو وہاں واپس بھی رکھنا ہے جو کہ ایک ہی بار میں ممکن نہیں بلکہ آہستہ آہستہ کچھ مدت میں وہاں واپس لا یا جائے گا ایک پودا لگا کر جو آہستہ آہستہ اقسام میں ایک وقت آئے گا جب ویسا ہی درخت بن جائے گا جیسا کاٹا تھا یوں پھر سے توازن قائم ہو جائے گا تو کیا تم جو کچھ بھی استعمال کر رہے ہو کیا وہ سب کا سب اقسام میں واپس بھی رکھ رہے ہو تا کہ لمیز ان یعنی توازن قائم رہے یا پھر تمہارے کے قائم کر دہ تو این میں خسارہ کر رہے ہو ؟ یہ خسارہ نہ کرو بلکہ قحط کیسا تھا توازن کو پورا کرو وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَ هُمْ اور نہ کرو جو تم کر رہے ہو لوگوں کی اشیاء یعنی لوگوں کے استعمال کی جو اشیاء ہیں ان میں جو خسارہ کر رہے ہو ان میں ملا و ٹیک کر رہے ہو ان میں چھیڑ چھاڑ کر رہے ہو لوگوں کے استعمال کی اشیاء جو کہ ان کا رزق ہے ان میں خرابیاں کر رہے ہو ان میں پنگے لے رہے ہو ان کو خراب کر رہے ہو ان میں مداخلت کر رہے ہو جس سے ان اشیاء کا معیار تباہ کر کے رکھ دیا ہے انہیں خبائش میں بدیل دیا ہے یہ سب نہ کرو یہ سب کا سب فساد ہے جو تم کر رہے ہو تم ہر طرف ہر ہر شے میں تباہیاں کر رہے ہو ہر شے کو تباہ بر باد کر رہے ہو وَلَا تَعْشُوا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ اور نہ کرو جو بھی اعمال تم کر رہے ہو تم زمین میں ہر طرف ہر شے کو تباہ و بر باد کر رہے ہو زمین کی مخلوقات کو اشیاء کو ان کے مقامات سے ہٹاتے ہوئے ان میں تبدیلیاں کرتے ہوئے، یہ تبدیلیاں کرنا چھوڑ دو مخلوقات میں چھیڑ چھاڑ کرنے ان میں پنگے لینے سے بازا آ جاؤ، زمین کی تمام مخلوقات کو ان کی مقام سے نہ ہٹاؤ، انسانوں کی اشیاء میں دخل اندازی کر کے ان کا معیار خراب نہ کرو، جیسے آج سائنسی طریقوں سے بھوپل سمیت ہر کھانے کی شے میں فساد کیا جا رہا ہے۔

آپ نے دیکھا بالکل یہی انہوں نے بھی کیا تھا جو آج کیا جا رہا ہے اور پھر کیا قرآن میں یہ آیات اساطیر الاولین ہیں ؟ یعنی کیا قرآن میں یہ ان کی لائیں ہیں جو اس قرآن سے قبل گزر چکے ؟ کیا ان آیات میں جو مدنین تھے ان کی قوم اور انکے آخرین میں ان کی قوم میں انہی سے بھیج گئے اللہ کے رسول شعیب کا ذکر ہے یا پھر نہیں بلکہ وہ توالیں ہیں انہیں نہ صرف سلفاً یعنی گزر اہوا کر دیا گیا بلکہ مثلاً کر دیا گیا آخرین کے لیے اس لیے ان کی ملنؤں سے آج کی تاریخ ہے ؟ اور پھر کیا یہ آیات محمد اور محمد کے وقت جو لوگ موجود تھے ان کی تاریخ ہیں یا پھر آج کی تاریخ ہیں ؟ ان آیات میں بہت سے مدنین اور ان کے بھائی شعیب کو ان کے آخرین میں ان کی قوم کی طرف بھیج جانے کا ذکر کیا گیا جب اصلاح، انسانیت کی خدمت و ترقی کے نام پر ان کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے سب عذاب عظیم ان کے بالکل سر پر آ کھڑا تھا یوں ایسی صورت میں مدنین رسول اللہ و خاتم النبیین اور اس کے خاتم یعنی فلٹر سے نکل کر تک آنے والے النبین جب تک کہ دوبارہ ضلال مبنی نہیں آگئیں جو کہ اس کے فلٹر سے نکلنے کی وجہ سے مدنین ہی بنتے رہے ان کے ایک بھائی شعیب رسول اللہ کو

ان کی قوم کے آخرین میں بعث کیا گیا جب ضلال ممین تھیں شعیب آیا البینات کیسا تھا یعنی شعیب نے آکر سب کا سب کھول کر واضح کر دیا شعیب نے واضح کر دیا کہ یہ تھی الصلاۃ نہ کہ الصلاۃ وہ ہے جسے تم الصلاۃ کا نام دے رہے ہو اور یہ جو کچھ بھی تم لوگ کر رہے ہو یہ فساد کر رہے ہو اور پھر جب وہ باز نہ آئے انہیں اس قدر کھول کھول کر متنبہ کرنا کچھ نفع نہ دیا انہوں نے شعیب کا کذب ہی کیا تو پھر بالآخر شعیب کی موجودگی میں ہی ان پر عذاب لے آیا گیا اور انہیں صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا اور شعیب اور اس کی دعوت کو دل سے تسليم کرنے والوں کو یعنی مومنین کو بچالیا گیا تو کیا ایسا محمد کے وقت ہوا؟ نہیں بالکل نہیں بلکہ ان آیات میں تو آج کی تاریخ ہے۔

متشابہاً: وَإِلَى مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شَعَّبِيَا. الاعراف ۸۵

بین: وَالِّيٰ مُحَمَّدٌ أَخَاهُمْ عِيسَىٰ

پہلی بات کہ قرآن میں آیات ہیں اور آیت جمع کا صیغہ ہے اس کا واحد آیت ہے اور آیت کا معنی ہے شے، بات، ذات یا وجود کا ہر لحاظ سے ہر پہلو سے مکمل طور پر چھپے ہوئے ہونا سوائے اس کے چھوٹے سے حصے تھوڑے سے پہلو کے، جو سامنے نظر آ رہا ہوتا ہے وہ اصل اور مکمل حقیقت نہیں ہوتی بلکہ اصل اور مکمل حقیقت چھپی ہوئی ہوتی ہے جو تب تک سامنے نہیں آ سکتی جب تک کہ آیت بین نہ ہو جائے یعنی کھل کر واضح نہ ہو جائے اور اس کے لیے جو سامنے نظر آ رہا ہوتا ہے یعنی آیت میں غور و فکر کرنا پڑتا ہے اس لیے قرآن میں جو سامنے نظر آ رہا ہے وہ اصل اور مکمل حقیقت نہیں بلکہ حقیقت ان کے بیچے چھپا دی گئی جس کا صرف اور صرف اسے ہی علم ہے جس نے چھپا دی جس کی آیات ہیں اور ہر کسی پر واضح ہے کہ اللہ کی آیات ہیں اللہ نے حقیقت چھپا دی اس لیے اللہ ہی کے پاس علم ہے اللہ ہی کو علم ہے کہ اس نے کیا چھپا دیا اور دوسرا بات کہ یہ بھی کھول کھول کر واضح کر دیا کہ اللہ نے جو اتار تھا وہ متشابہا ہے یعنی جو سامنے نظر آ رہا ہے وہ حقیقت نہیں ہے بلکہ حقیقت کا علم مکمل طور پر چھپا دیا گیا اس کا علم اللہ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں اور یہی وجہ ہے جس وجہ سے اللہ کے علاوہ اس قرآن کو کوئی بھی بین نہیں کر سکتا یعنی کھول کر واضح نہیں کر سکتا اور آج جب وقت آ گیا تو نہ صرف اللہ ان آیات کو کھول کھول کر واضح کر رہا ہے بلکہ قرآن اپنے قول کے مطابق جب آج یہ حدثہ ہو رہا ہے تو قرآن ان آیات کی صورت میں یاد دلا رہا ہے یہ تھا اللہ کا وہ رسول اور یہ تھا وہ وقت یہ تھے وہ حدثات جن کی آج سے چودہ صد بیان قبل ہی سلف کی مثالوں سے ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی تھی تاکہ جیسے ہی آج کا یہ وقت آتا تو قرآن تمہیں یاد دلا دیتا کہ یہ تھا اللہ کا وہ رسول جس کی تصدیق وہ کر رہا ہے جو کتاب اللہ سے تمہارے دونوں ہاتھوں کے درمیان موجود ہے۔

اس لیے ان آیات میں مدین اور ان کے بھائی شعیب اور ان کی قوم کا ذکر نہیں کیا گیا بلکہ وہ تو سلف ہو چکے انہیں مثل کر دیا گیا الآخرین کے لیے یوں ان آیات میں ان کی مثالوں سے آج کی تاریخ ہے۔ تمہارے شروع میں محمد نہ صرف اللہ کا رسول تھا بلکہ محمد خاتم النبیین تھا یعنی بعد میں آنے والے النبیین کے لیے فطر جب تک کہ دوبارہ ضلال ممین نہیں آ جاتیں اور اگلار رسول بعثت کرنے کا وقت نہیں آ جاتا یوں آج جب ضلال ممین آ گئیں تو محمد اور محمد کے فاطر سے نکل کر آنے والے النبیین بھی محمد ہی بنتے رہے اس لیے وہ جتنے بھی محمد تھے آج جب ضلال ممین آ چکیں اور مومن موجود ہیں اللہ سے ہدایت کے لیے گڑگڑا رہے ہیں تو ہم نے ان محمد کہیں یا محمد کے بھائی عیسیٰ کو ان کی قوم کی طرف بھیج دیا جو آج تم میں تھی سے نہ صرف موجود ہے بلکہ تمہاری خواہشات کے بالکل برکس آیا البینات یعنی البینات کیسا تھا آیا جو نہ صرف حق کھول کھول کر واضح کر رہا ہے بلکہ تمہیں کھول کھول کر متنبہ کر رہا ہے کہ یہ جو کچھ بھی تم کر رہے ہو فساد کر رہے ہو یہ تم لوگوں کی اشیاء جو ان کا رزق ہے اس میں مداخلت کر رہے ہو اسے خبیث بنا رہے ہو اب بھی وقت ہے بازا جاؤ ورنہ اگر کذب ہی کرو گے جو کہ مجرمین کہاں مانتے ہیں تو پھر جان لو تمہارا ان جام بھی تمہارے بالکل سر پر آ کھڑا ہے۔

اب جان لیں یہ جو آج جو کچھ بھی کیا جا رہا ہے یہ فساد عظیم ہے اور سب سے بڑے جرم میں سے ایک جرم ہے فطرت میں مداخلت کرنا یعنی شرک کرنا اللہ کا شریک ٹھہرانا جس کی معانی ہے ہی نہیں۔ آپ کو اللہ نے یعنی فطرت نے خلق کیا اس لیے نہ صرف فطرت کو ہی علم ہے کہ آپ کی ضروریات کیا ہیں ان کی مقدار اور معیار کیا ہونا چاہیے بلکہ صرف اور صرف اللہ کو ہی یعنی فطرت کو ہی یعنی حق حاصل ہے کہ وہ لوگوں کی ضروریات کو خلق کر کے انہیں فراہم کرے اب اگر انسان اس ذمہ داری کو اٹھا لیتا ہے انسان اپنی ضروریات کو خود خلق کرتا ہے اللہ کی خلق کو بدلتا ہے لوگوں کی اشیاء میں مداخلت کرتا ہے یعنی طیب کو خبیث سے بدل دیتا ہے تو پھر ایسا کرنا جرم عظیم ہے جس کی معانی ہے ہی نہیں کیونکہ آج پوری دنیا کی جو حالت ہے اس کی سب سے بڑی اور بنیادی وجہ ہی یہی ہے کیونکہ آپ وہ ہیں

جو آپ کھاتے ہیں اگر آپ طیب کھائیں گے تو آپ طیب بنیں گے اور اللہ طیب ہے تو اللہ آپ سے حب کرے گا یعنی جیسے پر زہ پر فیکٹ ہو تو مشین اسے قبول کر لیتی ہے جیسے مقناطیس لو ہے کوئی نہیں تھا ایسے ہی اگر آپ طیب بنتے ہیں تو اللہ یعنی فطرت آپ کو اپنی فطرت کھینچ کر رکھے گی آپ کو قبول کرے گی اور آپ کا ہر عمل اللہ کا عمل ہو گا ورنہ اگر آپ خبیث سے اپنا وجود بناتے ہیں تو پھر آپ اللہ کے شریک بنیں گے آپ کا ہر عمل اللہ کیساتھ دشمنی پر منی ہو گا آپ ہر لمحے اللہ کیساتھ دشمنی ہی کریں گے اور ایسا آپ اس پر فخر کریں گے آپ تسلیم ہی نہیں کریں گے کہ آپ کچھ غلط کر رہے ہیں بلکہ آپ اپنے ہر عمل کو ہی اصلاح فرا دیں گے آپ انتکبار کریں گے آپ پر اگر آپ کی کوئی غلطی واضح کی جائے گی تو آپ کبھی بھی نہیں مانیں گے بلکہ ایسا تکبر کریں گے اور غلطی کو واضح کرنے والے کو ہی اپنا دشمن تسلیم کریں گے اور اس کیساتھ دشمنی کریں گے۔ یہ وجہ ہے جس وجہ سے بہت ہی بختی سے منع کیا اور منع کیا گیا تھا فطرت میں مداخلت کرنے سے اللہ کی خلق کو بدلنے سے اور اسی کا قرآن میں سینکڑوں مقامات پر ذکر کیا گیا جن میں سے کچھ آیات درج ذیل ہیں۔

**۸۷** يَاٰيُهَا الَّذِينَ اَمْنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُ الْمُعْتَدِينَ .  
يَاٰيُهَا الَّذِينَ اَمْنُوا آج جب اللہ نے تم میں تھی سے اپنا رسول بعث کر دیا جو تم پر حق کھول کھول کرو واضح کر رہا ہے تو وہ جو اللہ کے رسول کی اس دعوت کو تسلیم کر رہے ہیں ان سے کہا جا رہا ہے یعنی وہ جو آج میری طرف سے کھول کھول کرو واضح کیے جانے والے حق کو دل سے تسلیم کر رہے ہیں جو مان رہے ہیں کہ ہاں یہ حق ہیں تو انہیں کہا جا رہا ہے کہ اے وہ جو میری دعوت کو جو حق کو دل سے تسلیم کر رہے ہو لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ نہ کرو یہ جو تم کر رہے ہو یہ تم لوگ حرام کر رہے ہو طبیبات کو یعنی دیکھو آج تم روز گار کے نام پر کیا کر رہے ہو؟ کیا ایسا تو نہیں کہ تم لوگ بھی فتنہ الدجال کا شکار ہو کر طبیبات کو حرام کر رہے ہیں اللہ کی خلق کو بدل رہے ہو جو رزق اللہ یعنی فطرت وجود میں لارہی ہے اس میں مداخلت کر کے اسے حرام بنا رہے ہو ایسا بنا رہے ہو کہ پھر اللہ اس کے استعمال کی اجازت نہیں دے رہا بلکہ اسے استعمال کرنے سے منع کر رہا ہے کیونکہ ظاہر ہے تمہیں اللہ نے خلق کیا تو پھر صرف اور صرف اللہ کو ہی علم ہے کہ تمہاری ضروریات کیا ہیں اور انہیں کیسے خلق کرنا ہے اب اگر تم اللہ کی خلق میں چھیڑ چھاڑ کرو گے اس میں مداخلت کرو گے تو پھر اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ جن عناصر کی تمہیں ضرورت ہے ان میں توازن نہیں رہے گا جس کا نتیجہ کیا نکلے گا تم پر کھول کھول کرو واضح کر دیا اس لیے تم لوگ ایسا مست کرو ایسا کرنا ترک کر دو کیونکہ ایک تو نہ صرف تم پر حق بالکل کھول کھول کرو واضح کر دیا گیا بلکہ تم خود تسلیم کر رہے ہو مان رہے ہو کہ یہ حق ہے تو پھر جب تم لوگ خود مان رہے ہو کہ یہ حق ہے تو پھر اس پر عمل بھی کرو کیونکہ صرف زبان سے مان لینا تمہیں کوئی نفع نہیں دے گا جب تک کہ تم حق پر قائم نہیں ہو جاتے اس لیے طبیبات کو حرام کرنا چھوڑ دو کیونکہ مَا أَحَلَ اللَّهُ لَكُمْ نہیں اجازت دی اللہ نے تم کو ایسا کرنے کی وَلَا تَعْتَدُوا اور نہ کرو یہ تم لوگ اللہ کی لگائی ہوئی حدود یعنی فطرت کی لگائی ہوئی حدود سے تجاوز کر رہے ہو ایسا نہ کرو اور اگر تم باز نہیں آ رہے تم ماننے کے باوجود بھی طبیبات کو حرام ہی بنا رہے ہو تو پھر جان لو یہ تم لوگ حدود سے تجاوز کر رہے ہو ایسا کرنے کی اللہ نے تمہیں قطعاً اجازت نہیں دی اس کے باوجود بھی ایسا ہی کرتے ہو باز نہیں آتے تو پھر جان لو إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُ الْمُعْتَدِينَ اس میں کچھ شک نہیں اللہ تھا جس کیساتھ تم چھیڑ چھاڑ کر رہے ہو جس میں تم مداخلت کر رہے ہو اگر تم اللہ کیساتھ مداخلت کرتے ہو تو پھر اللہ نہیں حب کر رہا اس کی لگائی ہوئی حدود سے تجاوز کرنے والوں سے۔ حب کرتے ہیں کشش جسے آپ محبت کہتے ہیں اور محبت کا تقاضہ یہ ہے کہ جس سے محبت کی جاتی ہے اسے کسی بھی قسم کی تکلیف نہیں پہنچنے دی جاتی اس کی تکلیف اپنی تکلیف بن جاتی ہے اس کا دکھا پناہ دکھا گراس کو کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہے اس کیساتھ کوئی دشمنی کرتا ہے تو وہ اپنا دشمن سمجھا جاتا ہے اور یہی بات اس آیت میں کی گئی کہ اگر آپ فطرت پر قائم ہو جاتے ہیں اللہ کے رزق میں مداخلت نہیں کرتے کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں کرتے جو حدود فطرت نے لگادیں آپ ان سے تجاوز نہیں کرتے تو فطرت آپ سے حب یعنی محبت کرے گی پھر آپ کو رائی برابر بھی نقصان نہیں پہنچنے دے گی کوئی تکلیف نہیں پہنچنے دے گی اگر آپ کیساتھ کوئی دشمنی کرتا ہے تو وہ اللہ یعنی فطرت کیساتھ دشمنی کرے گا پھر آپ کی چاہت ہی اللہ یعنی فطرت کی چاہت ہو گی کیونکہ آپ پر بار بار کھول کھول کرو واضح کر دیا گیا کہ اللہ کیا ہے جب آپ طیب رزق استعمال کریں گے تو آپ طیب بنیں گے جب آپ طیب بن جائیں گے تو آپ کا اپنا الگ سے وجود ختم ہو جائے گا فطرت آپ کو قبول کر لے گی پھر اصل میں تو فطرت کا وجود ہے آپ کا ہر عمل فطرت یعنی اللہ کا عمل ہو گا آپ کیساتھ دشمنی اللہ کیساتھ دشمنی ہو گی کیونکہ آپ اللہ کے شریک نہیں بلکہ آپ عین اللہ ہی کی ذات بن جائیں گے بالکل ایسے ہی جیسے جب تک آپ کے وجود میں کوئی بھی عضو مکمل طور پر آپ کے جسم کیساتھ جڑا ہوا ہے تو وہ آپ ہی ہو اس کا عمل آپ کا عمل ہے۔

اگر آپ فطرت میں مداخلت کرتے ہیں طیبات میں چھپرچھاڑ کرتے ہیں تو وہ حرام بن جائیں گی یعنی جن عناصر سے آپ کی ضروریات کو اللہ یعنی فطرت غلق کر رہی ہے اگر آپ اس میں مداخلت کریں گے تو ان عناصر میں توازن قائم نہیں رہے گا ان میں توازن بگڑ جائے گا جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ ان غیر متوازن عناصر سے غیر متوازن یعنی خراب جسم وجود میں آئے گا جسم میں خرابیاں ہو جائیں گی جنہیں آپ بیماریوں کا نام دیتے ہیں اور پھر غیر متوازن عناصر جب واپس نور یعنی انرجی میں بدلنے کے لیے دو طرح کی گرم اور ٹھنڈی انرجی میں تبدیل ہوں گے تو وہ انرجی بھی غیر متوازن ہو گی جس کا نتیجہ غیر متوازن یعنی مفسد اعمال کی صورت میں ظاہر ہو گا پھر آپ کا سنا، دیکھنا، سمجھنا، بولنا، عمل کرنا یہاں تک کہ ایک ایک عمل فطرت کی ضد ہو گا یعنی آپ ہر لحاظ سے اللہ کے شریک ہوں گے اور آپ اللہ کی ساتھ یعنی فطرت کیسا تھدشمنی کریں گے یہ وجہ ہے جس وجہ سے انتہائی سختی کیسا تھدشمنی فطرت کی عائد کردہ حدود سے تجاوز کرنے سے منع کیا گیا۔

**فُلْ أَرَءَ يُتُّمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ لَكُمْ مِنْ رِزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِنْهُ حَرَامًا وَحَلَالًا قُلْ أَللَّهُ أَذِنَ لَكُمْ أَمْ عَلَى اللَّهِ تَفَتَّرُونَ . یونس ۵۹**

آج جب حق کھول کھول کرواضح کیا جا رہا ہے تو جہاں کچھ ایسے ہیں جو حق کو مان رہے ہیں تو وہیں اکثریت ان کی ہے جو حق کو نہیں مان رہے وہ کذب ہی کر رہے ہیں وہ کسی بھی بات کو ماننے کو تیار ہی نہیں وہ اس بات کو ماننے کو تیار ہی نہیں کہ جس جس میں بھی انسان مداخلت کر رہا ہے وہ حلال نہیں بلکہ حرام ہے اور اگر جو حلال ہے اس میں مداخلت کی جاتی ہے تو وہ حرام بن جاتا ہے یعنی آج حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنایا جا رہا ہے تو ایسے لوگوں کے لیے اللہ کا اپنے رسول کو کہنا ہے کہ **قُلْ أَرَءَ يُتُّمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ لَكُمْ مِنْ رِزْقٍ** کیا نہیں دیکھ رہے تم لوگ کیا تھا جو آیا اللہ کی طرف سے جو اللہ نے تم کو رزق میں سے دیا؟ یعنی ذرا غور کرو جب تمہیں دنیا میں لایا گیا توبہ کیا ایسے ہی رزق خلق ہو رہا تھا جیسے آج ہو رہا ہے؟ یا پھر آج اس میں مداخلت کی جا رہی ہے انسان اس میں چھپرچھاڑ کر رہا ہے؟ مثلاً کیا پہلے مرغی ایسے ہی خلق ہوتی تھی اور پروان چڑھتی تھی جیسے آج کیا جا رہا ہے؟ اے عقل کے انہوں پہلے یہ تو جان لو کہ اللہ کیا ہے اللہ تو فطرت ہے ذرا غور کرو کیا پہلے فطرت نہیں خلق کرتی تھی اور فطرت ہی پروان چڑھاتی تھی لیکن کیا آج بالکل اسی طرح ہو رہا ہے یا پھر آج اس میں مداخلت کی جا رہی ہے؟ ایسے ہی کیا آج اسی طرح بنا تات و ثرات خلق ہو رہے ہیں جیسے فطرت وجود میں لاتی تھی؟ یا پھر آج انسان مداخلت کر رہا ہے جبکوں میں جینیاتی تبدیلیاں، کھادیں، طرح طرح کے زہر، مختلف مصنوعی عناصر کا استعمال، یہ میکنالوجی کا استعمال کیا یہ فطرت یعنی اللہ خلق کر رہا ہے یا پھر انسان اللہ کا شریک بنا ہوا ہے؟ کیا پہلے ایسے ہی پانی بارشوں کی صورت میں یا پھر دریاؤں کی صورت میں فطرتی جگہوں سے تمہارے طرف آتا تھا اور اس پانی سے بنا تات و ثرات وجود میں آتے تھے جیسے آج ہو رہا ہے؟ جب آج ہر شے میں انسان مداخلت کر رہا ہے تم لوگ مداخلت کر رہے ہو تو کیا پھر جو پہلے حلال تھا وہ حلال ہی رہے گا کیا پھر حرام یعنی اسیا بن جائے گا جس کے استعمال کی اجازت ہی نہیں دی گئی؟ حق بالکل واضح ہے اور اسی کا آگے ذکر کر دیا گیا **فَجَعَلْتُمْ مِنْهُ حَرَامًا وَحَلَالًا** پس کر دیا تم نے اس سے سو فیصد کامل طور پر ایسا کہ جس کے استعمال کی اجازت ہی نہیں دی گئی اور جس کے استعمال کی اجازت دی گئی تھی اسے بھی تم نے سو فیصد ایسا بنا دیا کہ اسے استعمال کرنے کی اجازت ہی نہیں دی گئی یوں تم لوگ خود ہی حلال اور حرام کر رہے ہو اس سے یعنی حلال و حرام کی ذمہ داری تم لوگوں نے اٹھا لی تم لوگ فیصلہ کر رہے ہو کہ کیا ہے جو تمہارے استعمال کے لیے صحیح ہے اور کیا ہے جو تمہارے استعمال کے لیے ٹھیک نہیں ہے جسے استعمال نہیں کر سکتے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب آج انسان خود حلال و حرام کا تعین کر رہا ہے انسان خود اپنی ضروریات خلق کر رہا ہے اور فیصلہ کر رہا ہے کہ یہ انسانوں کے لیے فائدے کی اشیاء ہیں اس لیے یہ یہ یافلاں فلاں استعمال کی جائیں گی اور فلاں فلاں نہیں لہذا ان پر پابندی لگا دی جائے گی یا اسے لوگوں تک پہنچنے ہی نہیں دیا جائے گا تو کیا تم لوگوں کو ایسا کرنے کی اجازت اللہ نے دی؟ کیا اللہ نے تمہیں ایسا کرنے کا حکم دیا؟ یعنی اللہ کا انسان کو ایسا کرنے کا حکم دینے کا مطلب یہ ہے کہ کیا فطرت نے ایسے حالات پیدا کر دیے کہ فطرت نے تمہارے لیے کامل طور پر تمہارے ضروریات کو خلق کرنا بند کر دیا گویا کہ فطرت تمہیں کہہ رہی ہے کہ تم اپنی ضروریات خود خلق کر دیا پھر کیا فطرت نے تمہیں تمہاری خلق کے بارے میں سو فیصد کامل علم دے دیا جو تم لوگ ایسا کر رہے ہو یا پھر تم لوگ یہ جرم کر رہے ہو واللہ پر افتاء کر رہے ہو؟ اور اسی کا آگے ذکر کر دیا گیا **قُلْ أَللَّهُ أَذِنَ لَكُمْ أَمْ عَلَى اللَّهِ تَفَتَّرُونَ** اللہ اپنے رسول کو کہہ رہا ہے انہیں کہہ یعنی یہ جو آج انسان ایسا کر رہے ہیں فطرت میں چھپرچھاڑ کر رہے ہیں فطرت میں مداخلت کر رہے ہیں اپنے لیے خود حلال و حرام کا تعین کر رہے ہیں اپنی ضروریات اپنارزق خود خلق کرنے کے

دھوے کرہے ہیں انہیں کہہ کیا ایسا کرنے کا تمہیں اللہ نے حکم دیا ہے؟ یا پھر تم لوگ اللہ پر افتاء کر رہے ہو؟ ہو اللہ نے تمہیں ایسا کرنے کا کہا ہی نہیں بلکہ تم یہ اللہ پر اپنی طرف سے اخذ کر کے تھوپ پر رہے ہو؟ تم لوگ فطرت کو ایسا کرنے پر مجبور کر رہے ہو؟ اگر تو تم کو ایسا کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے یعنی فطرت نے تمہیں ایسا کرنے کا حکم دیا ہے تو پھر کیا تمہارے پاس تمہاری اپنی ہی خلق کے بارے میں مکمل علم ہے؟ بتاؤ تمہیں کن کن عناصر سے خلق کیا گیا اور پھر تمہاری کیا کیا ضروریات ہیں تمہاری ضروریات کے لیے کن کن عناصر کی ضرورت ہے ان کی مقدار اور ان کا معیار کیا ہے؟ اگر تم زبان سے دعویٰ کرتے ہو تو پھر زبان سے کیے جانے والے دعوے کو نہیں دیکھا جائے گا بلکہ پھر تم وہ خلق کرو اور پھر اس کو استعمال کر کے دیکھا جائے گا کہ کیا اس کے استعمال سے کسی بھی قسم کا کوئی نقصان نہیں ہوتا اور وہ شےٰ ثابت کردیتی ہے کہ ہاں تمہیں علم ہے تمہیں ایسا کرنے کا حق ہے یا پھر اس کے استعمال سے نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے جسم میں توازن بگڑ جاتا ہے جو بیماریوں کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے انسانوں کے اعمال بگڑ جاتے ہیں؟ تو حق بالکل واضح ہے کہ آج تک تم لوگوں نے جو کچھ بھی کیا اس کی حقیقت آج ہر کسی کے سامنے ہے۔ تم لوگ ایک شےٰ خلق کرتے ہو تو اس کے بارے میں بڑے بڑے دعوے کرتے ہو اور پھر کل کو جب اس کے نقصانات سامنے آتے ہیں تو نہ صرف تم غلط ثابت ہو جاتے ہو مجرم ثابت ہو جاتے ہو بلکہ تم لوگ خود اس پر پابندی لگانے کی صورت میں عملًا اس بات کو تسلیم کرتے ہو کہ تمہیں کوئی حق نہیں تھا ایسا کرنے کا اس کے باوجود تم لوگوں نے جرم کیا لیکن تم لوگ اپنی زبان سے نہیں مانتے اور پھر الماجرم میں دن بدن آگے بڑھ رہے ہو اور جان لو آج تم اپنے ان جرائم میں اتنے آگے آچکے ہو کہ اب اس سے آگے تم نہیں بڑھ سکتے اب تمہارے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے اس فساد عظیم کے سبب عذاب عظیم تمہارے بالکل سر پر آکھڑا ہے یہ جو آج تم پر حق کھول کھول کر واضح کیا جا رہا ہے یہ تمہیں آخری بار کھول کھول کر متنبہ کیا جا رہا ہے اب بھی وقت ہے بازا جا ڈور نہ عذاب عظیم تمہارے بالکل سر پر آکھڑا ہے۔

آپ خود غور و فکر کریں اور فیصلہ کریں جب آپ یعنی یہ بشر کل کائنات کی سب سے پچیدہ ترین اور حساس ترین خلق ہے اور انسان کو اس کے بارے میں مکمل علم نہیں دیا گیا انسان کے پاس اس کے بارے میں علم نہ ہونے کے برابر ہے تو پھر ظاہر ہے اسے کیسے علم ہو سکتا ہے کہ اس کی ضروریات کیا ہیں؟ جب انسان کو اس بشر کی خلق کا علم ہی نہیں دیا گیا تو یہ اس کی ضروریات کو کیسے خلق کر سکتا ہے؟ اس کے باوجود اگر یہ اس ذمہ داری کو اٹھاتا ہے تو پھر اس کا نتیجہ انہائی تباہ کن ہے اور آج آپ پوری دنیا میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اب جب حقیقت آج آپ کے سامنے ہے آپ پر کھول کھول کر واضح کی جا چکی تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اللہ اس جرم کو برداشت کرے گا؟ اللہ ایسا کرنے والوں کو چھوڑ دے گا کوئی سزا نہ دے گا؟ حالانکہ اور شرک کسے کہتے ہیں؟ یہی تو شرک عظیم ہے اسے آپ ایک آسان ہی مثال سے بھی سمجھ سکتے ہیں مثلاً اگر آپ کسی بھی شےٰ کے کاریگر ہو اور آپ کام کر رہے ہوں وہ شےٰ بنار ہے ہوں تو اگر کوئی ایسا شخص جو اس شےٰ کے بارے کوئی علم نہیں رکھتا وہ آکر آپ کو کہتا ہے کہ آپ ٹھیک کام نہیں کر رہے اور آپ کو زبردستی پیچھے دھکیل کر خود کام کرنا شروع ہو جاتا ہے اور کام کو نہ صرف بگاڑ کر کھو دیتا ہے بلکہ الٹا یہ کہ ایسے کرتے ہیں جیسے میں نے کیا تو آپ کو کیسا لگے گا؟ آپ پر کیا گزرے گی؟ یقیناً آپ کو انہائی ناگوار گزرنے گا اور آپ ایسا کرنے والے کو ہرگز برداشت نہیں کریں گے تو پھر ذرا غور کریں آج جو کچھ آپ کر رہے ہے آج جو کچھ آپ کر رہے ہیں کیا آج آپ اللہ کیسا تھے بالکل یہی نہیں کر رہے؟

اللہ یعنی فطرت آپ کی ضروریات کو وجود میں لا تی ہے لیکن آج انسان نے ہر شےٰ کے بارے میں ہی اللہ کو کہا کہ ایسے نہیں ایسے کرتے ہیں۔ اللہ نے انسان کی ضرورت سواری کے ذرائع خلق کیے تو انسان نے اللہ کے سواری کے ذرائع پر لعنت کرتے ہوئے یعنی اللہ پر لعنت کرتے ہوئے اللہ کو نظر انداز کرتے ہوئے اس کے مقابلے پر اپنے سواری کے ذرائع خلق کر کے یہ دعویٰ کر دیا کہ اے اللہ تجھے تو علم ہی نہیں کہ ہماری کیا ضروریات ہیں اور انہیں خلق کیسے کرنا ہے یہ لے یہ دیکھہ ہم تجھے بتاتے ہیں کہ ہماری کیا ضروریات ہیں اور انہیں کیسے خلق کیا جاتا ہے۔

ایسے ہی جتنی بھی انسان کی ضروریات ہیں کسی کو بھی سامنے رکھ لیں ہر شےٰ کے بارے میں انسان کا عملًا دعویٰ ہے کہ اے اللہ تجھے تو یہ علم ہی نہیں تھا کہ ہماری ضروریات کیا ہیں اور پھر انہیں خلق کیسے کرنا ہے اور انسان آج اپنے عمل سے یہ سب کر کے دکھار رہا ہے اپنے عمل سے اللہ کو جھوٹا اور غلط کہہ رہا ہے تو اس سے بڑا کوئی شرک ہو سکتا ہے؟ اور پھر کیا اللہ اس شرک کو برداشت کرے گا؟ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ انسان اللہ پر لعنت کرے یعنی اللہ کو نظر انداز کرے تو کیا اللہ

نفیر ہے جو انسان کے پیچھے پیچھے بھاگتا پھرے گا؟ نہیں بلکہ اللہ انہی ہے جب انسان اللہ پر لعنت کرتا ہے یعنی اللہ کو نظر انداز کرتا ہے تو اصل میں انسان اللہ پر لعنت نہیں کر رہا ہوتا حقیقت یہ ہوتی ہے کہ اللہ انسان پر لعنت کر رہا ہے کیونکہ اللہ کیا ہے؟ اللہ تو فطرت ہے جب آپ فطرت کو نظر انداز کریں گے تو اصل میں فطرت نے آپ کو نظر انداز کر دیا اور جب آپ اللہ یعنی فطرت کو نظر انداز کریں گے تو پھر آپ کو طرح طرح کی ہلاکتوں کا سامنا کرنا پڑے گا کیونکہ فطرت اپنا شریک یعنی اپنی ضد برداشت ہی نہیں کرتی۔

آج انسان نے نہ صرف ایسا کیا بلکہ آج ایسا کرنے کا انجام بھی اس کے بالکل سامنے موجود ہے آج انسان کو طرح طرح کی ہلاکتوں نے گھیر کھا ہے اور اب بھی اگر یہ باز نہیں آتا بھی اگر تم لوگ باز نہیں آتے تو پھر جان لو تمہیں بھی تمہارے آباء گز شستہ ہلاک شدہ اقوام کی طرح صفحہ ہستی سے مٹایا جانے والا ہے عذاب عظیم تمہارے بالکل سر پر آ کھڑا ہے۔

یہاں تک آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ حلال اطیباً کیا ہے اور اس کی اہمیت و حیثیت کیا ہے اس کے باوجود بھی اگر کوئی حق سے اعراض ہی کرتا ہے تو پھر جان لیں کہ آپ زبان سے جتنے جی چاہے دعوے کرتے پھریں وہ محض جھوٹ اور فریب ہو گا اس سے بڑھ کر کچھ نہیں کیونکہ دیکھیں حلال اطیباً کے بارے میں اللہ کا مزید کیا کہنا ہے۔

~ يَا إِيَّاهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُّوا مِنْ طَيِّبٍ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَأَشْكُرُوا لِلَّهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ . البقرة ٢٧٢ ~

یا إِيَّاهَا الَّذِينَ آمَنُوا اللہ کا اپنے رسول کے ذریعے کہنا ہے یعنی اللہ کا رسول کہہ رہا ہے اے وہ لوگو جو میری دعوت کو دل سے تسلیم کر رہے ہو کلُّوا مِنْ طَيِّبٍ مَا رَزَقْنَاكُمْ استعمال کر رہے ہو طبیبات سے جو رزق ہیں ہم تمہارا وَأَشْكُرُوا لِلَّهِ اور شکر کر رہے ہو والہ کے لیے یعنی اگر تم اس رزق سے جو طبیبات ہیں انہیں استعمال کر رہے ہو جو رزق ہم ہیں تمہارا تو ہی تم جو کچھ بھی تمہیں دیا گیا اس مقصد کے لیے جس مقصد کے لیے دیا گیا اور جس نے دیا اسی کے لیے استعمال کر رہے ہو ورنہ اگر تم طبیات سے استعمال نہیں کر رہے جو رزق ہم ہیں تمہارا تو تم جو کچھ بھی تمہیں کر رہے یعنی تمہیں جو سنن، دیکھنے، سمجھنے، بولنے اور عمل کرنے کی صلاحیتیں دی گئیں یا جو کچھ بھی دیا گیا تم ان میں سے کسی کا بھی اس مقصد کے لیے استعمال نہیں کر رہے جس مقصد کے لیے دیا گیا تم ان میں سے کسی کا بھی اس کے لیے استعمال نہیں کر رہے جس نے تمہیں یہ سب کا سب دیا إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ اگر تم وہی کرتے ہو جو ہم کہہ رہے ہیں یعنی اگر تم طبیات سے استعمال کرتے ہو جو رزق ہم ہیں تمہارا تو تم جو کچھ بھی کر رہے ہو تم صرف ہماری غلامی کر رہے ہو ورنہ اگر تم طبیات سے استعمال نہیں کرتے جو رزق ہم ہیں تمہارا تو تم چاہ کر بھی کسی بھی صورت ہماری غلامی نہیں کر رہے بلکہ تم اور ہم کی غلامی کر رہے ہو تم ہمارے شریک اخذ کر رہے ہو ہمارے شریک بن رہے ہو اور جو ہمارے شریک ہیں انہی کی غلامی کر رہے ہو یعنی تمہیں جو کچھ بھی دیا گیا تم ہمارے لیے نہیں بلکہ اور ہم کے لیے استعمال کر رہے ہو۔

اس آیت میں آپ نے دیکھا کہ اللہ نے طیب رزق کیسا تھا شکر کو مشروط کر دیا اور پھر شکر کو ہی اپنی عبادۃ یعنی غلامی قرار دیا۔ اور ایسا ہو گئی کیوں نہ کیونکہ جب آپ رزق کی اہمیت و حیثیت کو جان لیں اور پھر شکر اور عبادۃ کو جان لیں تو آپ پر بالکل محل کر واضح ہو جائے گا کہ اس میں کچھ شکر نہیں یہی حق ہے۔ شکر کہتے ہیں جو بھی آپ کو دیا گیا اس کا اسی مقصد کے لیے استعمال کرنا جس مقصد کے لیے دیا گیا اور عبادہ کہتے ہیں آپ کو جو کچھ بھی دیا گیا جس کے لیے یا جس کے پیچھے آپ کا یا اس میں سے کسی کا بھی استعمال کرتے ہیں اب اگر آپ شکر کرتے ہیں یعنی آپ کو جو کچھ بھی دیا گیا اس کا اسی مقصد کے لیے استعمال کرتے ہیں جس مقصد کے لیے دیا گیا تو ظاہر ہے آپ اسی کی عبادۃ کر رہے ہوں گے جس نے آپ کو سب کا سب دیا۔

آپ پر کھول کر واضح کر دیا گیا کہ آپ وہ ہیں جو آپ کھاتے ہیں۔ آپ کو زمین کے عناصر سے خلق کیا گیا ہر عنصر کی اپنی اپنی الگ الگ صلاحیتیں ہیں جب ان عناصر کو کیمیائی عوامل سے گزار جاتا ہے تو نہ صرف ان سے ایک نیا وجود بنتا ہے جس میں نئی صلاحیتیں وجود میں آتی ہیں بلکہ اس سے دو طرح کی انرجی بھی وجود میں آتی ہے گرم اور ٹھنڈی انرجی یعنی منفی اور مثبت انرجی جو آپس میں ایک دوسرے میں ضم ہوتی ہیں جس سے ان میں کشمکش شروع ہو جاتی ہے جس کا اعمال کی صورت میں اظہار ہوتا ہے۔ آپ پر کھول کر واضح کیا جا چکا کہ آپ کیمسٹری کا ایک انتہائی پیچیدہ ترین اور حساس ترین فارمولہ ہیں اگر ان عناصر

میں رائی برابر بھی ردوبدل ہوتی ہے جن سے آپ کو وجود میں لا گیا اور پھر جب تک آپ کی اجمل مسمی نہیں آ جاتی تب تک قائم رہنے کے لیے آپ کو ان عناصر کی ضرورت ہے جو آپ اپنے جسم کو روزق کی صورت میں فراہم کرتے ہیں یا ان کی مقدار اور معیار میں کوئی فرق آتا ہے یعنی وہ عناصر متوازن نہیں ہوتے تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ نہ صرف ان غیر متوازن عناصر سے غیر متوازن جسم وجود میں آئے گا اس میں طرح طرح کی خامیاں، خرابیاں و نقصان پیدا ہوں گے بلکہ ایک غیر متوازن شخصیت یعنی کردار وجود میں آئے گا کیونکہ جب بھی آپ ان عناصر کو اپنے جسم میں داخل کرتے ہیں تو جب وہ عناصر جسم کے ہر خوبی میں جا کر کیمیائی عوامل سے گزرتے ہیں تو ان سے نہ صرف نفع خلیے یعنی نیا جسم بنتا ہے بلکہ ان سے دو اقسام کی انرجی وجود میں آتی ہیں جنہیں الملا الاعلیٰ کہا گیا جن میں سے ایک ملائکہ اور دوسرا الجان ہوتے ہیں اس کے بعد یہ دونوں اقسام کی انرجی آپس میں ختم ہو کر واپس اپنی اصل حالت میں جاتی ہے تو ان دونوں کے مقابلہ ہونے کی وجہ سے ان میں کشمکش شروع ہو جاتی ہے کھینچاتانی شروع ہو جاتی ہے جس کا آپ کے اعمال یا آپ کے جسم میں طرح طرح کی کیفیات کی صورت میں اظہار ہوتا ہے جیسے کہ کوئی بھی حرکت کرنا، سنسنا، دیکھنا، سوچنا، سمجھنا، خیال، بولنا، جذبات، احساسات، غصہ، حسد، بغض، لائق، تکبر یا عاجزی و انکساری سمیت تمام کی تمام کیفیات وغیرہ۔

اب اگر آپ جسم کو اس کی ضرورت کے مطابق ہی عناصر فراہم کریں گے ان کی مقدار اور معیار بھی بالکل ٹھیک ہو گا تو ہی ان سے نہ صرف ایک متوازن جسم وجود میں آئے گا بلکہ ان سے دونوں اقسام کی متوازن انرجی وجود میں آ کر جب وہ آپس میں ختم ہو گی تو اس سے متوازن اعمال و کیفیات کی صورت میں اظہار ہو گا ایسے جسم کا سنسنا، دیکھنا، سوچنا، سمجھنا، بولنا، خیال، اعمال، جذبات و احساسات سب کا سب بالکل ویسا ہو گا جیسا کہ ہونا چاہیے جیسا اسے وجود میں لانے والا چاہ رہا ہے یعنی عین فطرت کے مطابق اور اگر رزق متوازن نہیں ہوتا تو اس کا نتیجہ ہر لحاظ سے فطرت یعنی اپنے رب سے بغاوت ہی کی صورت میں سامنے آئے گا۔ اب آپ کو خلق کیا آپ کے رب نے اور آپ کا رب کو فطرت ہے جو آپ کو ہر طرف نظر آ رہا ہے اس لیے صرف اسی کو علم ہے کہ آپ کو کیسے خلق کیا اور آپ کی کیا ضروریات ہیں اور انہیں کیسے خلق کرنا ہے اس لیے اگر آپ اپنے رب پر احتمار کریں گے اس کی بات مانیں گے یعنی آپ طیبات سے اسی کا جو رزق ہے اسے اخذ کریں گے تو اس سے آپ کا جسم بھی طیب بنے گا اور آپ کا جسم اعمال بھی صالح کرے گا وہ ہر لحاظ سے طیب کو ہی پسند کرے گا طیب کی طرف کھینچ گا یعنی وہ سننے، دیکھنے، سوچنے، سمجھنے، بولنے اور عمل کرنے سمیت ہر اس شے کا اسی مقصد کے لیے استعمال کرے گا جس مقصد کے لیے اسے دیا گیا، سب کے سب کا اسی کے لیے استعمال کرے گا جس نے اسے یہ سب کا سب دیا یعنی سب کے سب کو فطرت کے لیے استعمال کرے گا جیسے آپ کے جسم میں جو کچھ بھی ہے وہ آپ کا ہے اور آپ کے لیے ہے بالکل اسی طرح آپ کو فطرت وجود میں لائی تو آپ فطرت کے ہی ہیں اور فطرت کے لیے ہی ہیں جیسے آپ کے جسم میں آپ کے ہاتھ کا کام ہے اپنے وجود کے لیے اپنی صلاحیتوں کا استعمال کرنا اپنے وجود کی دیکھ بھال کرنا اسے کسی بھی قسم کا کوئی نقصان نہ پہنچنے دینا اسے نقصان سے بچانا جو اس کیسا تھدشمنی کرے اسے دشمنی سے روکنا بالکل ایسے ہی آپ کو فطرت وجود میں لائی تو فطرت ہی آپ کا اصل وجود ہے آپ نے فطرت کی زبان بنانا ہے، فطرت کے ہاتھ بنانا ہے یعنی جو کچھ صلاحیتیں آپ کو دی گئیں یا جو کچھ بھی آپ کو دیا گیا ان میں سے کسی کا بھی یعنی سب کے سب کا فطرت کے لیے ہی استعمال کرنا ہے جو کہ نہ صرف شکر کہلاتا ہے بلکہ اسی کی یعنی اپنے رب اللہ کی غلامی کہلاتے گی۔

یوں آپ نے جان لیا کہ اگر آپ طیبات سے ہی رزق استعمال کرتے ہیں تو ہی آپ ان تمام کی تمام اشیاء و صلاحیتوں کا یعنی جو کچھ بھی آپ کو دیا گیا ان کا اسی مقصد کے لیے استعمال کر سکتے ہیں جس مقصد کے لیے آپ کو دیا گیا اور جب آپ سب کے سب کا اسی مقصد کے لیے استعمال کریں گے تو یہ بلا شک و شبہ آپ سب کے سب کا اسی کے لیے استعمال کر رہے ہوں گے جس نے آپ کو دیا جو کہ اس کی عبادۃ یعنی غلامی کہلاتے گی اور اگر آپ طیبات کو خبائث سے بدلتے ہیں آپ طیبات کی بجائے خبائث کو اپنا رزق بنایتے ہیں تو جان لیں آپ چاہ کر بھی شکر نہیں کر سکتے نہ ہی آپ چاہ کر بھی ہماری یعنی اپنے رب کی عبادۃ یعنی غلامی کر سکتے ہیں۔ اگر آپ خبائث کو اپنا رزق بناتے ہیں تو ظاہر ہے خبائث سے خبیث جسم ہی وجود میں آئے گا جو کہ ہر لحاظ سے غیر متوازن جسم ہو گا اور پھر اسے اعمال بھی مکمل طور پر غیر متوازن ہوں گے یعنی ایسا جسم جو بھی عمل کرے گا وہ خراب عمل ہو گا وہ ہر لحاظ سے ہر پہلو سے فساد ہی کرے گا لیکن وہ اس حق کو تسلیم نہیں کرے گا بلکہ وہ اثنائیکبار کرے گا وہ غلط ہونے کے باوجود خود کو غلط تسلیم نہیں کرے گا اور اگر کوئی اس پر اس کی غلطی کو واضح کرتا ہے تو وہ غلطی کو سامنے لانے والے ہی کو اپنا دشمن سمجھے گا اور اس کیسا تھدشمنی کرے گا۔ اول تو اپنی غلطی کو تسلیم ہی نہیں کرے گا اور اگر بالفرض اسے ماننا ہی پڑے کہ اس نے جو کیا غلط کیا تو پھر

بھی وہ بھی بھی خود کو اس غلطی کا ذمہ دار نہیں ٹھہرائے گا بلکہ اپنی غلطی کی ذمہ داری کسی اور پردازت ہوئے خود کو غلطی سے ماوراء صحیح گا اور یوں وہ مزید غلطی در غلطی کرتا چلا جائے گا جب تک کہ اسے اس کی غلطیاں بیچپے سے اچانک آنہیں پکڑتیں اور پھر جب اسے اس کی اپنی ہی لمبے عرصے تک کی جانے والی غلطیاں آپکڑتی ہیں تو پھر بھی وہ نہیں کہتا کہ یہ ہلاکت، مصیبت یا بتاہی کا ذمہ دار وہ خود ہے بلکہ اس کا ذمہ دار بھی وہ کسی اور کوہی ٹھہرائے گا یہاں تک کہ یا تو وہ اپنے رب فطرت سے رجوع نہیں کرتا یا پھر اس کی اجل مسمی نہیں آ جاتی۔

یوں آپ نے جان لیا کہ اگر آپ اپنے رزق پر توجہ نہیں دیتے تو آپ چاہ کر بھی مومن نہیں بن سکتے خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے اب حق اس قدر کھول کھول کر واضح کر دیئے جانے کے باوجود بھی اگر آپ حق سے اعراض ہی کرتے ہیں تو پھر جان لیں کہ ایسا کرنے سے آپ اپنا ہی انتقام کریں گے نہ کہ ہمارا۔ آج میں تمہارا رب تم پر احسان عظیم کر رہا ہوں اب چاہے تو حق کو دل سے تسلیم کرتے ہوئے میری طرف رجوع کرو اپنا رخ میری طرف پھیر لو اور ہر طرف سے کٹ کر فطرت پر قائم ہو جاؤ یا پھر حق سے کذب کرتے ہوئے دنیا و آخرت میں ذلت و رسومی کا سودا کرو۔ اور جان لو اگر تم حق سے کذب ہی کرتے ہو تو یہ کوئی پہلی بار نہیں ہونے والا بلکہ تم سے قبل وہ جو تمہارے آباء تھے جنہیں صفحہ ہستی سے منادیا گیا نشان عبرت ہنادیا گیا وہ بھی بالکل تمہاری مثل کذب کر چکے تو پھر ان کا انجام کیا ہوا؟ آج تمہارا انجام بھی تمہارے آبا و اجداد قوم عاد و ثمود ہی کی مثل ہو گا جو تمہارے بالکل سر پر آ کھڑا ہے۔

فَكُلُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا وَأْشْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيمَانًا تَعْبُدُونَ . النحل ١١٣

اس آیت میں بھی وہی بات کی گئی کہ اگر اللہ کے رزق سے جو کہ حلال اطیبا ہے کو استعمال کرتے ہو تو یہ تم نہ صرف شکر کر رہے ہو بلکہ شکر کو ہی اللہ کی عبادۃ یعنی غلامی قرار دیا کہ تم اللہ کی عبادۃ یعنی غلامی کر رہے ہو۔ اللہ نے ہر شے سے اس کا جوڑا خلق کیا تو ظاہر ہے اگر اللہ کے رزق سے استعمال نہیں کرتے یعنی حلال اطیبا سے استعمال نہیں کرتے تو پھر اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ آپ چاہ کر بھی نہ تو شکر کر سکتے ہیں اور نہ ہی اللہ کی عبادۃ یعنی غلامی کر سکتے ہیں اب یہ فیصلہ آپ کو کرنا ہے کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ اگر تو آپ واقعہ شکر کرنا چاہتے ہیں جو کہ اللہ کی عبادۃ یعنی غلامی ہے تو اس کے لیے آپ کو ہر صورت اللہ کے رزق سے جو کہ حلال اطیبا ہے کو ہی استعمال کرنا ہو گا اور اگر آپ ایسا نہیں کرتے جو کہ آپ نہیں کر رہے تو پھر جان لیں آپ زبان سے جتنے جی چاہے دعوے کرتے پھر یہی محض آپ کے منہ کی پھونکوں کے سوا کچھ نہیں ہو گا۔

اللہ نے اپنا قانون کھول کھول کر آپ پر واضح کر دیا اب اس کے باوجوداً گر کوئی اللہ کے رزق کی بجائے اللہ کے شریکوں کا رزق استعمال کرتا ہے یعنی حلال اطیبا کی بجائے متشابہ یا خبیث رزق استعمال کرتا ہے اور ساتھ یہ بھی دعویٰ کرتا ہے کہ وہ مومن ہے وہ شکر کر رہا ہے وہ اللہ کی غلامی کر رہا ہے تو پھر اس کا مطلب بالکل واضح ہے کہ وہ یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ وہ سچا ہے اور اللہ جھوٹا ہے۔ اللہ کا دعویٰ ہے کہ اگر تم غیر اللہ کا رزق استعمال کرتے ہو حلال اطیبا کی بجائے متشابہ یا خبیث رزق کا استعمال کرتے ہو تو تم مومن بن ہی نہیں سکتے تم شکر کر ہی نہیں سکتے تم اللہ کی عبادۃ یعنی غلامی کر ہی نہیں سکتے اور ایسا شخص متشابہ یا خبیث رزق کا استعمال کرنے کے باوجود مومن ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے شکر کرنے اللہ کی عبادۃ کرنے کا دعویٰ کر رہا ہے تو وہ اللہ کو جھوٹا قرار دے رہا ہے اور اللہ اپنے قول میں جھوٹا ہوا ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔

آج آپ اپنے گریبان میں جھانکیں کیا آج آپ اللہ کو جھوٹا نہیں قرار دے رہے؟ ذرا اپنے رزق میں غور کریں کیا آپ اللہ کے رزق سے استعمال کر رہے ہیں؟ ذرا غور کریں جو کچھ بھی آپ اپنی ضروریات کے نام پر استعمال کر رہے ہیں کیا ان کا خالق اللہ یعنی فطرت ہے؟ کیا آپ کا رزق سو فیصد فطرتی ہے اور فطرتی میں سے وہ ہے جس کی بالکل واضح فطرت نے استعمال کی اجازت دی یا پھر آج آپ کا رزق فطرت کی ضد مصنوعی ہے؟ آپ کا رزق اللہ کا یعنی فطرت کا خلق کردہ نہیں بلکہ یا تو اس میں انسان نے مداخلت کی یا پھر مکمل طور پر مصنوعی ہے انسان کا خلق کردہ؟ اگر آپ تھوڑا سا بھی غور کریں تو حق آپ کے بالکل سامنے ہے۔

آج آپ جو کچھ بھی کھار ہے ہیں جیسا کہ آج پوری دنیا میں چکن کے نام پر جو گوشت کھایا جا رہا ہے وہ اللہ کا رزق نہیں ہے بلکہ اللہ کے شریکوں کا خلق کردہ ہے۔ مرغیوں کو فطرت کے برعکس قید میں رکھا جاتا ہے حالانکہ فطرت نے انہیں بالکل آزادی دی یوں اللہ کا شریک بنتے ہوئے مرغیوں کو قید کر دیا پھر ان سے مصنوعی

طریقے سے اٹھ کے جاتے ہیں ان انڈوں سے مشینوں کے ذریعے یعنی مصنوعی طریقوں سے بچنکا لے جاتے ہیں پھر ان بچوں کو غیر فطرتی طریقوں سے مصنوعی طریقوں سے انہائی قلیل مدت میں کئی گناہ کر لیا جاتا ہے اور اسے اپنے لیے بطور رزق استعمال کیا جاتا ہے جو کہ مکمل طور پر حرام ہے ایسا رزق طیب نہیں بلکہ اس کی ضد خوبیت ہے ایسا رزق اللہ کا نہیں بلکہ غیر اللہ کا ہے۔

پھر ایسے ہی آپ آج مختلف نباتات و شرات کو ہی لے لیں۔ جن نباتات کو فطرت سال میں کسی مخصوص خطے میں مخصوص ایام میں ایک ہی بار خلق کرتی ہے آج انسان فطرت میں مداخلت کرتے ہوئے یعنی اللہ کا شریک بنتے ہوئے انہی نباتات کو پوری دنیا میں کسی بھی موسم اور کسی بھی خطے میں کئی گناہ کم وقت میں اور کئی گناہ زیادہ خلق کر رہا ہے تو کیا یہ اللہ کا رزق ہوا یا پھر غیر اللہ کا؟ حق آپ پر بالکل واضح ہے کہ یہ اللہ کا نہیں بلکہ غیر اللہ کا رزق ہے اور جب آپ اللہ کی بجائے غیر اللہ رزق کھائیں گے تو آپ بھی اللہ کی بجائے غیر اللہ ہی بنیں گے یعنی آپ فطرت نہیں بلکہ فطرت کی صداس کے شریک بنیں گے۔

آج جب حق کھول کھول کر واضح کیا جا رہا ہے لوگوں کو کہا جا رہا ہے کہ یہ اللہ کا رزق نہیں ہے یہ غیر اللہ کا رزق ہے یہ فساد عظیم ہے تو اکثریت ماننے کو تیار ہی نہیں، اکثریت ہمیں بے دوقوف قرار دیتے ہوئے کہتی ہے کہ دیکھو یہ فساد نہیں بلکہ اصلاح ہے پہلے دنیا کے چند مخصوص خطوں میں مخصوص موسم میں اور مخصوص ایام میں سال میں ایک بار شے و جود میں آتی تھی آج وہی شے پوری دنیا میں نصرف کہیں بھی کسی بھی موسم میں اگائی جا سکتی ہے اور اگائی جا رہی ہے بلکہ فطرت کی نسبت کئی گناہ کم وقت میں اور زیادہ سے زیادہ اگائی جا رہی ہے لہذا یہ فساد نہیں بلکہ اصلاح ہے یہ ترقی ہے یہ انسانیت کی خدمت ہے اور جو اسے فساد کہے وہ بے دوقوف اور پاگل ہی ہو سکتا ہے۔

تو ایسے لوگوں پر ہم واضح کرتے ہیں کہ اے عقل کے انہوں بے دوقوف و پاگل ہم نہیں بلکہ تم لوگ خود ہو اور ہم تم پر کھول کھول کر واضح کر دیتے ہیں کہ کیسے اور پھر تم اپنے آپ کو سچا ثابت کر کے دکھانا۔

فطرت کے بر عکس کم سے کم وقت میں اور زیادہ سے زیادہ اگایا جانا بلا شک و شبہ نظر آنے میں بہت بھلانظر آتا ہے انسانیت کی خدمت اور ترقی نظر آتی ہے لیکن جو نظر آ رہا ہے کیا حقیقت بھی وہی ہے یا پھر جو نظر آ رہا ہے وہ حقیقت نہیں بلکہ حقیقت اس کے بالکل بر عکس ہے اور جو سامنے نظر آ رہا ہے وہ بہت بڑا جل عظیم ہے دھوکہ ہے؟ تو حقیقت یہ ہے کہ جو سامنے نظر آ رہا ہے اس کی حقیقت اس کے بالکل بر عکس ہے جو نہ صرف انہائی تباہ کن ہے بلکہ ابھی جب آپ پر کھول کر واضح کی جائے گی تو ہر کسی پر کھل کر واضح ہو جائے گا کہ جو سامنے نظر آ رہا ہے یہ بڑا جل عظیم ہے یہی تو الدجال ہے جو کہ عظیم فتنہ ہے اور جو اس سے متاثر ہیں اور مومنین کو بے دوقوف و پاگل سمجھ اور قرار دے رہے ہیں حقیقت میں وہ لوگ خود بے دوقوف ہیں جو اس عظیم فتنہ الدجال کو ہی نہ سمجھ پائے اور الٹا اس کا شکار ہو چکے ہوئے ہیں۔

اب سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ذرا غور کریں کہ آپ کا رب کون ہے؟ یعنی وہ کون سی ذات ہے جس نے آپ کو وجود دیا اور جس نے آپ کو وجود دیا نہ صرف اسی کو علم ہے کہ اس نے آپ کو وجود دیا آپ کو وجود میں لانے کا مقصد کیا ہے بلکہ آپ کی ضروریات کیا ہیں اور انہیں کیسے خلق کر کے آپ کو فراہم کرنا ہے اس کا علم بھی صرف اسی کو ہے۔

ذرا غور کریں کیا آپ کو سننے دیکھنے اور جو بھی آپ کو سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اس کو سمجھنے کی صلاحیتیں دیں تو ظاہر ہے اسی لیے دیں تا کہ آپ سن سکیں دیکھ سکیں اور پھر جو کچھ بھی آپ کو سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھ سکیں تو ذرا غور کریں کہ آپ کا رب کون ہے؟ یعنی وہ کون ہے جس نے آپ کو خلق کیا اور پھر جس نے خلق کیا صرف اور صرف اسی کو علم ہے کہ اس نے آپ کو کس سے اور کس مقصد کے لیے خلق کیا اور پھر آپ کی ضروریات کیا ہیں صرف اسی کو ان کے بارے میں علم ہے اور انہیں کیسے وجود میں لانا ہے اس کا علم بھی اس کے علاوہ کسی کو نہیں۔ اور پھر جس نے آپ کو خلق کیا کیا وہ آپ کو خلق کرنے کے بعد آپ کی ضروریات کو وجود میں لانا بھول گیا تھا؟ یا پھر اگر اس نے آپ کی ضروریات کو بھی وجود دیا انہیں بھی خلق کر رہا ہے تو کیا اس نے ان میں کوئی بھی کمی میشی کی تھی یا کر رہا ہے؟

تو جب آپ غور کریں گے تو آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا کہ آپ کا رب فطرت ہے یعنی فطرت ہی وہ ذات ہے جو آپ کو عدم سے وجود میں لائی اور پھر

آپ کوں مقصد کے لیے وجود میں لا یا اس کا علم بھی صرف اور صرف اسی کو ہے اور پھر آپ کی ضروریات کیا ہیں اس کا علم بھی صرف اور صرف اسی کو ہے اس کے علاوہ کسی کو علم نہیں۔

اب ذرا غور کریں کیا آپ کا رب آپ کو خلق کرنے کے بعد آپ کی ضروریات کو خلق کرنا بھول گیا تھا؟ جب آپ غور کریں گے تو آپ پر بالکل کھل کرو واضح ہو جائے گا کہ نہیں بالکل نہیں بلکہ آپ کا رب فطرت ہے تو فطرت نے نہ صرف آپ کو وجود دیا بلکہ فطرت تو آپ کی تمام تر ضروریات کو بھی خلق کر رہی ہے۔ اور پھر دوسری بات کہ کیا آج آپ اپنی ضروریات کے لیے اپنے رب فطرت پر ہی انحصار کر رہے ہیں یا پھر نہیں بلکہ اس کے بر عکس آج آپ اپنے رزق کی ذمہ داری خود اٹھائے ہوئے ہیں؟ تو حقیقت بالکل سامنے ہے کہ آج انسان اپنی تمام تر ضروریات کے لیے اپنے رب فطرت پر انحصار کرنے کی بجائے اس کی طرف رخ کرنے کی بجائے اس ذمہ داری کو خود اٹھائے ہوئے ہے اپنارزق خود خلق کر رہا ہے۔

تو اب آپ سے سوال ہے کہ کیا آپ کے رب کو علم نہیں تھا کہ آپ کی ضروریات کیا ہیں؟ یا پھر اس نے کوئی غلطی کوتا ہی کر دی جو آپ کو اپنارزق خود خلق کرنے کی ضرورت پیش آئی؟ جب آپ گل کائنات کی نہ صرف سب سے پیچیدہ ترین بلکہ حساس ترین خلق ہیں اور پھر آپ کی ضروریات کیا ہیں اس کا علم آپ کے خالق کے علاوہ کسی کو نہیں تو پھر آپ اپنی ضروریات کو کیسے احسن خلق کر سکتے ہیں؟ اور پھر آپ کا رب جو آپ کی ضروریات خلق کر رہا ہے تو وہ کیسے غلط ہو سکتی ہیں؟ ان میں کیسے کوئی خامی یا خرابی ہو سکتی ہے؟

اگر آج آپ کم سے کم وقت میں اور زیادہ سے زیادہ اگار ہے ہیں تو کیا آپ کے رب یعنی فطرت کو علم نہیں تھا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے؟ اگر آپ کے رب اللہ کو علم تھا اور پھر اس کے باوجود وہ زیادہ وقت میں اور کم سے کم اگاتا ہے تو پھر ظاہر ہے اسی میں حکمت ہے اگر اس سے ہٹ کر کچھ کیا جاتا ہے تو اس کا کسی بھی صورت فائدہ نہیں بلکہ الٹا نقصان ہی ہوگا۔ اللہ کو علم تھا کہ کم سے کم وقت میں اور زیادہ سے زیادہ اگایا جاسکتا ہے اگر اس کے باوجود اللہ کا خلق کرنے کا قانون بظاہر سست ہے تو جان لیں اللہ العزیز الحکیم ہے اللہ جو بھی کر رہا ہے اس میں رائی برابر بھی کوئی کمی، بھی، خامی یا خرابی نہیں اور جیسا اللہ کر رہا ہے اس میں رائی برابر بھی تبدیلی نہیں کی جاسکتی اگر اسے بدلا جائے گا تو اس کے نتائج انتہائی تباہ کن ہوں گے اس میں کسی بھی صورت سلم نہیں رہے گا بلکہ بگاڑ آجائے گا جو بالآخر تباہی کا باعث بنے گا تباہی کی صورت میں ظاہر ہوگا۔

اللہ جس طرح نباتات و ثمرات خلق کر رہا ہے اسے ایک انتہائی آسان سی مثال کیا تھے سمجھ لیجئے۔ مثال کے طور پر ایک ٹرین ایک سٹیشن سے روانہ ہوتی ہے اور چوبیں گھنٹے بعد وہ اپنی منزل پر پہنچ گی لیکن اس ٹرین نے ہر ایک گھنٹے بعد ایک ایک سٹیشن پر رکنا ہے اور لوگوں کو اپنے اوپر سوار کرتے ہوئے ٹھیک چوبیں گھنٹے بعد منزل پر پہنچنا ہے یوں ہر ایک گھنٹے بعد ہر سٹیشن پر رکتے رکتے ٹھیک چوبیں گھنٹے بعد اپنی منزل پر پہنچ گی تو کوئی ایک بھی مسافر ایسا نہیں ہوگا جو پیچے رہ جائے بلکہ تمام کے تمام مسافر اپنی منزل پر پہنچ جائیں گی جب ٹرین اپنی منزل پر پہنچ گی تو وہ سوار یوں سے بھری ہوئی ہوگی۔

اب ذرا تصور کریں اگر وہی ٹرین چوبیں گھنٹے کی بجائے چھ گھنٹے میں اپنی منزل پر پہنچ جائے تو اس کا نتیجہ کیا نکلے گا؟ تو جواب بالکل واضح ہے کہ جب ٹرین اپنی منزل پر پہنچ گی تو بالکل خالی ہوگی یا اس میں نہ ہونے کے برابر سوار یاں ہوں گی وہ بھی وہی جو پہلے سٹیشن سے سوار ہوئیں۔ ایسا سیلے کیونکہ جہاں ٹرین نے ایک گھنٹے بعد پہنچنا ہے تو مسافرو ہاں آدھا گھنٹا پہلے نہیں پہنچ کر انتظار کریں گے بلکہ جب آپ کو یقین ہے کہ عین فلاں وقت پر ٹرین سٹیشن پر پہنچ گی تو آپ بھی عین وقت پر وہاں پہنچیں گے یا زیادہ سے زیادہ پانچ دس منٹ پہلے پہنچیں گے اس سے پہلے نہیں، اب جہاں ٹرین نے ایک گھنٹے بعد پہنچنا تھا وہ میں منت بعد پہنچ جائے گی یعنی چالیس منٹ قبل پہنچ جائے گی تو سٹیشن بالکل خالی ہو گا مسافر ابھی وہاں پہنچ ہی نہیں ہوں گے جس وجہ سے ٹرین پہلے ہی وہاں سے گزر جائے گی اور جب مسافر آئیں گے تو انہیں پتہ چلے گا کہ ٹرین تو بہت پہلے ہی یہاں سے گزر چکی۔ ایسے ہی اگلے سٹیشن پر جہاں ٹرین نے دو گھنٹے بعد پہنچنا تھا وہاں وہ ایک گھنٹہ میں منت قبل پہنچ جائے گی تو وہاں بھی کوئی مسافر نہیں ہو گا یوں وہاں سے بھی خالی آگے جائے گی ایسے ہی آگے بڑھتے بڑھتے ہر سٹیشن پر ایسا ہی ہو گا یوں جب ٹرین اپنی منزل پر پہنچ گی تو سوائے پہلے سٹیشن والی سوار یوں کے ٹرین بالکل خالی ہوگی۔

بالکل یہی مثال نباتات و ثمرات کی خلق کی ہے۔ سب سے پہلے تو آپ کو اس بات کا علم ہونا چاہیے کہ آپ جو بھی نباتات و ثمرات کھاتے ہیں اصل میں یہ آپ کے جسم کی ضرورت نہیں ہوتیں بلکہ یہ تو محض پیکنگ ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر آپ ایک سیب کی مثال لے لیں اصل میں سیب آپ کے جسم کی ضرورت نہیں

ہے آپ کے جسم کی ضرورت وہ عناصر ہیں جو اس سب کی صورت میں پیک کر دیئے اور ایسا کرنے کی کوئی بحث نہیں ہے اسی سامنے رکھتے ہیں۔ سب سے پہلی بات کہ آپ کا جسم جن عناصر سے خلق کیا گیا جو عناصر آپ کے جسم کی ضرورت ہیں ان کی مقدار انتہائی قلیل ہوتی ہے انہیں پکڑ کر کھانا تو دور کی بات آپ انہیں تنگی آنکھ سے دیکھنے سکتے پھر ان کی ترتیب بھی بہت حساس اور پیچیدہ ہے آپ کسی بھی صورت ان عناصر کو براہ راست اپنے جسم میں نہیں ڈال سکتے جس وجہ سے انہیں سب کی صورت میں پیک کر دیا گیا۔ دوسرا وجہ یہ ہے کہ اگر انہیں سب کی صورت میں پیک نہ کیا جاتا تو آپ انہیں اپنے جسم میں ڈالنا بوجھ سمجھتے کیونکہ نہ تو ان کا ایسا ذائقہ ہے کہ آپ اسے پسند کریں اور نہ ہی آپ ان کی طرف رائی برابر بھی کشش محسوس کرتے بلکہ المٹان سے کراہت محسوس کرتے اور جسم کو وہ عناصر فراہم کرنے سے لاپرواہی وستی سے کام لیتے جس وجہ سے جسم کو فضایات کا سامنا کرنا پڑتا اسی وجہ سے انہیں سب کی صورت میں پیک کر کے ایک تو خوشنما بنا دیا کہ آپ کو دیکھنے میں بھلا لگے اور دوسرا اس میں ذائقہ رکھ دیتا تاکہ آپ اپنی خوشی و چاہت سے سب کی صورت میں وہ عناصر جسم کو فراہم کریں پھر اس کے علاوہ آپ آسانوں و زمین میں ایسی مشین ہیں جو کوئی مخلوقات کے لیے ان کا رزق خلق کرنے کا کام کرتے ہیں آپ جب سب کھاتے ہیں تو پہلی بات کہ سب میں ان عناصر کی پیگانگ ایسے کی کہ انتہائی ترتیب کیسا تھا سب میں سے عناصر نکل کر آپ کے خون میں شامل ہو کر خلیوں کو ملتے ہیں کہ کوئی آگے پیچھے نہ ہو جیسے آپ اگر کوئی شے بناتے ہیں تو اس میں اشیاء کے استعمال کی پوری ترتیب ہوتی ہے بالکل ایسے ہی اور دوسرا بات یہ کہ باقی جو آپ کے جسم کی ضرورت نہیں ہوتا جسے آپ کا جسم بظاہر فضیل کی صورت میں خارج کرتا ہے وہ فضلہ نہیں ہوتا بلکہ وہ اور مخلوقات کا رزق ہوتا ہے یوں آپ اور مخلوقات کا رزق خلق کر رہے ہوتے ہیں جسے آپ اپنے فضیل کا نام دیتے ہیں۔

یہ بات آپ پرواضح کرنا اس لیے ضروری تھی تاکہ آپ پر یہ بات واضح ہو جائے کہ آپ جو کچھ بھی کھاتے ہیں اصل میں جو ظاہر ہے یہ آپ کے جسم کی ضرورت نہیں ہوتی آپ کے جسم کی اصل ضرورت وہ ہوتی ہے جو اس ظاہر کے پردے میں چھپا دیا گیا اس کے باطن میں رکھا گیا۔ آپ بباتات و ثمرات میں سے جو بھی کھاتے ہیں جیسے کہ سبزیاں ہوں یا پھر پھل تو یہ سبزیاں اور پھل آپ کے جسم کی ضرورت نہیں ہوتے بلکہ آپ کے جسم کی اصل ضرورت ان میں موجود وہ عناصر ہوتے ہیں جن سے آپ کا جسم وجود میں آتا ہے۔ اب اگر ان میں وہ عناصر موجود نہ ہوں تو ایسے کسی بھی پھل اور سبزی کا آپ کو کوئی فائدہ نہیں ہو گا بلکہ فائدہ تو بہت دور کی بات ہے الٹا آپ کو فضایات کا سامنا کرنا پڑے گا آپ سمجھ رہے ہوں گے کہ آپ اپنے جسم کو رزق فراہم کر رہے ہیں لیکن حقیقت اس کے بالکل عکس ہو گی جسم کو جن عناصر کی ضرورت ہو گی وہ عناصر جسم کو ملیں گے ہی نہیں جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ جسم میں توازن بگڑ جائے گا یعنی جسم میں خرابیاں ہو جائیں گی جنہیں آپ بیمار یوں کا نام دیتے ہیں اور پھر غیر متوازن جسم کے اعمال بھی غیر متوازن ہوں گے یعنی ایسا جسم فساد ہی کرے گا۔

جب کوئی بھی شے کم وقت میں اور بظاہر زیادہ سے زیادہ اگائی جاتی ہے جو کہ آج آپ پوری دنیا میں دیکھ رہے ہیں تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ایسی شے ان تمام عناصر سے خالی ہوتی ہے جو عناصر آپ کے جسم کی ضرورت ہوتے ہیں جیسے کہ پیچھے ٹرین والی مثال آپ کے سامنے رکھی اس سے آپ بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ سب سے پہلی بات کہ اللہ یعنی فطرت اگر کسی شے کو کسی مخصوص خطے میں ہی خلق کرتی ہے یعنی اگاتی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جو عناصر اللہ اس شے کی صورت میں آپ کو فراہم کر رہا ہے وہ عناصر صرف اور صرف اسی خطے کی زمین میں پائے جاتے ہیں اب اگر انسان فطرت میں مداخلت کرتے ہوئے وہی شے کسی دوسرے خطے میں اگاتا ہے تو بلا شک و شبہ وہ شے تو خلق ہو جائے گی لیکن وہ ان تمام عناصر سے خالی ہو گی جن عناصر کی وجہ سے اس شے کو خلق کیا گیا اب اگر آپ اس شے کو کھاتے ہیں یعنی اسے اپنا رزق بناتے ہیں تو آپ کے جسم کو وہ عناصر نہیں ملیں گے جو آپ کے جسم کی ضرورت ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ جب جسم کو وہ عناصر نہیں ملیں گے تو جسم میں اس سے متعلقہ حصے گروہ نہیں کریں گے یعنی ان کی نشوونما نہیں ہو گی اور جسم میں قائم توازن بگڑ جائے گا جس کا اٹھارا خرابیوں کی صورت میں ہو گا جنہیں آپ بیمار یوں کا نام دیتے ہیں۔

ایسے ہی جب آپ فطرت میں مداخلت کرتے ہوئے شریک بنتے ہوئے کوئی بھی شے کم سے کم وقت میں اگاتے ہیں اب بلا شک و شبہ وہ شے کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ اگائی گئی اور دیکھنے میں بہت خوشنما ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ جتنی وہ ظاہر میں خوشنما ہے اتنی ہی وہ باطن میں عیب دار ہے خامیوں، نقائص و عیوب کا منبع ہے۔ جب آپ کم سے کم وقت میں اگائیں گے تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ جو جو عناصر اپنے اپنے وقت پر اس شے میں آنے ہیں وہ اس شے میں نہیں آسکیں گے کیونکہ زمین میں اللہ کا نظام انتہائی باریک بینی سے اور پورے حساب کتاب کیسا تھا چل رہا ہے یہ انتہائی حساس ترین میتھے میٹکس ہے کوئی ایک بھی

غمرا پنے وقت سے نہ ہی لمحہ بھر پہلے آتا ہے اور نہ ہی اس میں تاخیر کرتا ہے اور جب آپ اس شے کو مثال میں بیان کردہ ہڑین کی مثل اپنے وقت سے پہلے ہی وہاں سے گزار لیں گے یعنی شے کی خشونما کی رفتار کو انتہائی تیز کر لیں گے تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ شے ان تمام تر عناصر سے خالی ہو گی جو عناصر آپ کے جسم کی ضروریات ہیں جن سے نہ صرف آپ کا جسم وجود میں آیا بلکہ اسے قائم رہنے کے لیے ان عناصر کی ضرورت ہے۔ جب آپ کم سے کم وقت میں اگاٹیں گے تو اس میں مکمل عناصر نہیں ہوں گے پہلی بات کہ انتہائی کم ہوں گے اور دوسرا بات کے جو ہوں گے ان کی مقدار بھی متوازن نہیں ہو گی اور نہ ہی ان کا معیار وہ ہو گا جو جسم کو درکار ہے یوں ایسا رزق کھانے والوں کے اجسام بھی غیر متوازن ہو جاتے ہیں ان کے اجسام میں فساد ہو جاتا ہے ان کے اجسام میں بعض حصوں کی خشونما انتہائی تیز ہو جاتی ہے اور بعض کی خشونما انتہائی سست رفتار یوں ایسے اجسام عجیب و غریب نظر آتے ہیں ڈب کھڑے نظر آتے ہیں اور ایسا رزق استعمال کرنے والوں کے بچے بھی ایسے ہی وجود میں آتے ہیں اول تو وہ ظاہری بھی عیب دار ہوتے ہیں اور اگر وہ ظاہر بالکل ٹھیک نظر آرہے ہوں تو وہ باطن میں لازماً عیب دار ہوتے ہیں۔

اب آپ خود غور کریں وہ لوگ جن کا آج تک کہنا تھا کہ آج جو سائنسی طریقوں سے کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ اور بے موسم اور خطوں کی تفریق کے بغیر ہر جگہ اگایا جا رہا ہے اور یہ انسانیت کی خدمت ہے یہ ترقی ہے کیا ایسے لوگ اپنے دعوے میں پچے ہیں؟ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ ہم بہت بڑے عقل مند ہیں اور جو اسے فساد کہتے ہیں وہ بے وقوف ہیں تو کیا حقیقت میں یہ لوگ عقل مند اور اسے فساد کہنے والے بے وقوف ہیں یا پھر حقیقت اس کے بالکل بر عکس ہے؟ اور حقیقت تو یہ ہے کہ اصل میں یہ لوگ بے وقوف ہیں ان میں عقل نام کی کوئی شے نہیں اور ظاہر ہے عقل آئے گی بھی ان میں کہاں سے جب ان کا رزق ہی ان عناصر سے خالی ہے جن سے عقل وجود میں آتی ہے تو ان کے پاس عقل کہاں سے آئے گی؟

آپ کو صرف کان اور آنکھیں دیں گئیں کہ آپ کو جو بھی سنائی اور دکھائی دے رہا ہے وہی حق ہے وہی اصل حقیقت ہے بلکہ آپ کو سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت بھی دی گئی آپ کو جو کچھ بھی سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھنے کی صلاحیت بھی دی گئی اور پھر جب آپ کو سمجھنے کی بھی صلاحیت دی گئی تو سمجھنے کی صلاحیت کا ہونا خود بخوبی اس بات کو واضح کر رہا ہے کہ جو کچھ بھی ظاہر ہے یعنی جو کچھ بھی تمہیں سنائی اور دکھائی دے رہا ہے ضروری نہیں کہ یہی اصل اور مکمل حقیقت ہے بلکہ جو کچھ بھی سنائی اور دکھائی دے رہا ہے یا اصل اور مکمل حقیقت نہیں اگر تم حقیقت کو جانتا چاہتے ہو تو تمہیں سمجھنے کی صلاحیت دی گئی اس لیے جو بھی تمہیں ظاہر نظر آرہا ہے اس میں غور و فکر کرو اسے سمجھو جب تک تم اس میں غور و فکر نہیں کرتے اسے سمجھنے نہیں تب تک تم حق کو نہیں پاسکتے اور اگر تم بغیر سمجھے جو سنائی اور دکھائی دیتا ہے اسے حق مان لیتے ہو تو پھر جان لو عین ممکن ہے کہ تم اس کے دھوکے کا شکار ہو جاؤ گے اس لیے اگر تم بغیر سمجھے جو ظاہر ہے اس میں غور و فکر کرو اسے سمجھنے لیتے تب تک اس کے پیچھے مت پڑنا اسے حق تسلیم مت کرنا۔

اب جبکہ حقیقت یہ ہے تو پھر آپ سے ہی سوال ہے کہ جو کچھ بھی بطور رزق آپ کے سامنے ہے کیا یہی آپ کے جسم کی ضرورت ہے؟ یا پھر جو کچھ بھی بطور رزق ظاہر نظر آرہا ہے اصل میں یہ جسم کی ضرورت نہیں جسم کی اصل ضرورت وہ ہے جو ظاہر کے لبادے میں اس کے باطن میں رکھے گئے وہ عناصر ہیں جن سے جسم کو خلق کیا جا رہا ہے جو کہ جسم کی ضرورت ہیں۔ اب جب جسم کی اصل ضرورت ظاہر میں نظر آنے والے نباتات و ثمرات کی بجائے ان کے باطن میں رکھے گئے وہ عناصر ہیں جن سے جسم کو خلق کیا گیا تو پھر آپ خود غور و فکر کریں اور فیصلہ کریں کہ اگر ظاہر کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ اگایا جاتا ہے جو ظاہر بہت خوشنما بھی ہے تو کیا یہ ترقی ہے؟ کیا یہ انسانیت کی خدمت ہے یا پھر یہ دھوکہ و دجل ہے؟ یہ دجل عظیم ہے یہ فتنہ الدجال ہے جس کا ہر کوئی شکار ہو چکا ہے؟ جب اصل میں جسم کی ضرورت یہ ظاہری طور پر نظر آنے والے نباتات و ثمرات کی بجائے ان میں رکھے جانے والے عناصر ہیں جو کہ ان میں صرف اور صرف تب ہی ممکن ہیں جب یہ مکمل طور پر فطرت پر وجود میں آئیں ان کو فطرت خلق کرے ان میں انسان کی رائی برابر بھی مداخلت نہ ہو تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ انسان ان عناصر سے خالی ظاہری طور پر کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ اور ظاہر خوشنما خلق کر کے اسے اصلاح کا نام دے اسے انسانیت کی خدمت اور ترقی کا نام دے تو حقیقت بھی یہی ہو؟ نہیں حقیقت کسی بھی صورت یہ نہیں ہے یہ انسانیت کی خدمت اور ترقی نہیں ہے بلکہ یہ عظیم دھوکہ ہے یہ وہ فتنہ الدجال ہے جس سے آگاہ کیا گیا تھا اور آج جس کا ہر کوئی شکار ہو چکا ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی اسے انسانیت کی خدمت اور ترقی کا نام دیتا ہے تو اس سے بڑا بے وقوف اور جاہل کوئی اور نہیں ہو سکتا، اس سے بڑھ کر گراہ اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔

ان لوگوں کو جب کہا جاتا ہے کہ یہ فساد عظیم ہے تو یہ لوگ حق کو تعلیم کرنے کی بجائے نہ صرف اسے اصلاح قرار دیتے ہیں بلکہ اس کے حق میں اپنی طرف سے یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ آج جتنی آبادی بڑھ چکی ہے اگر اس طرح سائنسی طریقوں سے کم سے کم وقت میں اور زیادہ سے زیادہ نہیں اگایا جائے گا تو لوگ بھوکے مر جائیں گے رزق پورا نہیں ہو پائے گا رزق کی قلت ہو جائے گی جس وجہ سے آج ان سائنسی طریقوں سے کم سے کم وقت میں اور زیادہ سے زیادہ اگایا جا رہا ہے یہ پوچھنا نہیں بلکہ اصلاح ہے۔

تو ایسے لوگوں سے سوال ہے کہ کیا جس نے تمہیں خلق کیا وہ ہی تمہیں رزق دینے سے عاجز آگیا جو تمہیں یہ خوف لاحق ہو گیا کہ اگر ہم اس طرح سائنسی طریقوں سے نہیں اگائیں گے تو رزق کی قلت ہو جائے گی؟ ایک طرف تم لوگ زبان سے تو کہتے ہو کہ اللہ ہمارا رب ہے وہی ہمارا خالق ہے اور دوسرا طرف تم لوگوں کے اعمال کیا ہیں کبھی ان میں غور کیا؟ کیا تم لوگ اپنے اعمال سے یہ دعویٰ نہیں کہ تمہارا رب تمہیں خلق کر کے رزق خلق کرنے سے عاجز آگیا؟ کیا تمہارا اپنے عمل سے یہ دعویٰ نہیں کہ تمہارا خالق تمہارا رب اس قبل ہی نہیں کہ وہ لوگوں کو خلق کرنے کے بعد انہیں ان کی ضروریات یعنی ان کا رزق بھی انہیں فراہم کر سکے؟ کیا تم لوگ اپنے اعمال سے یہ دعویٰ نہیں کہ تمہارا رب لا پرواہ ہے؟ تمہارا رب بے بس ہو چکا؟ تمہارا رب تمہاری ضروریات کو پورا کرنے سے عاجز آگیا؟

اور پھر دوسرا بات ذرا غور کرو اگر تمہاری اس دلیل کی بنیاد پر تمہارے اس دعوے کے کوئی مان لیا جائے تو کیا دنیا سے رزق کی قلت کا خاتمه ہو گیا؟ یا پھر الماذنیا میں لوگوں کو رزق کی قلت کا سامنا ہے اور یہ قلت مزید دن بد دن بڑھتی ہی چلی جا رہی ہے؟ کیا تمہارے ان سائنسی طریقوں سے کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ اور بظاہر خوشمند رزق سے لوگ خامیوں، خرابیوں و نقص سے پاک ہیں یا پھر تمہارے ان اعمال سے آج لوگ طرح طرح کی بیماریوں کا شکار ہیں اور یہ بیماریاں دن بد دن بڑھتی ہی چلی جا رہی ہیں؟ حقیقت آج پوری دنیا کے سامنے ہے کہ جتنا تم لوگ اپنی منصوبہ بندیوں میں آگے بڑھتے جا رہے ہو جتنا تم ترقی کے دعوے کرتے چلے جا رہے ہو اتنا ہی آسمانوں و زمین میں فساد بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے اتنی ہی بیماریاں دن بد دن بڑھتی ہی چلی جا رہی ہیں، اتنی ہی بلا کنتیں دن بد دن بڑھتی ہی چلی جا رہی ہیں یہ ہے تمہاری ترقی کی حقیقت یہ ہے اس کی حقیقت جسے تم اصلاح کا نام دیتے ہو اور یہ ہے تمہاری عقل کی حقیقت تم لوگ خود کو بہت بڑے عقل مند سمجھتے ہو اور ہمیں بے وقوف قرار دیتے ہو، اب فیصلہ کرو کہ کون بے وقوف ہے اور کون عقل مند؟

پھر آج آپ ان لوگوں سے سنتے ہیں یہ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ نے دماغ دیا ہے تو اسی لیے کہ ہم اس کا استعمال کریں اور پھر کہتے ہیں کہ آج جو کچھ بھی ہم کر رہے ہیں یعنی یہ سائنسی ترقی کے نام پر جو کچھ بھی کیا جا رہا ہے یہ ہم اللہ کے دیے ہوئے دماغ کا ہی استعمال کر رہے ہیں لہذا جو لوگ اسے فساد کہتے ہیں وہ بے وقوف اور جاہل ہیں وہ تنگ نظر اور پھر کے دور کے لوگ ہیں جو اللہ کی دی ہوئی اس نعمت دماغ کا شکر کی بجائے کفر کر رہے ہیں۔ تواب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ لوگ واقعاً اپنے دعوے میں سچے ہیں؟ کیا اللہ نے دماغ اسی لیے دیا تھا؟ کیا آج جو یہ لوگ اس دماغ کیستھ کر رہے ہیں یعنی سائنسی ترقی کے نام پر جو کچھ بھی کر رہے ہیں یہ واقعاً اصلاح ہے اور جو لوگ اس کے مخالف ہیں کیا وہ واقعاً بے وقوف، جاہل، تنگ نظر اور پھر کے زمانے کے لوگ ہیں؟ اس کی حقیقت کیا ہے ابھی آپ پر کھول کر واضح کر دیتے ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اللہ نے دماغ دیا ہے لیکن یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ اسی دماغ سے سوال کر لیں کہ کیا کوئی بھی کام اس وقت تک کیا جاسکتا ہے جب تک کہ اس کے بارے میں مکمل علم نہ ہو؟ یعنی کیا آپ کا دماغ اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ بغیر مکمل علم کے کوئی بھی کام کرنا شروع کر دیں؟ تو آپ کا دماغ بالکل واضح اور دٹوک الفاظ میں جواب دے گا کہ نہیں اگر کسی بھی کام کے بارے میں مکمل علم نہیں ہے تو اس کے قریب بھی نہیں جانا چاہیے۔ اب اگر سوال کیا جائے کہ آخر کیوں کیا وجہ ہے کہ بغیر علم یا نامکمل علم کے کسی بھی کام کے قریب نہ جایا جائے تو آپ کا یہی دماغ جواب دے گا کہ اگر بغیر علم یا نامکمل علم کے کسی بھی کام کو کیا جائے گا شے میں چھیڑ چھاڑ کی جائے گی تو وہ شے خراب ہو جائے گی تباہ ہو جائے گی اور آپ کا یہی دماغ اس کے لیے کئی مثالیں آپ کے سامنے پیش کر سکتا ہے مثلاً وہ آپ سے سوال کر سکتا ہے کہ اگر آپ کوئی انتہائی قیمتی اور پچیدہ ترین شے خریدتے ہیں اور وہ خراب ہو جاتی ہے تو آپ اسے کس کے پاس لے کر جائیں گے؟ تو جواب بالکل واضح ہے اور آپ یہی جواب دیں گے کہ آپ اسے کسی کارگیر کے پاس لیکر جائیں گے اب اگر آپ سے سوال کیا جائے کہ کیا آپ کسی ایسے شخص کے پاس لیکر جائیں گے جو اسکے بارے میں علم نہیں

رکھتا یا پھر مکمل علم نہیں رکھتا تو آپ فوری جواب دیں گے کہ نہیں بالکل نہیں آپ صرف اور صرف اسی کے پاس لیکر جائیں گے جو نہ صرف اس کے بارے میں مکمل علم رکھتا ہے بلکہ وہ علم کا صحیح استعمال بھی جانتا ہے۔ اب اگر آپ سے سوال کیا جائے کہ کیوں آخر کیوں کیا جب ہے کہ آپ اپنی قیمتی شے کو صرف اور صرف اسی کے پاس لیکر جائیں گے جس کے پاس اس کے بارے میں نہ صرف مکمل علم ہو بلکہ وہ علم کا صحیح استعمال بھی جانتا ہو تو آپ فوری جواب دیں گے کیوں کہ میں اپنی شے کو ٹھیک کروانا چاہتا ہوں نہ کہ اسے تباہ کروانا چاہتا ہوں اگر میں کسی ایسے کے پاس لیکر جاتا ہوں جس کے پاس اس کے بارے میں علم نہیں ہے یا پھرنا مکمل علم ہے یہاں تک کہ اگر مکمل علم ہے لیکن علم کا صحیح استعمال نہیں جانتا یعنی اس میں حکمہ نہیں ہے تو وہ میری شے کو تباہ و بر باد کر کے رکھ دے گا اس لیے میں کسی ایسے کو اپنی شے کے قریب بھی نہیں آنے دوں گا جو اس کے بارے میں مکمل علم اور علم کا صحیح استعمال یعنی حکمہ نہ رکھتا ہو۔

اب آپ خود غور کریں کہ جن لوگوں کا دعویٰ ہے کہ اللہ نے ہمیں دماغ دیا ہے تو ہم اللہ کے دیتے ہوئے دماغ کا ہی استعمال کر کے یا ایجادات کر رہے ہیں ہم فساد نہیں بلکہ اصلاح کر رہے ہیں تو جو یہ لوگ آسمانوں وزمین اصلاح کے نام پر چھیڑ چھاڑ کر رہے ہیں کیا ان کے پاس آسمانوں وزمین کا مکمل علم ہے؟ اگر تو ان کے پاس مکمل علم ہے اور علم کا صحیح استعمال بھی جانتے ہیں یعنی ان میں حکمہ بھی ہے تو پھر بلا شک و شبہ یہ لوگ جو بھی کر رہے ہوں لیکن اگر ان کے پاس آسمانوں وزمین کے بارے میں یا جس شے میں بھی مداخلت کر رہے ہیں چھیڑ چھاڑ کر رہے ہیں اس کے بارے میں مکمل علم اور حکمہ نہیں ہے تو پھر یہ لوگ اصلاح نہیں بلکہ فساد کر رہے ہیں۔

اب اگر ان سے سوال کیا جائے کہ کیا ان کے پاس آسمانوں وزمین کے بارے میں مکمل علم ہے تو یہ لوگ اس کا کوئی جواب نہیں دے سکیں گے ان کی زبانیں کٹ جائیں گی کیوں کہ ان کے پاس آسمانوں وزمین کا مکمل علم نہیں ہے۔ پھر اس کے علاوہ ان سے اگر سوال کیا جائے کہ جو کچھ بھی کانوں سے سنائی اور آنکھوں سے دکھائی دے رہا ہے کیا یہی کل کا گل ہے یا پھر یہ تو ظاہر ہے اس کے علاوہ باطن بھی ہے یعنی بہت سی مخلوقات ایسی ہیں جو سنائی اور دکھائی نہیں دیتیں، انسان کی سننے اور دیکھنے کی صلاحیتیں انتہائی محدود ہیں اب جب انسان کی سننے اور دیکھنے کی صلاحیتیں انتہائی محدود ہیں تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نا مکمل سن دیکھ کر جو سمجھ میں آئے گا وہ کیسے ٹھیک ہو سکتا ہے؟ پھر اگر اس پر عمل کیا جاتا ہے اسے عمل میں لا جایا جاتا ہے تو اس کے نتائج کیا نکلیں گے؟ تو حقیقت بالکل واضح ہے۔ جب ان کا اپنا دماغ یہ کہہ رہا ہے کہ جو کچھ بھی سنائی اور دکھائی دے رہا ہے یہ کل کا گل نہیں بلکہ اس سے کئی گنازیادہ ایسا ہے جو انسان سے پوشیدہ ہے یعنی غیب ہے انسان کے پاس مکمل علم نہیں ہے اور دوسرا طرف ان کا اپنا دماغ یہ بھی کہہ رہا ہے کہ نا مکمل علم اور حکمہ نہ ہونے پر اگر کسی بھی شے کے قریب جاتے ہیں اس میں چھیڑ چھاڑ کرتے ہیں تو اسکی اصلاح نہیں ہوگی بلکہ اس میں مزید بگاڑ ہو گا وہ شے تباہ و بر باد ہو جائے گی تو پھر آپ خود فیصلہ کریں کہ بے وقوف، جاہل اور نگران نظر کون لوگ ہیں؟ کیا یہ لوگ خود ہی بے وقوف اور جاہل نہیں ہیں؟ حقیقت آپ کے بالکل سامنے ہے۔

پھر دوسری بات ان میں سے کسی سے بھی سوال کر لیں کہ کیا تم اپنے ہی جسم کو نقصان پہنچاؤ گے یعنی تمہیں جو صلاحیتیں دی گئی کیا ان صلاحیتوں کا استعمال کرتے ہوئے اپنے ہی ہاتھ، پاؤں کو کاٹو گے؟ اپنے ہی جسم کو نقصان پہنچاؤ گے تو ان کا جواب ہو گا کہ کیا میں تمہیں بے وقوف اور پا گل نظر آتا ہوں جو اپنے ہی وجود کو کاٹ رہے ہیں کاٹوں گا اپنے ہی وجود کو نقصان پہنچاؤں گا؟ یعنی انہی کے جواب کو بنیاد بناتے ہوئے اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ یہ لوگ اپنے ہی وجود کو کاٹ رہے ہیں اپنے ہی وجود کو نقصان پہنچا رہے ہیں تو یہ لوگ عقل مند نہیں بلکہ بے وقوف اور پا گل ہیں کیونکہ کوئی بے وقوف اور پا گل ہی ایسا ہو سکتا ہے جو اپنے ہی وجود کو نقصان پہنچائے ورنہ کوئی بھی عقل مند ایسا نہیں کر سکتا۔

تواب ذرا ان سے سوال کریں کہ آسمانوں وزمین کی حقیقت کیا ہے؟ جو کچھ بھی نظر آرہا ہے کیا تم لوگوں نے اسے مکمل طور پر سمجھ لیا؟ کیا تم لوگوں نے خود اپنی ذات کو جان لیا پہچان لیا؟ اگر تو تم لوگوں نے اپنی ہی ذات کو جان لیا ہوتا پہچان لیا ہوتا تو تم لوگ ایسا کبھی بھی نہ کرتے جو تم لوگ کر رہے ہو کیونکہ یہ جو تم آسمانوں وزمین میں چھیڑ چھاڑ کر رہے ہو ان میں پنگے لے رہے ہو ان کو نقصان پہنچا رہے ہو یہ خود تمہاری اپنی ہی ذات ہے۔ کوئی دوسرا وجود ہے ہی نہیں ایک ہی وجود ہے جو کہ اللہ ہے جو کہ تمہاری اپنی خودی تمہاری اپنی ذات است یہ ہر طرف تمہیں تمہاری اپنی ہی ذات نظر آ رہی ہے اور اپنی ہی ذات کو جاننے کے لیے سمجھنے اور اس کی دیکھ بھال کے لیے ہی تمہیں یہ صلاحیتیں دی تھیں نہ کہ خود اپنی ہی ذات کو نقصان پہنچانے کے لیے اپنی ہی ذات کیسا تھا دشمنی کرنے کے لیے

تواب بتاؤ جو خدا پنی ہی ذات کیسا تھدشی کر رہا ہوا پنی ہی ذات اپنے ہی وجود کو نقصان پہنچا رہا ہو کیا وہ کوئی عقل مند ہو سکتا ہے یا پھر خود تمہارے اپنے بقول اس سے بڑا بے وقوف، پاگل اور جاہل اور کوئی نہیں ہو سکتا تواب تم لوگ کیا ثابت ہوئے؟ عقل مند یا پھر تم سے بڑا کوئی بے وقوف، پاگل اور جاہل ہے نہ ہو سکتا ہے؟ حقیقت تمہارے بالکل سامنے ہے۔

پھر اس کے علاوہ تمہارے اسی سوال کا ایک اور پہلو سے جواب تم پر کھول کر واضح کر دیتے ہیں۔ اگر تمہاری کوئی انہتائی قیمتی اور حساس ترین شے ہو تو کیا کسی ایسے شخص کو اس کے قریب آنے دو گے جو اس کا کوئی علم نہیں رکھتا؟ تو تمہارا جواب بالکل واضح ہے کہ نہیں کیونکہ میں اپنی شے کو خراب نہیں کروانا چاہتا اگر میں کسی ایسے کو اپنی شے کے قریب آنے کی اجازت دیتا ہوں جس کے پاس اس کے بارے مکمل علم اور حکمہ نہیں تو پھر گویا کہ میں خود اسے اپنی شے کو تباہ و بر باد کرنے کی دعوت دے رہا ہوں اور ایسا کوئی بے وقوف، پاگل اور جاہل ہی کر سکتا ہے۔ اب ذرا غور کرو اور جواب دو کہ جب تم کسی ایسے شخص کو جس کے پاس مکمل علم اور حکمہ نہیں اپنی انہتائی حقیر اور معمولی سی شے کے قریب بھی آنے کی اجازت نہیں دو گے نہ دیتے ہونے ہی پسند کرتے ہو تو پھر کیا اللہ ایسا کرے گا؟ کیا اللہ ایسا چاہے گا؟ کیا اللہ اس کی اجازت دے گا کہ آسمانوں و زمین جو کہ انہتائی پیچیدہ اور حساس ترین ہیں ان میں بغیر علم و حکمہ کے مداخلت کرو؟ اور اگر اللہ ایسا کرتا ہے یعنی اگر اللہ چاہتا ہے کہ تم لوگ بغیر مکمل علم و حکمہ کے آسمانوں و زمین میں چھیڑ چھاڑ کرو ان میں پنگے لوتوس کا مطلب ہے کہ اللہ سے بڑا کوئی بے وقوف اور پاگل نہیں ہے اور یہی تم لوگ رات دن اپنے عمل سے دعویٰ کر رہے ہو تم لوگ رات دن اپنے عمل سے اللہ کو سب سے بڑا بے وقوف اور جاہل کہہ رہے ہو اور پھر صرف عمل سے ہی نہیں بلکہ تم لوگ تو اپنی زبان سے بھی اللہ کو یہی کہتے ہو جیسے کہ آج جب اللہ تم سے تھی میں سے ایک بشر کے ذریعے کلام کر رہا ہے یعنی آج جب میں تم سے اپنے رسول احمد عیسیٰ جو کہ میرا ہی وجود ہے میری زبان ہے کی صورت میں تم سے کلام کر رہا ہوں تو کیا تم لوگ اپنی زبانوں سے بھی میرے رسول کو بے وقوف، پاگل اور جاہل نہیں کہہ رہے؟ جب تم لوگ اپنی زبانوں سے بھی ایسا کہہ رہے تو پھر ذرا غور کرو یہ تم کسے کہہ رہے ہو؟ کیا میں یعنی اللہ اور میرا رسول دو الگ الگ وجود ہیں؟ جب کوئی دوسرا ہے ہی نہیں میرا رسول میں ہی ہوں میرا وجود ہے تو پھر تم لوگ مجھے گالیاں دے رہے ہو تم لوگ مجھے یعنی اللہ کو بے وقوف، پاگل اور جاہل کہہ رہے ہو۔

اے عقل کے اندھا اگر میں تمہیں اس بات کی اجازت دیتا کہ تم لوگ بغیر مکمل علم کے آسمانوں و زمین یعنی میرے وجود میں چھیڑ چھاڑ کرو تو اس کا مطلب کہ نہ تو آسمانوں و زمین میرا وجود ہے اور نہ ہی مجھے آسمانوں و زمین کی کوئی پرواہ ہے میں ظالم ہوں اور میں نے آسمانوں و زمین کو تمہارے کھلینے کے لیے خلق کیا ہے، میں نے آسمانوں و زمین کو اس لیے خلق کیا ہے کہ تم لوگ ان میں پنگے لو ان میں بے مقصد بلا وجہ بغیر علم کے چھیڑ چھاڑ کرو انہیں تباہ و بر باد کرو بالکل ایسے ہی ان کیستھ کھلیو جیسے ایک بچہ کھلونے کیستھ کھیل کر نہ صرف وقت پاس کرتا ہے اپنا دل بہلاتا ہے بلکہ اس کھلونے کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتا ہے؟ جان لو میں نے اگر تمہیں دماغ دیا ہے تو اس لینہیں دیا کہ تم لوگ میرے شریک بن بیٹھو میرے ساتھ دشمنی کرو بلکہ تمہیں یہ صلاحیتیں دی ہیں تو اسی لیے دی ہیں کہ تم مجھے جانو پہچانو جو کہ میں تمہاری اپنی ہی ذات ہوں جب تم مجھے جو کہ تمہاری اپنی ہی ذات ہے کو مکمل طور پر جان لو گے پہچان لو گے تو تب بھی کیا ایسا ہی کرو گے جو آج تم لوگ کر رہے ہو؟ نہیں بلکہ تب تم لوگ ایسا نہیں کرو گے کیونکہ کون ہے جو خود اپنی ہی ذات کو نقصان پہنچائے؟ اس لیے تمہیں یہ صلاحیتیں دی جانہیں دماغ دیا تا کہ تم حق کو سمجھ کر میرے ساتھ دشمنی نہ کر کے دنیا و آخرت میں ذلت و رسوانی اور عذاب سے نج سکونہ کے الشاشکر کی بجائے کفر کرتے ہوئے میرے شریک بننے کے لیے کہ ذلت و رسوانی اور عذاب کو اپنا مقدربالا۔

تواب جواب دو کون ہے بے وقوف اور پاگل میں میرا رسول اور مومنین یا پھر بذات خود تم لوگ؟ حق بالکل کھول کر تم پر واضح کر دیا گیا اب بھی اگر تم لوگ فساد سے باز نہیں آتے اور ہماری طرف نہیں پلٹتے تو جان لو کہ تم پر جنت ہو جکی۔

آج جو کچھ بھی رزق کے نام پر موجود ہے وہ تمام کا تمام رزق جو نظرت میں انسانی مداخلت سے وجود میں لا یا جا رہا ہے یا پھر وہ تمام کا تمام جو مکمل طور پر مصنوعی ہے انسانی خلق کردہ جن میں طرح طرح کے مشروبات سمیت آج پوری دنیا کی مارکیٹیں اس رزق سے بھری ہوئی ہیں یہ تمام کا تمام رزق غیر اللہ کا ہے یہ اللہ کا

رزق نہیں ہے یہ سب کا سب خبیث رزق ہے یہ خبائش ہیں اگر آپ انہیں یا ان میں سے کسی کو بھی استعمال کرتے ہیں تو آپ کو ہر لحاظ سے ہلاکتوں کا ہی سامنا کرنا پڑے گا۔ جان لیں اگر آپ بیمار یوں، ہکایف سمیت ہر طرح کی ہلاکتوں و مصیبتوں سے بچنا چاہتے ہیں تو اپس فطرت کی طرف پلٹ آئیں اس رزق کو ترک کر دیں جو تمام کا تمام مصنوعی ہے جو فطرت میں مداخلت کر کے خلق کیا جا رہا ہے اگر اس رزق کو آپ ترک نہیں کرتے تو آپ کو طرح طرح کی بیماریوں کا سامنا کرنا پڑے گا آپ اپنے آپ کو ہر لحاظ سے ہلاکتوں میں ڈال رہے ہیں اور پھر جب آپ بیمار ہوتے ہیں تو آپ علاج کے نام پر جب انہی ڈاکٹروں کے پاس جاتے ہیں انہی ہسپتا لوں میں جاتے ہیں تو جان لیں یہ سب کا سب دجل عظیم ہے آپ علاج کے نام پر اپنے آپ کو مزید تباہی کے دہانے پر لاکھڑا کرتے ہیں۔ بھلاذ راغور کریں جس وجہ سے آپ نے اپنے جسم کو خراب کیا اپنے جسم میں توازن کو بگاڑا جسے آپ بیمار یوں کا نام دیتے ہیں کیا علاج کے نام پر وہی کرنے سے ادویات کے نام پر زہر جسم میں ڈالنے سے آپ کا جسم ٹھیک ہو گا یا پھر اللہ مزید تباہ ہو گا؟ اگر آپ ان ادویات سے وقت طور پر سکون محسوس کرتے ہیں تو جان لیں آپ کی بیماری ٹھیک نہیں ہوتی بلکہ یہ ادویات تو نشیات ہیں یہ آپ کے احساس کو ختم کر دیتی ہیں جس وجہ سے آپ کو لگتا ہے کہ آپ صحت مند ہو گئے حالانکہ حقیقت تو یہ ہوتی ہے کہ یہ ادویات وقت طور پر اس بیماری کا احساس ختم کر کے آپ کو اس سے غافل کر دیتی ہیں اور وہی بیماری بعد میں ناسور بن کر آپ کے سامنے آ جاتی ہے تب آپ کے پاس بچاؤ کا کوئی رستہ نہیں ہوتا یوں یہ محض دجل ہے عظیم دجل جسے فتنہ الدجال کہا گیا۔

آج پوری دنیا میں بیمار یوں کا مقابلہ کرنے کے نام پر جدید ترین ہسپتاں بنائے جا رہے ہیں اور ان ہسپتا لوں کے قیام کو ترقی اور ترقی یافتہ اقوام کی علامت سمجھا جاتا ہے حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے اور جو لوگ ہسپتا لوں کے قیام کو ترقی سمجھتے ہیں ایسے لوگوں سے بڑھ کر کوئی گمراہ اور بے وقوف کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔

اے عقل کے انہوں گرم لوگ واقعتاً ترقی ہی کر رہے ہو تو پھر بیمار یوں کا نام و نشان مت جانا چاہیے تھا اور تم لوگ اللہ ادن بدن ہسپتا لوں کا جال بچا کر اسے ترقی کا نام دے رہے ہو حالانکہ ہسپتا لوں کا بڑھنا ترقی کی علامت نہیں بلکہ تنزلی اور ذلت کی علامت ہے کہ بیماریاں کم ہونے کی بجائے ختم ہونے کی بجائے دن بے دن بڑھتی ہی جا رہی ہیں جو تمہیں دن بدن ہسپتا لوں کی ضرورت پیش آ رہی ہے۔

ترقبی یہ ہے کہ سب سے پہلے بنیاد کی طرف آؤ غور و فکر کرو کہ آخر ان بیمار یوں کی وجود میں کیسے آ رہی ہیں اور ان کے دن بدن بڑھتے ہی چلنے کی وجوہات کیا ہیں جب ان وجوہات کا علم ہو جائے تو پھر ان بیمار یوں کی بنیاد کو ختم کیا جائے ان کی جڑ کو کٹا جائے۔ اے عقل کے انہوں ذرا غور کر کر تمہیں کیسے خلق کیا گیا؟ جب تم اپنی ہی خلق میں غور کرو گے تو تم پر حق بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا جو کہ ہم تم پر کھول کھول کر واضح کر چکے کہ تم کیمسٹری کا انتہائی حساس اور پیچیدہ ترین فارمولہ ہے تمہارا خالق اللہ یعنی فطرت ہے فطرت کو ہی علم ہے کہ تمہیں کن کن عناصر سے خلق کیا گیا ان عناصر کی مقدار کیا ہے ان کا معیار کیا ہے اور ان کا طریقہ استعمال کیا ہے جو کہ فطرت تمہیں رزق کی صورت میں فراہم کرتی ہے یعنی فطرت بنا تات و شرات کی صورت میں وہ عناصر تمہیں فراہم کرتی ہے اب اگر تم رزق میں مداخلت کرو گے تو ظاہر ہے تمہیں کیا علم کہ تمہیں کیسے خلق کیا گیا تمہاری ضروریات کیا ہیں ان عناصر کی مقدار اور معیار کیا ہے اگر تم رزق میں مداخلت کرو گے تو لامحالہ تم فطرت کو بدلو گے اور ہم نے فطرت میں تبدیلی رکھی ہی نہیں یوں جب تم فطرت میں مداخلت کرو گے تو فطرت بدے گی تو نہیں بلکہ اس میں خرابیاں ہو جائیں گی اور اگر تم باز نہ آئے تو خرابیاں دن بدن بڑھتے برہنے بالآخر وہ شے تباہ و بر باد ہو جائے گی جس میں بھی تم تبدیلی کرو گے جس میں بھی تم مداخلت کرو گے۔ اب تم لوگ فطرت میں مداخلت کرو یعنی رزق کو بدل ڈالو رزق کی ذمہ داری اپنے سر لے لو اور پھر تمہارے اجسام میں فساد نہ ہو بیماریاں دن بدن بڑھتی ہی چلی نہ جائیں ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ یہاں تک کہ اگر تم یہی روشن اختیار کیے رکھتے ہو تو اپس فطرت کی طرف نہیں پلٹتے تو پھر ان بیمار یوں کو بڑھنے سے دنیا کی کوئی بھی طاقت نہیں روک سکتی پھر تمہارا انجام انتہائی بھیا نک ہے یہاں تک کہ تم واپس ہماری طرف یعنی فطرت کی طرف نہیں پلٹتے۔

آپ نے جان لیا کہ رزق کی اہمیت و حیثیت کیا ہے اور رزق کو بدلا یعنی انسان حلال و حرام کے تعین کی ذمہ داری اپنے سر لے لے یہ کس قدر عظیم جرم ہے یہ تمام کے تمام جرائم کی ماں ہے۔ آج آسمانوں وز میں میں جتنا بھی فساد ہو چکا اور ہو رہا ہے اس سارے فساد کی اصل وجہ رزق کو بدلا جانا ہے اور اس کے ذمہ داروںہ لوگ ہیں جن کو ذمہ داری دی گئی تھی کہ فطرت کی دیکھ بھال کرنا کہ کوئی بھی فطرت سے بغاؤت نہ کر پائے کوئی بھی دین یعنی فطرت کو بدلنے نہ پائے اور یہ

وہ لوگ ہیں جو خود کو امت کھلاتے ہیں جب ان لوگوں نے اس ذمہ داری کو ترک کر دیا تو پھر انسان جن کی مثال گھر میں بچوں کی مانند ہے آزاد ہو گئے سب سے پہلے رزق کو بدلا گیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج آسمانوں وزمین میں اس قدر فساد عظیم کر دیا گیا کہ عذاب عظیم بالکل سر پر آ کھڑا ہے اور آج آخری بار کھول کھول کر متنه بے کیا جا رہا ہے اگر اب بھی تم لوگ کفر ہی کرتے ہو جن سے کذب ہی کرتے ہو تو پھر جان تو تمہیں دنیا و آخرت میں کوئی بھی ہلاکت نہیں بچا سکتا عذاب عظیم تمہارے بالکل سر پر آ کھڑا ہے جو کہ آیا ہی چاہتا ہے صرف اور صرف ہمارے کھول کھول کر متنه بے کر لینے کی دیر ہے جیسے ہی ہمارا رسول احمد علی جو کہ ہماری زبان ہے اس ذمہ داری کو پورا کر لے گا تو ہمارے ہاتھ حرکت میں آ جائیں گے اور تمہیں صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے گا بالکل اسی طرح جیسے تمہارے آباد اجداد گزشتہ ہلاک شدہ اقوام کو ہلاک کیا گیا انہیں صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا اور جیسے تب ہم نے اپنے رسولوں اور مونین کو نہ صرف بچالیا بلکہ بعد میں زمین کا وارث بنادیا بالکل اسی طرح آج بھی ہم اپنے رسول احمد علی اور مونین کو نہ صرف بچانے والے ہیں بلکہ بعد میں زمین کا وارث بنانے والے ہیں۔

آیاًهُ الرَّسُولُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبِتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ۔ المومنون ۵

اس آیت میں اللہ اپنے رسولوں کو کہہ رہا ہے کہ اے وہ جو میرے سل ہو یعنی میرے بھیجے ہوئے ہو استعمال کر رہے ہو الطیبات سے اور عمل کر رہے ہو مکمل طور پر اصلاح کرنے والے اس میں کچھ شک نہیں میں اس کا علم رکھنے والا ہوں مجھے اس کا علم ہے جس کیسا تھم سے عمل کروائے جا رہے ہیں۔

یعنی اللہ اپنے رسولوں کو کہہ رہا ہے کہ اگر تم الطیبات سے کھاتے ہو تو ہم تم صالح اعمال کر پاؤ گے ورنہ اگر تم الطیبات کی بجائے خبائش کھاتے ہو تو تم چاہ کر بھی صالح اعمال نہیں کر سکتے بلکہ پھر تم بھی مفسد اعمال ہی کرو گے۔ یہ وجہ ہے جس وجہ سے رسول صالح اعمال کرتے ہیں کیونکہ رسولوں کا رزق طیب ہوتا ہے اور پھر آگے اللہ نے یہ بھی واضح کر دیا کہ کیوں میں تمہیں الطیبات سے رزق استعمال کرنے کا کہہ رہا ہوں کیونکہ مجھے اس کا علم ہے جس کیسا تھم سے عمل کروائے جا رہے ہیں یہ رزق ہی ہے جس کیسا تھم سے عمل کروائے جا رہے ہیں اگر تم طیبات سے رزق استعمال کرو گے تو صالح اعمال کرو گے اور اگر تم خبائش کو اپنا رزق بناتے ہو تو پھر ظاہر ہے خبائش سے خبیث جسم بنے گا اور پھر خبیث جسم کیسے صالح اعمال کر سکتا ہے؟ بلکہ خبیث جسم تو مفسد اعمال ہی کرے گا۔ اسے آپ کئی مثالوں سے سمجھ سکتے ہیں مثال کے طور پر جسے آپ زہر کا نام دیتے ہیں زہر کیا ہے؟ زہر بھی تو انہی عناصر سے وجود میں آتا ہے جن عناصر سے آپ کا رزق وجود میں آتا ہے تو جب آپ زہر کا لیں تو کیا آپ کا جسم آپ کے اختیار میں رہتا ہے؟ ذرا غور کریں جب آپ زہر کھاتے ہیں تو آپ کا جسم آپ کے اختیار میں نہیں رہتا تو جو وہ حرکات و سکنات کرنا شروع ہو جاتا ہے آخر جسم کو ایسا کرنے کا کون کہہ رہا ہوتا ہے کون جسم کو ایسا کرنے پر مجبور کر رہا ہوتا ہے؟ تو اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ جو آپ نے کھایا جسے آپ زہر کا نام دیتے ہیں یعنی یوں بھی آپ پر یہ بات کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ آپ وہ ہیں جو آپ کھاتے ہیں اور جو بھی آپ کھاتے ہیں اصل میں وہ احکامات ہوتے ہیں جن پر آپ کا جسم عمل کرتا ہے اگر آپ طیب رزق سے اپنا جسم بنائیں گے تو اس سے نہ صرف آپ کا جسم طیب وجود میں آئے گا اس میں رائی برابر بھی کوئی خامی یا خرابی نہیں ہوگی بلکہ ایسا متوازن جسم اعمال بھی متوازن ہی کرے گا یعنی صالح اعمال کرے گا اسکے احساسات و جذبات بھی متوازن ہوں گے اس کی کیفیات بھی متوازن ہوں گی ایسا جسم ہر لحاظ سے مطمئن ہو گا اس میں توازن ہو گا اور اگر آپ اس کے بر عکس خبائش کو اپنا رزق بناتے ہیں یعنی انہیں اپنا رزق بناتے ہیں جو اشیاء غیر متوازن عناصر سے وجود میں آئیں تو ان سے نہ صرف آپ کے جسم میں توازن بگزیرے گا بلکہ پھر غیر متوازن جسم کے اعمال میں بھی توازن نہیں ہو گا اس کی سوچوں فکروں میں بھی توازن نہیں بلکہ انتشار ہو گا ایسے جسم میں بھی انتشار اور اس کے کردار میں بھی انتشار ہو گا۔

ذراغور کریں اگر مشین میں کوئی خرابی ہو جائے تو کیا وہ اعمال ٹھیک کرتی ہے؟ نہیں بلکہ اگر مشین میں بگاڑ آ جاتا ہے بالکل ایسے ہی اگر آپ کے جسم میں بگاڑ آ جائے تو آپ کے اعمال میں خود بخود بگاڑ آ جائے گا آپ صالح کی بجائے مفسد اعمال کرنا شروع کر دیں گے اور پھر آپ اسے فساد تسلیم بھی نہیں کریں گے یعنی آپ خود کو غلط بھی تسلیم نہیں کریں گے آپ میں جھکاؤ ختم ہو جائے گا۔ یہ وجہ ہے جس وجہ سے اللہ اپنے رسولوں کو بھی یہی کہہ رہا ہے کہ اے رسولو کھاؤ الطیبات سے اگر الطیبات سے کھاتے ہو تو صالح اعمال کر پاؤ گے ورنہ اگر تم الطیبات کی بجائے خبائش کھاتے ہو تو تم چاہ کر بھی صالح اعمال نہیں کر سکتے کیونکہ اعمال تمہارے اختیار میں نہیں ہیں تمہارے اختیار میں صرف اور صرف یہ ہے کہ تم کس سے اپنا جسم

بناتے ہو پھر جس سے تم اپنا جسم بناؤ گے وہ نہ صرف تمہارا جسم بنے گا بلکہ وہی تمہارے اعمال کی صورت میں بھی ظاہر ہو گا اس لیے اگر تم الطیات سے کھاتے ہو تو نہ صرف تمہارا جسم طیب بنے گا بلکہ ایسا جسم صالح اعمال کی صورت میں اس کا اظہار کرے گا جس سے آپ نے اپنا جسم بنایا اور اگر الطیات کی بجائے خبائش سے کھایا جاتا ہے تو اس سے نہ صرف جسم بھی خبیث بنے گا بلکہ ایسا جسم مفسد اعمال کی صورت میں اس کا اظہار کرے گا جسے آپ نے اپنے جسم میں ڈال جس سے آپ نے اپنا جسم بنایا۔

اب ذرا غور کریں جب اللہ اپنے رسولوں کو ایسا کہہ رہا ہے تو پھر آپ کس کھیت کی مولی ہیں؟ جب اللہ یہ کہہ رہا ہے کہ اگر اس کے رسول بھی الطیب کی بجائے خبیث کھاتے ہیں تو وہ چاہ کر بھی صالح اعمال نہیں کر پائیں گے بلکہ اس کے برعکس مفسد اعمال ہی کریں گے تو پھر آپ کس کھیت کی مولی ہیں؟ آپ کس طرح خبیث کھا کر بھی مومن بن سکتے ہیں؟ آپ کس طرح خبیث کھا کر بھی شکر کرنے والے بن سکتے ہیں؟ آپ کس طرح خبیث کھا کر بھی اللہ کی عبادۃ کر سکتے ہیں؟ جب اللہ کا قانون یہ ہے اور اللہ کے رسول بھی اس قانون سے ماوراء نہیں کیونکہ ہر رسول بشر ہوتا ہے تو پھر آپ کس کھیت کی مولی ہیں؟ اپنے گریبان میں جھانکیں اس سے پہلے کے دیر ہو جائے اور بعد میں آپ کے لیے سوائے پچھتاوے کے کچھ نہ ہے اگر آپ واقعۃ اللہ کی غلامی کرنا چاہتے ہیں تو پھر آپ پر یہ لازم ہے کہ آپ اپنے رزق میں غور کریں اور الطیات سے ہی رزق استعمال کریں خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے خبائش کی تھیں کیونکہ ہر روز نہ کر دیجئے جائیں کہ دیکھتے ہیں منہ میں پانی آجائے ان کے قریب بھی مت جائیں ورنہ آپ ان کے فتنے کا شکار ہو کر دنیا و آخرت میں اپنے اوپر اللہ کا غضب حلال کر بیٹھیں گے کیونکہ پھر آپ چاہ کر بھی صالح اعمال نہیں کر پائیں گے اور جب آپ صالح اعمال کی بجائے مفسد اعمال ہی کریں گے تو پھر ظاہر ہے آپ پر اللہ کا غضب تو حلال ہو جائے گا۔ اس لیے اگر آپ دنیا و آخرت میں اپنا فائدہ چاہتے ہیں تو سب سے پہلے اپنا رزق ٹھیک کریں خبائش کو ترک کریں اور الطیات سے رزق استعمال کریں۔

كُلُّوْا مِنْ طَيِّبَتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَلَا تَطْغُوْا فِيْهِ فَيَحْلِلُ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوَى. طہ ۸۱  
كُلُّوْا مِنْ طَيِّبَتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ استعمال کر رہے ہو طیبات سے جو رزق ہیں ہم تمہارا وَلَا تَطْغُوْا فِيْهِ اور نہ کرو یہ جو بھی رزق تم استعمال کر رہے ہو تم رزق کے استعمال میں بغاوت کر رہے ہو ہماری بات نہیں مان رہے یعنی ہم نے تمہیں کہا کہ طیبات سے استعمال کرو جو رزق ہم ہیں تمہارا اس سے اور تم لوگ کیا کر رہے ہو؟ تم لوگ ہماری بات ماننے کی بجائے بغاوت کر رہے ہو نافرمانی کرتے ہوئے خبائش کو اپنا رزق بنائے ہوئے ہو تو پھر جانلو فَيَحْلِلُ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ پس حلال ہو گیا تم پر میرا غضب یعنی جب آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ رزق کی کیا اہمیت و حیثیت ہے آپ وہ ہیں جو آپ کھاتے ہیں اگر آپ طیبات سے کھائیں گے وہ رزق جو اللہ کا رزق ہے جو فطرتی ہے تو آپ اللہ کے عبد نہیں گے آپ شکر کریں گے آپ کا ہر عمل اللہ کا عمل ہو گا ورنہ اگر آپ طیب کی بجائے اللہ کا جو رزق ہے اس کی بجائے غیر اللہ کا رزق جو کہ خبیث ہے اسے کھاتے ہیں تو پھر ظاہر ہے خبیث سے آپ کے اجسام بھی خبیث ہی نہیں گے جب اجسام خبیث نہیں گے تو پھر ایسے اجسام مفسد اعمال کریں گے ان کا ایک ایک عمل اللہ کیسا تھا شرک پر منی ہو گا یوں ایسے لوگوں پر اللہ کا غضب حلال ہو جائے گا۔ اگر آپ خبیث رزق کو استعمال کرتے ہیں تو اس سے آپ کا جسم خبیث بنے گا اور پھر خبیث جسم اللہ کیسا تھا بغاوت کرے گا اللہ کا شرک ہو گا اس کا ایک ایک عمل اللہ کے ساتھ دشمنی پر منی ہو گا یوں جب فطرت کی ضد نہیں گے تو پھر ظاہر ہے اللہ یعنی فطرت اپنی ضد اپنے شرک کو برداشت نہیں کرتی فطرت اپنے شرک کو عبرتناک انجام سے دوچار کرتے ہوئے صفحہ ہستی سے مٹا دیتی ہے یہ ہے اگر آپ اللہ کے اس حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں تو اس کا انجام اللہ کا اپنے اوپر غضب حلال کر لینا وَمَنْ يَحْلِلُ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوَى اور جس نے اپنے اوپر اللہ کا غضب حلال کیا تو خود ہی کیا نہ کہ اللہ نے کیا پس اس نے اپنی خواہشات کی اتباع کی یعنی ہم نے کھول کھول کر واضح کر دیا کہ حق کیا ہے صرف اور صرف ہم جو رزق ہیں تمہارا جو کہ طیب ہے اسی سے استعمال کرو کیونکہ تم وہ ہو جو تم کھاتے ہو جو کھاؤ گے وہی بنو گے اب اگر کوئی ہماری اس بات کو نہیں مانتا حق تو تسلیم نہیں کرتا اور اس کے برعکس اپنی خواہشات کی ہی اتباع کرتا ہے تو پھر اس کا نتیجہ تو ہی نکلے گا جو ہم نے طے کر دیا یعنی قدر میں کر دیا جو کہ ہو کر ہی رہے گا جسے دنیا کی کوئی طاقت ہونے سے نہیں ٹال سکتی اور وہ ہے میرا غضب اس پر حلال ہو جانا۔ جو بھی حلال اطیبا کی بجائے خبائش کو ہی اپنا رزق بنائے گا تو پھر ذلت و رسوانی اس کا مقدر ہے دنیا کی کوئی بھی طاقت اسے ذلت و رسوانی سے نہیں بچا

اور پھر دیکھیں آج خود کو مسلمان کہلوانے والوں کی جو حالت ہے اس کی اصل وجہ کیا ہے؟ اس کی اصل اور بنیادی وجہ رزق ہی ہے جب ان لوگوں نے اللہ کے رزق کو بدلتا لاجب انہوں نے ہماری اس بات کو مانے سے انکار کر دیا اور اس کے بر عکس وہی کیا جوان کی خواہشات تھیں تو پھر آج ان کا انجام کیا ہوا؟ آج یہ کس حالت سے دوچار ہیں؟ کیا یہ آج اللہ کے غصب کا شکار نہیں ہیں؟ آپ یہ عذابِ محسین کا شکار نہیں ہیں؟ بالکل یہی ان سے قبل بنی اسرائیل نے بھی کیا تھا تو ان کا انجام بھی بالکل یہی ہوا تھا جو آج ان کی حالت ہے اور اسی کا درج ذیل آیت میں بھی ذکر کر دیا یعنی یہ جو آپ پر آج کھول کھول کرواضح کیا جا رہا ہے اس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی ان آیات کی صورت میں تاریخ اتاری تھی جیسا کہ ان میں سے ایک درج ذیل آیت ہے۔

آلُّمَ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَلُوا نِعْمَةَ اللَّهِ كُفُرًا وَ أَحَلُوا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ۔ ابراہیم ۲۸

آج اللہ اپنے رسول احمد عیسیٰ کے ذریعے اس وقت جو لوگ موجود ہیں ان سے کلام کرتے ہوئے کہہ رہا ہے آلُّمَ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَلُوا نِعْمَةَ اللَّهِ كُفُرًا کیا نہیں دیکھا ان لوگوں کی طرف جنہوں نے بدلتا اور بدلتا ہے ہیں اللہ کی نعمت کو مکمل طور پر کفر کیا انہوں نے ہماری بات کو مانے سے مکمل طور پر انکار کر دیا تو پھر اس کا نتیجہ کیا تکلا؟ یہ جو انہوں نے اللہ کی نعمت کو بدلتا اور بدلتا ہے ہیں ان کے اس کفر کے سبب ان کا انجام کیا ہوا؟ آج ان کی حالت کیا ہوئی کیا نہیں دیکھا؟ وَ أَحَلُوا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ اور کیا کیا انہوں نے؟ انہوں نے ان کی قوم کے لیے حلال کیا اور حلال کر رہے ہیں دارالبوار یعنی وہ جگہ وہ مقام وہ حیثیت وہ حالت جس میں آج یہ ہیں جس حالت کا آج یہ لوگ شکار ہیں ذلت و مسکنت ان پر ڈال دی گئی عذابِ محسین کا شکار ہیں یعنی ان کے اس کفر کے سبب دوسری اقوام کو ان پر مسلط کر دیا گیا ان کی غلامی پر مجبور ہیں۔

یعنی کیا آج آپ نے خود کو مسلمان کہلوانے والوں کو نہیں دیکھا کہ آج ان کی حالت کیا ہے یہ آج کس حالت میں ہیں آج کن حالت سے دوچار ہیں؟ یہ بدترین ذلت و رسائی کا شکار ہو چکے ہیں، دنیا میں کوئی کتنا بھی مرجائے تو پوری دنیا اس پر چلا اٹھتی ہے لیکن ان کے لاکھوں مار دیئے جائیں، ان کی عورتوں کی عزتیں پامال کر دی جائیں تو دنیا میں کسی کے بھی کانوں پر کوئی جوں تک نہیں رینگتی، ان پر دوسری قوموں کو مسلط کیا جا چکا اور آج یہ ذلت و رسائی کا شکار ہیں یہ دنیا کی حیرتیں اور ذلیل ترین قوم کی صورت اختیار کر چکے ہیں تو ان کی اس حالت کی وجہ کیا ہے؟ کیا اللہ نے ان کو اس حالت سے دوچار کیا؟ یا پھر اللہ نے تو ان پر اپنی نعمت کی تھی انہیں دنیا میں بلند مقام دیا تھا؟ انہیں دنیا کی قوموں پر مسلط کیا تھا؟ ان کا بطور امت خیر انتخاب کیا تھا؟ حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ نے ان کو عزة دی تھی انہیں بلند مقام دیا تھا ان کا بطور امت خیر انتخاب کیا تھا لیکن ان لوگوں نے خود ہی اللہ کی نعمت کو بدلتا لاجا جوان لوگوں نے کفر کیا یعنی انہیں جو کہا تھا اسے تسلیم کرنے کی بجائے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ان پر حق کھول کھول کرواضح کیا تھا کہ رزق کی اہمیت و حیثیت کیا ہے انہیں کہا تھا کہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے جو رزق ہم ہیں تمہارا جو کہ طیبات ہیں طیبات سے ہی رزق استعمال کرنا خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے خواہ خبیث کی کثرت ہی کیوں نہ ہو جائے یا پھر خبیث کتنا ہی دل بھادیئے والا نہ ہو جائے خبیث کے قریب بھی مت جانا ورنہ تم ذلیل ورسا ہو جاؤ گے تم پر ذلت و مسکنت ڈال دی جائے گی اور ان پر بنی اسرائیل کی مثلوں سے حق کھول کھول کرواضح کیا تھا کہ جان لوم سے قبل بنی اسرائیل کا بھی جب بطور امت انتخاب کیا تھا تو انہیں بھی یہی کہا تھا لیکن انہوں نے اللہ کی نعمت کو بدلتا لاجا اس کی وجہ اور اس کی وجہ ان کا کفر انہوں نے حلال اطیا رزق کو استعمال کرنے کی بجائے خبائش کو اپنا رزق بنالیا انہوں نے خبیث کیسا تھا طیب کو بدلتا لاجا اس کی وجہ اور اس کی وجہ اسی ایامت کرنا لیکن خود کو مسلمان کہلوانے والوں نے بھی بنی اسرائیل کی مثل کفر ہی کیا اور اللہ کے رزق کو بدلتا لایوں انہوں نے خود ہی اللہ کی نعمت کو بدلتا لاجا ان کو جو بلند مقام دیا تھا اسے کھود دیا اور اس کے بر عکس ذلت و رسائی میں چاڑپے جو آج ان کی حالت ہے۔

اس کے اصل ذمہ دار خود کو مسلمان کہلوانے والوں کے نہیں ہیں جنہیں یہ لوگ علماء کے نام سے جانتے ہیں ان کے ملاویں نے حلال کو حرام کو حلال بنا ڈالا، بغیر علم کے حلال و حرام کا تعین کیا، حلال و حرام کی ذمہ داری اپنے سر لے لی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے ملاویں نے ان کے لیے یہ حالت حلال کر دی جس میں آج یہ ہیں۔ جیسے بنی اسرائیل نے جب بالکل انہی کی طرح کیا تھا اور وہ بھی اسی طرح ذلیل ورسا ہو چکے تھے اور عذابِ محسین کا شکار تھے تو ہم نے ان میں انہی سے اپنے رسول عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا بالکل اسی طرح آج ہم نے ان میں انہی سے اپنار رسول احمد عیسیٰ بھیج دیا جو خود کو مسلمان کہلوانے والوں کے لیے آخری

موقع ہے جو ہمارے رسول کو تسلیم کریں گے اس کی دعوت کو دل سے تسلیم کر کے جو کہا جا رہا ہے وہی کریں گے یعنی ہمارے رسول احمد عیسیٰ کی اطاعت و اتباع کریں گے تو ان کو اس عذاب سے بچالیا جائے گا اور زمین کا وارث بنادیا جائے گا اور جو نہیں مانیں گے جو کفر ہی کریں گے ان پر یوم القیامۃ تک کے لیے لعنت کر دیں گے یعنی انہیں بالکل اسی طرح نظر انداز کر دیں گے جیسے ان سے قبل عیسایوں پر لعنت کی گئی یعنی انہیں نظر انداز کیا گیا اور ان سے قبل یہودیوں پر لعنت کی گئی اور ایسے ہی ان سے قبل جو امتیں تھیں ان پر لعنت کی گئی اور وہ تمام کے تمام آج تک انتظار ہی کر رہے ہیں کہ اللہ ان میں اپنار رسول بعثت کرے گا حالانکہ جب ہم نے ان میں انہی سے ایسے ہی اپنار رسول بعث کیا تھا جیسے آج تم میں تھی سے اپنار رسول احمد عیسیٰ بعث کیا تو انہوں نے کفر کر دیا تھا ہمارے رسول کا کذب کر دیا تھا اور اگر آج تم بھی وہی کرتے ہو تو جان لو تمہارا انجام بھی بالکل وہی ہے تمہارے لیے بھی ہمارا وہی فیصلہ ہے ہمارا قانون نہیں بدلنے والا۔ آپ پر پچھے کھول کر واضح کر دیا گیا کہ کیسے بنی اسرائیل پر ذلت و مسکنت ڈال دی گئی۔ انہوں نے کس طرح اللہ کی نعمت کو بدل ڈالا تھا۔ ان کو بھی یہی کہا تھا کہ حلال کیا ہم نے تم پر طیبات کو خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے طیبات سے ہی جو رزق ہم ہیں تمہارا اسے ہی استعمال کرنا ورنہ ذلت و مسکنت کا شکار ہو جاؤ گے یوں جب تک وہ طیبات سے رزق استعمال کرتے رہے تو انہیں عزۃ دی گئی یعنی انہیں بلند مقام دیا گیا لیکن پھر جب انہوں نے کفر کیا ہماری بات کو مانے سے انکا رکر دیا اور طیبات کو ترک کر دیا تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان پر ذلت و مسکنت ڈال دی گئی جو کہ قدر میں کیا جا چکا بالکل ایسے ہی آج تم پر ذلت و مسکنت ڈال دی گئی تم خود کو مسلمان کہلوانے والے بھی بالکل عین اسی طرح ذلیل و رسوا ہو گئے۔

ظاہر ہے جب بار بار کھول کر واضح کر دیا گیا کہ حق کیا ہے جو کھاؤ گے وہی بنو گے تو پھر ظاہر ہے جب آپ خبائش کو اپنار زق بنائیں گے تو آپ اللہ کے شریک ہیں گے تو جو اللہ کا شریک بنے گا اس کا بدل عزۃ نہیں بلکہ ذلت ہے جو قدر میں کر دیا گیا جسے ہونے سے دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکتی اور اگر اس کے بالکل برکت طیبات سے رزق استعمال کیا جاتا ہے تو آپ طیب نہیں گے اور طیب تو اللہ ہے یعنی آپ اللہ کا وجود بن جائیں گے آپ میں یعنی تکبیر ختم ہو جائے گا پھر آپ کا ہر عمل اللہ کا عمل ہو گا تو جب آپ طیبات سے رزق استعمال کر کے طیب بن جائیں گے یعنی اللہ کا وجود بن جائیں گے اللہ بن جائیں گے تو پھر کون ہے جو اللہ کو عاجز کر سکے؟ کون ہے جو اللہ کی ساتھ دشمنی کر کے کامیاب ہو سکے؟ کون ہے جو اللہ کا مقابلہ کر سکے؟ اللہ کے لیے ہے ہی عزۃ اس لیے پھر دنیا کی کوئی بھی طاقت عزۃ سے یعنی بلند مقام کے حصول سے نہیں روک سکتی اور پھر دیکھیں اسی کا درج ذلیل آیت میں بھی ذکر کر دیا گیا۔

وَإِذْ كُرُوا إِذْ أَنْتُمْ قَلِيلٌ مُّسْتَضْعِفُونَ فِي الْأَرْضِ تَحَافُونَ أَنْ يَتَحَطَّفُكُمُ النَّاسُ فَأَوْتَنُكُمْ وَإِيَّدُكُمْ بِنَصْرِهِ وَرَزَقُكُمْ مِّنَ الطَّيِّبَاتِ  
لَعْلَكُمْ تَشْكُرُونَ . الانفال ۲۶

آج سے چودہ صدیاں قبل آج کی تاریخ اتارتے ہوئے کہا تھا یعنی آج اس وقت اللہ اپنے رسول احمد عیسیٰ کی صورت میں الہیات کیسا تھا کلام کر رہا ہے کھول کر اس وقت موجود لوگوں سے بات کر رہا ہے تو وہ جو اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کی بات کو مان رہے ہیں اس دعوت کو دل سے تسلیم کر رہے ہیں ان کی ایک تو تعداد انتہائی کم ہے اور اوپر سے خود کو مسلمان کہلوانے والے مشرکین کی دشمنی، حسد اور بعض کا سامنا ہے ان کی انتہائی شدید مخالفت اور دشمنی کا سامنا ہے جس وجہ سے ان کی طرف سے ہر وقت کسی بھی صورت نقصان پہنچنے کا خوف ہے جس میں ان کی طرف سے قتل و قید سمیت طرح طرح کی اذیتوں کے خوف کا سامنا ہے تو ایسی صورت میں اللہ اپنے رسول احمد عیسیٰ کے ذریعے اس کی دعوت کو اس حق کو دل سے ماننے والوں کو کہہ رہا ہے وَإِذْ كُرُوا اور کیا یاد کر رہے ہو اسے جسے تم بھول چکے؟ یعنی آج جس حالت میں تم ہو یہ پہلی بار نہیں ہے بلکہ اس سے قبل بھی تم ایسی حالت سے گزر چکے ہو تو کیا یاد کر رہے ہو اس حالت کو آج کی تمہاری اس حالت سے؟ آج تم جس حالت میں ہو جس حالت سے گزر رہے ہو کیا یہ حالت تمہیں تمہارے ماضی میں تم پر گزرے ہوئے بالکل ایسے ہی وقت کی یاد نہیں دلارہی؟ آج تم جس حالت میں ہو آج تمہیں جن حالات کا سامنا ہے تمہاری یہ حالت تمہیں یاد دلارہی ہے کہ تم پر ماضی میں بھی بالکل ایسی ہی حالت آئی تھی تو کیا یاد کر رہے ہو اسے جسے تم بھول چکے ہوئے تھے؟ إِذْ أَنْتُمْ قَلِيلٌ جیسے آج اس وقت بھی تم قلیل ہو یعنی تمہاری تعداد انتہائی کم ہے ایسے ہی تب بھی تمہاری تعداد انتہائی کم تھی۔ مطلب یہ کہ جیسے آج جب تم ضلال میں ہو رہے تھے تو ہم نے تم پر احسان کیا کہ تم میں تمہی سے اپنار رسول احمد عیسیٰ بھیجا جو تم پر حق ہر لحاظ سے کھول کر واضح کر رہا ہے تم پر میری آیات کو پوری ترتیب کیا تھا انتہائی حکمہ سے کھول کر واضح کر رہا ہے تو اس کی دعوت کو مانے والوں

کی تعداد انتہائی کم ہے بالکل ایسے ہی ماضی میں بھی ہم نے تم پر احسان کیا تھا جب تمہارے آباؤ اجداد کی صورت میں تم ضلالِ ممین میں تھے تو ہم نے ان میں انہی سے اپنار رسول محمد بعثت کیا تھا جس نے آکر حق ہر حاظ سے کھول کھول کرواضح کیا تھا تو تب بھی آج ہی کی طرح حق کو دل سے تسلیم کرنے والوں کی تعداد انتہائی کم تھی اور اس کے برعکس جیسے آج اکثریت نہ صرف کفر کر رہی ہے بلکہ کذب بھی کر رہی ہے ہمارے رسول اور مونوں کیسا تھوڑی دشمنی کر رہی ہے بالکل ایسے ہی تب بھی ہوا تھا **مُسْتَضْعُفُونَ فِي الْأَرْضِ** جیسے آج تم تعداد میں بہت کم ہونے کی وجہ سے انتہائی کمزور ہوتھماری ظاہر ہے میں میں لوگوں کی نظر و میں میں کوئی اہمیت و حیثیت نہیں تھیں تھارت کی نگاہ سے دیکھا جا رہا ہے تمہاری تعداد انتہائی کم ہونے کی وجہ سے دشمن جو کچھ بھی کر سکتے ہیں اپنی طرف سے کرنے کی پوری کوشش کر رہے ہیں بالکل یہی حالت تمہاری تب بھی تھی **تَخَافُونَ أَن يَتَخَطَّفُكُمُ النَّاسُ** تو یہ جو آج تم تعداد میں انتہائی کم ہونے کی وجہ سے زمین میں انتہائی کمزور ہوا درج واس دعوت کا کفر کر رہے ہیں کذب کر رہے ہیں تمہیں ان کی دشمنی کا سامنا ہے ان کی مخالفت کا سامنا ہے تم پران کی جانب سے زمین نگ کی جا چکی ہے کفر کرنے والوں کا کہنا ہے کہ واپس ہماری ملت میں پٹ آؤ رہنے تمہیں زندہ نہیں رہنے دیں گے تمہیں ختم کر دیں گے یا تم پر زمین نگ کر دیں تمہیں قید کر دیں گے جس وجہ سے تمہیں یخوف لاحق ہے کہ کہیں لوگ تمہیں اچک ہی نہ لیں کسی کو کوئی فرق ہی نہ پڑے تمہیں غائب کر دیا جائے تو اس سے دنیا میں کسی کے کان پر کوئی جوں تک نہیں رینگے گی تم پر زمین نگ کی جا چکی ہے بالکل ایسے ہی تب بھی تم خوف کھار ہے تھے تو پھر یاد کرو تب اس کے بعد کیا ہوا تھا؟ تب جب ایسا وقت تم پر آیا تھا اس کے بعد کیا ہوا تھا؟ کیا تم تعداد میں انتہائی کم ہی رہے؟ کیا پھر اس کے بعد تب بھی تم زمین میں کمزور ہی رہے؟ کیا تب بھی تمہارا یہ خوف برقرار ہی رہا جو آج تمہیں لاحق ہے؟ کیا تب ہمارے رسول اور اس کی دعوت کو دل سے تسلیم کرنے والے جو انتہائی کم تعداد میں تھے ان کے مخالفین ان سے دشمنی کرنے والے اپنی منصوبہ بندیوں میں کامیاب ہو گئے تھے؟ کیا تب تمہیں تعداد میں انتہائی کم ہونے اور زمین میں انتہائی کمزور ہونے کی وجہ سے لوگوں نے جو تمہارے مخالفین تھے تمہارے دشمن تھے انہوں نے تمہیں اچک لیا تھا؟ تمہیں ختم کرنے میں، تمہیں غائب کرنے میں، تمہیں مٹانے میں کامیاب ہو گئے تھے؟ تب جب کفر کرنے والوں کی طرف سے زمین نگ کی گئی تو کیا ہم نے تمہیں بے بس بے یار و مددگار ہی چھوڑ دیا تھا؟ اگر تو تب اس کے بعد حق سے کفر کرنے والے کامیاب ہو گئے تھے تو آج بھی وہی کامیاب ہوں گے اور اگر تو کفر و کذب کرنے والے کامیاب نہیں بلکہ ذلیل ورسا ہوئے تھے تو آج بھی وہی ہونے والا ہے یہم نے قدر میں کر دیا یعنی تب اس کے بعد تمہیں بے بس بے یار و مددگار نہیں چھوڑ اتا بلکہ تمہیں پناہ دی تھی تمہاری مدد کی تھی تو آج بھی وہی ہونے والا ہے یہم نے قدر میں کر دیا یعنی تب اس کے بعد جو ہوا تھا آج بھی بالکل وہی ہونے والا ہے جو کہ ہو کر ہی رہے گا جسے ہونے سے دنیا کی کوئی بھی طاقت نہیں روک سکتی۔ تو تب جب تم پر ایسی حالت تھی جو آج اس وقت تمہاری حالت ہے جب بہت ہی کم ہیں جو ہمارے رسول احمد عیسیٰ کو تسلیم کر رہے ہیں اور اکثریت کفر و کذب ہی کر رہی ہے تو **فَإِنَّكُمْ** پس تو ہم نے اس کے بعد تمہیں پناہ دی یعنی جب کفر کرنے والوں کی طرف سے تم پر زمین نگ کر دی گئی تو ہم نے تمہیں بے یار و مددگار نہیں چھوڑ دیا تھا بلکہ ہم نے تمہیں پناہ دی تھی بالکل اسی طرح آج بھی ہم تمہیں بے یار و مددگار نہیں چھوڑ نے والے جب تم پر زمین نگ کی جا رہی ہے آج بھی ہم تمہیں اسی طرح پناہ دینے والے ہیں و **إِنَّكُمْ بِنَصْرِهِ** اور کیا کیا تھات ہم نے؟ اور تب ہم نے تمہیں اپنایا یعنی ہاتھ بنایا تھا جس کیسا تھوڑی تمہاری مدد کی یعنی تب تمہارا یعنی اللہ کا ہاتھ بن گئے جس ہاتھ کیسا تھوڑی تمہاری مدد کی گئی مطلب یہ کہ تب حق کو ماننے والوں کی جو جماعت وجود میں آئی تھی تو وہ جماعت اللہ کا ہاتھ بنی تھی پھر اللہ نے اپنے اس ہاتھ کیسا تھوڑی کفر کرنے والوں کو کچل کر کھ دیا تھا جب اللہ کا ہاتھ حرکت میں آیا تھا تو پھر نہ ہی تمہاری تعداد پہلے کی طرح انتہائی کم رہی بلکہ جب ہمارا ہاتھ حرکت میں آیا تو ہر کوئی ماننے کی ضد کرنے لگا سب کے سب مان گئے یوں تمہاری تعداد بڑھا دی تب جب اللہ کا ہاتھ حرکت میں آیا تو تمہیں زمین میں کمزور نہیں بلکہ قوت والا کر دیا تمہیں عزّۃ دی یعنی بلند مقام دیا باقی اقوام کو اور تمہارے مخالفین کو تمہارا غلام بنادیا نہیں ذلیل ورسا کر کے رکھ دیا یوں ہم نے تب تمہاری مدد کی تھی تو آج بھی بالکل اسی طرح ہم اپنے یہ یعنی ہاتھ سے تمہاری مدد کرنے والے ہیں آج بھی جب ہمارا ہاتھ حرکت میں آئے گا جو کہ آنے ہی والا ہے تو تمہاری تعداد قلیل نہیں رہے گی بلکہ ہر کوئی ماننے کا تمہیں دنیا میں بلند مقام دیا جانے والا ہے تمہیں عزّۃ دی جانے والی ہے تمہارے مخالفین کو ذلت ورسا ی سے دوچار کیا جانے والا ہے جن کاظن ہے کہ وہ تمہیں مٹادیں گے جو کہ ہمارے رسول احمد عیسیٰ کا کفر کرنے والے ہیں ان کو لگ رہا ہے کہ یہ تعداد میں بہت بڑھ کر ہیں ان کے پاس اسباب وسائل ہیں جس وجہ سے یہ ہمارے رسول احمد عیسیٰ اور مونین کو مٹادیں گے دشمنی میں کامیاب ہو جائیں گے تو یہ مغض ان کاظن ہے جو نظر آ رہا ہے یہ اصل حقیقت نہیں ہے بلکہ اصل حقیقت

کیا ہے اس کا علم صرف ہمیں ہے جو آج ہم تمہیں کھول کر بتا رہے ہیں اپنے رسول احمد علیہ کے ذریعے۔ اب کیا یاد آیا تب اس حالت کے بعد تمہاری حالت کیسے بدلتی تھی؟ کیا یاد آیا کہ تب اس کے بعد کیا کرنے سے تمہاری حالت بدل دی گئی تھی؟ وہ کیا تھا جس کی وجہ سے تم ایسی حالت سے نکل گئے اور نہ صرف اس حالت سے نکل گئے بلکہ تمہیں عزت دی بلند مقام دیا تمہارے مخالفین کو تمہارے دشمنوں کو ذلیل و رسوایا تھا؟ وَرَزَقْكُمْ مِّنَ الطَّيِّبِ اور تب رزق تمہارا الطیبات سے یعنی جیسے آج تم پر کھول کر واضح کیا جا رہا ہے کہ رزق کی اہمیت و حیثیت کیا ہے تم وہ ہو جو تم کھاتے ہو جو تمہارا رزق ہے بالکل ایسے ہی تب ہم نے کھول کر واضح کیا تھا تو پھرتب جب الطیبات سے رزق استعمال کیا تو الطیب کھانے سے الطیب بن گئے الطیب تو اللہ ہے یوں وہ الطیب رزق سے اللہ کا یہ لعنتی ہاتھ بن گئے یوں الطیب رزق سے تمہیں اس حالت سے نکلا تھا، جب تم الطیبات سے رزق استعمال کرو گے تو تم بھی الطیب یعنی اللہ بن جاؤ گے تم اللہ کا وجود بن جاؤ گے تو پھر کون ہے جو اللہ کا مقابلہ کر سکے؟ کون ہے جو اللہ کو عاجز کر سکے؟ کون ہے جو اللہ کیسا تھدشنی میں کامیاب ہو سکے؟ کون ہے جو اللہ کیسا تھدشنی پر ڈٹ سکے؟ ظاہر ہے جب تم اللہ ہی کا وجود بن جاؤ گے جو کہ صرف اور صرف الطیب رزق سے ہی ممکن ہے تو پھر کوئی بھی نہیں جو تمہارا مقابلہ کر سکے جو تمہیں عاجز کر سکے، جب تم الطیبات سے رزق استعمال کرو گے جس سے تم اللہ کا وجود بن جاؤ گے تو پھر کیا اللہ خوف کھاتا ہے؟ نہیں پھر تمہارا تمام تر خوف مت جائے گا اور اللہ کے دشمنوں کو ذلت و رسوائی کا ہی سامنا کرنا پڑے گا یوں تب ہم نے تمہیں اس حالت سے نکلا تھا اب اگر آج بھی تم الطیبات سے رزق استعمال کرتے ہو تو پھر ہمارا تم سے یہ وعدہ ہے یہ قدر میں کیا جا چکا ہے ہونے سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی کہ تم تمہیں اس حالت سے نکلنے والے ہیں اور تمہیں ماضی کی طرح عزت دی یعنی بلند مقام دینے والے ہیں تمہیں زمین کا وارث بنانے والے ہیں لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ تم کو الطیبات سے رزق استعمال کرنے کا اس لیے کہا جا رہا ہے کیونکہ الطیب رزق پر ہی ہم نے شکر کو کہ دیا اگر تم الطیبات سے ہی رزق استعمال کرتے ہو تو ہی تم شکر کر رہے ہو جو کہ پیچھے کھول کر واضح کر دیا گیا کہ آپ وہ ہیں جو آپ کھاتے ہیں اگر طیب کھائیں گے تو ہی آپ کو جو کچھ بھی دیا گیا سب کے سب کا یا ان میں سے کسی کا بھی اسی مقصد کے لیے استعمال کر پائیں گے جس مقصد کے لیے آپ کو دیا گیا۔ مثلاً ذرا غور کریں جب آپ الطیبات سے رزق استعمال کریں گے تو آپ الطیب بن جائیں گے پھر آپ کے سننے کی صلاحیت بالکل ویسی ہی ہو گی جیسی کہ ہونی چاہیے آپ کا سفنا اللہ کا سفنا ہو گا، آپ کی دیکھنے کی صلاحیت بالکل ویسی ہی ہو گی جیسی کہ ہونی چاہیے یعنی آپ کا دیکھنا اللہ کا دیکھنا بن جائے گا یہ آنکھیں اللہ کی آنکھیں ہوں گی ان کا دیکھنا اللہ کا دیکھنا ہو گا ایسے ہی جو سن اور دیکھ رہے ہیں اسے سمجھنے کی صلاحیت بھی بالکل ویسی ہی ہو گی جیسی کہ اللہ کی چاہت ہے یوں آپ جو کچھ بھی سن اور دیکھ رہے ہوں گے تو اس کو مکمل طور پر بالکل صحیح سمجھ رہے ہوں گے آپ کے خیالات بالکل خالص ہوں گے وہی جو ہونے چاہیں جنہیں وہی کہا جاتا ہے یوں آپ کے اعمال بھی بالکل خالص اور ویسے ہی بن جائیں گے جیسے کہ اللہ کی چاہت ہے یعنی آپ کا اپنا الگ سے کوئی وجود نہیں ہو گا اللہ ہی کا وجود ہو گا آپ کا ہر عمل اللہ کا عمل ہو گا تو پھر کون ہے جو ایسے بشر کا یعنی اللہ کا مقابلہ کر سکے؟ پھر اگر کوئی مخالفت کرتا ہے تو وہ اللہ کی مخالفت ہو گی، کوئی دشمنی کرتا ہے تو اللہ کیسا تھدشنی ہو گی تو کون ہے جو اللہ کو عاجز کر سکے؟ اس لیے اگر آپ الطیبات سے رزق استعمال کرتے ہیں تو پھر آپ شکر کر پائیں گے آپ کو جو کچھ بھی دیا گیا یہاں تک کہ آپ کو جو دنیا میں لا یا گیا آپ کو جو وجود دیا گیا آپ ایک ایک لحد اللہ کی غلامی میں گزاریں گے آپ کا ایک ایک عمل اللہ کا عمل ہو گا آپ اللہ کا وجود ہوں گے کہ آپ الگ سے کوئی وجود ہوں گے۔ اس لیے اے وہ جو میری دعوت کو دل سے تسلیم کر رہے ہو جو مان رہے ہو کہ ہاں اے احمد علیہ تُو اللہ کا وہی رسول ہے جس کی بعثت کا وعدہ کیا گیا تھا جس کی بعثت کی صورت میں اللہ نے ہم پر احسان کرنا تھا کہ جب ہم ضلال میں میں ہونا تھا تو ہمیں ہدایت دینے کے لیے اللہ نے ہم میں ہم ہی سے اپنارسول بعث کرنا تھا تو وہی اللہ کا رسول ہے تو پھر جان لو الطیبات سے رزق استعمال کر و خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے خبائث کو ترک کر دوتا کہ تم پر اپنی نعمت دوبارہ پوری کی جائے تم سے کیا ہوا وعدہ پورا کیا جائے تمہیں بلند مقام دیا جائے تمہیں نہ صرف عذاب عظیم القارع میں سے بچا لیا جائے اور تمہارے دشمنوں کو جو کفر کرنے والے ہیں انہیں صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے بلکہ تمہیں بعد میں زمین کا وارث بنادیا جائے۔

اس آیت میں ایک تو آپ پر یہ بات کھول کر واضح کر دی گئی کہ رزق کی اہمیت و حیثیت کیا ہے اور دوسرا یہ بھی کھل کر واضح ہو گیا کہ ماضی میں جب جب بھی مونموں کو بلند مقام حاصل ہوا عزت دی گئی تو الطیب رزق ہی کی وجہ سے اور پھر اس سے یہ بات بھی بالکل کھل کر واضح ہو جانی چاہیے کہ اگر ذلیل و رسوایا ہوئے

ذلت و مسکنست کا شکار ہوئے تو وہ بھی رزق ہی کی وجہ سے جب انہوں نے اپنا رزق بدل دیا جب الطیب کو خبیث سے بدل دیا اور خبائش کو اپنا رزق بنالیا اور پھر تیسری بات یہ کہ یہ آج کی تاریخ ہے اور اس آیت کا آج ہی بین کیا جانا انتہائی معنی خیز ہے کیونکہ آج ایک بار پھر وہی وقت آچکا جو اس آیت کو بین کرنے کی صورت میں کھول کھول کرواضح کر دیا گیا مونین کو آگاہ کر دیا گیا کہ اب اس کے بعد ان پر کیا احسان عظیم کیا جانے والا ہے جو کہ وقت بالکل سر پر آچکا۔

ایسے ہی پورے قرآن میں بنی اسرائیل کی مثلوں سے قوم محمد کی تاریخ گئی کہ بنی اسرائیل کو بھی یہی کہا تھا ان پر بار بار کھول کھول کرواضح کیا گیا کہ رزق کی اہمیت و حیثیت کیا ہے لہذا کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے الطیبات سے ہی رزق استعمال کر اور پھر جب جب جب انہوں نے اس بات کو مان کر اس پر عمل کیا تو انہیں ذلت و رسوانی سے نکال کر دنیا و آخرت میں بلند مقام دیا انہیں عزة دی انہیں اقوام عالم پر غالب کر دیا لیکن پھر جب جب جب انہوں نے اپنے رزق کو بدل ڈالا یعنی ارفع رزق کو ادنی سے بدل ڈالا اور بالآخر ادنی کو بھی خبیث سے بدل دیا تو وہ پستیوں میں گرنے لگے یہاں تک کہ اس قدر پستیوں میں گرنے کے ہلاکت کا شکار ہو گئے۔

جب بھی انہوں نے الطیبات کو خبائش سے بدل دیا یعنی جب بھی انہوں نے اپنے رزق کو بدل دیا وہ فطرت سے ہٹ گئے تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ پھر انہوں نے خود کو غنی اور اللہ کو فقیر سمجھنا اور کہنا شروع کر دیا یعنی جب خبیث رزق کا استعمال کرنے لگے تو ان کے اجسام خبیث بن گئے یوں اللہ کی طرف سے آنے والی ہدایت ان کو نا گوارگزرتی کیونکہ ان کی خواہشات کے بالکل برعکس ہوتی اور وہ اللہ کے بھیجے ہوؤں کا کذب کر دیتے ان کی دعوت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیتے اور خود کو ہدایت یافتہ قرار دیتے کہ ہم تو ہیں ہی ہدایت یافتہ اور پھر ایسے ہی انہوں نے آہستہ آہستہ النبین کو قتل کرنا شروع کر دیا ظاہر ہے جب ان کے اجسام خبیث بن چکے تھے تو پھر جو بھی اللہ کا بھیجا ہوا آتا اس کی دعوت ان کے کانوں پر ہتھوڑوں کی مانندگتی انہیں انتہائی نا گوارگزرتی جس وجہ سے وہ اللہ کے بھیجے ہوؤں کیسا تھوڑا دشمنی کرتے یہاں تک کہ انہیں قتل کرنے سے گریز نہ کرتے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آہستہ آہستہ ان پر ذلت و مسکنست ڈال دی گئی وہ پستیوں کا شکار ہوتے ہوتے بالآخر ہلاکت کا شکار ہو گئے۔ ظاہر ہے جب آپ اپنے راہنماء کی بات ماننے سے انکار کر دیں یا اسے قتل ہی کر دیں گے تو پھر آپ کی راہنمائی کون کرے گا؟ پھر دشمن جو قدم قدم پر گھات لگائے بیٹھا ہے وہ راہنمائی کا لبادہ اوڑھ کر سامنے آجائے گا جو آپ کی خواہشات کے عین مطابق ہو گا جس کا نتیجہ یہ نکلا گا کہ آپ کا دشمن آپ کو اچک لے گا آپ ذلیل و رسوان ہو جائیں گے یہی بنی اسرائیل سمیت ان سے پہلے ہرامت نے کیا اور ان کیسا تھوڑا اور بالکل یہی خود کو مسلمان کھلانے والوں نے کیا اور آج یہ جس حالت سے دوچار ہیں جو کہ ہلاکت ہے اس کا شکار ہوئے۔ یوں قرآن میں ایک نہیں دونہیں تین نہیں بلکہ پورے قرآن میں جگہ جگہ الاولین کی مثلوں سے قرآن کے نزول سے لیکر الساعۃ کے قیام تک آنے والوں کی تاریخ اتاروی گئی تھی خود کو مسلمان کھلانے والوں کی تاریخ اتاروی گئی تھی جس سے آپ پر ہر لحاظ سے کھل کرواضح ہو چکا کہ رزق کی کیا اہمیت و حیثیت ہے کہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے خبائش کے قریب بھی نہیں جانا جس کا درج ذیل آیت میں بھی ذکر کر دیا گیا جو آج آپ کو یاد لارہی ہے۔

**فُلْ لَا يَسْتُوِي الْخَبِيْثُ وَالْطَّيْبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ فَاتَّقُوا اللَّهَ يَأْوِلِي الْأُلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ .** المائدہ ۱۰۰  
اللہ اپنے رسول کو کہہ رہا ہے کہ ان کو کہہ ایک جیسا ہو ہی نہیں سکتا الخبیث اور الطیب یعنی آپ پر کھول کھول کرواضح کر دیا گیا کہ خبیث میں اپنی الگ صلاحیتیں ہیں خبیث ہے ہی فساد اگر آپ خبیث سے اپنا جسم بنائیں گے تو آپ کا جسم مفسد اعمال ہی کرے گا آپ چاہ کر بھی صالح اعمال نہیں کر سکتے اور یہ ضد ہے الطیب کی۔ اگر آپ الطیب سے اپنا جسم بنائیں گے تو آپ کا جسم صالح اعمال کرے گا آپ چاہ کر بھی فساد کی طرف نہیں جایاں گے۔ الطیب اور الخبیث دونوں ایک دوسرے کی ضد ہے وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ اور اگر تھے کتنا ہی پر کش کیوں نہ لگے الخبیث کی کتنی ہی کثرت کیوں نہ ہو جائے اس کے قریب بھی نہیں جانا اسے استعمال نہیں کرنا لیکن اس کے باوجود تم لوگ کیا کر رہے ہو؟ ذرا اپنے گریبان میں جھانکو اپنے رزق کی طرف دیکھو کیا تم الطیب رزق سے استعمال کر رہے ہو یا پھر الخبیث سے؟ تم لوگ الخبیث رزق سے استعمال کر رہے ہو جو کہ آج بہت ہی پر کش بنادیا گیا ہے جیسے کہ چکن کی صورت میں، طرح طرح کے لذیذ اور خوشمند کھانوں کی صورت میں جن کے طرح طرح کے ذاتی ہیں پھر طرح طرح کے مشروبات کی صورت میں، فطرت میں مداخلت کر کے جو اگایا جا رہا ہے اور پھر جو کچھ بھی مصنوعی رزق ہے یہ سب کا سب جو کہ انتہائی پر کش ہے یہ الخبیث ہے اس کے قریب بھی مت جاؤ اسے ترک کردو۔ تم لوگ

اس الحبیث رزق کو استعمال کر کے کس سے فیکر ہے ہو؟ اور اس کے استعمال سے کس کیسا تھد دشمنی کر رہے ہو؟ ذرا غور کرو تم لوگوں کی ملامتوں سے بچنے کی خاطر اور طرح طرح کے ذائقوں کے حصول کی خاطر اپنی خواہشات کی ابتداء میں اس الحبیث رزق کا استعمال کر رہے ہو اور یہ تم اللہ کیسا تھد دشمنی کر رہے ہو فَاتَّقُوا اللَّهَ لِمَا نَهَا إِلَيْكُمْ وَمَا تَنْهَىٰ عَنْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ اے وہ جو حق کو سمجھنا چاہتے ہو جو دنیا و آنہ کیسا تھد دشمنی پر منی ہو گا اور آپ اللہ اسے اصلاح کا نام دیں گے آیا ولی الْأَبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ اے وہ جو حق کو سمجھنا چاہتے ہو جو دنیا و آخرت میں فلاج چاہتے ہو تو حق کو سمجھنے کے لیے ہر لمحے اپنے کانوں اور آنکھوں کو کھلا کر ہو جو کچھ بھی سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھو جب تم اسے سمجھو گے تو تم پر کھل کر واضح ہو جائے گا کہ کیوں تم کو الطیبات سے رزق استعمال کرنے کا کہا جا رہا ہے اور اس پر اتنا زور دیا جا رہا ہے تم پر کھل کر واضح ہو جائے گا کہ الطیب رزق ہی ہے جس پر دنیا و آخرت میں فلاج یعنی کامیابی رکھ دی اگر تم الطیب رزق استعمال کرتے ہو تو ہی تم دنیا و آخرت میں فلاج یعنی کامیابی حاصل کر رہے ہو تم دنیا میں آنے کے مقصد کو پورا کر پار رہے ہو ورنہ اگر تم الطیب رزق سے استعمال نہیں کرتے تو پھر خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے تم فلاج نہیں پاسکتے اس لیے اپنے کانوں اور آنکھوں کو کھلا کر ہو جو کچھ بھی تمہیں سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھوتا کہ تم پر حق کھل کر واضح ہو جائے۔

آپ نہ صرف جانتے ہیں بلکہ آج خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ آج انسان طرح طرح کی مصیبتوں و ہلاکتوں کا شکار ہیں اور اکثریت کا کہنا ہے کہ ان پر ان مصیبتوں و ہلاکتوں کا آنا اللہ کی مرضی ہے یہ سب اللہ کر رہا ہے لیکن کیا حقیقت یہی ہے؟ یا پھر حقیقت اس کے بالکل بر عکس کچھ اور ہے؟

تو اس سوال کا جواب بالکل واضح ہے کہ حقیقت یہ نہیں ہے جو اکثریت کا کہنا ہے بلکہ حقیقت اس کے بالکل بر عکس ہے اور وہ یہ ہے کہ ان کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے رد اعمال ہیں جن کا آج یہ لوگ شکار ہیں جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی اللہ نے درج ذیل آیت کی صورت میں تاریخ اتار تاریخ اتار دی تھی۔

وَمَا أَصَابُكُمْ مِنْ مُّصِيبَةٍ فِيمَا كَسَبَتْ أَيْدِيهِكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ . الشوری ۳۰

آج اللہ اپنے رسول احمد عیسیٰ کی صورت میں انسانوں سے کلام کرتے ہوئے کہہ رہا ہے جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی اس آیت کی صورت میں تاریخ اتار دی تھی وَمَا أَصَابُكُمْ مِنْ مُّصِيبَةٍ اور جو بھی مصیبتوں میں سے مصیبتوں تمہیں لاحق ہیں فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيهِكُمْ پس تمام کی تمام مصیبتوں جو تمہیں لاحق ہیں اس سبب آرہی ہیں جو کرتوت تم لوگ اپنے ہی ہاتھوں سے کر رہے ہو یعنی تمہارے اپنے ہی ہاتھوں سے کیا دھرا رہے جس کے نتائج کا سامنا تمہیں طرح طرح کی مصیبتوں کی صورت میں کرنا پڑ رہا ہے وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ اور بہت سی توالیں ہیں جنہیں تم سے دور کیا جا رہا ہے جن کا تمہیں شکار ہونے سے بچایا جا رہا ہے۔

آج آپ نہ صرف جانتے ہیں دیکھ رہے ہیں بلکہ خود بھی مشاہدہ کر رہے ہیں کہ آج انسانوں پر جو بھی مصیبت آتی ہے کسی کو کوئی حادثہ پیش آجائے، کوئی بیماری لگ جائے، زلزلہ آئے، طوفان آئے، آندھی آئے یہاں تک کہ چھوٹی سے چھوٹی ہو یا پھر بڑی سے بڑی مصیبۃ اکثریت کا کہنا ہے کہ یہ سب اللہ کا کیا دھرا رہے کہ جی اللہ کی بھی مرضی تھی اللہ کی بھی چاہت تھی اور پھر اس کے بالکل بر عکس اگر کوئی فائدہ حاصل ہو یہاں تک کہ کوئی لاڑی بھی نکل آئے تو کہا جاتا ہے کہ اس کے پیچھے میری سالوں کی محنت تھی یہ میری سالوں کی محنت کا نتیجہ ہے۔ یعنی اگر فائدہ حاصل ہو جائے یا اچانک غیر متوقع طور پر کوئی فائدہ حاصل ہو جائے تو اس کے لیے کہا جاتا ہے کہ اس کے پیچھے میری سالوں کی محنت تھی اور اس کے بر عکس اگر کسی نقسان کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو اس کا ذمہ دار اللہ کو ٹھہر ادیا جاتا ہے ایک بار بھی غور نہیں کیا جاتا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ اس کا ذمہ دار بھی میں ہی ہوں نہ کہ کوئی اور حالانکہ اللہ اس کے بالکل بر عکس کہہ رہا ہے کہ نہ صرف تمہیں پیش آنے والی ہر مصیبۃ کے ذمہ دار تم خود ہی ہو تمہارے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے ہوئے کرتو تو اس کا نتیجہ ہوتا ہے بلکہ اللہ تو یہ بھی کہہ رہا ہے کہ بہت سی مصیبتوں ایسی ہیں کہ اللہ انہیں تم سے دور کر رہا ہے تمہیں ان سے بچا رہا ہے ورنہ تمہارے جو اعمال ہیں جو کچھ بھی تم اپنے ہی ہاتھوں سے کر رہے ہو اگر ان کے رد اعمال

میں سے بہت سوں سے جو تمہیں بچایا جا رہا ہے نہ بچایا جائے تو تمہارا کب کا صفحہ ہستی سے صفائیا ہو چکا ہوتا تھا را نام و نشان تک مٹ چکا ہوتا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخرا نسان ایسا کیوں کرتا ہے انسان کیوں اپنی ہر مصیبت کو اللہ پر ڈال دیتا ہے یا پھر اپنی کسی بھی غلطی کو تسلیم کر کے خود کو اس کا ذمہ دار ٹھہرائے کی وجہ اس کی بجائے خود کو غلطی سے ماوراء قرار دیتے ہوئے دوسروں کو اس کا ذمہ دار ٹھہراتا ہے تو اس کا جواب پچھے کھول کر واضح کیا جا چکا کہ اس کی وجہ اس کی بنیاد خبیث رزق ہے۔ جب آپ الجہاں کو اپنا رزق بنائیں گے تو نہ صرف آپ کا جسم خبیث بن جائے گا بلکہ آپ کا جسم جو بھی انعام کرے گا مفسد اعمال ہی کرے گا بالکل ایسے ہی جیسے اگر مشین میں کوئی خرابی ہو جائے تو مشین کام بھی خراب ہی کرتی ہے۔ آج جب ہر کوئی الجہاں کو ہی اپنا رزق بنائے ہوئے ہے تو ظاہر ہے خبیث جسم ہی بنے گا اور پھر ایسا جسم مفسد اعمال ہی کرے گا انتکبار کرے گا وہ کبھی بھی خود کو غلط نہیں کہے گا یوں نہ صرف وہ فساد کرے گا مفسد اعمال کرے گا آسمانوں وزمین میں خرابیاں کرے گا یعنی فطرت کی ضد بنے گا فطرت کیستہ دشمنی کرے گا اللہ کا یعنی فطرت کا شریک بنے گا بلکہ جب اسے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے ہوئے فساد کے نتائج کا طرح طرح کی ہلاکتوں کی صورت میں سامنا کرنا پڑے گا تو پھر بھی وہ خود کو اس کا ذمہ دار نہیں ٹھہرائے گا بلکہ اس کا ذمہ دار کسی دوسرے کو ٹھہرائے گا اور اس کے لیے خود کو مسلمان کہلوانے والوں کے پاس اللہ کے نام پر ایک دیومالائی تصوراتی بت موجود ہے کہ اس کا ذمہ دار اللہ ہے حالانکہ انہیں تو یہ بھی نہیں علم کہ اللہ ہے کیا کیونکہ اگر انہیں اللہ کا علم ہوتا تو یہ لوگ کبھی بھی اللہ پر افترا عنہ کرتے یعنی بہتان عظیم نہ باندھتے۔ جب آپ خبیث رزق کا استعمال کریں گے تو آپ طیب کی ضد بن جائیں گے آپ طیب سے نفرت کریں گے آپ کی صحیح سننے دیکھنے سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت صلب ہو جائے گی آپ اپنی خواہشات کی ابتداء کریں گے اور اسے ہی حق کا نام دیں گا جس کا نتیجہ کیا ہے وہ تو پہلے سے ہی طے شدہ ہے جو آج آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

آپ خود را غور کریں اگر کوئی غلط کام ہوتا ہے اور آپ کا اس میں کوئی کردار نہ ہونہ ہی آپ اسے پسند کرتے ہوں اس کے باوجود آپ کو اس کا ذمہ دار ٹھہرایا جائے آپ پر الراہم لگایا جائے تو آپ کو کیسا لگے گا؟ کیا آپ کو خوشی ہوگی یا پھر آپ بھڑک اٹھیں گے آپ غصناک ہوں گے؟ تو جواب بالکل واضح ہے کہ آپ کو خوشی نہیں ہوگی بلکہ آپ غصناک ہوں گے تو زراغور بکجھے کہ جب آپ اپنے ہی ہاتھوں سے کیے ہوئے فساد کا ذمہ دار اللہ کو ٹھہراتے ہیں تو کیا اللہ کو آپ کے اللہ پر اس افتراض سے خوشی ہوگی؟ یا پھر اللہ کا غصب بھڑکتا ہے؟ تو تحقیقت آپ کے سامنے ہے۔ ایک طرف آپ رات دن کہتے ہیں کہ اللہ کے لیے ہے ہی حمد جس کا مطلب ہے کہ اللہ جو کہی کرتا ہے اس میں کسی بھی قسم کی رائی برابر بھی خامی، خرابی، نقش، کی، بھی، کوتا، ہی یا لا پرواہی، وغیرہ کا تصور تک نہیں یعنی کسی بھی قسم کے عیب سے مکمل طور پر پاک اور دوسرا طرف آپ رات دن اللہ پر اتنے عظیم افتراء کر رہے ہیں کہ یہاں اللہ لا رہا ہے، فرقہ در فرقہ تقسیم اللہ کر رہا ہے، قتل وغارت کا ذمہ دار اللہ ہے، زلزلے اللہ لا رہا ہے، طوفان اللہ لا رہا ہے، سونامی اللہ لا رہا ہے، موسموں کو اللہ بگاڑ رہا ہے، زمین کو جگہ جگہ سے اللہ دھنسا رہا ہے سمیت آج جو کچھ بھی ہلاکتیں وبا ہیں ان کا ذمہ دار اللہ ہے کیا اس سے بڑا بہتان بھی اللہ پر کوئی ہو سکتا ہے جو آپ رات دن اللہ پر باندھ رہے ہیں؟

اور اب آپ غور کریں کہ اس قدر سهل اور واضح ترین باتوں کو آج تک آپ کیوں نہ سمجھ سکے؟ آج دنیا میں بڑے بڑے ذہین ہونے کے دعویدار ہیں اس کے باوجود یہ بات ان میں سے کسی کی بھی عقل میں کیوں نہ آتی؟ یہاں تک کہ آپ دیکھتے ہیں کہ امریکہ ہو، جاپان ہو یاد دنیا میں کوئی بھی ملک اگر کوئی زلزلہ آئے، طوفان آئے، سونامی آئے تو اسے نیچرل ڈیزاسٹر، قدرتی آفت کا نام دیا جاتا ہے یعنی یہ فطرت کا یعنی اللہ کا کیا دھرا ہے حالانکہ بالکل حکم کھلا واضح ہے کہ اے عقل کے اندر یہ تمہارے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے کرتوں کے تباخ ہیں جن کا آج تمہیں سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور اتنی آسان باتوں کا سمجھنا آنا اس کی وجہ ہے تمہارا غبیث رزق۔ جب تک تم لوگ اللہ سے رجوع نہیں کرتے یعنی فطرت کی طرف نہیں پلتے جو رزق فطرت فراہم کر رہی ہے اس میں سے جس کی اجازت دی گئی اسے استعمال نہیں کرتے تو بتاب تک تمہارے لیے ہدایت ہے ہی نہیں۔ یوں اس پہلو سے بھی آپ نے جان لیا کہ رزق کی کیا اہمیت و ہیئت ہے اور پھر اسی بات کو ایک دوسرے پہلو سے بھی اس قرآن میں آج سے چودہ صد یاں قل، ہی سامنے لارکھا تھا جیسا کہ درج ذیل آیت آپ کے سامنے ہے۔

اس میں کچھ شک نہیں اللہ تھا یعنی جو تمہارا کہنا ہے کہ جو بھی ظلم ہو رہا ہے اس کا ذمہ دار اللہ ہے اللہ کی چاہت ہے اگر کوئی بیمار ہوتا ہے تو اسے اللہ کی مرخصی و چاہت قرار دیتے ہو تو ہمیں کوئی بھی مصیبۃ لاحق ہوتی ہے تو اس کا ذمہ دار اللہ کو ٹھہر ادیتے ہو تو جان لو ایسا کوئی اللہ ہے ہی نہیں جو اللہ ہے اسے تم لوگوں نے تھا کیا ہوا ہے جو اللہ ہے جسے تم لوگوں نے تھا کیا ہوا ہے نہیں ظلم کر رہا لوگوں پر ایسی بھی، اللہ کسی بھی قسم کا کوئی ظلم نہیں کر رہا اور لیکن لوگ خود ہی ہیں جو خود اپنے آپ پر ظلم کر رہے ہیں اپنے لیے ظلم کر رہے ہیں۔

آج جب حق کھول کھول کرو اُصح کیا جا رہا ہے کہ یہ جو کچھ بھی تم کر رہے ہو یہ سب کا سب فساد ہے لہذا کرو، یہ جو تم کم سے کم وقت میں اور زیادہ سے زیادہ رزق خلق کرنے کے دعوے کر رہے ہو یہ سب کا سب فساد ہے لوگوں کے استعمال کی اشیاء کو خراب کر رہے ہو انہیں بگاڑ رہے ہو لہذا ایسا مست کرو تو ان کا آگے سے کہنا ہے کہ نہیں ہم فساد نہیں بلکہ اصلاح کر رہے ہیں اگر ہم کم سے کم وقت میں اور زیادہ سے زیادہ رزق خلق نہیں کریں گے تو آج دنیا میں جتنی آبادی ہے اس حساب سے لوگ بھوکے مرجائیں گے رزق کی قلت ہو جائے گی تیزی سے بڑھی ہوئی آبادی کی وجہ سے زیادہ رزق کی ضرورت ہے جس کے لیے جدید سائنسی طریقوں سے یعنی فطرت میں مداخلت کرتے ہوئے فطرت کا شریک بنتے ہوئے رزق خلق کرنا لازم ہے تو ذرا غور کریں جن لوگوں کا بھی یہ سمجھنا اور کہنا ہے جن کا بھی یہ دعویٰ ہے اصل میں وہ یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ اللہ نے فرط کر دیا یعنی اللہ نا مکمل خلق کرتا ہے اللہ عیب دار خلق کرتا ہے، اللہ خلوقات کو خلق کرنے کے بعد ان کی ضروریات کو خلق کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا حالانکہ یہ اللہ پر بہتان عظیم ہے۔ ذرا آپ خود غور کریں کہ کیا ایسا ممکن ہے کہ جو رب آپ کو وجود میں لا رہا ہے اسے آپ کی ضروریات کا ہی علم نہ ہو؟ یا وہ آپ کی ضروریات خلق کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا؟ یا پھر وہ لا پرواہ ہے اسے اپنی خلق کی کوئی فکر ہی نہیں؟ دیکھیں اسی بارے میں آج سے چودہ صدیاں قبل ہی آج کی تاریخ اتنا رد گئی تھی۔

ما فَرَّطَنَا فِي الْكِتَبِ مِنْ شَيْءٍ. الانعام ۳۸

نہیں فرط کیا ہم نے الکتاب میں جتنی بھی اشیاء ہیں ان میں سے کسی ایک میں بھی۔

الکتاب آسانوں وزمین ہیں جو کچھ بھی آپ کو آسانوں وزمین میں نظر آ رہا ہے یہ الکتاب کی ہی آیات ہیں اور فرط کرنا کہتے ہیں کہ جب کوئی کام کرنا تو اس نا مکمل کرنا، اس میں کوئی بھول چوک ہو جانا، جو بھی کام کیا اس کے کرنے میں کہیں نہ کہیں رائی برابر بھی کسی نہ کسی خامی کا رہ جانا جس سے بعد میں کام میں بگاڑ پیدا ہونے کا اندیشہ ہو، اگر کچھ خلق کیا تو اس کی ضروریات کیا ہیں ان کا معیار و مقدار کیا ہے کہیں بھی کوئی کی کجی یا کوتا ہی رہ جانا، کام کرتے ہوئے کوئی نقص کوئی خامی کوئی کجی رہ جانا، کام کرتے ہوئے لا اور پا ہی کا ہو جانا جس کی وجہ سے رہ جانے والے کام کو بعد میں مکمل کرنا پڑے اس میں سے خامیاں نکالنا پڑیں یعنی فرط کہتے ہیں کہ کوئی بھی کام کرنا تو اس میں کسی بھی قسم کی کوئی چھوٹی سے چھوٹی غلطی کا ہو جانا کام کا نا مکمل کرنا کہیں کوئی بھول ہو جانا جسے بعد میں ٹھیک کرنا پڑے وغیرہ۔

اس آیت میں اللہ نے دو ٹوک الفاظ میں یہ بات واضح کر دی کہ اللہ نے الکتاب میں کسی ایک بھی شے سے فرط نہیں کیا یعنی اللہ نے آسانوں وزمین میں جو کچھ بھی ہے سب کا سب مکمل اور پر فیکٹ خلق کیا، خلق کرتے ہوئے اس نے کوئی کمی یا کچھ نہیں چھوڑی اس نے کوئی لا پرواہی نہیں کی جو اس کی وجہ سے نا مکمل کام کو بعد میں اسے مکمل کرنا پڑتا، اللہ نے جو کچھ بھی خلق کیا مکمل اور پر فیکٹ خلق کیا اور وہ سب کا سب خلق کیا جو لازم تھا جسے خلق کیا جانا تھا وہ کچھ بھی بھول نہیں گیا تھا کہ جسے اس کو بعد میں خلق کرنا پڑتا، اللہ نے الکتاب یعنی آسانوں وزمین میں نہ صرف سب کا سب خلق کیا وہ خلق کرتے وقت کچھ بھی بھول نہیں تھا بلکہ پر فیکٹ خلق کیا اس کے بعد ہی بشر کو زمین پر وجود میں لایا اور پھر بشر کو خلق کر کے اس کی ضروریات کو خلق کرنا بھول نہیں گیا تھا جو انسان کو اپنی ضروریات کو خود خلق کرنا پڑتا، بشر کی ضروریات کیا ہیں اللہ کو مکمل علم ہے اس لیے اللہ نے بشر کی خلق سے پہلے ہی اس کی تمام ضروریات کو خلق کیا کہیں کوئی کمی کجی یا کوتا ہی نہیں کی اور نہ ہی کوئی نقص چھوڑا تھا۔

اب جب اللہ نے الکتاب میں کسی ایک بھی شے میں فرط نہیں کیا تو پھر انسان کو کس نے یہ اختیار دیا کہ وہ اللہ کی خلق کو بدالے؟ انسان کو کس نے اختیار دیا کہ وہ اپنے رزق کی ذمہ داری خود اٹھا لے؟ جب اللہ نے فرط کیا ہی نہیں تو پھر اگر انسان اپنا رزق خود خلق کرنے کی ذمہ داری اٹھا لیتا ہے اور جو اس کا دفاع کرتے

بیں یا اسے ترقی و انسانیت کی خدمت سمجھتے ہیں جدیدیت سمجھتے ہیں تو ایسے تمام کے تمام لوگوں کا دعویٰ ہے کہ اللہ نے فرط کر دیا یعنی اللہ کو علم ہی نہیں تھا کہ اس بشر کی ضروریات کیا ہیں اور انہیں کیسے خلق کرنا ہے جو آج یہ لوگ خود خلق کر رہے ہیں اور اپنے عمل سے اللہ کو بتا رہے ہیں کہ تجھے تو علم ہی نہیں تھا کہ ہماری ضروریات کیا ہیں اور انہیں خلق کیسے کرنا ہے یہ لے دیکھ یہ ہیں ہماری ضروریات اور انہیں اس طرح کم سے کم وقت میں اور زیادہ سے زیادہ خلق کیا جاتا ہے۔ یوں آپ پر بالکل کھل کرو واضح ہو چکا کہ یہ سب کا سب فساد عظیم ہے آج جب انسان نے رزق کو بدلتا تو اس کا نتیجہ آج آپ کے سامنے ہے یہ زمین جہنم بننے کے بالکل قریب پہنچ چکی ہے یوں اس پہلو سے بھی آپ پر بالکل کھل کرو واضح ہو گیا کہ رزق کی اہمیت و حیثیت کیا ہے جب بشر نے اپنا رزق بدلتا خوبیت بنا دیا تو اس کا نجماں کیا ہوا آج ہر لحاظ سے آپ پر کھول کھول کرو واضح کیا جا چکا اب حق اس قدر کھول کھول کرو واضح کر دیئے جانے کے باوجود بھی کوئی کفر ہی کرتا ہے میر یعنی اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کا کذب ہی کرتا ہے تو پھر جان لیں ایک ایک کو مانا پڑے گا مگرتب مانا کوئی نفع نہیں دے گا۔

## حلاً أطپأً کیا ہے؟

یعنی جسے رزق بنانے کی اجازت دی گئی وہ کیا ہے؟ اللہ یعنی فطرت نے جسے رزق بنانے کی اجازت دی وہ رزق کیا ہے کون سا ہے تو اس کے لیے آپ کو نہ صرف سننے دیکھنے بلکہ جو سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھنے کی بھی صلاحیت دیتا کہ آپ اسے سمجھیں جو کچھ بھی آپ کو سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اس کے علاوہ اگر آپ نے کوئی بھی کام کرنا ہے کوئی بھی عمل کرنا ہے تو آپ پر لازم ہے کہ آپ اس وقت تک اس عمل کے قریب بھی مت جائیں جب تک کہ آپ کو اطمینان نہیں ہو جاتا یعنی اس کے بارے میں مکمل علم حاصل نہیں کر لیتے۔

سب سے پہلے تو آپ پر لازم ہے کہ آپ اپنی خلق میں غور و فکر کریں اپنی خلق کو جانیں جب آپ اپنی خلق کو جان لیں گے تو آپ پر بالکل کھل کرو واضح ہو جائے گا کہ آپ کا رزق کیا ہے۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ کی خلق میں پانی بنیاد ہے آپ کو پانی سے خلق کیا گیا جس سے یہ بات بالکل کھل کرو واضح ہو جاتی ہے کہ آپ کا رزق پانی سے ہی وجود میں آتا ہے یعنی آپ نے اسے رزق بنانا ہے جو پانی سے خلق ہو رہا ہے۔ آپ کا رب اللہ ہے یعنی فطرت ہے تو پھر ظاہر ہے کہ اللہ یعنی فطرت کو ہی علم ہے کہ آپ کا رزق کیا ہے تو اب آپ اللہ یعنی فطرت سے سوال کریں کہ وہ آپ کے لیے کون سارے خلق کر رہی ہے کیا رزق ہے آپ کا جو فطرت آپ کا رب آپ کو فراہم کر رہا ہے۔

تو اس کے جواب کے لیے آپ کو سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں دی گئیں تو اب آپ ایسا کریں گے اپنے رب فطرت سے اپنے اس سوال کا جواب حاصل کریں یعنی سنیں دیکھیں اور سمجھیں کہ کیا فطرت پانی سے کچھ خلق کر رہی ہے اگر کر رہی ہے تو وہ کیا ہے اور پھر فطرت سے سوال کریں کہ جو کچھ بھی وہ پانی سے خلق کر رہی ہے کیا وہ یہی میر ارزق ہے تو رب اللہ یعنی فطرت بالکل کھول کرو واضح کر دے گی کہ اس میں سے کون سا تمہارا رزق ہے۔

اب آپ جب غور و فکر کریں تو آپ کا رب کیا کر رہا ہے؟ یعنی فطرت کیا کر رہی ہے؟ فطرت پہلے سمندروں سے پانی بخارات کی صورت میں اوپر لے جاتی ہے پھر اسی پانی کو زمین میں مختلف مقامات پر اتارتی ہے کہیں پر براہ راست تو کہیں وہ پہلے چڑاؤں پر برف کی صورت میں ذخیرہ کرتی ہے اور وہاں سے پورے حساب کتاب سے چشمیں و دریاؤں کی صورت میں جہاں جہاں زمین میں ضرورت ہے وہاں لاتی ہے پھر اس پانی سے زمین حیا ہوتی ہے موت کے بعد یعنی پھر اس پانی سے نباتات اور ثمرات نکلتے ہیں اور پھر انہی نباتات و ثمرات سے آگے جاندار بھی بن رہے ہیں یعنی نباتات، ثمرات اور تیرکر، ریگ کر، چل کر اور اڑ کر حرکت کرنے والی مخلوقات کو بھی وجود میں لارہی ہے۔ تو اب سوال یہ پیدا ہوتا کہ کیا جو کچھ بھی فطرت پانی سے وجود میں لارہی ہے یعنی پانی سے خلق کر رہی ہے کیا وہ سب کا سب اس بشر کا رزق ہے اس بشر کے لیے ہے یا پھر اس میں سے کچھ ایسا ہے جسے رزق بنانا ہے اور کچھ کے قریب بھی نہیں جانا؟ تو اس سوال کا جواب بھی بالکل واضح ہے کہ دیکھیں ان میں سے وہ کون کون سی مخلوقات ہیں جن کے بارے میں اللہ یعنی فطرت نے بشر کو بالکل واضح علم دے دیا اور ان کے برکس کون سی ایسی ہیں جن کے بارے علم چھپا دیا یا مکمل علم نہیں دیا؟

تو جن کے بارے میں بالکل واضح علم دے دیا کہ ان میں سے کون کون سی کس مقصد کے لیے ہیں تو ان میں سے جس کے بارے میں فطرت نے بالکل کھول کر واضح کر دیا کہ کون کون ساتھ ارزق ہے تو صرف اور صرف اسے ہی اپنا رزق بنایا جائے گا اور ان کے بر عکس کسی کے قریب بھی نہیں جایا جائے گا ورنہ ہلاکت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اسے ایک اور پہلو سے آپ پر کھول کر واضح کر دیتے ہیں کہ کیسے اللہ جو کہ آپ کا رب ہے یعنی فطرت واضح کر رہی ہے آپ کو بتا رہی ہے کہ ان میں سے کون سا آپ کا رزق ہے۔ پچھے آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ مادہ کیا ہے اور اگر ایک لمحے کے لیے اسے نظر انداز کر بھی دیا جائے تو آپ دیکھیں کہ آپ کو بنیادی طور پر دو طرح کی مخلوقات نظر آئیں گی ایک وہ جن میں عاجزی و انکساری ہے مالک کی وفادار ہیں ان میں صبر ہے جھکاؤ ہے بغافت نہیں ہے اور ان کے بر عکس دوسری وہ ہیں جن میں تکبر ہے صبر نہیں ہے بغافت ہے نافرمانی ہے مثال کے طور پر آپ دیکھتے ہیں کہ ایک طرف گائے، بھینس، بکری، گدھا، گوڑھا، اونٹ، ہرن، زرافہ، زیرا اور ایسے ہی باتی جاندار ہیں اور پھر دوسری طرف ان کے بر عکس ایسے بھی ہیں جن میں جھکاؤ نہیں بلکہ تکبر ہے ان کے دلوں میں رحم نہیں ہے وہ چیختے ہیں، دھاڑتے ہیں، چلاتے ہیں، نوچتے ہیں، چیر پھاڑ کرتے ہیں، ان میں غصہ ہے بغافت ہے جیسے کہ شیر، چیتا سمیت جتنے بھی درندے ہیں جیسے کہ چیختے چلانے دھاڑنے چیرنے پھاڑنے اور نوچنے والے جاندار ہیں۔ اسی طرح اگر آپ تیرنے والے، رینگے والے اور اڑنے والے یعنی پرندوں کو لے لیں تو ان میں بھی ایسے ہی دو اقسام کے ہیں جس سے یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ جس مواد سے وہ بنے ہیں اس مواد میں یہ صلاحیت یعنی خصوصیات یا خامیاں موجود ہیں اب اگر آپ بھی وہی مواد یا انہیں کھائیں گے تو آپ بھی ویسے ہی بن جائیں گے آپ میں بھی وہی خصوصیات یا خصلتیں آ جائیں گی۔

ان دو اقسام کے جانداروں کی صورت میں فطرت یعنی اللہ جو کہ آپ کا رب ہے اپنے آپ میں اپنی ذات میں آپ سے کلام کر رہا ہے آپ پر واضح کر رہا ہے کہ تم کو کون سارے رزق استعمال کرنا ہے۔ ان میں سے جن کو تم اپنا رزق بناؤ گے تو تم بھی بالکل ویسے ہی بن جاؤ گے بظاہر تو تم بشر ہی ہو گے لیکن تم میں ویسے ہی خصوصیات یا خصلتیں آ جائیں گی یا پھر جس مواد سے وہ خلق ہو رہے ہیں اور جیسے وہ اس مواد کو حاصل کر رہے ہیں اس میں سے جس مواد سے تم اپنا وجود بناؤ گے تو تم بھی ویسے ہی بنو گے جس سے یہ بات آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو گئی کہ آپ کو اگر اللہ کا غلام بننا ہے یعنی اللہ کا عبد بننا ہے نافرمانی نہیں کرنی بغافت نہیں کرنی اپنے مالک جو کہ فطرت ہے سے دشمنی نہیں کرنی بلکہ اس کی اطاعت کرنی ہے تو پھر وہی اور ویسے ہی مواد حاصل کرنا ہو گا جس کا فطرت یعنی رب اجازت دے رہا ہے۔

یوں آپ پر واضح ہو گیا کہ وہ تمام کے تمام جاندار جن میں جھکاؤ ہے مالک سے وفاداری ہے اگر بھوکے بھی رہیں تو بھی شکوہ و شکایت نہیں کریں گے قناعت کرنے والے ہیں صبر کرنے والے ہیں ان میں سے ہی کسی کو اپنا رزق بنایا جا سکتا ہے لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ایسے تمام کے تمام کو رزق بنایا جا سکتا ہے؟ تو اب اس کو بالکل کھول کر واضح کرتے ہیں جس کے لیے آپ سب سے پہلے یہ غور کریں کہ آپ سے پہلے کون سی مخلوقات ہیں اور آپ سے بعد والی کون ہیں۔ مثلاً جیسے ایک سے سات اور سات سے واپس ایک کی طرف آئیں تو تجھیں کہ آپ اس میں سات ہیں اب کچھ سات سے پہلے ہیں اور کچھ سات سے بعد جیسے کہ آپ دیکھ رہے ہیں۔

### 0.1.2.3.4.5.6.7.6.5.4.3.2.1.0

یوں تجھیں کہ ان میں ”7“ کا ہندسہ آپ ہیں۔ اب دیکھیں کہ سات سے پہلے بھی کچھ ہندسے موجود ہیں اور سات کے بعد بھی۔ جو ہندسے سات سے پہلے ہیں ان سے سات وجود میں آرہا ہے اور جو سات کے بعد ہیں سات ان میں بدل رہا ہے یعنی آگے ان میں جا رہا ہے وہ سات سے بن رہے ہیں بالکل ایسے ہی آسمانوں و زمین میں جتنی بھی مخلوقات ہیں ان میں آپ کی مثال سات کی ہے کچھ مخلوقات ایسی ہیں جن سے آپ وجود میں آرہے ہیں جو آپ سے پہلے ہیں اور کچھ ایسی ہیں جو آپ کے بعد کی ہیں جو آپ سے وجود میں آرہی ہیں یعنی آپ وفات کے بعد ان مخلوقات میں بدلتے ہیں وہ مخلوقات اس بشر کے بعد کے مراحل ہیں۔

آپ پر یہ بات بھی کھول کرو واضح کی جا چکی کہ اصلاح قائم کرنی ہے یعنی جو کچھ بھی ہے سب کے سب کو جو اس کا اصل مقام ہے اسی پر رکھنا ہے یا رہنے دینا ہے اس لیے اب اگر رزق بنایا جائے گا تو رزق صرف اور صرف انہی مخلوقات سے آپ بناسکتے ہیں جو آپ سے پہلے والی ہیں جن سے آپ وجود میں آتے ہیں نہ کہ ان مخلوقات میں سے کسی کو بطور رزق استعمال کیا جا سکتا ہے جو آپ کے بعد والی ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ کیسے پتہ چلے گا کہ کون سی مخلوقات ہم سے پہلے والی ہیں اور کون سی بعد والی تو اس کے لیے بھی آپ جب غور فکر کریں گے تو آپ پر بالکل کھل کرو واضح ہو جائے گا کہ سب سے پہلے پانی میں زندگی وجود میں آئی یوں سب سے پہلے پانی میں تیرنے والی مخلوقات وجود میں آئیں ان سے رینگنے والی پھر ان سے آگے چلنے والی اور ایسے ہی اڑنے والی مخلوقات وجود میں آئیں لیکن یہ بشرط کہ تمام مخلوقات کا نجٹہ ہے یعنی جیسے کہ پیچھے واضح کیا جا چکا کہ یہ ان میں سات کی مانند ہے تو کچھ رینگنے والی، چلنے اور کچھ اڑنے والی مخلوقات اس سے پہلے والی ہی اور کچھ بعد والی۔

رینگنے والی مخلوقات میں سے تو کوئی ایسی نہیں کے جسے رزق بنایا جاسکے اس لیے یہ مسئلہ یہیں حل ہو جاتا ہے اور پیچھے رہ جاتی ہیں اڑنے والی تو اڑنے والی مخلوقات میں سے وہ جوز میں پر بسیرہ نہیں کرتی بلکہ اس کے برکس درختوں پر رہتی ہیں بلندی پر بسیرہ کرتی ہیں وہ اس بشرط کے بعد والی مخلوقات ہیں اس لئے انہیں رزق نہیں بنایا جا سکتا ان کو ان کے مقام پر ہی رہنے دیا جائے گا۔

اب پیچھے رہ جاتی ہیں پانی میں تیرنے والی مخلوقات میں سے جو طیب ہیں یعنی وہ ایک تو وہ پانی کے باہر زندہ نہیں رہ سکتیں اور دوسرا وہ پانی کی گہرائی میں نہیں بلکہ اوپر والی سطح پر رہتی ہیں مچھلیاں اور چلنے والی مخلوقات میں سے وہ جن میں جھکاؤ ہے جو صبر کرتی ہیں قاتعہ کرتی ہیں جو مالک کی وفادار ہیں مثلاً گائے، بھینس، بکری، بھیڑ، گدھا، گھوڑا، اونٹ، خچر، ہاتھی، زرافہ، ہرن، زیرا، مرغی، خرگوش، لفخ، کتا اور ایسی ہی باقی مخلوقات۔ تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ سب کی سب اور ایسی باقی جتنی بھی ہیں انہیں رزق بنایا جا سکتا؟ تو اس سوال کے جواب کے لیے آپ کو علم ہونا چاہیے کہ رزق کے کہتے ہیں رزق کا معنی کیا ہے؟ رزق کہتے ہیں ضروریات کو۔ آپ کو دنیا میں لایا گیا تو وہ تمام کی تمام اشیاء جن کے بغیر آپ زندہ نہیں رہ سکتے جو آپ کے لیے ناگزیر ہیں اسے عربوں کی زبان میں رزق کہا جاتا ہے جس میں صرف کھانے پینے کی اشیاء نہیں آتیں بلکہ آپ کی سواری سمیت باقی جتنی بھی آپ کی ضروریات ہیں ان سب کے سب کا رزق میں شامل ہوتا ہے۔

اس لیے اب آپ نے ان تمام مخلوقات میں سے فیصلہ کرنا ہے کہ ان میں سے کون کون سی کس کس ضرورت کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ کسی بھی شے کا مقصد تخلیق کیا ہے اسے جاننے کا سب سے بہترین اور آسان طریقہ یہ ہے کہ اس میں موجود صلاحیتوں کو جان لیا جائے اگر آپ اس میں موجود صلاحیتوں کو جان لیں تو وہ صلاحیتیں آپ پر کھول کرو واضح کر دیں گی کہ اس شے کا مقصد تخلیق کیا ہے اس لیے اگر آپ کو یہ فیصلہ کرنے میں مشکل پیش آ رہی ہے تو آپ دیکھیں کہ ان میں کیا کیا صلاحیتیں ہیں جب آپ ان میں موجود صلاحیتوں کو جان لیں گے تو آپ پر بالکل کھل کرو واضح ہو جائے گا کہ کس کس کا کیا کیا مقصد ہے یعنی فطرت جو کہ آپ کا رب ہے اس نے آپ کی کس کس ضرورت کے لیے کیا کیا خلق کیا۔

مثلاً اگر آپ گائے کو دیکھیں تو وہ نہ صرف دودھ دیتی ہے بلکہ وہ بچے بھی دیتی ہے ایسے ہی بکری بھی دودھ اور بچے دیتی ہے یہی معاملہ بھیں اور بھیڑ کا ہے جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان سے گوشت اور دودھ حاصل کیا جا سکتا پھر ان کے علاوہ گھوڑا، گدھا، خچر اور اونٹ وغیرہ ہیں تو وہ نہ صرف بوجھ اٹھانے کی صلاحیت رکھتے ہیں بلکہ سفر کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں پھر کتنے کا معاملہ یہ ہے کہ وہ مالک کا وفادار اور اس میں اموال کی دیکھ بھال کی صلاحیت موجود ہے۔ پھر مرغی اور لفخ وغیرہ نہ صرف اونٹے بلکہ بچے بھی دیتی ہیں یوں جتنی بھی ایسی مخلوقات ہیں سب کے سب میں دیکھیں کہ کیا کیا صلاحیتیں موجود ہیں ان کا مقصد تخلیق بالکل کھل کرو واضح ہو جائے گا۔

اب آگے بڑھنے سے پہلے آپ نے کچھ باقتوں کو لازم مدنظر رکھنا ہے پہلی بات یہ کہ اصلاح قائم کرنی ہے یعنی ہر شے کو اس کے مقام پر رکھنا ہے کسی بھی شے کو اس کے مقام سے ہٹانا نہیں اور دوسرا بات ہے کہ الْمِيز ان قائم کرنا ہے قسط کیسا تھا اور تیسری بات کہ احسان کرنا ہے جو کہ قرآن میں بھی آپ دیکھتے ہیں کہ اللہ نے آج سے چودہ صدیاں قبل آج جو ہم کھول کھول کرو واضح کر رہے ہیں اس کی تاریخ درج ذیل آیت کی صورت میں اتار دی تھی۔

کیا ہے بدلہ الاحسان کا؟ مگر الاحسان۔ یعنی الاحسان کا بدلہ صرف اور صرف الاحسان ہے اگر آپ پر کوئی الاحسان کر رہا ہے تو بد لے میں آپ نے اس پر الاحسان کرنا ہے ورنہ آپ مجرم بن جائیں گے۔

اب آئیں پہلی بات کی طرف کہ الصلاۃ قائم کرنی ہے یعنی ہرشتے کو اس کے طے کیے گئے مقام پر رکھنا ہے ہرشتے کو اسی مقام پر رکھنا ہے جو مقام اللہ نے یعنی فطرت نے طے کر دیا ورنہ آپ مجرم ثابت ہو جائیں گے آپ جو کریں گے وہ شرک عظیم ہو گا۔ جتنی بھی مخلوقات ہیں ان میں سے وہ جو سواری کے ذرائع ہیں ان کے علاوہ جن سے کھانے اور پینے کی صورت میں رزق حاصل کیا جاسکتا ہے سب سے پہلے یہ دیکھنا ہے کہ کیا یہ مخلوقات رزق کا پہلا مرحلہ ہے یا پھر اس سے پچھے بھی مرحلہ یا مرحلہ موجود ہیں زمین پر پانی اتر کر رزق وجود میں آنے کے؟ تو بالکل محل کرواضح ہو جاتا ہے کہ اس کے علاوہ بھی مرحلہ ہیں اور وہ ہیں نباتات و ثمرات۔ اب جب اس سے پچھے بھی مرحلہ موجود ہیں یعنی اگر یہ مخلوقات دو کی حیثیت رکھتی ہیں تو ظاہر ہے ان سے پہلے ایک موجود ہے اس لیے پہلے دو کی طرف نہیں لپکا جائے گا بلکہ پہلے ایک کی طرف لپکا جائے گا اس کے بعد اگر ضرورت رہے تو پھر دو کی جانب رخ کیا جائے گا اس لیے رزق کے لیے سب سے پہلی شرط ہے کہ فطرت جو پانی اتار رہی ہے اور اس پانی سے جو ثمرات نکال رہی ہے جو کہ دودھ طرح کے جوڑے ہیں تو ان میں سے جو طیب جوڑا ہے اسے اپنا رزق بنانا ہے جس سے آپ کو گوشت کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی اور اگر ثمرات موجود نہیں ہیں یا ان کی قلت ہے تو پھر دوسرے ذریعے کی طرف لپکا جائے گا یعنی گوشت کی حصول کی طرف ورنہ اس طرف آنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

اور اگر دوسرے ذریعے کی طرف لپکا جائے گا یعنی گوشت کے حصول کے لیے جانداروں کی طرف تو پھر زہن میں رکھنا ہے اول الصلاۃ قائم کرنی ہے دوم فقط کیسا تھا المیز ان قائم کرنا ہے اور سوم الاحسان کرنا ہے۔

اب سب سے پہلی بات کہ الصلاۃ قائم کرنی ہے جس کا مطلب ہے کہ ہرشتے کو اس کے مقام پر رکھنا ہے وہ مقام جو اللہ نے یعنی فطرت نے اس کا طے کیا ہے مثلاً رزق کے حصول کے لیے گائے کی طرف لپکا جاتا ہے تو ایسا نہیں کیا جائے گا کہ کسی بھی گائے کو پکڑا اور اسے کاٹ کر کھایا بلکہ سب سے پہلے اس کے بارے میں مکمل علم حاصل کرنا ہے۔ گائے جو کہ مادہ ہے وہ نہ صرف بچے دیتی ہے بلکہ وہ دودھ بھی دیتی ہے اب مادہ گائے بنچے اور دودھ دیتی ہے تو یہ کوئی آسان کام نہیں ہے آپ اپنی ہی کسی عورت سے پوچھیں اور جو عورتیں مائیں ہیں انہیں علم ہے کہ بنچے کو س طرح جنم دیا جاتا ہے ایسے ہی اتنی تکلیف برداشت کر کے صبر کر کے گائے بچوں کو جنم دیتی ہے اور اس کے علاوہ دودھ دیتی ہے تو گائے آپ پر الاحسان کر رہی ہے اب بد لے میں آپ پر بھی لازم ہے کہ آپ بھی اس پر الاحسان کریں اول تو یہ کہ اس کو بالکل اسی طرح رکھنا ہے جیسے فطرت نے کہا اور دو میہ کہ جب وہ بنچے اور دودھ دینے کے قابل نہ رہے تو ایسا نہیں کرنا کہ اب آپ اسے کاٹ کر کھایاں بلکہ جان لیں اس نے آپ پر الاحسان کیا تھا اب جب اس پر الاحسان کرنے کا وقت آیا ہے تو آپ اسے کاٹ کر کھایاں سکتے بلکہ اب آپ پر فرض ہے کہ آپ بھی اس پر الاحسان کریں جب تک وہ نظرتی طور پر موت کا شکار نہیں ہو جاتی یعنی اس کی اجل مسمی نہیں آجائی آپ نے اس پر الاحسان کرنا ہے بالکل ایسے ہی جیسے آپ کے والدین جب بوڑھے ہو جاتے ہیں تو ان پر الاحسان کرنے کا کہا گیا۔ آپ نے اس کی بالکل اسی طرح یہاں تک کہ اس سے بھی بوڑھ کر دیکھ بھال کرنی ہے اس کا خیال رکھنا ہے جو تب آپ اس کی دیکھ بھال اور خیال رکھ رہے تھے جب وہ دودھ اور بنچے دے رہی تھی۔ یوں مادہ گائے ہو، مادہ بھینس ہو، مادہ بکری ہو یا مادہ بھیڑ پہلے وہ آپ پر الاحسان کر رہی ہیں جب وہ دودھ اور بنچے دینے کے قابل نہ رہیں تو آپ نے ان کو کاٹ کر نہیں کھانا بلکہ اب ان کے آپ پر کیے ہوئے الاحسان کا بدلہ چکانے کا وقت آگیا ہے تو اب آپ نے ان پر الاحسان کرنا ہے جب تک کہ ان کی نظرتی موت نہیں ہو جاتی۔

اس کے علاوہ بھی مادہ کے گوشت میں آپ کے لیے نقصانات ہیں جس بنیاد پر مادہ کا گوشت کھانا آپ پر حرام ہے آپ کو اجازت نہیں ہے یعنی الاحسان کے علاوہ بھی مادہ کا گوشت آپ کے کھانے کے لائق نہیں ہے اگر آپ مادہ کا گوشت کھاتے ہیں تو جان لیں کہ مادہ کی خلق ہی ایسے کی گئی ہے کہ اس کا گوشت آپ کے جسم کے لیے انہتائی نقصان دہ ہے اور جس میں نقصان ہے اس شے کے استعمال کی اجازت ہی نہیں دی گئی یعنی وہ حلال نہیں حلال کا مطلب ہے کہ اسکے استعمال کی اجازت نہیں دی گئی۔

اب پچھے رہ جاتا ہے زر یعنی زرگائے جسے آپ بیل کہتے ہیں، اسی طرح زر بھینس، زر بکری جسے بکرا کہتے ہیں ایسے ہی زر بھیڑ۔ بات کی جائے زرگائے یعنی بیل اور زر

جیسیں کی تو اس کے لیے سب سے پہلے آپ نے یہ دیکھنا ہے کہ ان کا مقصد کیا ہے کیا ان کو آپ نے رزق بطور کھانے کے لیے پالا یا پھر ان سے مشقت کے لیے؟ اگر انہیں مشقت کے لیے پالا ہے تو پھر وہی بات کہ وہ آپ کے لیے مشقت کر کے آپ پر الاحسان کر رہے ہیں اور جب وہ مشقت کرنے کے قابل نہ رہیں یعنی وہ بوڑھے ہو جائیں تو پھر ایسا نہیں کہ آپ انہیں کسی قصائی کو پیچ دیں، کسی کو پیچ دیں یا انہیں کاٹ کر کھالیں بلکہ انہوں نے آپ پر الاحسان کیا تو اب آپ پر لازم ہے کہ آپ بھی بدلتے میں ان پر احسان کریں جس کے لیے آپ نے ان کی جب تک فطرتی موت نہیں ہو جاتی تب تک ان پر احسان کرنا ہے ان کی اسی طرح دیکھ بھال کرنی ہے جیسے تب کر رہے تھے جب وہ آپ پر احسان کر رہے تھے انہیں کسی بھی قسم کی کوئی تکلیف نہیں پہنچی چاہیے یہاں تک کہ بڑھا پے میں زیادہ دیکھ بھال کی ضرورت ہوتی ہے اس لیے تب تم نے ان پر بدلتے میں الاحسان کرنا ہے ورنہ تم بھرم ثابت ہو جاؤ گے۔ پھر اس کے علاوہ اگر کسی نرکنس بڑھانے کے لیے پالا جاتا ہے تو اس کا معاملہ بھی یہی ہے کہ اسے بھی آپ کاٹ کر کھانہ نہیں سکتے جب تک وہ اس کی صلاحیت رکھتا ہے تو وہ نسل بڑھا کر آپ پر احسان کر رہا ہے اور جب وہ اس قابل نہ رہے تو جب تک اس کی فطرتی موت نہیں ہو جاتی تب تک تم نے بدلتے میں اس پر احسان کرنا ہے یعنی اس نے جو تم پر احسان کیا اب اس کے الاحسان کا بدل لوٹانا ہے۔

اس کے علاوہ جو بھی نہیں تو ان کے لیے بھی ایسا نہیں کہ آپ انہیں کپڑیں اور کاٹ کر کھا جائیں بلکہ جان لیں کہ انہوں نے اپنی جان دیکر آپ کا رزق بننا ہے تو یہ وہ آپ پر احسان عظیم کر رہے ہیں۔ اور آپ پر واضح کر دیا گیا کہ لاحسان کا بدلہ صرف اور صرف الاحسان ہے اگر کوئی آپ پر الاحسان کرتا ہے تو آپ پر لازم ہے کہ آپ بھی بدلتے میں اس پر احسان کریں ورنہ آپ بھرم بن جائیں گے۔ اب وہ اپنی جان دیکر آپ کا رزق بن کر آپ پر احسان کر رہے ہیں تو بدلتے میں آپ پر لازم ہے کہ آپ بھی ان پر احسان کریں اور پھر ظاہر ہے ان کو کاٹ کر رزق بنانے کے بعد تو ان پر احسان کیا نہیں جاستا اس لیے پہلے آپ نے ان پر احسان کرنا ہے اس کے بعد وہ آپ کے الاحسان کا بدلہ آپ کا رزق بن کر چکا ہیں گے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ نے ان پر احسان کیسے کرنا ہے؟ تو اس کا جواب بھی بالکل واضح ہے کہ جب تک وہ رزق بننے کے قبل نہیں ہو جاتے تب تک آپ نے ان پر کسی بھی قسم کا کوئی ظلم نہیں کرنا، انہیں قید نہیں کرنا، انہیں بھوک اور پیاس کا سامنا نہ کرنا پڑے ان کو نہ صرف آزاد ماحول فراہم کرنا ہے بلکہ ان کی بچوں کی طرح تمام ضروریات کا خیال رکھنا ہے اور پھر جب وہ رزق بننے کے قابل ہو جائیں تو جو تم نے ان پر احسان کیا اب وہ تمہارے الاحسان کا بدلہ اپنی جان دیکر تمہارا رزق بن کر تاریں گے۔

اب یہاں ایک اور بات جان لیں کہ جو انسان خلق ہوئے اور انسان کے انسان ہی رہ رہے ہیں ان کو کسی بھی صورت یا اجازت نہیں ہے کہ وہ ان میں سے کسی ایک بھی جانور کو کپڑ کر کاٹ کر کھا جائیں جو جانور فطرت پر انحصار کر رہے ہیں سوائے مچھلیوں کے کیونکہ انسان ان پر احسان نہیں کر رہا جو وہ انسان پر احسان کریں اور ان کو اگر کوئی بطور رزق استعمال کر سکتا ہے تو کون اور کب کر سکتا ہے اس کی تفصیل الصلاۃ کے موضوع پر گزر چکی۔

چیخھرہ جاتے ہیں گدھے، گھوڑے، خچر اور اونٹ تو جان لو کہ وہ تمہارا بوجھا اٹھا کر سفر کرتے ہیں، تمہارے لیے مشقت کرتے ہیں تو وہ یہ تم پر احسان کر رہے ہیں اب بدلتے میں تم پر لازم ہے کہ تم نے بھی ان پر احسان کرنا ہے۔ یعنی سب سے پہلی بات کہ ان کا مقام کیا ہے وہ رب یعنی فطرت نے جو طے کیا ہے انہیں اسی مقام پر رکھنا ہے ان کا مقام ہے سواری اور مشقت ان کو اسی مقام پر رکھنا ہے آپ گدھے، گھوڑے، خچر اور اونٹ میں سے کسی بھی کاٹ کر کھانہ نہیں سکتے الایہ کہ حالت اضطراب ہو یعنی ان کے علاوہ کچھ بھی کھانے کو میسر نہیں ہے زندہ رہنے کے لیے ان کے علاوہ بطور رزق کچھ بھی نہیں ہے تو ایسی صورت میں مجبوری ہے صرف اور صرف ایسی صورت میں اجازت ہے ورنہ ان میں سے کسی بھی تم کاٹ کر کھانہ نہیں سکتے اگر تم ایسا کرتے ہو تو تم الصلاۃ کے قیام کی بجائے کفر کرتے ہوئے فساد کرو گے۔

اب جب وہ تمہارا بوجھا اٹھا کر اور مشقت کی صورت میں تم پر احسان کر رہے ہیں تو تم نے بھی ان پر احسان کرنا ہے جب وہ اس قابل نہ رہیں تو پھر ایسا نہیں کہ تم نہیں کہیں درندوں کے آگے چھوڑ دو، انہیں قتل کر دو، انہیں بھوکے پیاس سے بے یار و مددگار چھوڑ دو یا انہیں کاٹ کر کھا جاؤ بلکہ اب تم نے ان پر احسان کرنا ہے جب تک کہ ان کی اجل مسمی نہیں آ جاتی یعنی ان کی فطرتی موت نہیں ہو جاتی تم نے ان کا اپنے بچوں کی طرح خیال رکھنا ہے ان پر احسان کرنا ہے جو کہ ان کا حق ہے کیونکہ اس سے قبل وہ تم پر احسان کرچکے انہوں نے اپنی ساری زندگی تمہارے لیے وقف کیے رکھی۔

پھر یہ بھی جان لو کہ ان میں سے کسی کی بھی خلق سے لیکر اجل مسمی تک تم نے ان پر رائی برابر بھی ظلم نہیں کرنا، ان پر ان کی استطاعت سے بڑھ کر بوجہ نہیں لادنا، انہیں بھوکا پیاسا نہیں رکھنا، ان پر کسی بھی فضم کا کوئی تشدید نہیں کرنا، انہیں کوئی تکلیف نہیں دینی اگر تم نے ان کے حقوق کو پامال کیا تو جان لوقم اس کا پورا بدلہ پاؤ گے۔

یہ بات ایک بار پھر جان لو کہ کسی ایک بھی انسان کے لیے نہیں ہے کہ وہ کسی بھی ایسے جانور کو پکڑے، قید کرے، اسے کاٹ کر کھائے یا اس کے چیچے پڑے جو پالتو جانوروں میں شمار نہیں ہوتا یعنی جنہیں فطرت وجود میں لا لی اور جو مکمل طور پر فطرت پر انحصار کر رہے ہیں جو کسی انسان کے محتاج نہیں ہیں بلکہ فطرت کے محتاج ہیں جیسے کہ تم دیکھتے ہو جو پرندے ہیں آزاد گھومتے پھرتے ہیں ان کا رزق تم پر نہیں ہے ایسے ہی جنہیں تم جنگلی جانور کہتے ہو ان میں سے کسی ایک بھی جانور کو تمہیں قتل یا قید کرنے کی اجازت نہیں ہے سوائے مچھلیوں کے مچھلیوں کو پکڑ کر کھا سکتے ہو لیکن وہ بھی جان لو کہ جب وہ افراد نسل کرتی ہیں تو تب تم ان کو بھی نہیں پکڑ سکتے جب تک کہ وہ ان مرافق کو طنہیں کر لیتیں ایسا اس لیے تا کہ الٹیز ان میں خسارہ نہ ہو کیونکہ اگر تم ان دونوں میں ان کا شکار کرو گے جب وہ افراد نسل کرتی ہیں تو اس سے ان کی نسل نہیں بڑھے گی اور وہ کم ہوتے ہوئے ختم ہو جائیں گے الٹیز ان میں خسارہ ہو جائے گا۔ ہم نے تم پر کھول کھول کر واضح کر دیا کہ ہم نے الٹیز ان وضع کیا ہے تم نے الٹیز ان میں خسارہ نہیں کرنا بلکہ فقط کیسا تھا الٹیز ان کو قائم رکھنا ہے۔

جہاں مادہ گائے، مادہ بھی نہیں، مادہ بکری، اور مادہ بھیڑ کاٹ کر کھانے سے منع کرنے کی دوسرا وجہات ہیں تو وہ یہ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مادہ کا کام ہے بچ دینا اب اگر تم مادہ کو کاٹ کر کھا جاؤ گے تو پھر بچے کون دے گا؟ یوں الٹیز ان میں خسارہ ہو جائے گا اس لیے بھی لازم ہے کہ مادہ کو نہ کھایا جائے اور پھر جب وہ بچ دینے کے قابل نہ رہے تو تب اگر تم کاٹ کر کھا جاتے ہو تو یہ بھی ظلم عظیم ہو گا کیونکہ اس نے اپنی ساری زندگی تمہیں بچ اور دودھ دیکر الاحسان کیا تو آج جب اس پر اس کے الاحسان کے بد لے الاحسان کرنے کا وقت آیا تو تم نے اسے کاٹ کر کھا لیا اس سے بڑا کوئی جرم اور ظلم ہو سکتا ہے؟ اس لیے جب اس پر الاحسان کا وقت آئے تو تم نے اس پر احسان کرنا ہے۔

اب انسان جو کہ ہیں ہی خود کو بھولے ہوئے تو وہ ان باقوں کا خیال نہیں رکھیں گے وہ اپنی خواہشات کی اتباع کریں گے وہ ان پر ظلم کریں گے اس لیے یہ ذمہ داری تم پر ہے جو کہ امت ہو جن کا بطور امت انتخاب کیا گیا تمہارا کام ہے کہ تم کسی پر بھی ظلم نہ ہونے دو یہاں تک کہ آسمانوں وزمیں میں کسی ایک بھی خلق پر کوئی ظلم نہ کر پائے۔

پھر اس کے علاوہ بھی زمیں میں جس شے کے استعمال کی بھی تمہیں اجازت دی تو خیال رکھنا ہے کہ صرف استعمال ہی نہیں کرتے جانا بلکہ القسط کے ساتھ الٹیز ان قائم رکھنا ہے کہیں الٹیز ان میں خسارہ نہیں کرنا یعنی اگر ضرورت پڑنے پر ایک درخت کاٹنا ہے تو القسط کیسا تھا یعنی جیسے تمہیں کہا جا رہا ہے بالکل اسی طرح فطرت پر قائم ہوتے ہوئے آہستہ آہستہ وہاں ویسا ہی درخت واپس لانا ہے جس کے لیے نخساپوں والگا یا جائے گا اگا یا جائے گا پھر اس کی بھرپور نگہداشت کی جائے گی یہاں تک کہ وہ تمہارا احتیاج نہ رہے یعنی جیسے بچے ایک وقت آتا ہے والدین کا محتاج نہیں رہتا خود منخار ہو جاتا ہے بالکل ایسے جب تک وہ تمہارا احتیاج ہواں کی نگہداشت کرنی ہے۔

اب پہلے تو یہ ذہن میں ہونا لازم ہے کہ پانی سے خلق ہونے والا ارفع رزق استعمال کرنا ہے یعنی جو درختوں پر مختلف ثرات کی صورت میں خلق ہوتا ہے کیونکہ اگر تم ارفع رزق استعمال کرو گے تو ہی تم رفع ہو گے ورنہ اگر تم ادنیٰ رزق استعمال کرو گے تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ تم پستیوں میں گرتے چل جاؤ گے کیونکہ تم وہ ہو جو تم کھاتے ہو جو تمہارا رزق ہے اور دوسری بات اس وقت تک گوشت کے حصول کے لیے جن جانوروں کو کھانے کی اجازت دی گئی ان کو نہیں کاٹنا جب تک کہ تمہیں پانی سے خلق ہونے والا ثرات و بنا تات کی صورت میں رزق میسر ہے اور اگر وہ میسر نہ ہو جس کی وجہاں اس کی تلت یا طیب نہ ہونا ہو تو اس صورت میں تم جانوروں جن کی اجازت دی گئی کو بطور کھانے کے رزق بنا سکتے ہو اور اس کے لیے بھی مکمل علم کا ہونا لازم ہے۔

پہلی بات کہ تم نے الطیب کو اپنارزق بنانا ہے اس لیے اس گوشت کا ہر لحاظ سے الطیب ہونا لازم ہے جس کے لیے ان کے جسم میں موجود خون کا جسم سے نکالنا لازم ہے ورنہ وہ گوشت الطیب نہیں ہو گا۔ تمہارا جسم جن عناصر سے وجود میں آتا ہے اگر وہ عناصر بر اہ راست جسم میں داخل کیے جائیں گے تو اس کا نتیجہ یہ

نکلے گا کہ جسم میں فساد ہو گا کیونکہ بلاشک و شبہ وہ عناصر ہی تمہارے جسم کی ضرورت ہیں لیکن ان کا طریقہ استعمال بھی وہی ہونا چاہیے جو وضع کر دیا گیا ورنہ اگر اس کے خلاف ان کا استعمال کیا جائے گا تو اس کا نتیجہ فساد کی صورت میں نکلے گا۔ خون کا معاملہ یہ ہے کہ خون میں برہ راست وہ عناصر موجود ہوتے ہیں جن سے جسم وجود میں آتا ہے کیونکہ جب کوئی بھی جاندار پچھ کھاتا ہے تو سب سے پہلے وہ شے اس کے معدے میں جا کر ڈی کپوز ہوتی ہے یعنی اس کے ذرات الگ الگ ہوتے ہیں ایسے ہی جیسے ایک عمارت کو توڑ کر اس کی تمام اکائیاں الگ الگ کر دی جائیں۔ جب عمارت کو توڑ جاتا ہے تو آپ جانتے ہیں کہ جس ترتیب کیسا تھا اس میں اکائیاں استعمال کی گئی ہوتی ہیں اسی ترتیب سے اکائیاں الگ الگ ہوتی ہیں یعنی کوئی بھی اکائی بے ترتیب سامنے نہیں آئے گی ایسے ہی جب کوئی بھی جاندار کوئی شے کھاتا ہے تو اس کے معدے میں جا کر وہ رزق مکمل طور پر توڑ پھوڑ کا شکار ہوتا ہے تاکہ اس کی تمام اکائیاں جو کہ وہ عناصر ہوتے ہیں جن سے وہ خلق کیا گیا انہیں الگ الگ کیا جائے جب شے کو معدے میں ڈی کپوز کیا جاتا ہے یعنی توڑ کر اکائیاں الگ الگ کی جاتی ہیں تو وہ اکائیاں یعنی مختلف عناصر اسی ترتیب سے الگ الگ ہوتے ہیں جس ترتیب سے انہیں استعمال کیا گیا ہوتا ہے یعنی جیسے عمارت میں سب سے پہلی اینٹ جو بنیاد میں استعمال کی گئی اگر عمارت کو توڑ جاتا ہے تو وہ سب سے آخر میں سامنے آئے گی جب تک اس کا وقت نہیں آ جاتا تب تک وہ سامنے نہیں آئے گی بالکل ایسے ہی معدے میں جب رزق جا کر ڈی کپوز ہوتا ہے تو عناصر پوری ترتیب کیسا تھا الگ الگ ہوتے ہیں پھر وہ عناصر خون میں شامل ہو کر جسم کے ایک ایک خلیے میں جاتے ہیں پھر ہر خلیہ ان عناصر کو استعمال کرتا ہے جس سے نہ صرف دو طرح کی ارزی و وجود میں آتی ہے بلکہ نئے خلیے بھی بنتے ہیں۔

اب اگر جانور کے جسم سے خون نکالے بغیر اس کا استعمال کیا جاتا ہے یعنی اسے کھایا جاتا ہے تو اس کے نتیجے میں اس کے خون میں موجود عناصر جو کہ خام حالت میں ہوتے ہیں برہ راست آپ کے جسم میں جائیں گے جو جسم میں فساد کا سبب بنیں گے یعنی پہلی بات کہ وہ جب جسم میں داخل ہی الگ عناصر کی صورت میں ہوں گے تو جہاں سے گزریں گے جسم کو نقصان پہنچائیں گے اور دوسرا بات کہ جب وہ پہلے سے ہی الگ الگ ہیں تو معدے کا کام ختم ہو جائے گا جس سے معدہ فارغ رہنے کی وجہ سے خراب ہو جائے گا اور پھر اس سے مربوط و مشروط جسم کے باقی حصوں میں بھی خرابیاں پیدا ہوں گی پھر تیسرا بات کہ جب وہ عناصر برہ راست جسم میں داخل ہوں گے تو ان کی کوئی ترتیب نہیں ہوگی جس کی مثال بالکل ایسی ہی ہوگی کہ اگر آپ نے بریانی بنانی ہے تو آپ ایسا کریں کہ جن اشیاء سے بریانی بنتی ہے ان تمام اشیاء کی نہ تو مقدار کا خیال کریں اور نہ ہی ترتیب کا بلکہ ان تمام غیر متوازن اشیاء کو ایک ہی بار میں برتن میں ڈال کر نیچے آگ جلا دیں تو اس کا نتیجہ کیا نکلے گا؟ بالکل یہی نتیجہ آپ کے جسم میں نکلے گا۔

اس لیے سب سے پہلے گوشت کا خون سے مکمل طور پر پاک ہونا لازم ہے جس کے لیے جانور کے جسم سے خون کا نکالنالازم ہے اور اس کے لیے جو احسن طریقہ ہے اسے اختیار کرتے ہوئے جانور کے جسم سے خون نکالا جائے گا تاکہ ایک تو گوشت خون کی صورت میں ان خام عناصر سے پاک ہو جائے اور دوسرا جانور کو تکلیف کا بھی احساس نہ ہو بلکہ اس پر اس پہلو سے بھی الاحسان کیا جائے۔ اور اس کے لیے احسن طریقہ یہ ہے کہ جانور کو گلے سے کاٹا جائے۔ پھر اس کے لیے ایک اور بات کا بھی ذہن میں ہونا لازم ہے کہ جب جانور کو گلے سے کاٹا جائے تو جانور کا گلہ صرف وہاں تک کاٹا جائے جہاں تک کہ اس کی خون کی نالی نہیں کٹ جاتی۔ اس کے علاوہ اس سے آگے گلے کو گھر انہیں کاٹا جائے گا اور نہ ہی دھڑ سے سر کو الگ کر دیا جائے کیونکہ اس کے کئی نقصانات ہوں گے۔ جسم کا محور دماغ ہوتا ہے دماغ پورے جسم کا نظام چلا رہا ہوتا ہے جو کہ سر میں موجود ہوتا ہے اگر سر کو جسم سے الگ کر دیا جائے تو دھڑ کا نظام اسی وقت بند ہو جائے گا جس کا نقصان یہ ہو گا کہ خام مال جو کہ عناصر ہیں وہ خون کے ذریعے خلیوں میں موجود ہیں جب سر دھڑ سے الگ کر دیا جائے گا تو خلیوں کا نظام اسی وقت بند ہو جائے گا اور ہر خلیے میں تمام عناصر خام حالت میں موجود ہوں گے جس وجہ سے سارے کاسارہ گوشت نقصان دہ ہو گا وہ الطیب نہیں ہو گا اسے کھانے کی اجازت نہیں ہے کیونکہ جسم کے ایک ایک خلیے میں عناصر خام حالت میں موجود ہیں پھر دوسرا بات یہ ہے کہ دماغ اچانک وفات نہیں پاتا بلکہ آہستہ اس کی موت ہوتی ہے جب سر کو دھڑ سے الگ کر دیا جائے گا جب تک دماغ مکمل طور وفات نہیں پا جاتا جس کے لیے کچھ منٹ کا وقت لگے گا تو دماغ کو شدید تکلیف والے احساسات کا سامنا کرنا پڑے گا اور وہ کسی سے اپنی اس تکلیف کا اظہار بھی نہیں کر پائے گا یوں یہ اس پر ظلم عظیم ہو گا۔ اور آپ نے ظلم نہیں کرنا بلکہ الاحسان کرنا ہے۔

گلے کو صرف اس حد تک کاٹا جائے گا جس حد تک خون کی نالی موجود ہے اس سے آگے نہیں کاٹا جائے گا اس کا فائدہ یہ ہو گا کہ باقی سارا جسم دماغ کے ساتھ

نسک ہوگا جس سے جسم میں ایک ایک خلیے کا نظام چل رہا ہو گا دھڑک رہا ہو گا جس سے خارج ہو رہا ہو گا اور عین اسی وقت جو عناصر خلیوں میں جا چکے ہوں گے وہ خلیوں کا نظام چلنے کی وجہ سے استعمال ہو رہا ہے ہوں گے یوں جب دماغ کو خون نہیں ملے گا تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ دماغ کو ان عناصر کی فراہم بند ہو جائے گی جن سے نئے خلیے بنتے ہیں یوں ایک تو نئے خلیے نہیں بنیں گے اور دوسرا دماغ کے خلیے موت کا شکار ہوتے چلے جائیں گے اور جب تک مکمل دماغ کی وفات ہوگی تب تک ایک تو پورا جسم خون سے پاک ہو چکا ہو گا اور دوسرا جو عناصر خون کے ذریعے خلیوں میں گئے تھے وہ بھی خلیوں کا نظام چلنے سے استعمال ہو چکے ہوں گے اور جب تک دماغ کی موت ہوگی تب پورا جسم خون سے اور ایک ایک خلیہ ان عناصر سے پاک ہو چکا ہو گا یعنی تمام عناصر ایک تو خون کے ذریعے نکل چکے ہوں گے اور دوسرا جو خلیوں میں چلے گئے وہ بھی استعمال ہو کر کہیاں گے عوامل سے گزر کر گوشٹ بن چکے ہوں گے پھر اس کے علاوہ جانور کو تکلیف کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا سوائے خفیہ سی تکلیف کے اور جانور ایسے ہی موت کا شکار ہو گا جیسے کہ نیند کا غلبہ ہو جاتا ہے نیند غالب آ جاتی ہے۔ یہ ہے احسن طریقہ اس کے علاوہ جتنے بھی طریقے ہیں وہ احسن نہیں ہیں۔

اگر جانور کے سر میں کوئی شے مار دی جائے تو دماغ کی موت واقع ہونے سے یاد ماغ کو جس حد تک نقصان پہنچ گا اس حد تک جسم کا نظام بند ہو جائے گا جس سے جسم کے وہ خلیے خام عناصر والے ہوں گے یوں ایسا گوشٹ انتہائی نقصان دہ ہو گا جس کے استعمال کی اجازت نہیں ہے یعنی حرام ہے۔ اگر جانور کے سر میں گولی یا کوئی شے مار کر اس کی موت کر دی جاتی ہے اور اس کے بعد اسے کاٹا جاتا ہے تو اسی صورت میں وہ گوشٹ حلال نہیں بلکہ حرام ہو گا یعنی جو طریقہ پہچھے واضح کر دیا گیا اس کے علاوہ اگر کوئی بھی طریقہ استعمال کیا جاتا ہے تو ایسا گوشٹ حلال نہیں بلکہ حرام ہو گا اس کے استعمال کی اجازت نہیں ہے۔ مچھلی کا معاملہ یہ نہیں ہے کیونکہ مچھلی کو جب پانی سے باہر نکلا جاتا ہے تو جو گیسیں فضا میں موجود ہیں جب یہ گیسیں مچھلی کے جسم میں داخل ہوتی ہیں تو مچھلی کا گوشٹ ان عناصر سے پاک ہو جاتا ہے جو پہلے اس کے جسم یا گوشٹ میں موجود ہوتے ہیں اس لیے مچھلی کا خون نکالنے کے لیے اسے ذبح کرنے کی کوئی ضرورت نہیں لیکن اگر کوئی مچھلی پانی کے اندر مراجحتی ہے اسکی موت ہو جاتی ہے تو وہ حلال نہیں بلکہ حرام ہو گی کیونکہ اس کے گوشٹ میں تمام عناصر خام حالت میں موجود ہوں گے جس وجہ سے اس کا استعمال نقصان دہ ہو گا اس لیے وہ حرام ہو گی۔ مچھلی کا گوشٹ صرف اور صرف اسی صورت حلال ہے کہ وہ زندہ پانی سے باہر آئے اور باہر آ کر پانی کے عدم سے اس کی موت واقع ہوتی ہی اس کا گوشٹ خام عناصر سے پاک ہو گا۔

اگر آپ بیمار ہو جاتے ہیں اور آپ واقعتاً اس بیماری سے نجات چاہتے ہیں تو اس کے لیے سب سے پہلے آپ کو علم ہونا چاہیے کہ بیماری کسے کہتے ہیں۔ آج کسی کو بھی نہیں علم کہ بیماری اصل میں کہتے کے ہیں کیونکہ اگر آج کسی کو بھی یہ علم ہو کہ بیماری کسے کہتے ہیں تو وہ بیمار ہونے پڑا کٹر سے رجوع کے نام پر الدخال کو اپنارت نہ بنائے۔ بیماری ہونے کی صورت میں ڈاکٹر سے رجوع کرنا اور پھر ادویات کے نام پر جو کچھ بھی جسم میں ڈالا جاتا ہے یہ بالکل ایسے ہی ہے کہ جیسے آگ بجھانے کے نام پر آگ بجھانے کی بجائے آگ پر مزید پیڑوں چھڑکا جائے۔

ابھی جب آپ پر کھل کرواضح ہو جائے گا کہ بیماری کسے کہتے ہیں تو آپ پر یہ بات بھی بالکل کھل کرواضح ہو جائے گی کہ بیمار ہونے پڑا کٹر سے رجوع کرنا اور ادویات کھانا کس طرح الدخال کو رب تسلیم کرنا ہے اور آگ بجھانے کی بجائے مزید آگ بھڑکانے کے متداول ہے۔

بیماری کیا ہے اسے آپ اس وقت تک نہیں سمجھ سکتے جب تک کہ آپ اپنے جسم کو نہ سمجھ لیں بالکل ایسے ہی جیسے اگر آپ کی کوئی مشین خراب ہو جاتی ہے تو اس وقت تک خرابی کا علم نہیں ہو سکتا کہ خرابی کیا ہے خرابی کے کہتے ہیں جب تک کہ مشین کے بارے میں مکمل علم نہ ہو۔ جب آپ اپنے جسم کے بارے میں جانیں گے تو آپ پر بالکل کھل کرواضح ہو جائے گا کہ جسے آپ بیماری کا نام دیتے ہیں وہ کیا ہے اور پھر یہ بھی بالکل کھل کرواضح ہو جائے گا کہ اس بیماری سے نجات کیسے

حاصل کی جاسکتی ہے اور پھر آئندہ بھی بیمار ہونے سے کیسے بچا جاسکتا ہے۔

آپ کا جسم کیمیٹری کا ایک فارمولہ ہے جسے زمین کے عناصر سے وجود میں لا یا گیا اور اس جسم کو بالکل صحیح اور قائم رکھنے کے لیے جب تک کہ اجل مسمی نہیں آجائی اس کی ضروریات اسے فراہم کرنا لازم ہے اس کی ضروریات وہی عناصر ہیں جن عناصر سے اسے وجود میں لا یا گیا اور پھر ان عناصر کی مقدار اور معیار میں بھی کسی بھی قسم کا کوئی فرق نہیں آنا چاہیے۔

آپ کا جسم زمین کے عناصر سے وجود میں لا یا جاتا ہے جب وہ تمام کے تمام عناصر مکمل ہوں کوئی ایک بھی عنصر کم یا زیادہ نہ ہو اور ان کا معیار بھی بالکل طے شدہ ہو تو اس سے ایک بہترین جسم وجود میں آتا ہے اور تک جسم بالکل بہترین رہتا ہے بالکل صحیح رہتا ہے جب تک جسم کو اس کی تمام ضروریات یعنی جو عناصر سے درکار ہیں وہ بالکل متوازن فراہم کیے جاتے رہیں یعنی ان کی مقدار بھی بالکل ٹھیک ہو اور ان کا معیار بھی بالکل ٹھیک یعنی طے شدہ ہو یوں جب تک جسم کو متوازن خوارک ملتی رہے گی تک جسم میں کسی بھی قسم کی کوئی بیماری جنم نہیں لے لی گی کیونکہ بیماری کہتے ہیں خرابی کو اور خرابی کہتے ہیں جسم میں ان عناصر کا متوازن نہ رہنا جن عناصر سے جسم وجود میں لا یا گیا جو جسم کی ضروریات ہیں جس سے جسم غیر متوازن ہو جاتا ہے جسم میں توازن بگڑ جاتا ہے جس کا اظہار بیماری کہلاتا ہے۔ اب آپ خود غور کریں جب پہلے ہی جسم میں قائم توازن کو بگاڑ دیا گیا تو جب آپ ڈاکٹر کے پاس جائیں گے اور اس کی بات کو مانیں گے تو کیا آپ کے جسم میں توازن قائم ہو گا اس میں بگاڑ دور ہو گا یا پھر جسم میں مزید بگاڑ پیدا ہو گا؟

ویسے تو اس سوال کا جواب بالکل واضح ہے اس کے باوجود اسے ایک مثال سے سمجھ لجھئے۔ مثال کے طور پر اگر آپ کی کوئی پیچیدہ اور قیمتی ترین شے خراب ہو جاتی ہے تو آپ اسے کس کے پاس لے کر جائیں گے؟ کیا آپ اسے کسی ایسے کے پاس لے کر جائیں گے جس کے پاس اس کے بارے میں علم نہ ہو؟ اور پھر کیا اس کے پاس لیکر جائیں گے جس کے پاس علم تو ہو لیکن مکمل علم نہ ہو بلکہ نامکمل علم ہو؟ اور پھر یہاں تک کہ کیا اس کے پاس لیکر جائیں گے کہ جس کے پاس علم تو مکمل ہو لیکن اس علم کا صحیح استعمال نہ جانتا ہو؟ تو تینوں صورتوں میں آپ کا جواب یہی ہو گا کہ نہیں ایسے کسی کے پاس نہیں لیکر جائیں گے اور اگر آپ سے پوچھا جائے کہ کیوں آپ ان میں سے کسی کے پاس نہیں لیکر جائیں گے تو آپ کہیں گے کہ میں نے اپنی شے ٹھیک کرانی ہے نہ کہ مزید خراب کرانی ہے۔ اب بھلا جس کے پاس اس کے بارے میں سرے سے علم ہی نہیں اگر اسے ٹھیک کرنے کے لیے دیتا ہوں تو وہ اسے مزید بگاڑ دے گا اور اگر اس کے پاس لیکر جاتا ہوں جس کے پاس نامکمل علم ہے تو وہ بھی اسے مزید خراب کر دے گا کیونکہ وہ نامکمل علم کی بنیاد پر ٹھیک کرنے کے نام پر اس میں پنگے لے گا تو اسے مزید بگاڑ کر رکھ دے گا اور ایسے ہی اگر اس کے پاس بھی لیکر جاتا ہوں جس کے پاس علم تو ہے لیکن وہ علم کا صحیح استعمال نہیں جانتا تو وہ بھی میری شے کو مزید خراب کر دے گا اسے تباہ کر دے گا اس لیے میں ان تینوں میں سے کسی کے بھی پاس نہیں لیکر جاؤں گا۔ اب اگر آپ سے پوچھا جائے کہ کس کے پاس لیکر جائیں گے تو آپ کا جواب ہو گا کہ اس کے پاس لیکر جاؤں گا جس کے پاس نہ صرف اس کے بارے میں مکمل علم ہو بلکہ وہ علم کا صحیح استعمال بھی جانتا ہو۔

اب ذرا آپ خود غور کریں کہ جب آپ اپنی کوئی شے جو انسان کی ہی بنائی ہوئی ہے اسے کسی ایسے کے پاس نہیں لیکر جائیں گے جس کے پاس مکمل علم اور حکمہ نہ ہو تو پھر آپ کا جسم جو کہ کل کائنات کی سب سے پیچیدہ اور حساس ترین خلق ہے اسے اگر آپ کسی ایسے کے پاس لیکر جائیں جس کے پاس نہ ہی اسکے بارے میں مکمل علم ہو اور نہ ہی حکمہ تو کیا وہ اسے ٹھیک کرے گا اس میں بیماری کے نام پر خرابی کی اصلاح کرے گا یا پھر اٹا مزید تباہ کر کے رکھ دے گا؟

آپ کے خالق کے علاوہ کوئی بھی ایسا نہیں کہ جس کے پاس اس جسم کے بارے میں مکمل علم ہو۔ اب جب آپ کے خالق کے علاوہ کوئی بھی ایسا نہیں جو یہ دعویٰ کر سکتے کہ اس کے پاس اس جسم کے بارے میں مکمل علم ہے تو پھر آپ کے خالق کے علاوہ آپ کو کون ٹھیک کر سکتا ہے آپ کی بیماری کو کون ختم کر سکتا ہے؟ ظاہر ہے خالق کے علاوہ کوئی بھی نہیں اب اگر آپ بیمار ہونے کے بعد علاج کے نام پر اس سے رجوع کرتے ہیں جو آپ کا خالق نہیں ہے تو پھر جان لیں کہ آپ کبھی بھی ٹھیک نہیں ہو سکتے بلکہ آپ مزید بیماری ہوں گے اور اگر آپ کو لگے کہ آپ ٹھیک ہو گئے ہیں تو وہ محض دھوکہ ہو گا کیونکہ آپ ٹھیک صرف اور صرف ایک ہی صورت میں ہو سکتے ہیں کہ جیسے آپ بیمار ہوئے بالکل ویسے ہی آپ ٹھیک ہوں یعنی آپ جو بیمار ہوئے تو اچانک بیمار نہیں ہوئے بلکہ جسے آپ بیماری کہہ رہے ہیں وہ اچانک اس فساد کا اظہار ہے جو آپ ایک لمبے عرصے تک اپنے جسم میں کرتے رہے۔ اگر آپ بالکل ایسے ہی آہستہ آہستہ لمبے عرصے میں واپس ٹھیک ہوتے ہیں تو وہ علاج ہو گا اور نہ اگر آپ دیکھتے ہی دیکھتے یادنوں میں ٹھیک ہو جاتے ہیں تو وہ علاج نہیں بلکہ دھوکہ ہو گا جس کا آپ شکار ہو گئے جسے آگے آپ پر

کھول کر واضح کر دیں گے۔

جب بھی آپ بیمار ہوں تو سب سے پہلے آپ کو یہ علم ہونا چاہیے کہ اس بیماری کے آپ خود مددار ہیں آپ نے اپنے جسم کو اس کی صحیح ضروریات فراہم نہیں کیں یا پھر جو اس کی ضروریات نہیں تھیں وہ اسے فراہم کیں جس سے اس میں قائم توازن بگزیر گیا۔ پھر اس کے بعد آپ نے گھبرا نہیں کرنی اور اپنے خالق کے علاوہ کسی سے بھی رجوع نہیں کرنا۔ آپ نے اپنے خالق یعنی فطرت سے رجوع کرنا ہے آپ نے فطرت پر قائم ہونا ہے یعنی ہر لحاظ سے فطرت پر قائم ہونا ہے جسے انگلش میں مدنی پر کہتے ہیں۔ جب آپ مکمل طور پر فطرت پر قائم ہو جائیں گے تو پھر فطرت آپ کا رب آپ کو آہستہ آہستہ بالکل ٹھیک کرے گا آپ کی بیماری جڑ سے ختم ہو جائے گی خواہ وہ کیسی ہی اور کتنی ہی بڑی بیماری کیوں نہ ہو کیوں کہ فطرت آپ کا رب ہے فطرت نے آپ کو خلق کیا اس لیے صرف اور صرف فطرت ہی ہے جسے علم ہے کہ آپ کی ضروریات کیا ہیں اگر آپ میں کوئی خرابی ہو گئی تو اسے دور کیسے کیا جاسکتا ہے یوں جب آپ فطرت پر قائم ہوں گے یعنی ہر لحاظ سے مکمل فطرتی رزق کھائیں گے جس میں انسان کی کسی بھی قسم کی کوئی مداخلت نہ ہو جیسے کہ سانس لینے کے لیے آس کیجتن بالکل خالص ہو اس میں انسان کی کوئی مداخلت نہ ہو جیسے کہ آج انسان اپنے ہی ہاتھوں سے ترقی کے نام پر کیے جانے والے مفسد اعمال کے سب طرح طرح کی زہریلی گیسیں نضا میں خارج کر رہا ہے فضائی مداخلت سے بالکل پاک ہو، کھانے کے لیے صرف اور صرف وہی رزق ہو جو فطرت مہیا کر رہی ہے اس میں بھی کسی بھی قسم کی انسانی مداخلت نہ ہو پھر پینے کے لیے پانی بھی مکمل طور پر فطرتی ہو اس میں بھی کسی بھی قسم کی کوئی انسانی مداخلت نہ ہو تو جب آپ فطرت پر قائم ہوں گے تو آہستہ آہستہ آپ بالکل ٹھیک ہو جائیں گے آپ میں بیماری کا نام و شان تک مت جائے گا۔

اب آئیں ادویات کی طرف کہ تمام ادویات کس طرح دھوکہ ہے جل ہے کس طرح جلتی پر تیل ڈالنے کے مترادف ہے۔ جتنی بھی ادویات ہیں جو آج ٹیکنالوجی سے خلق کی جا رہی ہیں تمام کی تمام مصنوعی ادویات جنہیں ایلو پیٹھی کا نام دیا جاتا ہے یہ تمام کی تمام ادویات منشیات ہیں۔ ان کا کام ہوتا ہے آپ کے جسم میں متعلقہ حصے کو نہ زدہ کر دینا یعنی جسے آپ سُن کر دینا کہتے ہیں جس سے ہوتا یہ ہے کہ بیماری یعنی خرابی اپنی جگہ پر موجود ہوتی ہے لیکن اس کا احساس ختم ہو جاتا ہے یوں اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے آپ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ بیماری ختم ہو گئی کیونکہ آپ کو اس کا احساس ہی نہیں ہوتا لیکن بیماری اپنی جگہ موجود ہوتی ہے اور نہ صرف اپنی جگہ موجود ہوتی ہے بلکہ وہ بڑھتے بڑھتے اتنی بڑھ جاتی ہے کہ پھر اچانک ایک بڑی بیماری کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے جس سے آپ کو ناقابل تلافی نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے پھر اس سے بھی بڑا جل یہ ہوتا ہے کہ ہوتی تو وہ پرانی بیماری ہے جو ناسور بن چکی لیکن آپ کو بتایا جاتا ہے کہ یہ ایک نئی بیماری ہے حالانکہ وہ کوئی نئی بیماری نہیں ہوتی بلکہ وہی بیماری ہوتی ہے جس کے علاج کے نام پر آپ نے ڈاکٹر سے رجوع کیا اور دوائی کے نام پر منشیات لینے سے آپ کو اس بیماری کا احساس نہ رہا۔

جنہیں آپ ڈاکٹر کے نام پر اپنے مسیحیا سمجھتے ہیں یہ لوگ آپ کے مسیحیانہیں بلکہ مسیح کے روپ میں آپ کے دشمن ہیں ان کو خود بھی نہیں علم ہوتا کہ یہ آپ کو دوائی کے نام پر کیا کھانے کو دے رہے ہیں۔ جیسے ایک کمپنی اپنی اشیاء بیچنے کے لیے ایسے لوگوں کو تلاش کرتی ہے جو اس کی اشیاء کو بیچنے کے لیے لوگوں کو قائل کر سکیں اور پھر ان لوگوں کی باقاعدہ تربیت کی جاتی ہے بالکل ایسے ہی یہ ڈاکٹر کے نام پر مسیحیا کے روپ میں آپ کے دشمن فارما سو ٹکل انڈسٹری کے وہ تربیت یافتہ ایجنت ہیں جو ان کی منشیات کو اس زہر کو ادویات کے نام پر لوگوں کو کھلاتے ہیں جس سے انہیں مزید بیماریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور پھر ان کا مزید ادویات کے نام پر زہر بکتا ہے اور وہ طبقہ امیر سے امیر تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔

ان ادویات کی حقیقت یہ ہے کہ آج تک سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں الیکی ادویات ہیں جن پر پابندی لگائی جا چکی ہے اور وجہات یہ ہیں کہ جب کوئی دوائی بھائی گئی تب اس کے سائیئڈ افیکٹس کا علم نہیں تھا لیکن جب لوگوں نے اسے استعمال کیا تو کچھ عرصہ استعمال کرنے کے بعد پتہ چلا کہ اس کے فائدے سے زیادہ نقصانات ہیں یوں اس پر پابندی لگادی جاتی ہے۔ اب ذرا غور کریں جن لاکھوں نہیں کروڑوں لوگوں کو ان لوگوں نے ایسا زہر دوائی کے نام پر کھلا دیا کیا وہ صحت یا ب ہوئے ان کی بیماری دور ہوئی یا پھر میچ دھوکہ ثابت ہوا؟ حقیقت آپ کے سامنے ہے۔

جب انسان کے پاس اس کی خلقت کے بارے میں مکمل علم ہے ہی نہیں تو پھر ظاہر ہے یہ کیسے اس کا علاج کر سکتا ہے؟ ایسا ممکن ہی نہیں کہ یہ علاج کر سکے ہاں البتہ علاج کے نام پر اسے مزید بگاڑ کرتا ہی کر سکتا ہے جو کہ آج پوری دنیا میں ہو رہا ہے۔ ذرا غور کریں دن بہ دن نئی سے نئی ادویات ایجاد کی جا رہی ہیں تو کیا بیماریاں کم ہو رہی ہیں یا الٹا بڑھ رہی ہیں؟ کیا ہسپتال کم ہو رہے ہیں یا پھر بڑھ رہے ہیں؟ تو حقیقت بالکل واضح ہے کہ نہ صرف بیماریاں دن بہ دن بڑھتی ہی چلی جا رہی ہیں بلکہ ہسپتال بھی بڑھتے ہی چلے جا رہے ہیں اب اس کے باوجود اگر کوئی اسے ترقی و انسانیت کی خدمت کا نام دے تو ایسا کوئی بے قوف اور جاہل ہی ہو سکتا ہے کوئی عقل مند ایسی بات نہیں کر سکتا۔

جن کو آپ اپنے مسیحی سمجھتے ہیں جنہیں ڈاکٹر کا نام دیتے ہیں ان لوگوں کی حقیقت یہ ہے کہ ان سے بڑا کوئی جاہل اور بے قوف اور کوئی ہے ہی نہیں۔ آپ کسی بھی ڈاکٹر سے اس جسم کے بارے میں سوال کر لیں تو وہ صرف اور صرف اس حد تک اور وہی بات کرے گا جو تعلیم کے نام پر اس کے دماغ میں ڈال دیا گیا بالکل ایسے ہی جیسے آپ کسی طوطے کو کچھ الفاظ رٹا دیتے ہیں یا جیسے کمپیوٹر میں کوئی پروگرام انسٹال کیا جاتا ہے۔ آپ کسی بھی ڈاکٹر کے پاس جائیں اور وہ آپ کو کوئی دوائی کھانے کو دے یا لکھ کر دے تو اگر آپ اس سے یہ سوال کر لیں کہ یہ کن کن عناصر سے بنائی گئی یعنی اس میں کون کون سے عناصر ہیں ان کی مقدار کیا ہے اور ان عناصر میں کیا کیا صلاحیتیں ہیں ان عناصر کے فارموں سے وجود میں آنے والی دوائی کے کیا نقصانات ہیں اور کیا فائدے ہیں وہ آپ کو آپ کے کسی بھی سوال کا جواب نہیں دے سکتے گا۔ یہاں تک کہ اگر آپ اس سے یہی سوال کر لیں کہ یہ جسم کن کن عناصر سے وجود میں آیا ان کی مقدار اور معیار کیا ہے ان کی صلاحیتیں کیا ہیں اگر ان کی مقدار یا معیار میں کوئی اونچ نیچ ہوتا ہے تو اس کے کیا اثرات ظاہر ہوتے ہیں تو وہ آپ کو کسی بھی سوال کا جواب نہیں دے سکتے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں کو اس جسم کے بارے میں علم نہیں دیا جاتا بلکہ انہیں محض برین واش کیا جاتا ہے اور پھر ان کو علم دے بھی کیسے سکتے ہیں کیونکہ اس جسم کے خالق اللہ کے علاوہ اس کے بارے میں کسی کے بھی پاس مکمل علم نہیں ہے۔ توجہ انہیں ناکمل علم دیا جائے گا تو اس کے فائدے کی بجائے اللئے نقصانات ہی ہوں گے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جہاں منسد شیاطین انسانوں کے لیے پوری دنیا ایک لیبارٹری کی حیثیت اختیار کر چکی ہیں تو وہیں ان کے لیے تمام لوگ بھی لیبارٹری کی حیثیت رکھتے ہیں یہ جو کچھ بھی بناتے ہیں ادویات کے نام پر لوگوں پر تجربات کرتے ہیں پھر ان مشاہدات سے مزید آگے بڑھتے ہیں جس سے جہاں یہ پوری دنیا کے لوگوں کے اجسام کیستھ علاج کے نام پر کھلواڑ کر رہے ہیں تو وہیں رات دن دولت اکٹھی کرنے میں مصروف ہیں اور ان کا اصل مقصد یہ ہے کہ ایسے ہی ادویات اور علاج کے نام پر انسانوں پر تجربات کرتے کرتے یا ایک دن موت کا علاج دریافت کر لیں گے اور ہمیشہ زندہ رہنے والے بن جائیں گے۔

آپ کا خالق اللہ یعنی فطرت ہے فطرت نے آپ کو خلق کیا تو صرف فطرت کو ہی علم ہے کہ آپ کون کن عناصر سے خلق کیا اور ان کی مقدار اور معیار کیا ہے۔ آپ اس وقت تک بالکل ٹھیک رہیں گے آپ کو کوئی کسی بھی قسم کی بیماری لاحق نہیں ہو گی جب تک آپ فطرت پر قائم رہیں گے لیکن اگر آپ فطرت سے ہٹ جاتے ہیں تو پھر آپ کے جسم میں خرابیاں ہو جائیں گی جنہیں آپ بیماریوں کا نام دیتے ہیں۔ ظاہر ہے جب آپ کا خالق اللہ یعنی فطرت ہے تو فطرت کو ہی علم ہے کہ آپ کی ضروریات کیا ہیں اب اگر آپ فطرت سے ہٹ جاتے ہیں اپنارخ کسی اور کی طرف کر لیتے ہیں فطرت سے اپنارخ موڑ لیتے ہیں تو اس کا نتیجہ پہلے سے ہی طے شدہ ہے کہ آپ کے جسم میں توازن قائم نہیں رہے گا آپ کے جسم میں توازن بگڑ جائے گا جسے آپ بیماری کا نام دیتے ہیں۔ اب اگر آپ بیمار ہوتے ہیں تو جان لیں کہ اس بیماری کے ذمہ دار آپ خود ہیں اور اگر آپ واقعتاً چاہتے ہیں کہ آپ واپس ٹھیک ہو جائیں آپ کی بیماری ختم ہو جائے خواہ کیسی ہی بیماری کیوں نہ ہو تو پھر جان لیں کہ اس جسم کو اس کے خالق اللہ کے علاوہ کوئی بھی ٹھیک نہیں کر سکتا کیونکہ جب اللہ یعنی فطرت نے اسے خلق کیا ہے تو پھر خراب ہونے کی صورت میں صرف اور صرف اللہ ہی ہے جو اس میں کی گئی خرابی کو دور کر کے اسے واپس ٹھیک کر دے۔ اب اگر آپ بیمار ہو جاتے ہیں تو آپ پر لازم ہے کہ سب سے پہلے آپ اس بات کو تسلیم کریں کہ یہ آپ کی اپنی غلطیوں کی وجہ سے ہوا ہے اس بیماری کے ذمہ دار آپ خود ہیں اور اس کے خالق اللہ کے علاوہ کوئی بھی اسے ٹھیک نہیں کر سکتا جس کے لیے آپ کو اپنے جسم کو اللہ یعنی فطرت کے حوالے کرنا ہو گا۔ آپ کو دنیا کی کوئی بھی بیماری لاحق ہے اور خواہ وہ لتنی ہی سُگین کیوں نہ ہو چکی ہو آپ ایسا کریں کہ دنیا میں کسی ایسے خطے کا انتخاب کریں جہاں کسی بھی قسم کی انسانی مداخلت نہ ہوں جہاں انسانوں کی پھیلائی ہوئی فضائی

آلوڈی نہ ہو یعنی آج جو انسان اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے سب طرح طرح کی زہریلی لگیں فضائیں خارج کر رہا ہے وہاں یہ لگیں نہ ہوں، کوئی انسانی مداخلت یعنی مصنوعی اشیاء نہ ہو یہاں تک کہ وہاں انٹرنیٹ اور موبائل وغیرہ کے سکنزوں غیرہ بھی نہ ہو مطلب یہ کہ مکمل طور پر فطرتی علاقہ ہو یا پھر جتنا فطرت سے قریب تر ہو سکتا ہے جہاں پہاڑوں سے برف پکھل کر آنے والے پانی کے چشمے ہوں مکمل طور پر رزق فطرتی ہو جو کہ بچلوں اور میوہوں پر مشتمل ہو تو دنیا کی کوئی بھی بیماری ایسی نہیں جو کچھ ہی عرصے میں ختم نہ ہو جائے جڑ سے ختم نہ ہو جائے یہاں تک کہ جسے کینسر کا نام دیتے ہیں کہ کینسر لا علاج ہے اس کا بھی نام و نشان تک مت جائے گا۔

اب اگر آپ خود کو اللہ کے آگے مکمل طور پر جھکانے کی بجائے مزید شرک ہی کرتے ہیں اللہ کے شریکوں سے ہی رجوع کرتے ہیں تو پھر دنیا کی کوئی بھی طاقت آپ کی نصرت نہیں کر سکتی۔ یہ انسانی ایجادات بظاہر بہت مزین ہیں یہ مسیح انصاری آتی ہیں لیکن ان کی حقیقت نہیں جو ان کا ظاہر ہے حقیقت میں یہ بہت بڑا دھوکہ ہے یہ فتنہ الدجال ہے۔

جہاں آج انسان کو اپنے ہی ہاتھوں سے کیے ہوئے مفسد اعمال کے رد اعمال میں طرح طرح کی ہلاکتوں کا سامنا ہے تو وہیں ان میں سے ایک بڑا اور اہم مسئلہ حاملہ عورتوں کا ہے اول تو دنیا میں ایک بہت بڑی تعداد ایسی ہے جن کے ہاں اولاد نہیں ہو رہی اور دوم جو عورتیں حاملہ ہو جاتیں ہیں تو ان میں بہت سی تعداد ایسی ہے کہ ان کا حمل ضائع ہو جاتا ہے اور ان کے علاوہ بہت سی ایسی بھی ہیں جن کے ہاں وقت سے پہلے بچے کی پیدائش ہو رہی ہے جس کی وجہ سے بہت سی عورتیں موت کا شکار ہو رہی ہیں۔ جن کے ہاں بچہ پیدا ہوتا ہے تو ان میں کثیر تعداد ان عورتوں کی ہے جن کا آپ پیش کر دیا جاتا ہے یعنی پیش کو کاٹ کر بچے کو باہر نکالا جاتا ہے اور پھر جو بچے آج پیدا ہو رہے ہیں وہ پیدائشی طور پر مختلف بیماریوں کا شکار ہوتے ہیں ان میں خامیاں موجود ہوتی ہیں یا پھر اگر بظاہر وہ صحت منزد نظر بھی آئیں تو آئے روز ان کو ڈاکٹروں کے پاس لے جایا جاتا ہے اور پھر ان میں سے بہت سے بچے موت کا شکار ہو رہے ہیں۔ اب اس قدر گمین مسائل اور ہلاکتوں کے باوجود کوئی ایک بھی ایسا نہیں جو اس میں غور کرے کہ آخر ان ہلاکتوں یا مسائل کی وجہات کیا ہیں ان کی اصل بنیادی وجہ کیا ہے بلکہ ہر کوئی فتنہ الدجال کا شکار ہے الدجال کو ہی اپنارب بنائے ہوئے ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ان مسائل کی اصل اور بنیادی وجہ کیا ہے اور وہ کیا وجہ ہے کہ جس وجہ سے یہ مسائل کم ہونے کی بجائے بڑھتے ہی جا رہے ہیں؟ تو سب سے پہلے اس بات کو آپ پر کھول کھول کرو واضح کرتے ہیں کہ بے اولادی کی وجہ کیا ہے۔ وہ کیا وجہ ہے جس وجہ سے آج ایک بڑی تعداد میں عورتوں اور مردوں میں بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت ختم ہو چکی ہے ان کے ہاں اولاد نہیں ہو رہی۔

آپ پر کھول کھول کرو واضح کیا جا چکا کہ آپ کیمسٹری کا ایک انتہائی پیچیدہ ترین اور حساس ترین فارمولہ ہیں آپ کو جن عناصر سے خلق کیا گیا اور آپ کو قائم رہنے کے لیے جن عناصر کی ضرورت ہے اگر وہ متوازن نہیں رہتے تو پھر ظاہر ہے ان غیر متوازن عناصر سے وجود میں آنے والا جسم بھی غیر متوازن ہی ہو گا۔ جسم کو جن عناصر کی ضرورت ہے اگر وہ عناصر جسم کو بروقت اور جتنی ان کی مقدار درکار ہے اتنی ہی مقدار میں درکار معیار کے مطابق فراہم نہیں کیے جاتے تو جسم کا توازن بگڑ جائے گا جسم میں طرح طرح کی خامیاں و خرابیاں پیدا ہو جائیں گی جنہیں آپ بیماریوں کا نام دیتے ہیں جن میں سے ایک اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت کا ناپید ہو جانا ہے۔

آپ کا خالق اللہ یعنی فطرت ہے جب آپ کا خالق اللہ یعنی فطرت ہے تو پھر ظاہر ہے صرف اور صرف فطرت کو ہی علم ہے کہ آپ کو کن عناصر سے خلق کیا گیا اور آپ کی کیا ضروریات ہیں ان کی مقدار اور معیار کیا ہے اور پھر جسم کو کب کب کیا کیا چاہیے یہ سب کا سب علم اللہ یعنی فطرت کو ہی ہے جو کہ آپ کا خالق ہے

اب جب تک آپ فطرت پر قائم رہیں گے تو آپ میں کسی بھی قسم کی کوئی خانی یا خرابی پیدا نہیں ہو گی یعنی آپ کسی بھی بیماری کا شکار نہیں ہوں گے لیکن اگر آپ فطرت سے ہٹ جاتے ہیں تو پھر ظاہر ہے آپ کے جسم میں بھی بگاڑ پیدا ہو جائے گا کیونکہ فطرت کے علاوہ کسی کو بھی نہیں علم کہ آپ کی ضروریات کیا ہیں۔ اب جب آپ فطرت سے ہٹ جائیں گے غیر فطرتی اشیاء کو اپنا رزق بنائیں گے تو پھر ظاہر ہے ان غیر متوازن عناصر سے آپ کے جسم میں بگاڑ پیدا ہو جائے گا اب آپ کو نہیں علم کہ جسم میں کہاں اور کون سا بگاڑ پیدا ہو گا کیونکہ آپ کو نہیں علم کہ آپ کا جسم سو فیصد کن کن عناصر سے خلق کیا گیا جو اس کی ضرورت ہیں۔ یوں جو جو عناصر جسم کو نہیں ملیں گے یا ان میں کمی یا زیادتی ہو گی یا پھر ان کے معیار اور مقدار میں فرق آئے گا تو اس حساب سے جسم میں خرابیاں ہوں گی جسم کا وہ حصہ متاثر ہو گا۔ جن عناصر سے بچ پیدا کرنے کی صلاحیت خلق ہوتی ہے اگر وہ عناصر جسم کو مہینہ ہوں گے تو پھر ظاہر ہے ایسا جسم بچ پیدا کرنے کی صلاحیت سے محروم ہو جائے گا یا پھر اس میں بچ پیدا کرنے کی صلاحیت متوازن نہیں رہے گی اس میں بگاڑ ہو جائے گا جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ یا تو اڑ کیاں ہی اڑ کیاں پیدا ہوں گی یا پھر اس کے یا پھر ایسے بچ پیدا ہوں گے جو نہ ہی عورت اور نہ ہی مرد ہوں گے جس میں ان کا کوئی قصور نہیں ہو گا اصل قصور وار اور اس کے ذمہ دار اسے جنم دینے والے اور رزق کو بدلنے والے ہوں گے یعنی جو لوگ بھی فساد کر رہے ہیں جو فطرت کو بدلتا ہے ہیں وہ لوگ اس کے ذمہ دار ہوں گے۔

اب اگر کسی کے ہاں بچ پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں یا پھر متوازن بگڑپا ہے اور اگر وہ یعنی اس کی اصلاح ہو جائے وہ یا اس کی بیوی بچ پیدا کرنے کے قابل ہو جائے تو اسے چاہیے کہ سب سے پہلے وہ اس بات کو جانے کہ آخر کیا وجہ ہے جس وجہ سے اس میں بچ پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں ہے جب وہ اسے جان لے گا تو اس پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جائے گی کہ اس کا خالق اللہ یعنی فطرت ہے اور فطرت ہی ہے جو اس کی اصلاح کر سکتی ہے یعنی اس میں اس کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے گئے بگاڑ کو دور کر کے اسے ٹھیک کر سکتی ہے جس کے لیے اسے اللہ یعنی فطرت سے رجوع کرنا ہو گا یعنی ہر طرف سے کٹ کر فطرت پر قائم ہونا ہو گا صلی کرنی ہو گی یعنی ہر شے کو اس کے اصل مقام پر رکھنا ہو گا وہ مقام جو اللہ یعنی فطرت نے طے کر دیا جب وہ صلی کرے گا یعنی ہر شے کو اس کے اصل مقام پر رکھے گا تو اس کی اصلاح ہو جائے گی بچ پیدا کرنے کی صلاحیت تو کیا کسی بھی قسم کی بیماری ہو گی تو وہ دور ہو جائے گی لیکن اگر وہ بغیر سوچے سمجھے کسی انسان سے رجوع کرتا ہے کہ وہ اس کا علاج کر دے گا اسے ٹھیک کر دے گا تو پھر جان لیں جس کی وجہ سے آپ بیمار ہوئے آپ میں خرابی ہوئی کیا وہ آپ کو ٹھیک کر سکتا ہے؟ آپ اسے ڈاکٹر کا نام دیں یا جو کچھ بھی نام دیں وہ آپ کو ٹھیک کرنا تو دور کی بات الٹا مزید خراب کر دے گا کیونکہ اللہ کے علاوہ کوئی بھی ایسا نہیں جو بشر کی خلق کے بارے مکمل علم رکھتا ہے اس لیے اللہ کے علاوہ کوئی بھی اس کی اصلاح نہیں کر سکتا۔ اگر آپ موجودہ نظام سے متاثر ہیں ان ڈاکٹروں، ہسپتاں اور ادویات سے متاثر ہیں تو جان لیں ان کے بارے میں جو کہا جاتا ہے جو دکھایا جاتا ہے وہ اصل حقیقت نہیں ہے بلکہ اصل حقیقت چھپی ہوئی ہے جس کا اکثریت کو علم ہی نہیں اور جن کو علم ہے وہ جان بوجھ کر چھپا دیتے ہیں الٹا سامنے لانے والوں کے دشمن بن جاتے ہیں ان پر زیمن ٹنگ کر دیتے ہیں اس لیے اگر آپ ان ہسپتاں، ڈاکٹروں اور ادویات کا ظاہری پہلو دیکھ کر علاج کے نام پر ان کی طرف رجوع کرتے ہیں تو آپ کو الٹا مزید شدید ترین خسارے کا سامنا کرنا پڑے گا اور پھر جب تک آپ پر حقیقت مکشف ہو گی تب تک بہت دری ہو چکی ہو گی اس لیے اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ واقع نہ شفایا ب ہو جائیں تو پھر اس کی طرف رخ کریں جو آپ کا خالق ہے یعنی فطرت۔

اب آئیں اس طرف کہ جو حاملہ عورتوں کا حمل ضائع ہو جاتا ہے اس کی وجہات کیا ہیں؟ تو اس کا جواب بھی دیسے تو بالکل واضح ہے یعنی کہ اس کی وجہ آپ کا رزق ہے اس کے باوجود آپ پر مزید کھول کر واضح کرتے ہیں۔ حمل ضائع ہونے کی سب سے بڑی اور بنیادی وجہ جسم میں تیز ابیت کی مقدار کا بڑھ جانا ہے جب جسم میں تیز ابیت کی مقدار بڑھ جاتی ہے جو تیز ابیت جسم کو نقصان پہنچانا شروع کر دیتی ہے جس میں نازک اعضاء اور حصوں کو لوٹے ہے کے زنگ کی طرح کھانا شروع کر دیتی ہے۔ آج کے دور میں مختلف مشروبات کی صورت میں جسم میں تیزاب ڈالے جاتے ہیں جو حاملہ عورتوں کے لیے انہائی نقصان دہ ہیں مثال کے طور پر کوکا کولا، پیپسی سمیت جتنے بھی مشروبات ہیں جب ان کا استعمال کیا جائے گا تو یہ تمام کے تمام مشروبات تیز ابیت سے بھر پور ہوتے ہیں جب ان کی صورت میں تیزاب جسم میں داخل ہوتا ہے تو ایک تو ان سے گردوں میں پھری بنتی ہے اور دوسرا اگر عورت حاملہ ہیں تو جہاں جہاں رحم جس میں بچہ بنتا ہے ماں

کے وجود کے ساتھ جڑا ہوتا ہے وہ مقامات یا تو خراب ہو جاتے ہیں اور بچے کی نشونما کے لیے جو عناصر سے درکار ہوتے ہیں وہ منتقل ہونا بند ہو جاتے ہیں جس سے پیدا ہونے والا بچہ مغلوق ہوتا ہے عیب زدہ ہوتا ہے اس کے کچھ حصے نشونما پاتے ہیں اور کچھ نہیں یا پھر یہ تیزاب رحم مادر کو ماں کے وجود سے کاٹ کر الگ کر دیتے ہیں جس سے حمل ضائع ہو جاتا ہے۔ یوں یہ بات جان لیں کہ حاملہ عورتوں کے بچے ضائع ہونے کی سب سے بڑی وجہ تیزابیت سے بھرے مشروبات ہیں وہ تمام کے تمام مشروبات جو غیر فطرتی ہیں انسانوں کے بنائے ہوئے۔ اب اگر آپ اللہ یعنی فطرت سے اپنارخ پھر لیتے ہیں اپنے عمل سے دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ غنی ہیں یعنی آپ کو اس حوالے سے اللہ کی کوئی حاجت نہیں آپ اللہ کے محتاج نہیں ہیں آپ خود نفیل ہیں تو پھر ظاہر ہے اس کے بھی انک محتاج کا تو آپ کو سامنا کرنا ہی پڑے گا یوں کوئی بھی بیماری ہو یا نقصان ہواں کے ذمہ دار آپ خود ہیں۔ جب آپ کو علم ہی نہیں کہ آپ کو کن کن عناصر سے اور کیسے خلق کیا گیا اور کون کون سے عناصر آپ کی ضرورت ہیں ان کی مقدار اور معیار کیا ہے ان کی ترتیب کیا ہے تو پھر آپ کو ہر صورت ہلاکت کا ہی سامنا کرنا پڑے گا نقصان کا ہی سامنا کرنا پڑے گا۔

اب آئیں اس طرف کہ ایک تو بڑی تعداد میں آپریشن سے بچوں کا جنم ہو رہا ہے یعنی پیٹ کو کاٹ کر نکالا جاتا ہے اور دوسرا وقت سے پہلے بچوں کی پیدائش جس کے لیے زیادہ تر آپریشن کیا جاتا ہے اور اس دوران زیادہ تر عورتوں کی موت واقع ہو جاتی ہے تو اس کی وجوہات کیا ہیں۔

پہلے بات کرتے ہیں وقت سے پہلے بچوں کی پیدائش کے حوالے سے جس کے لیے زیادہ تر آپریشن کیا جاتا ہے اور آپریشن کے دوران یا بعد عورت کی موت واقع ہو جاتی ہے تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر آپ اللہ کو اپنارب بناتے ہیں یعنی فطرت پر قائم رہتے ہیں ہر لحاظ سے فطرت پر ہی انحصار کرتے ہیں تو پھر ایسا ممکن ہی نہیں کہ وقت سے ایک دن بھی پہلے بچے کی پیدائش ہواں لیے وقت سے پہلے بچے کی پیدائش کی وجہ ہے اللہ کو اپنارب نہ بنا نال اللہ کے رب ہونے کا عمل کفر کرنا یعنی فطرت پر انحصار کرنے کی بجائے فطرت سے اپنی ضروریات حاصل کرنے کی بجائے غیر فطرتی، انسان کی خلق کر دیا فطرت میں مداخلت کر کے حاصل شدہ رزق کو استعمال کرنا۔ جب آپ غیر فطرتی رزق کا استعمال کریں گے یعنی غیر اللہ کو اپنارزق بنائیں گے تو پھر ظاہر ہے آپ کا خالق غیر اللہ تو نہیں ہے کہ اسے یہ علم ہو کہ آپ کو کیسے خلق کیا اور آپ کی ضروریات کیا ہیں جس وجہ سے آپ کو ہر صورت خسارے کا ہی سامنا کرنا پڑے گا نقصان کا ہی سامنا کرنا پڑے گا اور آج کے دور میں اس کی سب سے بڑی اور بندی وجہ ہے چکن کا استعمال یعنی غیر فطرتی مرغی کے چوزوں کا بطور رزق استعمال۔ جن کی نہ صرف بندی غیر فطرتی ہے کہ مصنوعی طریقے سے مرغیوں کو اندٹے دینے پر مجبور کیا جاتا ہے بلکہ ان اندٹوں سے مصنوعی طریقوں سے چوزے نکال کر انہیں غیر فطرتی خوارک کھلا کر کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ بڑا کیا جاتا ہے اور پھر ظاہر ہے جب آپ اس خبیث کو اپنارزق بنائیں گے تو آپ بھی وہی نہیں گے یوں آج وقت سے پہلے بچوں کی پیدائش اور اس کے علاوہ وقت سے پہلے بچوں کا بلوغت کو پہنچا اس میں چکن کا بندی کردار ہے اور اس کے علاوہ وہ تمام کا تمام رزق جو کھادوں، مختلف زہر یا عناصر اور غیر فطرتی یہجوں سے اگایا جا رہا ہے یا پھر جانوروں سے زیادہ دودھ کے لائق میں جوانہیں گروچہ ہار موزڈیے جا رہے ہیں یہ سب بندی اور بڑی وجوہات ہیں۔ اب اگر آپ اس ہلاکت سے پہنچا چاہتے ہیں تو اس کا ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ کی طرف پلٹیں یعنی واپس فطرت کی طرف آجائیں فطرت یعنی اللہ جو کہ آپ کارب ہے اس پر قائم ہو جائیں۔

اور جو وقت سے پہلے بچے کی پیدائش سے زیادہ تر عورتوں کی موت ہو جاتی ہے یعنی اگر وقت سے پہلے بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں جن میں ایک صورت میں عورت کی موت کے بہت زیادہ امکانات ہوتے ہیں اور وہ ہے آپریشن کے ذریعے وقت سے قبل بچے کی پیدائش اور اس کی وجہ کیا ہے اب اسے آپ پر کھول کرو واضح کرتے ہیں۔

اسے ایک مثال سے آپ پر واضح کرتے ہیں مثال کے طور پر آپ دیکھتے ہیں کہ کوئی بھی پھل دار درخت ہوا گر آپ کیا پھل تو ٹریں تو جہاں سے پھل ٹھنی کیسا تھ جڑا ہوتا ہے وہاں سے درخت کا رس نکلنے شروع ہو جاتا ہے اور اگر پھل پک کر تیار ہو جائے اور خود بخود اتر جائے تو وہاں سے کسی بھی قدم کا کوئی رس نہیں نکلتا بلکہ ٹھنی کا سر ابا لکل ایسے ہو چکا ہوتا ہے جیسے کہ وہ آگے سے بند ہے۔ بالکل ایسے ہی ماں کے پیٹ میں رحم جس میں بچہ بنتا ہے وہ ماں کے جسم کیسا تھ جڑا ہوا ہوتا ہے اگر بچہ نو ماہ سے پہلے نکالا جائے تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جہاں رحم ماں کے جسم سے جڑا ہوتا ہے وہ جگہیں بالکل نگئی ہو جاتی ہیں یعنی وہ نرم بن جاتے ہیں ان

پائپ لائنوں کے سرکھلے ہوئے رہ جاتے ہیں جن سے خون کا اخراج ہونا شروع ہو جاتا ہے یوں اندر ہی اندر خون کا اخراج ہوتا ہے جب حد سے زیادہ خون کا اخراج ہو جاتا ہے تو عورت کی موت واقع ہو جاتی ہے اور اگر اس کے بالکل برعکس بچہ نو ماہ مکمل کر کے باہر آتا ہے تو وہ جگہیں پکے ہوئے پھل کی ٹہنی کی مانند مندل ہو چکی ہوتی ہیں لیکن وہ اپنا کام مکمل کر کے بند ہو چکی ہوتی ہیں جس سے بالکل ایسے ہی بچہ اور حم الگ ہوتا ہے جیسے کہ پکا ہوا پھل ٹہنی سے الگ ہوتا ہے۔ انڈیا اور پاکستان سمیت بہت سے ممالک ایسے ہیں جہاں ایک تو پیسے کے لائچ میں جان بوجھ کر آپریشن کیا جاتا ہے اور دوسرا جن کو ڈاکٹر کہا جاتا ہے انہیں کسی بات کا علم نہیں وہ لوگ صرف اور صرف جان بوجھ کر پیسے کے لائچ میں پیٹ کو کاٹ کر بچہ اور تھیلی نکال کر واپس پیٹ کوی دیتے ہیں اب اگر وقت سے پہلے آپریشن کے ذریعے بچہ نکلا جاتا ہے تو ڈاکٹروں کے نام پر ان فریب کاروں کا کام ہے مال و دولت کے لائچ میں پیٹ کو کاٹنا بچہ اور جس تھیلی میں لیکن حرم میں بچہ تھا اسے کھینچ کر نکال دینا اور پیٹ کو واپس سی دینا اب انہیں نہیں علم کہ انہوں نے جو حم نکلا ہے یعنی جو تھیلی نکالی ہے جس میں بچہ تھا وہ ماں کے جسم کے ساتھ جڑی ہوئی تھی ان کے کھینچنے سے وہ جسم سے ٹوٹ کر الگ ہوئی ہے اور جہاں سے ٹوٹ کر الگ ہوئی ہے وہاں زخم بن چکے ہیں اگر ان زخموں کو نظر انداز کیا گیا تو پیٹ میں اندر ہی وہاں سے خون بہتراء گا اور عورت کی موت واقع ہو جائے گی یوں یہ مکار لالجی اور کمینے مغض تھوڑے سے دنیاوی مال و متاع کے لیے آپ کی جانوں سے کھیل رہے ہیں اور آپ سمجھتے ہیں کہ زچکی کے دوران موت واقع ہو گئی اس کا ذمہ دار اللہ ہے اور لاش اٹھا کر اللہ پر بہتان عظیم باندھتے ہوئے ڈاکٹر نامی اصل مجرم کو مزید جرام کرنے کے لیے آزاد چھوڑتے ہوئے مزید اپنی بہن بیٹی کو ان کے ہاتھوں مروانے اور ان کے بچوں کو قیمت کروانے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔

اس کے علاوہ ایک اور کام کیا جاتا ہے جس سے ماں کیسا تھ ساتھ بچوں کی اموات زیادہ ہوتی ہیں اور اس کی وجہ ہے کہ جب عورت کو زچکی کے لیے ہسپتال لیکر جایا جاتا ہے تو ڈاکٹر مصنوعی طریقے سے درد لانے کے لیے انجیکشن یا ادویات دیتے ہیں تاکہ درد شروع ہو اور بچے کی پیدائش ہو جائے۔ یہ کس قدر نقصان دہ اور بتاہ کن ہے اس کا آپ کو علم ہی نہیں۔ سب سے پہلے اس بات کو جان لیں کہ انجیکشن یا ادویات سے مصنوعی درد کیے خلق ہوتی ہے جس کے لیے زچکی کی درد کیا ہے اسے سمجھنا پڑے گا۔

ماں کے پیٹ میں رحم میں بچہ بنتا ہے اور حم ماں کے جسم کے ساتھ مسلک ہوتا ہے جہاں سے رحم ماں کے جسم کیسا تھ مسلک ہوتا ہے وہیں سے ماں کا جسم وہ عناصر حم کو منتقل کرتا ہے جن عناصر سے بچہ بنتا ہے اسے آپ درخت پر وجود میں آنے والے پھل کی مثال سے با آسانی سمجھ سکتے ہیں۔ آپ دیکھتے ہیں کہ بچہ درخت کی شاخ کیسا تھ مسلک ہوتا ہے بالکل ایسے ہی رحم ماں کے جسم کیسا تھ مسلک ہوتا ہے اور جیسے درخت سے اس شاخ کے ذریعے عناصر پھل میں آتے ہیں اور اس کی نشوونما ہوتی ہے بالکل ایسے ہی ماں کا جسم وہیں سے وہ عناصر حم میں منتقل کرتا ہے جن سے رحم میں بچہ بنتا اور پروان چڑھتا ہے اور پھر جب بچہ پک کر تیار ہو جاتا ہے تو جہاں سے پھل ٹہنی کیسا تھ مسلک ہوتا ہے وہاں ٹہنی کی شریانیں مندل ہو جاتی ہیں یعنی درخت پھل کو عناصر فراہم کرنا بند کر دیتا ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ درخت کہہ رہا ہوتا ہے کہ یہ پھل اب میرے وجود کا حصہ نہیں اب یا الگ سے وجود ہے یوں درخت اپنے عمل سے پھل کو خود سے الگ کرتا ہے اور ٹہنی کی شریانیں بند ہو جاتی ہیں یوں کچھ دیر بعد پھل شاخ سے الگ ہو جاتا ہے بالکل ایسے ہی جب تک ماں کا جسم رحم کو عناصر فراہم کرتا رہتا ہے تو ماں اور اس کے رحم میں موجود بچہ ایک ہی وجود ہوتے ہیں بچے کا الگ سے کوئی وجود نہیں ہوتا لیکن جب بچہ مکمل ہو جاتا ہے تو جسم رحم کو ان عناصر کی فراہمی بند کر دیتا ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اب ماں کا جسم بچے کی بطور ایک دوسرا وجود شناخت کر چکا ہے اسے علم ہو چکا ہے کہ اس میں موجود بچہ ایک الگ دوسرا وجود ہے اور وہ اسے خود سے الگ کرنے کی کوشش شروع کر دیتا ہے جسے آپ زچکی کے درد کا نام دیتے ہیں۔

زچکی کے درد کی حقیقت یہ ہے کہ جب ماں کے جسم کا رحم کیسا تھ تعلق تو ڈر دیا جائے تو ماں کا جسم بچے کو دوسرا وجود قرار دیتے ہوئے خود سے الگ کرنے کی کوشش شروع کر دیتا ہے جس سے لاحق ہونے والی تکلیف کو زچکی کا درد کہا جاتا ہے اب یا اگر خود سے ہوتا یہ بالکل ایسے ہی ہو گا جیسے کہ جب بچہ پک کر تیار ہو جاتا ہے تو جہاں سے پھل شاخ کیسا تھ جڑا ہوتا ہے وہاں سے شاخ کی شریانیں بند ہو کر مندل ہو چکی ہوتی ہیں اس کا کوئی نقصان نہیں ہوتا۔

اب مصنوعی طریقے سے درد لانا کیا ہے آپ کو انتہائی آسانی کیسا تھ سمجھ آجائے گی۔ ماں کو انجیکشن دیا جاتا ہے یادوائی کھلائی جاتی ہے جو کہ نشیات ہوتی ہیں

اس دوائی کے نام پر زہر کا کام یہ ہوتا ہے کہ جہاں سے رحم مار کے جسم کے ساتھ منسلک ہوتا ہے وہاں کی شریانیوں میں سوزش پیدا کر کے انہیں بند کر دے تاکہ مار کے جسم سے رحم میں منتقل ہونے والے عناصر کی منتقلی کا سلسلہ بند ہو جائے یوں جب ان شریانوں میں سوزش پیدا ہوتی ہے تو اس وجہ سے مار کا جسم رحم میں وہ عناصر منتقل نہیں کر پاتا جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مار کا جسم کچھ دیر حرم کو عناصر منتقل کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن بالآخر مسلسل ناکامی کے سبب منتقل کرنا بند کر دیتا ہے جس سے مار کے جسم کو اور اس کو جو جاتا ہے کہ اس میں موجود رحم میں بچہ الگ وجود ہے اور وہ اسے الگ وجود تسلیم کر کے خود سے الگ کرنے کی کوشش شروع کر دیتا ہے جسے آپ زچگی کے درد کا نام دیتے ہیں۔

اب آئیں اس کے انتہائی تباہ کن نقصان کی طرف۔ یہ دوائی جو کہ زہر ہوتا ہے یہ جب مار کے جسم میں ڈالا جاتا ہے تو یہ صرف اس مخصوص حصے میں نہیں جاتا بلکہ ایک تو مار کے پورے جسم میں جاتا ہے اور اپنے اثرات دکھاتا ہے اور دوسرا وہ رحم اور رحم میں موجود پانی کے ذریعے بچے کے جسم میں بھی داخل ہو جاتا ہے اب بچہ جو کہ انتہائی نازک ہوتا ہے اس کے جسم میں جوانا زکر تین اعضاء ہیں انہیں متاثر کرتا ہے بالخصوص بچے کی سانس کی نالی اور پھیپھڑوں میں سوزش پیدا کرتا ہے جس وجہ سے پیدائش کے بعد بچے کو سانس لینے پر دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے یہاں تک کہ زیادہ تر بچوں کی اموات واقع ہو جاتی ہے اور ڈاکٹر کے نام پر آپ کے دشمن اپنی چرب زبانی اور مکاری کا استعمال کرتے ہوئے آپ کوئی طرح کی کہانیاں سناؤ کر لیتے ہیں اور آپ اس بچے کی موت کا اللہ کو ذمہ دار ہھراتے ہوئے خود کو اور جو بھی بچے کی موت کا سبب بننے بری الزمرة قرار دیتے ہیں۔

ذرaxon غور کریں کہ اگر اس میں اللہ کی رضا ہوتی تو وہ بچے کو وجود میں ہی کیوں لا یا؟ یعنی اگر اس نے اسے پیدائش کے فوراً بعد یا چھوٹی عمر میں ہی موت دیتی تھی تو اسے وجود میں ہی کیوں لا یا؟ ایک طرف آپ زبان سے کہتے ہیں کہ اللہ کے لیے ہے ہی الحمد اور دوسری طرف آپ اپنے عمل سے اللہ پر بہتان عظیم باندھتے ہیں۔

اب آئیں اس طرف کہ جو بچہ پیدا ہوتے ہیں تو ان کو آئے روز ڈاکٹروں کے پاس کیوں لیکر جانا پڑتا ہے یعنی آئے روز بچے کو کسی نکسی تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا جس وجہ سے ڈاکٹروں کے پاس لیکر دوڑے چلے جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بڑی تعداد میں بچے موت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس کے لیے سب سے پہلے تو آپ کو اس بات کا علم ہونا چاہیے کہ آپ کا رب کون ہے؟ یعنی وہ کون سی ذات ہے جو آپ کو وجود میں لائی اور نہ صرف وجود میں لائی آپ کو خلق کیا بلکہ جب اس نے خلق کیا تو پھر صرف اور صرف اسے ہی علم ہے کہ آپ کی ضروریات کیا ہیں اور اگر آپ کوئی بھی کوتا ہی کرتے ہیں تو نہ صرف اس کو تاہی کی وجہ سے آپ کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے عمل کی وجہ سے آپ کے جسم میں توازن بگڑے گایا یہے غیر متوازن جسم سے غیر متوازن بچہ ہی جنم لے گا بلکہ اس کا علاج کیا ہے اس کی اصلاح کیسے کی جائے گی اس کا علم بھی صرف اور صرف آپ کے رب کو ہی ہے۔

اب اگر آپ کے ہاں بچہ پیدا ہوتا ہے تو جان لیں کہ بچے کی پیدائش پر کیا کرنا لازم ہے اور اگر آپ ویسا نہیں کرتے یا اس کے بالکل برعکس کرتے ہیں تو پھر آپ کو نقصان کا ہی سامنا کرنا پڑے گا بچے کو بیماریوں اور یہاں تک کہ موت کا بھی سامنا کرنا پڑ سکتا ہے جس کے ذمہ دار آپ ہوں گے جن کا بچہ جتنا تھا۔ جب بھی بچے کی پیدائش ہوتی ہے تو جان لیں بچہ ماں کے پیٹ میں خلق یعنی مینو فیکچر ہوا ہے تو جب بھی کوئی شے خلق کی جاتی ہے یعنی مینو فیکچر کی جاتی ہے تو آپ جانتے ہیں اس میں اس کی خلق کے دوران کچھ فضلہ رہ جاتا ہے، مثال کے طور پر آپ ایک مشین کی ہی مثال لے لیں کہ جب کوئی بھی مشین نئی نئی ہے تو اس میں چھوٹے چھوٹے ذرات جو کہ فضلہ ہوتا ہے کی صورت میں موجود ہوتے ہیں جن سے مشین کو پاک کرنے کے لیے پہلے مشین کو وو یسے ہی کچھ دیر چلا جاتا ہے تا کہ مشین میں موجود سارا فضلہ جل جائے اور مشین کے تمام حصے تمام پر زے بحال ہو جائیں بالکل ایسے ہی جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کی چونکہ ابھی خلق ہوئی ہے وہ بالکل نیا ہے تو اس کے جسم میں ایسا فضلہ موجود ہوتا ہے مثال کے طور پر جب تک بچہ ماں کے پیٹ میں رحم میں ہوتا ہے تو رحم میں مختلف عناصر والا پانی موجود ہوتا ہے وہ پانی بچے کے انگ میں موجود ہوتا ہے اب اگر بچے کی پیدائش کے فوری بعد سب سے پہلے بچے کے جسم کو ان عناصر سے پاک نہیں کیا جاتا بچے کے جسم کی کمک طور پر صفائی نہیں کی جاتی تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ عناصر جسم میں نقصان پہنچاتے ہیں جس سے آئے روز بھی بچے کا پیٹ خراب ہو جاتا ہے، کبھی موشن الگ جاتے ہیں، کبھی پیٹ میں درد، کبھی بخار اور ایسے ہی بچے کو تکالیف کا سامنا رہتا ہے جس سے پریشان ہو کر آپ ڈاکٹروں کی طرف رجوع کرتے

ہیں اور انسان جس کو اس بارے میں بالکل نہیں علم وہ ایک نومولود کو بڑے شخص کی طرح ٹریٹ کرتا ہے وہ آپ کو بچے کو کھلانے کے لیے ادویات لکھ دیتا ہے۔ اب بچہ جو کہ پہلے ہی جسم سے غیر ضروری عناصر کا اخراج نہ ہونے کی وجہ سے تکالیف میں ہے آپ اللادوائی کے نام پر بچے کے جسم میں زہر میں عناصر ڈال دیتے ہیں جو کہ بچے کے جسم کو اندر سے انتہائی تباہ کن سطح پر نقصان پہنچاتے ہیں جس کا آپ تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ایک تو پہلے ہی آپ کی غلطی اور لاپرواہی کی وجہ سے بچے کے جسم کو ان تکالیف کا سامنا ہے اور پر سے آپ اس کیستھ مزید ظلم عظیم کرتے ہیں ادویات کے نام پر زہر سے بچے کے جسم کو مزید اندر سے مغلون کر دیتے ہیں یوں بچے کے جسم میں مزید بگاڑ ہوتا چلا جاتا ہے اور آپ ڈاکٹروں کے پاس بھاگے چلے جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بہت سے بچوں کی موت واقع ہو جاتی ہے اور جو بچے جاتے ہیں وہ طرح طرح کی بیماریوں کا گڑھ بن جاتے ہیں۔

اس لیے جان لیں کہ جیسے ہی بچہ پیدا ہوتا ہے تو سب سے پہلے لازم ہے کہ بچے کے جسم سے تمام فاسد مادوں و عناصر کا اخراج کیا جائے جس کے لیے اس کے جسم کو ایسے عناصر کی ضرورت ہے جو اس کے جسم کو ان فاسد مادوں و عناصر سے پاک کر سکیں اور دوسرا بچے کو رونے کی بھی ضرورت ہوتی ہے بچے کا پیدائش کے بعد پہلے دو سے تین دن تک بھوک سے رونا بھی لازم ہے اس رونے سے بچے کے جسم کا انگ انگ بحال ہوتا ہے اور اس میں غیر ضروری اور نقصان دہ عناصر سے پاک ہوتا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سے عناصر ہیں یعنی وہ کون سی دوائی ہے جس سے بچے کے جسم کو پیدائش کے فوری بعد پاک کیا جانا لازم ہے تو اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ جو اس کا خالق ہے اسے علم ہے کہ وہ کون سے عناصر ہیں اور اسے کب اور کیسے فراہم کرنے ہیں جس کے لیے اس نے انتظام کر دیا۔

جب بچے کی پیدائش ہوتی ہے تو پہلے دو سے تین دن یا اس سے کم یا زیادہ ماں کے دودھ کی بجائے بچہ چند پانی کے قطرے نما مادہ آتا ہے جس سے بچے کا پیپٹ نہیں بھرتا تو بچہ روتا ہے اور یہ سلسلہ تب تک چلتا ہے جب تک کہ ماں کا دودھ آنا شروع نہیں ہو جاتا۔ اب ہوتا یوں ہے کہ لوگ دیکھتے ہیں بچہ بھوک سے رورہا ہے اور ماں کا دودھ نہیں آ رہا تو وہ بچے کو مصنوعی دودھ وغیرہ پلا دیتے ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ بچے کیستھ وہ ظلم کرتے ہیں جس سے بڑا ظلم اور کوئی ہو، ہی نہیں سکتا کیونکہ بچے کی پیدائش کے فوری بعد ماں کے دودھ کی بجائے پانی نما مواد کے چند قطروں کا آنا ہی یہ دوائی ہے جس سے بچے کے جسم کی مکمل صفائی ہونی ہے ورنہ وہ بیماریوں کا گڑھ بن جائے گا۔ اس پانی نما مواد میں ایک تو بچے کے جسم کو جو عناصر چاہیں وہ موجود ہوتے ہیں جن سے بچے کا جسم بننا ہے اور دوسرا اس میں ایسے عناصر موجود ہوتے ہیں جن سے بچے کے جسم کے ایک ایک خلیے کی صفائی ہونی ہے یوں جیسے ہی بچے کا جسم صاف ہو جاتا ہے تو ماں کا دودھ آنا شروع ہو جاتا ہے۔ اور یہ وہ راز ہے جس کا آج دنیا میں کسی ڈاکٹر کو بھی نہیں علم جس وجہ سے پوری دنیا میں بچوں کو پیدائش کے فوری بعد رونے کی وجہ سے مصنوعی عناصر یا دودھ پلا دیا جاتا ہے اور جان لیں اس وقت بچے کی ماں سے جو بچے کو حاصل ہونا ہے اس کے علاوہ جو کچھ بھی ہو گا وہ سب کا سب مصنوعی ہی شمار ہو گا خواہ آپ وہ کسی فطرتی کبری کا ہی دودھ کیوں نہ لے آئیں۔ یوں جب بچے کا پیپٹ نہیں بھرتا اور وہ روتا ہے تو دنیا بھر میں ایسا کیا جاتا ہے کہ بچے کو مصنوعی دودھ وغیرہ پلا دیا جاتا ہے اور اس کے بعد بچے آئے روز بیمار رہنے لگتا ہے جس وجہ سے ڈاکٹروں کے نام پر دجل کا شکار ہو کر نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے کسی بھی صورت جب بچہ پیدا ہو تو اسے ماں کے دودھ کے علاوہ کچھ بھی نہ دیا جائے اور دوسری بات کے اس دوران اگر ماں کوئی دوائی کے نام پر زہر کھاتی ہے تو اس کا بھی براہ راست بچے پر اثر ہو گا اس لیے ماں کسی بھی صورت اپنی خوراک پر سمجھوئہ مت کرے یوں بچے کی پیدائش سے لیکر کبھی بھی اسے کسی بھی قسم کی بیماری کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا اور اگر موسم کے اتار چڑھاؤ یا کسی لاپرواہی کی وجہ سے بچے کو کوئی مسئلہ بنتا ہے یعنی بیٹھ خراب ہو جاتا ہے یا بخار ہو جاتا ہے اس کے لیے بالکل بھی فلکر مند ہونے کی ضرورت نہیں نہ ہی کسی بھی ڈاکٹر کے پاس جانے کی ضرورت۔ سب سے پہلے گھبرا نے کی ضرورت نہیں اس کے بعد تھوڑی سی سونف اور اس سے کم بالکل تھوڑی سی اجوائیں کو بالکل صاف پانی میں ڈال کر اوپر ڈھکن دیکر ہلکی آنچ پر کم سے کم دس سے پندرہ منٹ تک پکایا جائے اس کے بعد اسے چھان لیں جب بچے کے پینے کے قابل ہو جائے یہ اس میں تھوڑا سا شہد ڈال کر بچے کو اس کی عمر کے حساب سے پلا کیں وہ بالکل ٹھیک ہو جائے گا اور اس کے بعد کوشش کریں کہ موسکی حالات اور رزق کے حوالے سے بچے کا خیال رکھیں آپ کو کسی بھی ڈاکٹر نامی دجال کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔

بہت سے لوگ ایسا کرتے ہیں کہ وہ بچے کی پیدائش کے بعد اسے طرح طرح کی ویسیز پلواتے ہیں اور سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ وہ بچہ پر احسان

کر رہے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ بچے پر ظلم عظیم کر رہے ہوتے ہیں۔ سب سے پہلی بات کہ جو لوگ آپ کو ان ویکسینز اور لیکووں کے لیے قائل کرتے ہیں انہیں خود بھی نہیں علم کہ وہ ویکسینز یا لیکے وغیرہ کن کن عناصر سے بنائے گئے ان کافار مولہ کیا ہے اور جن جن عناصر سے وہ بنے ان میں صلاحیتیں کیا کیا ہیں اس فارمولے کے نقصانات کیا ہیں بالکل نہیں علم ان لوگوں کو صرف اور صرف برین واش کیا گیا اور وہ لوگ آپ کو بغیر علم کے خوف دلاتے ہیں ڈراتے ہیں کہ اگر بچے کو فلاں ویکسین، وٹامن یا لیکے نہ اگائے تو اس کو یہ ہو جائے گا وہ ہو جائے گا اور آپ ڈر اور خوف کا شکار ہو کر بچے پر ظلم عظیم کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ اگر آپ کسی بھی قسم کی کسی بھی نام پر کوئی غیر فطری شستے بچے کے جسم میں ڈالتے ہیں تو جان لیں کہ آپ بچے پر ظلم عظیم کر رہیں گے جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ آپ کا بچہ آئے روز بیمار ہو گا یہاں تک کہ کشید تعداد میں بچوں کی اموات ہو جاتی ہے۔ اور جو بچے بچ جاتے ہیں ان کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ ان کا دماغ اور جسم کے اندر سے بہت سے اعضاء ایسے ہوتے ہیں جو نشومنا نہیں پاتے ان کی نشومنارک جاتی ہے ان میں سوچنے سمجھنے کی صلاحیت صلب ہو جاتی ہے وہ ڈویلپ ہی نہیں ہوتی۔ آپ خود غور کریں اگر آپ اپنے بچے کو کوئی ویکسین لگوائے ہیں، کوئی وٹامن یا لیکا اس کے جسم میں داخل کرتے ہیں تو کیا آپ اپنے عمل سے یہ دعویٰ نہیں کر رہے کہ خالق جس نے خلق کیا وہ مکمل خلق ہی نہیں کر سکا؟ اس نے نامکمل خلق کر دیا جواب آپ اسے مکمل کر رہے ہیں؟ وہ ان عناصر کو بچے کے جسم میں ڈالنا بھول گیا تھا جواب آپ اس کے جسم میں ڈال رہے ہیں؟ یوں آپ اپنے عمل سے دعویٰ کرتے ہیں کہ اللہ نے فرط کر دیا یعنی اس نے نامکمل خلق کیا، اس نے عیب دار خلق کیا، وہ خلقت بچے کی ان ان ضروریات کو بھول گیا، اس سے غلطی ہو گئی وغیرہ۔

اب اگر آپ ایسا کرتے ہیں یعنی بچے کو صرف اور صرف ماں سے اخذ کی جانے والی خوارک کے علاوہ کچھ بھی دیتے ہیں تو اس کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آپ اس کے خالق نہیں اس لیے آپ کو نہیں علم کہ اس کی کیا ضروریات ہیں اسے کن کن عناصر کی ضرورت ہے ان کی مقدار اور معیار کیا ہے پھر کب کب کون کون سے چاہئیں اب جب آپ کو علم ہی نہیں کسی بھی انسان کو اس کا علم ہی نہیں اس کے باوجود اگر انسان مداخلت کرتا ہے تو اس کا نتیجہ کیا نکلے گا بالکل واضح ہے۔ اور دوسری بات کہ بچے کا جسم انتہائی تیزی سے نشومنا پار ہا ہوتا ہے اب اس دوران اگر آپ اسے ماں کے دودھ کے علاوہ کچھ بھی دیتے ہیں اس کے جسم میں ڈالتے ہیں تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ بچے کے جسم کے کچھ حصے انتہائی تیزی کیسا تھا نشومنا پائیں گے، کچھ انتہائی کم یا بالکل نہیں کیونکہ جن عناصر کی مقدار زیادہ ہو گی تو ان عناصر سے خلق ہونے والے حصے زیادہ اور تیزی سے نشومنا پائیں گے اور جن عناصر کی کمی ہو گی ان سے وجود میں آنے والے اعضاء کی نشومنا میں کمی آئے گی اور جو عناصر جسم کو ملیں گے ہی نہیں تو جسم میں وہ حصے مکمل طور پر نشومنا سے محروم رہ جائیں گے یوں ایسا بچہ اگر بظاہر بالکل ٹھیک نظر آئے وہ اندر سے خامیوں و نقائص کا گڑھ بن جائے گا۔ اگر آپ خیر چاہتے ہیں کسی بھی صورت نقصان سے بچنا چاہتے ہیں ہیں تو اس طرح فطرت پر قائم ہو جائیں یعنی اس طرح ہر لحاظ سے فطرت پر انحصار کریں جو فطرت فرما ہم کر رہی ہے جس کی فطرت اجازت دے رہی ہے اسے استعمال کریں جیسے پیدائش کے بعد آپ اپنے والدین کے محتاج ہوتے ہیں اگر آپ اس طرح اللہ کو یعنی فطرت کو اپنارب بناتے ہیں جو کہ پیدائش کے بعد آپ کی اپنی ذات شاہد ہے کہ آپ کارب کون ہے اور کیسے اسے رب بنانا ہے اگر فطرت کو اسی طرح رب بناتے ہیں بالکل اسی طرح فطرت پر انحصار کرتے ہیں جیسے بچپن میں والدین کے محتاج تھے تو آپ کو دنیا کی کسی بھی قسم کی بیماری تو دور کسی تکلیف کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا اور اگر کوئی بیماری کوئی پریشانی کوئی تکلیف پہلے سے آپ کو لاحق ہے تو وہ بھی دور ہو جائے گی۔

دوران حمل جب ڈاکٹروں سے رجوع کیا جاتا ہے تو ڈاکٹروں کا کہنا ہوتا ہے کہ آپ کے جسم میں فلاں فلاں وٹامن کی کمی ہے یا آئرن کی کمی ہے جس سے بچے کی نشومنا پر فرق پڑے گا تو جان لیں اگر کوئی ایسی بات کرتا ہے تو ایسی بات کرنے والا خود اس بات کا اظہار کر رہا ہے کہ وہ جاہل ہے اس کے پاس کوئی علم نہیں کیونکہ حمل کے دوران ماں کے پیٹ میں بچے نشومنا پار ہا ہوتا ہے اور اس دوران ماں کا جسم اس طرح نہیں رہتا یا ہوتا جیسا وہ حمل کے بغیر اوقات میں ہوتا ہے۔ حمل کے دوران ماں کے جسم میں معول سے ہٹ کر تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں جسم میں مختلف عناصر کی مقدار کم یا زیادہ ہوتی رہتی ہے جس کی وجہ ماں کے پیٹ میں بچے کی نشومنا ہوتی ہے کیونکہ ماں کا جسم بچے کی وجہ سے ایسی تبدیلیاں کر رہا ہوتا ہے اب اگر ایسے میں آپ یہ سمجھیں کہ ماں کے جسم میں فلاں فلاں عناصر کی کمی ہے لہذا وہ عناصر مصنوعی طریقے سے جسم میں ڈالے جائیں تو نہ صرف اس سے ماں کے جسم کو غیر معمولی نقصان پہنچتا ہے بلکہ اس سے ماں کے پیٹ میں موجود بچے پر انتہائی گہرے اور منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں بچے کی نشومنا متاثر ہوتی ہے اس کی خلق میں توازن بگڑ جاتا ہے اس لیے اگر آپ چاہتے ہیں کہ نہ صرف آپ کا

حمل کے دوران وقت آسانی سے اور بغیر کسی تکلیف کے گزرنے اور عین وقت پر فطرتی طریقے سے ولادت اور بچہ ہر لحاظ سے مکمل ہو کسی بھی عیب کا شکار نہ ہوتا اس کے لیے ایک تو وہ رزق استعمال کریں جو اللہ کا رزق ہے یعنی جور زق فطرت فراہم کر رہی ہے اور دوسرا دوران حمل آپ کو کسی بھی ڈاکٹر کے پاس جانے کی کوئی ضرورت نہیں اس کے بارے میں سوچیں بھی نہیں اور تیسرا آپ بستر نہ کپڑیں بلکہ ولادت ہونے تک آپ کام کاج میں مشغول رہیں بالکل ایسے ہی جیسے آپ معمول کی مطابق کام کاج کرتے ہیں۔ اگر آپ حمل کے دوران کام کاج میں مشغول رہتے ہیں صرف اور صرف یہ احتیاط کرنی ہے کہ آپ کہیں ٹھوکرو گیرہ کھا کر گریں نہیں پس پت پر کوئی شے نہ لکرائے تو آپ کا بچہ عین وقت پر اور ہر لحاظ سے سلامت ہو گا۔ آج یہ بات عام کر دی گئی کہ حمل کے دوران آگر آپ کام کاج کریں تو بچہ ضائع ہونے کا خدشہ ہے تو جان لیں یہ نہ صرف انتہائی جاہلانہ بات ہے بلکہ اللہ حمل کے دوران فارغ رہنے سے بستر کرنے سے ماں اور بچے دونوں کا نقصان ہوتا ہے۔ اگر ماں دوران حمل معمول کے مطابق کام کاج کرتی رہتی ہے تو نہ صرف اس کے جسم کا انگ انگ متحرک رہتا ہے بلکہ اس کا براہ راست بچہ پر ثابت اثرات مرتب ہوتے ہیں اور زچلی میں بھی آسانی ہوتی ہے۔

## الصیام

خود کو مسلمان کہلوانے والے سال میں ایک مخصوص ماہ صبح سے لیکر شام تک بھوکے پیاس سے رہتے ہیں پھر جیسے ہی شام ہوتی ہے تو خوب پیٹ بھر کر کھاتے اور پیتے ہیں اگر دیکھا جائے تو عامِ دونوں کے برکس کئی گناز یادہ کھاتے پیتے ہیں جسے یہ لوگ قرآن میں مذکور الصیام کا نام دیتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ وہی الصیام ہیں جو دین الاسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک رکن ہیں؟ یا پھر یہ الصیام نہیں بلکہ الصیام کے نام پر گمراہی ہے اور حقیقت اس کے بالکل برکس کچھ اور ہے؟ تو اس سوال کا جواب بہت ہی آسان ہے سب سے پہلے یہ دیکھا جائے گا کہ جو بھی کام یا عمل کیا جا رہا ہے اس کا مقصد کیا ہے؟ یعنی کس مقصد کے حصول کے لیے وہ کام یا عمل کیا جا رہا ہے اگر مقصد کھل کر واضح ہو جائے تو دیکھا جائے گا کہ آیا اس کام یا عمل سے وہ مقصد حاصل ہو رہا ہے وہ مقصد پورا ہو رہا ہے جس مقصد کے حصول کے لیے وہ کام یا عمل کیا جا رہا ہے؟ اگر تو مقصد حاصل ہو رہا ہے تو پھر بلاشک و شبک کام یا عمل بالکل ٹھیک ہے اور اگر ایسا نہیں ہے یعنی مقصد حاصل نہیں ہو رہا تو پھر وہ کام یا عمل ٹھیک نہیں ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ آپ گمراہی کا شکار ہو چکے ہیں۔

تو جو کچھ بھی الصیام کے نام پر کیا جا رہا ہے سب سے پہلے تو یہ دیکھا جائے گا کہ آیا الصیام کرنے کا مقصد کیا ہے اور پھر کیا وہ مقصد حاصل ہو رہا ہے؟ اگر تو وہ مقصد حاصل ہو رہا ہے تو پھر بلاشک و شبک جو کچھ بھی آج الصیام کے نام پر کیا جا رہا ہے وہ الصیام ہی ہیں اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر یہ الصیام نہیں بلکہ الصیام کے نام پر عظیم گمراہی ہے جو الصیام کے نام پر الصیام سے ہی غافل کیے ہوئے ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر الصیام کرنے کا مقصد کیا ہے تو اس سے پہلے کہ اس سوال کا جواب کھول کر واضح کریں پہلے قرآن سے ہی آپ پر واضح کر دیتے ہیں کہ الصیام کا مقصد کیا ہے۔

۱۸۳ آیاًهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ . البقرة

اس آیت میں دو ٹوک واضح کر دیا گیا کہ تقوی الصیام پر رکھ دیا گیا یعنی الصیام کرنے کا مقصد ہے تقوی کا حصول اور تقوی کا حصول اس لیے لازم ہے کیونکہ جب تک آپ میں تقوی نہیں آئے گا تب تک الکتاب میں آپ کے لیے راہنمائی ہے ہی نہیں تب تک اللہ آپ کو نہ ہی قبول کرے گا اور نہ ہی آپ کی راہنمائی کی جائے گی اور تقوی رکھ دیا الصیام پر یعنی اگر الصیام کیے جاتے ہیں تو تقوی حاصل ہو جائے گا آپ متمنی بن جائیں گے۔

اب آپ خود غور کریں کہ جو کچھ بھی الصیام کے نام پر کیا جا رہا ہے کیا اس سے تقوی حاصل ہو رہا ہے؟ اگر تو تقوی حاصل ہو رہا ہے تو پھر بلاشک و شبک جو الصیام

کے نام پر کیا جا رہا ہے یہی الصیام ہیں اور اگر ایسا نہیں تو پھر جو کچھ بھی الصیام کے نام پر کیا جا رہا ہے وہ الصیام نہیں بلکہ عظیم گمراہی ہے جو الصیام کے نام پر الصیام سے ہی غافل کیے ہوئے ہے۔

اب حقیقت تو یہ ہے کہ جو کچھ بھی آج الصیام کے نام پر کیا جا رہا ہے اس سے تقویٰ حاصل ہونا تو بعد کی بات ہے کسی کو یہ تک نہیں علم کہ تقویٰ ہے کیا جس سے یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ جو کچھ بھی آج خود کو مسلمان کہلوانے والے یا کوئی بھی الصیام کے نام پر کر رہے ہیں اگر اس سے تقویٰ حاصل نہیں ہو رہا تو وہ الصیام نہیں ہیں بلکہ عظیم گمراہی ہے جس کا آج ہر کوئی شکار ہے اور الصیام کے نام پر الصیام سے ہی غافل ہو چکے ہوئے ہیں کسی کو بھی نہیں علم کے الصیام کیا ہیں۔ یوں اس بندید پر آپ پر بالکل کھول کر واضح کر دیا گیا کہ آج جو کچھ بھی الصیام کے نام پر ہو رہا ہے وہ الصیام نہیں بلکہ الصیام کے نام پر عظیم گمراہی ہے جس کا الصیام کیسا تھوڑی تعلق نہیں بلکہ اٹا الصیام کے نام پر الصیام سے ہی غفلت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

جو کچھ بھی آج الصیام کے نام پر کیا جا رہا ہے نہ تو وہ الصیام ہیں اور نہ ہی جسے یہ لوگ شہر رمضان قرار دیتے ہیں وہ شہر رمضان ہے یہاں تک کہ کسی ایک کو بھی نہیں علم کہ الصیام کیا ہیں اور شہر رمضان کیا ہے۔ پھر اس کے علاوہ جو آج تک دعویٰ کیا جا رہا کہ رمضان کے مہینے میں قرآن اتارا گیا اور پھر کہا جاتا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ جو قرآن سامنے موجود ہے یہ قرآن رمضان کے مہینے میں اتارا گیا اس میں بھی کسی بھی قسم کی کوئی صداقت نہیں بلکہ یہ بھی عظیم گمراہی ہے اور حق کیا ہے کسی ایک کو بھی نہیں علم ہر کوئی گمراہیوں میں ڈوبا ہوا ہے۔

اب آئیں حق کی طرف کہ حق کیا ہے یعنی الصیام کیا ہیں، تقویٰ کیا ہے، کس طرح الصیام سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے، القرآن کیا ہے اور شہر رمضان میں القرآن کا اترنا کیا ہے اور پھر جو ہر سال ایک مخصوص مہینہ جسے رمضان کا نام دیا جاتا ہے اور اس میں الصیام کے نام پر جو کیا جاتا ہے اس کی حقیقت کیا ہے اگر یہ حق نہیں تو پھر یہ جو نسل درسل ہر سال ایک مخصوص ماہ رمضان کے نام پر کیا جا رہا ہے اس کی حقیقت کیا ہے یہ کہاں سے اخذ کیا گیا۔

سب سے پہلے آپ پر واضح کرتے ہیں کہ تقویٰ کیا ہے اور اس کی اہمیت و حیثیت کیا ہے اس کے بعد باقی سوالات کو کھول کر واضح کرتے ہیں۔ ذرا غور کریں آپ کو خلق کیا گیا تو آخر آپ کو ایسا خلق کیوں کیا گیا کہ آپ کو سننے دیکھنے اور جو سنائی اور دکھائی دیتا ہے اسے سمجھنے کی صلاحیت والا خلق کیا؟ آپ کو کان دیئے تو کیوں؟ آپ کو آنکھیں دیں تو کیوں؟ آپ کے قلوب کو فائدہ کیا تو کیوں؟ یعنی آپ کے قلوب میں وہ سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیت رکھی جو کانوں سے سنائی نہیں دیتا آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتا جس وجہ سے دماغ اسے سمجھنیں سکتا تو آخر کیوں؟ کسی بھی شے کا مقصد تخلیق کیا ہے کسی بھی شے کو کیوں وجود میں لایا گیا اس کا مقصد کیا ہے اسے جاننے کا سب سے آسان اور بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس میں موجود صلاحیتوں کو جان لیا جائے اگر اس میں موجود صلاحیتوں کو جان لیا جائے تو صلاحیتیں خود بخود ہی اس کے مقصد تخلیق کو کھول کر واضح کر دیتی ہیں بالکل اسی طرح آپ کو کان دیئے تو کانوں سے سننے کی صلاحیت ہے جس سے یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ آپ کو کان دیئے تو اسی لیے تاکہ آپ سن سکیں، ایسے ہی آپ کو آنکھیں دیں تو آنکھوں سے دیکھا جاسکتا ہے جس سے یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ آپ کو دیکھنے کے لیے آنکھیں دیں تاکہ آپ دیکھ سکیں اور پھر سمجھنے کی صلاحیت دی تو اسی لیے تاکہ آپ کو جو کچھ بھی سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھیں اور پھر آپ کے قلوب کو فائدہ کیا تو اسی لیے کہ جو کانوں سے سنائی نہیں دیتا آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتا دماغ سے سمجھا نہیں جا سکتا اسے دل سے سنیں دیکھیں اور سمجھیں یوں آپ کو نہ صرف ظاہر سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیت دی بلکہ جو ظاہر نہیں ہے جو باطن ہے اسے بھی سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیت دی تاکہ آپ ظاہر و باطن کو یعنی کوئی بھی کام کرنا ہے تو اس کے بارے میں پہلے مکمل علم حاصل کریں اسے سمجھیں جب اطمینان حاصل ہو جائے تو تب ہی عمل کے قریب جائیں۔

اب آپ سے سوال ہے کہ آپ کو کیوں وجود میں لایا گیا؟ آپ کی تخلیق کا مقصد کیا ہے؟ آپ کو دنیا میں کیوں لایا گیا؟ تو ذرا غور کریں کیا آپ کو یہ سمجھنے کے لیے سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں نہیں دیں؟ جب آپ کو سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں دی ہیں تو پھر ان کا اسی مقصد کے لیے استعمال کریں جو کچھ بھی سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھیں جب آپ اسے سمجھیں گے تو آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا کہ حق کیا ہے آپ کو دنیا میں کیوں لایا گیا آپ کا مقصد تخلیق کیا ہے۔

یعنی سب سے پہلے تو جو کچھ بھی آپ کو سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھیں یعنی خود اپنی ہی ذات کو سمجھیں آسمانوں وزمین کو سمجھیں جب آپ انہیں سمجھیں گے تو آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا کہ آپ سمیت آسمانوں وزمین کی مثال ایک مشین کی ہے مگر کائنات ایک ہی وجود ہے کوئی دوسرا وجود ہے ہی نہیں اس میں تمام کی تمام تخلوقات آپ کے جسم میں اعضاء کی مانند ہیں یا یوں کہہ لیں کہ تمام کی تمام تخلوقات ایک مشین میں پرزوں کی مانند ہیں، آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا کہ جو کچھ بھی ہے سب کا سب انہٹائی پاریکی سے پورے حساب کتاب سے غلق کیا گیا اور کیا جا رہا ہے ہر مخلوق کو اسکے مقام پر قائم کر دیا گیا یوں آسمانوں وزمین میں انہٹائی پیچیدہ ترین اور حساس ترین المیز ان وضع کیا گیا۔ اور یہ وجود یعنی فطرت کوئی ایک بھی ایسا عمل قبول نہیں کرتی جو اس کے خلاف ہو جس سے یہ بات بھی بالکل کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ یہ وجود فطرت اپنی ضد کونہ ہی پسند کرتی ہے اور نہ ہی قبول کرتی ہے بلکہ اسے اذیت ناک طریقے سے نشان عبرت بنادیتی ہے۔ یعنی پہلی بات کہ ہر سطح پر ہر لحاظ سے المیز ان وضع ہے اور دوسرا بات کہ اس وقت تک المیز ان قائم رہے گا جب تک تمام کی تمام تخلوقات اپنے اپنے مقام پر رہتے ہوئے اپنی ذمہ داری کو پورا کریں گی ورنہ اگر کوئی ایک بھی مخلوق اپنے مقام سے ہٹتی ہے تو المیز ان میں خسارہ ہو جائے گا اور بالآخر آسمانوں وزمین میں بتاہیاں آئیں گی اور ان کا ذمہ دار وہی مخلوق ہو گی جو اپنے مقام سے ہٹتی ہے۔ کیونکہ اگر کوئی بھی مخلوق اپنے مقام سے ہٹتی ہے تو اس کی وجہ سے بہت سی تخلوقات جو بتدرنج اس کے ساتھ مر بوط و مشروط ہیں وہ بھی اپنے مقام پر قائم نہیں رہ سکتیں گی جس کی وجہ سے آسمانوں وزمین میں وضع کردہ المیز ان میں خسارہ ہو گا آسمانوں وزمین میں فساد ہو کر بالآخر بتاہیوں وہاکتوں کی صورت میں ظاہر ہو گا اور اس ساری بتاہی کی ذمہ داری اسی مخلوق پر عائد ہو گی جو اپنے مقام سے ہٹتی ہے اور دوسروں کو بھی اپنے مقام سے ہٹا دیا یا اپنے پر مجبور کر دیا۔ اس وجود کا کوئی بھی خلاف فطرت عمل قبول نہ کرنا بلکہ مسترد کر دینا اس بات کو بالکل کھول کر واضح کر دیتا ہے کہ اگر کوئی بغاوت کرتا ہے یعنی اپنے مقام سے ہٹتا ہے اگر کوئی مخلوق اپنے مقام سے ہٹتی ہے اور فساد کا سبب بنتی ہے یعنی المیز ان میں خسارے کا سبب بنتی ہے تو اسے اس کے اس جرم کی سزا دی جائے گی اسے نشان عبرت بنایا جائے گا اور جو فساد اس کی وجہ سے ہو گا اس کا اسے مکمل طور پر خمیزہ بھلکتا پڑے گا یعنی جب تک اس کے کیے ہوئے فساد کے اثرات رہیں گے اسے ان کا سامنا کرنا پڑے گا اس کی سزا کا سامنا کرنا پڑے گا یعنی بالکل ایسے ہی اگر آپ کو کہا جائے کہ آگ مت جلانا لیکن آپ نہ مانتے ہوئے وہی کریں کہ آگ جلا دیں تو پھر اس کا نتیجہ یہ نکلا گا کہ نہ صرف وہ آگ آپ کو ہی اپنی لپیٹ میں لے گی بلکہ جب تک وہ آگ باقی رہے گی یا اس کے اثرات باقی رہیں گے تو آپ کو اس کا سامنا کرنا پڑے گا اس میں جانا پڑے گا۔ اب جب آپ غور و فکر کریں تو جہاں آپ پر یہ سب حق کھل کر واضح ہو جاتا ہے تو وہیں آپ پر یہ بات بھی کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ آپ کو تو علم ہی نہیں کہ آپ کو کیوں خلق کیا گیا آپ کا مقام کیا ہے جس پر آپ نے قائم ہونا ہے اور آپ جو کچھ بھی کر رہے ہیں آپ چاہتے یا ناچاہتے ہوئے بھی آسمانوں وزمین میں فساد کا سبب بن رہے ہیں یعنی جب آپ نے آسمانوں وزمین میں غور و فکر کیا تو آپ پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو گئی کہ آسمانوں وزمین میں انہٹائی پیچیدہ ترین اور حساس ترین المیز ان وضع کیا گیا اگر کوئی رائی برابر بھی عمل بغیر مکمل علم کے کیا جاتا ہے تو اس سے المیز ان میں خسارہ ہو گا آسمانوں وزمین میں فساد ہو گا اور دوسرا طرف جب آپ اپنی ہی ذات میں غور کریں اپنے گریبان میں جھاکیں تو آپ دیکھتے ہیں کہ آپ کا تو ہر عمل ہی فطرت کے خلاف ہے آپ کو تو علم ہی نہیں کہ آپ کو کیوں وجود میں لا یا گیا آپ کا مقصد کیا ہے آپ کا مقام کیا ہے اور کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا جس وجہ سے آپ جو ہی اعمال کر رہے ہیں لا محالہ آپ آسمانوں وزمین میں فساد کا سبب بن رہے ہیں جس وجہ سے آپ مجرم بن رہے ہیں اور اگر آپ نے حق کو جان کر پیچان کر اصلاح نہ کی تو آپ کو اس کی سزا کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اب کون چاہے گا کہ اسے انہٹائی اذیت ناک سزا کا سامنا کرنا پڑے اسے آگ میں جلا یا جائے اس لیے اب آپ کی چاہت یہی ہو گی کہ آپ آگ کی سزا سے نج جائیں آپ مجرم نہ بنیں اور جو جرام آپ سے سرزد ہوئے آپ ان کی اصلاح کر لیں اس سے پہلے کہ آپ کو دی گئی مہلت ختم ہو جائے اور بعد میں سوائے پچھتاوے کے کچھ نہ رہے۔

آسمانوں وزمین میں ایسا انہٹائی پیچیدہ ترین اور حساس ترین المیز ان وضع کیا گیا کہ اگر کوئی رائی برابر عمل بھی بغیر مکمل علم و حکمہ کے کیا جاتا ہے تو آسمانوں وزمین میں فساد ہو گا اور آپ مجرم ثابت ہو جائیں گے اس سے بچنے کے لیے آپ کو لمحہ بہ لمحہ ہدایت یعنی راہنمائی کی ضرورت ہے یعنی آپ مجرم بننے سے صرف اور

صرف ایک ہی صورت میں بچ سکتے ہیں اور وہ ہے کہ آپ کی ایسے راہنمائی کی جائے جیسے انہے کا ہاتھ پکڑ کر کی جاتی ہے ورنہ آپ نہ چاہتے ہوئے بھی مجرم ثابت ہو جائیں گے۔

آپ پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو چکی کہ آسمانوں وزمینِ گل کائنات ایک ہی وجود ہے اور آپ اس وجود میں ایک عضو کی مانند ہیں یعنی آپ اس میں بالکل ایسے ہی ہیں جیسے مشین میں پر زہ ہوتا ہے اگر پر زہ اپنے مقام پر قائم ہو جائے تو پر زہ تمام تر فکروں سے آزاد ہو جاتا ہے اس کے بعد مشین کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ اسے کب اور کتنا چلانا ہے اس سے کب اور کیا کام لینا ہے اور مشین صرف اور صرف تب ہی پر زے کو قبول کرتی ہے یعنی پر زہ صرف اور صرف تب ہی مشین میں بالکل ٹھیک فٹ ہوتا ہے جب وہ بالکل ویسا ہی ہو جیسا کہ مشین میں درکار ہے۔ ایسے ہی اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی بالکل ایسے ہی راہنمائی کی جائے جیسے کہ مشین میں فٹ ہو جانے کے بعد مشین پر زے کی راہنمائی کرتی ہے تو اس کے لیے آپ کو اس وجود میں یعنی فطرت میں اپنے مقام پر قائم ہونا ہو گا اور ایسا صرف اور صرف تب ہی ممکن ہے جب یہ وجود یعنی فطرت آپ کو قبول کر لے۔ اور فطرت آپ کو اس وقت تک قبول نہیں کرے گی جب تک کہ آپ بالکل ویسے ہی نہیں بن جاتے جیسے فطرت کو درکار ہیں جیسا آپ کو فطرت وجود میں لائی تھی جسے عربوں کی زبان میں تقویٰ کہتے ہیں یعنی آپ بالکل ویسے بن جائیں جیسے فطرت کو درکار ہے جب آپ بالکل ویسے بن جائیں گے تو الکتاب یعنی اللہ جو کہ فطرت ہے آپ کو نہ صرف قبول کر لے گی بلکہ اس کے بعد آپ تمام تر فکروں سے آزاد ہو جائیں گے اس کے بعد آپ نے کب کیا اور کتنا کرنا ہے یہ ذمہ داری اللہ یعنی فطرت کی بن جائے گی فطرت آپ کی بالکل ایسے ہی راہنمائی کرے گی جیسے مشین میں فٹ ہو جانے کے بعد مشین پر زے کی راہنمائی کرتی ہے۔

اب سب سے پہلے آپ کو بالکل ویسا بننا ہے جیسے آپ فطرت کو درکار ہیں یعنی جیسے اگر پر زہ مشین میں فٹ نہ ہو ہا تو اس کی تراش خراش کر کے اسے بالکل ویسا بنایا جائے گا جیسا مشین میں درکار ہے بالکل ایسے ہی آپ کو تراش خراش کی ضرورت ہے آپ کو بالکل ویسا بننا ہے جیسا فطرت کو درکار ہے جب آپ بالکل ایسے بن جائیں گے تو فطرت آپ کو قبول کر لے گی پھر فطرت جو کہ اللہ ہے اللہ آپ کی لمحہ بہ لمحہ راہنمائی کرے گا آپ کا اپنا وجود مٹ جائے گا آپ اللہ ہی کا وجود بن جائیں گے پھر آپ کا ہر عمل اللہ کا عمل ہو گا آپ کا سننا اللہ کا سننا، آپ کا دیکھنا اللہ کا دیکھنا، آپ کا سمجھنا اللہ کا سمجھنا، آپ کا چلنا اللہ کا چلنا یہاں تک کہ آپ کا ایک ایک عمل اللہ کا عمل بن جائے گا۔

یہ ہے تقویٰ یعنی بالکل ویسا بن جانا جیسے آپ فطرت کو درکار ہیں تو ذرا غور کریں آپ کو کون وجود میں لا یا؟ کیا فطرت ہی آپ کو وجود میں نہیں لا یا؟ جب آپ کو فطرت ہی وجود میں لا یا تو تب آپ کیسے تھے اور آج آپ کیسے ہیں کیا آپ کو کوئی فرق نظر آ رہا ہے؟

اگر آپ کو تب اور اب میں کوئی فرق نظر آ رہا ہے تو اس فرق کو مٹانا ہے یہی تقویٰ ہے۔ تو ذرا غور کریں جب آپ کو فطرت وجود میں لا یا تو آپ کامل طور پر اپنے رب کے محتاج تھے ہر لحاظ سے مکمل طور پر اپنے رب کے محتاج لیکن آج ایسا نہیں ہے۔ آپ پر لازم تھا کہ جیسے آپ بچپن میں والدین کی صورت میں اپنے رب اللہ کے مکمل طور پر محتاج تھا اس پر تو کل کرتے تھے تو جیسے آپ با اختیار ہوتے جائیں تو آپ اپنے رب فطرت کے محتاج بنتے جیسے بچپن میں ہر معاملے میں ہر لحاظ سے اپنے والدین کے محتاج تھے تو با اختیار ہونے پر بالکل اسی طرح آپ نے خود کو فطرت کا محتاج بنا تھا لیکن کیا آج آپ وہی کر رہے ہیں؟ کیا آج بھی آپ بالکل ویسے ہی ہیں جیسا آپ کو وجود میں لا یا گیا؟ تو اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ نہیں بالکل نہیں تب میں اور آج میں آپ میں زمین آسمان کا فرق ہے آج آپ بالکل متضاد ہیں۔ تو اسی فرق کو مٹانا ہے جب آپ اس فرق کو مٹا دیں تو یہی تقویٰ ہے اور پھر اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ صرف زبان سے ایسا ہونے یا بننے کا دعویٰ کرنا ہے بلکہ عملی طور پر بالکل ویسا بننا ہے اپنی تراش خراش کر کے بالکل ویسا بننا ہے۔ بشرط کو ایسا خلق کیا گیا ہے کہ اگر یہ کچھ دن مسلسل کوئی کام کرے تو وہ اس کی عادت بن جاتی ہے یعنی یہ وہی بن جاتا ہے پھر اس کو وہ کام یا عمل نیا نہیں لگتا ایسے ہی آپ کو کچھ دن مسلسل خود کو فطرت پر لانے کی کوشش کرنی ہے تو کچھ دن بعد آپ بالکل ویسے ہی بن جائیں گے یعنی آپ کو جو کچھ بھی دیا گیا اس کے استعمال سے خود کو روک رکھنا ہے اور اگر ان میں سے کسی کا بھی استعمال کرنا ہے تو تب اور اتنا ہی کرنا ہے جب بغیر سنے گزار نہیں اور اتنا ہی سننا ہے جتنی ضرورت ہے۔ مثلاً آپ کو سننے کے لیے کان دیئے گئے تو خود کو سننے سے روک رکھنا ہے اور اس وقت سننا ہے جب بغیر سنے گزار نہیں اور اتنا ہی سننا ہے جو فطرتی ہے جس کی اجازت اللہ نے یعنی فطرت نے دی ایسے ہی آپ کو آنکھیں دی گئیں تو دیکھنے سے خود کو روکنا ہے اور اس وقت اور اتنا ہی دیکھنا ہے جتنی

ضرورت ہے اور وہی دیکھنا ہے جس کی فطرت یعنی اللہ نے اجازت دی، آپ کو زبان دی گئی تو بولنے سے خود کو روک کر رکھنا ہے تب بولنا ہے جب بولنا لازم ہے بولے بغیر گزارنہیں اور اتنا ہی بولنا ہے جتنی ضرورت ہے ایسے ہی خود کو کھانے پینے سے روک کر رکھنا ہے تب کھانا پینا ہے جب بھوک اور پیاس برداشت سے باہر ہونے لگے اور اتنا ہی کھانا پینا ہے جتنی ضرورت ہے اور وہی کھانا پینا ہے جس کی اجازت دی گئی یعنی فطرتی حلال اطیباً، ایسے ہی آپ کو ہاتھ دیئے گئے پاؤں دیئے گئے تو خود کو کسی بھی عمل سے روک کر رکھنا ہے کسی بھی شے کی طرف جانے سے روک کر رکھنا ہے اور تب ہی کوئی عمل کرنا ہے جب ناگزیر ہو جائے تب ہی کسی شے کے قریب جانا ہے اس کی طرف بڑھنا ہے جب ناگزیر ہو جائے اس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو اور اتنا ہی اور وہی عمل کرنا ہے جتنی ضرورت ہے یوں جب آپ تقریباً ۲۷ دن خود کو روک کر کھیں گے تو اس کے بعد آپ بالکل ویسے ہی بن جائیں گے یعنی پھر آپ کو خود کو روکنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئے گی آپ بالکل ویسے ہی بن چکے ہوں گے آپ بالکل فطرت پر آچکے ہوں گے اور فطرت آپ کو قبول کر لے گی اور آپ کی ایسے ہی راہنمائی کرے گی جیسے کہ پرزا جب مشین میں فٹ ہو جائے تو فٹ ہو جانے کے بعد مشین پرزا کی راہنمائی کرتی ہے اسے عربوں کی زبان میں الصیام اور الصیام سے حاصل ہونے والا تقویٰ کہتے ہیں۔

الصیام صوم کی جمع ہے صوم صم سے ہے صم کا معنی ہے رکنا اور صوم کہتے ہیں رکنے کے ہوئے ہونا۔ جب آپ تقریباً ایک ماہ خود کو روک کر رکھتے ہیں جسے عربوں کی زبان میں الصیام کہتے ہیں تو ایک ماہ بعد آپ بالکل ویسے ہی بن چکے ہوں گے پھر آپ کو خود کو روکنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی یعنی آپ میں تقویٰ آچکا ہو گا آپ بالکل ویسے ہی بن چکے ہوں گے جیسے کہ آپ فطرت کو درکار ہیں۔

جب کبھی بھی آپ ضرورت سے زائد کھانا پینا شروع کر دیں تو آپ ہر کام ہی ضرورت سے زائد ہونا بغیر حق ہوتا ہے اور اللہ کچھ بھی بغیر حق نہیں کرتا اس لیے اگر کوئی کچھ بھی بغیر حق کرتا ہے تو وہ اصل میں اللہ کا شریک بن چکا ہوتا ہے وہ اللہ کیستھ شرک کر رہا ہوتا ہے اور اگر وہ چاہتا ہے کہ وہ اللہ کیستھ شرک نہ کرے تو اس پر الصیام کتب ہو چکے ہوتے ہیں یعنی اس پر لازم ہے کہ وہ جو کچھ بھی ضرورت سے زائد رکرہا ہے خود کو ضرورت سے زائد کرنے سے روکے یوں جب وہ تقریباً ایک ماہ خود کو روک کر رکھے گا تو دن بدن کم سے کم ہوتے ہوئے ضرورت کی طرف بڑھتا چلا جائے گا یوں ایک ماہ بعد وہ کم سے کم بالکل ضرورت پر آچکا ہو گا یعنی اس میں تقویٰ آجائے گا اور پھر نہ صرف اللہ یعنی فطرت یہ آسمانوں وزمین اسے قبول کر لیں گے بلکہ اس کے بعد وہ تمام تر فکروں سے آزاد ہو جائے گا اس کی لمحہ لمحہ اللہ راہنمائی کرے گا۔

اسی کا سورہ البقرۃ کی درج ذیل آیت میں ذکر کیا گیا جو کہ نہ صرف آج کی تاریخ ہے اور آج بین ہو چکی بلکہ آج قرآن اس آیت کی صورت میں کھول کھول کر یاد دلارہا ہے کہ یہ تھا وہ حدثہ جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی اس آیت کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی۔

۱۸۳ . الْبَقْرَةِ

**يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ**

یا یہا الَّذِينَ آمَنُوا اللَّهُ كَارِسُوْل کہہ رہا ہے اے وہ جو میری دعوت کو دل سے تسلیم کر رہے ہو کُتِبَ کتب تھا یعنی اپنی ہی ذات میں غور و فکر کرو کیا تم مکمل طور پر ہر طرف سے کٹ کر فطرت پر قائم ہو یا پھر تم یک سو نہیں ہو تمہارا رخ ادھر ادھر جارہا ہے تم بے مقصد اعمال بھی کر رہے ہو بے مقصد یعنی ضرورت سے زائد کھا پی رہے ہو ضرورت سے زائد اعمال کر رہے ہو ضرورت سے زائد بول رہے ہو تو تمہاری یہ حالت چیخ چیخ کر بتا رہی ہے کھول کھول کرو واضح کر رہی ہے کہ **عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ** تم پر ہے کہ تم الصیام کرو یعنی اس وقت تک خود کو ہر لحاظ سے ہر معاملے میں ہر شے میں روکے رکھو جب تک کہ تم واپس صرف اور صرف ضرورت پر نہیں آجاتے کما کُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ بالکل ایسے ہی کتب تھا ان لوگوں پر جو تم سے پہلے تھے یعنی تم سے پہلے جتنے بھی لوگ جتنی بھی اقوام دنیا میں آئیں ان پر بھی بالکل ایسے ہی کتب تھا ان کو بھی کہا گیا تھا کہ جب بھی تمہاری حالت یہ کہہ رہی ہو تو تم الصیام کرو انہوں نے الصیام نہ کیے یعنی خود کو نہیں رکھا تو اس کا نتیجہ کیا تکلا آج تم پر کھول کھول کرو واضح کر دیا گیا اگر آج تم بھی ایسا نہیں کرتے تو تمہارا انجام بھی بالکل وہی ہوئے والا ہے کیونکہ اگر تم الصیام نہیں کرتے یعنی خود کو روکے ہوئے نہیں رکھتے جب تک کہ تم ہر لحاظ سے واپس ضرورت پر نہیں آجاتے تو تم فساد ہی کرو گے حالانکہ تمہارا دعویٰ ہو گا کہ تم فساد نہیں بلکہ اصلاح کر رہے ہو لیکن حقیقت یہ ہو گی کہ تم فساد کر رہے ہو گے اس لیے تمہیں کہا گیا کہ جب بھی تمہاری حالت اس بات کی گواہی دے تمہاری ذات اس

بات کی گواہی دے کہ تم ضرورت سے بڑھ پکھے ہو تو تم کو الصیام کرنے ہیں لَعَلَّكُمْ تَسْقُونَ تم کو ایسا کرنے کا اس لیے کہا کیونکہ الصیام پر تقویٰ رکھ دیا تم الصیام کر رہے ہو تو تم میں تقویٰ آرہا ہے یعنی تم کسی بھی لحاظ سے اللہ کیستھ شرک کرنے سے اللہ کیستھ دشمنی کرنے سے بچ رہے ہو۔

اب آپ پر بالکل کھل کرو اخچ ہو چکا کہ الصیام کا کتب ہونا کیا ہے اور پھر الصیام کا مقصد کیا ہے الصیام کتنے ضروری ہیں۔ اگر آپ خبائش کو اپنا رزق بنارہے ہیں یعنی خبیث ہی کھاپی رہے ہیں سن اور دیکھ رہے ہیں خبائش کا کسی بھی صورت استعمال کر رہے ہیں تو ظاہر ہے آپ خبیث ہی نہیں گے اور پھر آپ کا جسم جو بھی اعمال کرے گا وہ مفسدہ اعمال ہی ہوں گے یعنی ظاہر ہے جب آپ پر کھول کھول کرو اخچ کر دیا گیا کہ آپ وہ ہیں جو آپ کا رزق ہے تو پھر دیکھیں کیا آپ کا رزق طیب ہے؟ اگر نہیں تو پھر آپ پر لازم ہے کہ آپ الصیام کریں یعنی خود کو خبیث رزق سے روکے رکھیں جب تک کہ برداشت سے باہر نہیں ہو جاتا اور جب بغیر کھائے پہنچے زندہ رہنا مشکل ہو جائے یعنی مزید برداشت نہ کر پائیں تو تب ہی کھانا ہے اور پہلی بات کہ وہ طیب ہونا چاہیے اور دوسری بات کہ اتنا ہی کھانا پینا ہے اتنا ہی رزق استعمال کرنا ہے جتنی ضرورت ہے یوں جب آپ ایک ماہ تک اس طرح خود کو روکے رکھیں گے تو روزانہ کم سے کم ہوتے ہوتے آپ اپنی ضرورت کے قریب تر ہوتے چلے جائیں گے یہاں تک کہ ایک ماہ بعد آپ مکمل طور پر فطرت پر آچکے ہوں گے آپ مکمل طور پر ضرورت پر آچکے ہوں گے آپ کا جسم طیب ہو چکا ہو گا آپ کا تذکرہ ہو چکا ہو گا یعنی آپ میں تقویٰ آچکا ہو گا اس کے بعد آپ کا ہر عمل اللہ کا عمل بن جائے گا یعنی آپ بالکل ویسے بن چکے ہوں گے جیسے آپ فطرت کو درکار ہیں یوں نہ صرف فطرت آپ کو قول کر لے گی بلکہ اس کے بعد فطرت آپ کی ایسے ہی راہنمائی کرے گی جیسے کہ انہیں کا ہاتھ پکڑ کر اس کی راہنمائی کی جاتی ہے پھر آپ کا اپنا الگ سے وجود نہیں ہو چکا ہو گا اور آپ اللہ ہی کا وجود ہنچکے ہوں گے آپ کا ہر عمل اللہ کا عمل ہو گا آپ میں سلم آچکا ہو گا آپ کے سنبھال میں سلم، آپ کے دیکھنے میں سلم، آپ کے سمجھنے میں سلم، آپ کے ایک ایک عمل میں سلم آچکا ہو گا۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهَدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلِيَصُمُّهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعَدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخْرَ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلَتُكَمِّلُوا الْعِدَّةَ وَلَا تُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَيْتُكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ۔ البقرة ۱۸۵

سورۃ البقرۃ کی اس آیت کو بنیاد بناتے ہوئے نہ صرف کھا جاتا ہے بلکہ یہ عقیدہ و نظریہ پایا جاتا ہے کہ القرآن یہ ہے جو آپ کے سامنے موجود ہے اور اس القرآن کو سال میں رمضان کے نام پر ایک مخصوص مہینے میں اتارا گیا جو ہر سال آتا ہے۔ اب جب ایک طرف یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ اس قرآن کو رمضان کے مہینے میں اتارا گیا تو ہیں دوسری طرف اس کے بالکل بر عکس ایک اور بات کی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ قرآن ۲۳ سال کی ایک لمبی مدت میں اتارا گیا۔ یوں اعتراض کرنے والوں نے اعتراض اٹھایا کہ ایک طرف آپ کا کہنا ہے کہ یہ قرآن رمضان کے مہینے میں اتارا گیا اور دوسری طرف آپ اس کے بالکل متضاد بات پیش کرتے ہیں کہ یہ قرآن ۲۳ سال کی مدت میں اتارا گیا تو ظاہر ہے دونوں متضاد دعوے ہیں دونوں درست نہیں ہو سکتے آخران میں ٹھیک کون سا ہے اور غلط کون سا ہے تو اس اعتراض کے جواب میں ایک نئی کہانی گھری گئی کہ اصل میں پہلے یہ قرآن اللہ نے اپنے ہاں ساتویں آسمان سے پہلے آسمان پر رمضان کے مہینے میں اتارا پھر پہلے آسمان سے زمین پر موجود محمد پر ۲۳ سال کی مدت میں اتارا گیا یوں دونوں ہی دعوے درست ہیں۔ ان لوگوں کی اس کہانی کی وجہ سے آج تک یہ عقائد و نظریات چلے آرہے ہیں حالانکہ حقیقت تو یہ ہے کہ نہ تو ان لوگوں کو القرآن کا علم ہے اور نہ ہی ان کے دعووں میں کسی بھی قسم کی سچائی ہے کیونکہ ان کے دعوے کے مطابق اللہ اس کائنات سے الگ اور آسمانوں پر موجود ہے جہاں سے اللہ نے یہ قرآن جو آپ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان ہے جو

کہ عربوں کی زبان میں ہے اسے ایک ہی بار میں رمضان کے مہینے میں پہلے آسمان پر اتارا پھر پہلے آسمان سے ۲۳ سال کے عرصے میں محمد پر اتارا لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ آپ پر کھول کھول کرواضح کیا جاچکا کہ ایسا کوئی اللہ وجود ہی نہیں رکھتا جو ان کے بے بنیاد و باطل عقائد و نظریات کے مطابق اس کائنات سے الگ اور پر آسمانوں پر چڑھ کر بیٹھا ہوا ہے یوں ان کا یہ دعویٰ بالکل بے بنیاد اور باطل ثابت ہو جاتا ہے جس کی بنیاد پر دوسرا دعویٰ بھی بالکل بے بنیاد و باطل ثابت ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ بھی ان لوگوں نے گھڑ رکھا ہے جو کہ اللہ اور اس کے رسولوں سے منسوب کیا گیا اس کی حقیقت بھی ہر لحاظ سے آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو جائے گی جیسے ہی ہم اس آیت کو بتیں کرتے ہیں۔

اب آپ پر کھول کرواضح کرتے ہیں کہ شہر رمضان میں القرآن کا اتنا کیا ہے۔ اسے سمجھنے کے لیے سب سے پہلے رمضان اور پھر القرآن کو جاننا لازم ہے کہ رمضان اور القرآن کیا ہے جب تک ان الفاظ کو سمجھنیں لیا جاتا تا تک آپ کے لیے اس کو سمجھنا مشکل ہو گا اس لیے سب سے پہلے رمضان اور القرآن کو کھول کر آپ پر واضح کرتے ہیں تا کہ حق ہر لحاظ سے بالکل کھل کر واضح ہو جائے اور آج تک ان الفاظ کی بنیاد پر پائے جانے والے بے بنیاد و باطل عقائد و نظریات کی حقیقت چاک ہو جائے۔

رمضان: جملہ ہے جو کہ چار الفاظ ”ر، مض، ا، ن“ کا مجموعہ ہے۔ ”ر“ چلنے کو یا بننے وغیرہ کو کہتے ہیں یعنی جاری کو کہتے ہیں۔ ”مض“ کے معنی ہیں ناگزیر ہو جانا۔ ”ا“ کسی بھی جملے کے شروع میں آئے تو سوالیہ بنادیتا ہے آخر میں آئے تو بند باندھ کر یعنی رکاوٹ کھڑی کر کے ماضی کا صیغہ بنادیتا ہے، جملے میں شروع کی جانب درمیان میں آئے تو فاعل بنادیتا ہے اور اگر آخر کی جانب درمیان میں آئے تو اس میں سے کسی کا بھی استثنی ختم کر دیتا ہے یعنی کل کے کل کا اظہار کرتا ہے۔ اس جملے میں الف آخر کی جانب درمیان میں استعمال ہوا جس سے اس کا معنی بنتا ہے کل کا کل یعنی تمام کا تمام اور آخر میں ”ن“ ہے جس کا معنی ہے ہم یعنی اللہ یا اس سے بھی آسمان الفاظ میں جو وجود ہے جو کہ ایک ہی وجود ہے جو آپ کو ہر طرف نظر آ رہا ہے یہ وجود اپنا اظہار کر رہا ہے۔ رمضان کا معنی بناتا ہے کسی مدت یا شے کے چلنے کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ اس کے دوران اللہ کا پورے کا پورا آنا ناگزیر ہو جاتا ہے اور پھر کس صورت میں اللہ کا یعنی یہ جو وجود ہے جو آپ کو ہر طرف نظر آ رہا ہے پورے کا پورا آنا ناگزیر ہو جاتا ہے اس سوال کا جواب آگے آیت میں موجود ہے جس پر بات ہو گی جس کے لیے اب پہلے القرآن کو کھول کرواضح کرتے ہیں۔

القرآن: چار الفاظ ”ال، قر، ا، ن“ کا مجموعہ ہے۔ کسی بھی جملے کے شروع میں ”ال“ کا استعمال مخصوص کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے یعنی کسی خاص کا ذکر کیا جا رہا ہے نہ کہ عام کا اور اگلا الفاظ ہے ”قر“ اس کو دو پہلوؤں سے کھول کرواضح کرتے ہیں ایک پہلو سے اس کا معنی ہے آپ کو سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں دی گئی توجہ بھی کوئی یہریں آپ کے کانوں سے ٹکراتی ہیں تو اسے سمجھ لینا کہ کیا ہے جو آپ کے کانوں سے ٹکرایا یعنی جو آپ سننے ہیں اسے سمجھ لینا ایسے ہی جو دیکھتے ہیں اسے سمجھ لینا اسے قر کہتے ہیں جسے عرف عام میں پڑھ لینا یا پڑھنا بھی کہتے ہیں۔ عربوں میں کسی بھی شے کا کسی دوسری شے پر ٹکرانا جس سے رد عمل کا اظہار ہونا اسے قر کہتے ہیں مثال کے طور پر دروازے پر دی جانے والی دستک کو بھی قر کہا جاتا ہے کیونکہ دروازے پر آپ کا ہاتھ یا کوئی شے ٹکراتی ہے تو اس سے جو رد عمل کا اظہار ہوتا ہے جسے آپ اردو میں دستک کہتے ہیں اسے عربوں کی زبان میں قر کہتے ہیں ایسے ہی اگر کوئی پتھر گرتا ہے یا کوئی بھی شے آ کر گرتی ہے تو اس سے جو رد عمل ظاہر ہوتا ہے اسے قر کہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ کی نظریں کسی شے پر ٹکراتی ہیں یا یہریں آپ کے کان کے پر دے پر آ کر ٹکراتی ہیں تو جس رد عمل کا اظہار ہوتا ہے جسے آپ سمجھنا یا پڑھنا کہتے ہیں اسے عربوں کی زبان میں قر کہتے ہیں اور اسے یوں پڑھایا بولا جاتا ہے ”قر“۔

اب آئیں دوسرے پہلو کی طرف۔ ”قر“ جملہ ہے جو کہ دو الفاظ ”ق، ر“ کا مجموعہ ہے۔ ”ق“ کے معنی ہیں کثنا، ٹوٹنا، الگ ہونا اور ”ر“ کے معنی آپ پہلے ہی جان چکے کہ اس کے معنی ہیں جاری ہونے کے، بہنا، آگے بڑھنا یا ”ق“ کے معنی بنتے ہیں کسی شے کا کہیں سے کٹ کر ٹوٹ کر یا الگ ہو کر

آگے کو بہنا آگے کو جانا۔ یہ بالکل بنیادی معنی ہے اس سے آپ پر یہ بھی بالکل کھل کرو واضح ہو جائے گا کہ کیا وجہ ہے جس وجہ سے ”قر“ بہت سی حالتوں کے لیے استعمال ہوتا ہے جیسے کہ کسی شے کا کسی پر گرنا، پڑھنا وغیرہ۔

پھر اگلے دو الفاظ ”الف اور ن“ کے معنی تو آپ پہلے ہی جان چکے ہیں۔

قرآن کا معنی بتتا ہے کہ کوئی وجود یا کوئی بھی یہ کہہ رہا ہے کہ ہم یعنی میں پورے کا پورا کٹ کر آ رہا ہوں اور شروع میں ”ال“ مخصوص کر دیتا ہے یوں ”القرآن“ کا معنی بتتا ہے مخصوص قرآن یعنی جتنے بھی قرآن ہیں ان میں سے جو مخصوص ثابت ہو جائے۔ مثال کے طور پر اگر آپ کے سامنے کوئی شے پڑی ہے اور آپ اسے دیکھ کر سمجھ رہے ہیں تو یہ آپ اس شے کو قر کر رہے ہیں وہ شے یہ کہہ رہی ہے کہ آپ مجھے قر کر رہے ہیں یوں بھی یہ قرآن ہی بتتا گا، ایسے ہی اگر آپ اپنے آپ کو پڑھتے ہیں یعنی آپ اپنے آپ میں غور فکر کرتے ہیں اپنے اس وجود میں غور فکر کر کے اسے سمجھ رہے ہیں تو یہ آپ خود اپنے آپ کو قر کر رہے ہیں جسے عربوں کی زبان میں قرآن کہا جائے گا پھر اگر آپ آسمانوں وزمین میں غور فکر کرتے ہیں اپنی ہی ذات میں غور فکر کرتے ہیں تو آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا کہ ایک ہی وجود ہے کوئی دوسرا ہے یہ نہیں جب ایک ہی وجود ہے کوئی دوسرا ہے یہ نہیں تو پھر ذرا غور کریں کون ہے اور کسے قر کر رہا ہے؟ جب ایک ہی وجود ہے کوئی دوسرا ہے یہ نہیں تو پھر ظاہر ہے خود ہی ہے اور خود اپنے ہی آپ کو قر کر رہا ہے جسے قرآن کہا جائے گا تو جتنے بھی قرآن ہیں ان میں سے جو مخصوص ثابت ہو جائے اسے القرآن کہا جائے گا۔

جتنے بھی قرآن ہیں جب ان میں غور کیا جائے تو یہ وجود جو کہ ایک ہی وجود ہے جو کہ ہماری اپنی ہی اصل ذات ہے ہمارا خدا پنی ہی ذات کو قر کرنا مخصوص قرآن یعنی القرآن ثابت ہو جاتا ہے جس سے آپ پر یہ بات بھی کھل کر واضح ہو جائے گی کہ انسان اللہ کو قر نہیں کر سکتا اللہ ہی ہے جو خود اپنے آپ کو قر کر سکتا ہے اس لیے پہلے اللہ بننا ہو گا اللہ بنانا ہو گا اللہ کا وجود بنانا ہو گا تب ہی آپ اپنی ہی ذات اللہ کو قر کر سکتے ہیں۔

پچھے آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ آپ کی اصل حقیقت کیا ہے آپ کی خودی یعنی آپ کا اصل وجود کیا ہے۔ مثال کے طور پر اگر آپ کے جسم کے کسی بھی عضو کی طرف اشارہ کر کے آپ سے سوال کیا جائے کہ یہ کیا ہے تو آپ اپنے اس عضو کا نام بتائیں گے مثلاً اگر آپ کے ہاتھ کی طرف اشارہ کر کے آپ سے سوال کیا جاتا ہے کہ یہ کیا ہے تو آپ جواب دیں گے کہ یہ ہاتھ ہے اور پھر اگر یہ سوال کیا جائے کہ کس کا ہے تو آپ جواب دیں گے کہ میرا ہے ایسے ہی آپ کے جسم کے مختلف اعضاء کے بارے میں سوال کرتے کرتے پورے جسم کے بارے میں سوال کیا جائے کہ یہ کیا ہے تو آپ جواب دیں گے کہ جسم ہے اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ کس کا ہے تو آپ جواب دیں گے میرا ہے یعنی آپ یہ نہیں کہیں گے کہ یہ جسم آپ ہیں بلکہ آپ کہیں گے کہ یہ جسم میرا ہے جس سے یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ یہ جسم آپ نہیں ہیں بلکہ یہ جسم آپ کا ہے تو اب آپ خود غور کریں کیا یہاں یہ سوال پیدا نہیں ہوتا کہ اگر یہ جسم آپ کا ہے تو پھر آپ کون ہیں؟ کیونکہ جب آپ خود ہی کہہ رہے ہیں کہ یہ جسم آپ کا ہے تو پھر ظاہر ہے سوال تو پیدا ہوتا ہے کہ آپ کون ہیں وہ کون ہے جو یہ کہہ رہا ہے کہ یہ جسم میرا ہے؟ اور آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ آپ کی اصل حقیقت آپ کا اصل وجود اللہ ہے۔ یہی بات اسی القرآن میں مختلف پہلوؤں سے سامنے لا رکھی گئی جن میں سے ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اس القرآن میں بار بار کہا گیا کہ آسمانوں وزمین میں جو کچھ بھی ہے یہ اللہ کا ہے یوں جب آپ یہ کہہ رہے ہوتے ہیں کہ یہ جسم میرا ہے تو اصل میں یہ اللہ بول رہا ہوتا ہے اللہ کہہ رہا ہوتا ہے کہ یہ میرا ہے یعنی جب آسمانوں وزمین میں جو کچھ بھی ہے یہ اللہ کا ہے اللہ بار بار کہہ رہا ہے تو پھر ذرا غور کریں کیا آپ آسمانوں وزمین میں نہیں ہیں؟ جب آپ بھی آسمانوں وزمین میں ہیں تو پھر ظاہر ہے آپ بھی اللہ کے ہیں یعنی یہ جسم جسے آپ آج تک اپنا آپ سمجھتے رہے یہ اللہ کا ہے آپ کی اصل حقیقت آپ کی خودی اللہ ہے نہ کہ آپ کا الگ سے کوئی وجود ہے اور جو بھی الگ سے وجود ہونے کا دعویٰ کرے گا تو وہ اللہ کا شریک ہو گا اللہ کا شریک ہونے کا دعویٰ کرے گا وہ یلد ولد کا دعویٰ کرے گا۔

اب آپ خود غور کریں کہ جب ہماری اصل حقیقت ہماری خودی اللہ ہی ہے اور ہر طرف ہمیں اپنا ہی وجود نظر آ رہا ہے تو اگر ہم آسمانوں وزمین میں غور فکر کرتے ہیں نہیں قر کرتے ہیں تو کون ہے اور کس کو قر کر رہا ہو گا؟ جواب بالکل واضح ہے ہم ہی ہیں اور ہم خود اپنے ہی آپ کو قر کر رہے ہیں جسے عربوں کی زبان میں القرآن کہا جائے گا یعنی خود اپنے آپ کو اپنی ہی ذات جو کہ اللہ ہے کو قر کرنا یعنی اس میں غور فکر کر کے اسے مکمل طور پر جان لینا القرآن کہلاتا ہے جب القرآن آ

جاتا ہے یعنی اسے فر کر لیا جاتا ہے تو یہی ہے خود اپنی ہی ذات کو حق کو پہچان لینا اور اس کے لیے الصیام کی جو مدت طے کردی گئی اس مدت میں الصیام کا ہونا لازم ہے جسے شہر رمضان یا یوم العرفہ کا نام دیا جائے گا یعنی شہر رمضان اور یوم العرفہ ایک ہی بات کو مختلف پہلوؤں سے سامنے لایا جا رہا ہے شہر رمضان ہی یوم العرفہ ہے اور یوم العرفہ ہی شہر رمضان ہے یوم العرفہ کا معنی ہے وہ مدت جس مدت میں خود اپنی ہی ذات کو حقیقت کو حق کو پہچان لیا جاتا ہے اللہ کو پہچان لیا جاتا ہے اور وہ مدت ہے شہر رمضان۔

اب تک نہ صرف آپ پر رمضان کیا ہے بلکہ القرآن کیا ہے یہ بھی بالکل کھل کر واضح ہو چکا اب آپ کے لیے سورۃ البقرۃ کی اس آیت کو سمجھنا بالکل آسان ہو جائے گا جس سے آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا کہ آج تک اس آیت کی بنیاد پر جو کچھ بھی گھڑ کر پھیلا دیا گیا اس کا حق کیسا تھا کوئی تعلق نہیں وہ سب کی سب ضلال میں ہیں یعنی ہر لحاظ سے ہر پہلو سے ہلم کھلا گمراہیاں ہیں۔

اب سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ کو خلق کیا گیا تو آپ کے وجود میں کان ہیں جن سے سناجا سکتا ہے آنکھیں ہیں جن سے دیکھا جا سکتا ہے پھر جو سن اور دیکھ رہے ہیں اسے سمجھنے کی صلاحیت دی قلوب ہیں کہ انہیں اندہ دی کیا گیا یعنی ان میں وہ سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیت رکھی جو کانوں سے سنائی نہیں دیتا آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتا تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر آپ کو ایسا کیوں خلق کیا گیا؟ آپ کو یہ صلاحیتیں کیوں دی گئیں؟ کسی بھی شے میں موجود صلاحیتیں اس کے مقصد تخلیق کو واضح کرتی ہیں آپ کو ایسا کیوں خلق کیا گیا تو اس کا جواب بالکل واضح ہے یعنی آپ کو کان دیے گئے تو اسی لیے تاکہ آپ ان سے سنیں آنکھیں دی گئیں تو اسی لیے تاکہ آپ ان سے دیکھیں پھر جو سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھنے کی صلاحیت دی تو اسی لیے کہ جو کچھ بھی آپ کو سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھیں جب آپ ان صلاحیتوں کا اسی مقصد کے لیے استعمال کریں گے یعنی غور و فکر کریں گے جو کچھ بھی سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھیں گے تو آپ پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جائے گی کہ جو کچھ بھی ظاہر سنائی اور دکھائی دے رہا ہے صرف اور صرف یہی گل کا گل نہیں ہے بلکہ بہت سی مخلوقات ایسی ہیں جو چھپی ہوئی ہیں جنہیں کانوں سے سنائیں جا سکتا آنکھوں سے دیکھائیں جا سکتا اور جب تک ظاہر و باطن یعنی مکمل طور پر سن اور دیکھنے کی امکنہ نہیں لیا جاتا تب تک اصل نتیجے پر پہنچانا ممکن ہے اور اسی لیے آپ کے قلوب کو اندہ دی کیا یعنی قلوب میں وہ سننے دیکھنے کی صلاحیت رکھی جو کانوں اور آنکھوں سے سنائی اور دکھائی نہیں دیتا اور آپ کا دل اس وقت تک اپنایہ کام نہیں کرے گا یعنی تب تک آپ باطن کو سن دیکھنے سکتے سمجھنے سکتے جب تک کہ قلوب میں تقویٰ نہیں آ جاتا اور تقویٰ الصیام پر رکھ دیا گیا۔

یوں جب آپ ان صلاحیتوں کا اسی مقصد کے لیے استعمال کریں گے تو جہاں آپ پر آسمانوں وزمین کی پچیدگی اور ان میں وضع المیز ان کا علم ہو گا یہ کھل کر آپ کے سامنے آئے گا کہ اگر آپ کوئی ایک بھی عمل بغیر مکمل علم و حکمه کے کرتے ہیں تو آپ المیز ان میں خسارے کا سبب بن کر مجرم ثابت ہو جائیں گے اور ایسا آپ کبھی نہیں چاہیں گے تو وہیں آپ پر یہ بات بھی بالکل کھل کر واضح ہو جائے گی کہ جب تک آپ اپنے مقام پر قائم نہیں ہوتے تب تک آپ کو ہدایت نہیں دی جائے گی تب تک آپ کی راہنمائی نہیں کی جائے گی آپ گمراہ ہی رہیں گے یعنی آپ کو متمن بننا ہے آپ کو بالکل ویسا ہی بننا ہے جیسے آپ فطرت کو درکار ہیں اور پھر آپ پر اپنی ہی ذات میں غور و فکر کرنے پر یہ بات بھی بالکل کھل کر واضح ہو چکی ہو گی کہ آپ وہ ہیں جو آپ کھاتے ہیں اگر آپ طیب رزق سے استعمال کرتے ہیں تو آپ طیب بن جائیں گے اور اگر آپ خبائش کو اپنارزق بناتے ہیں تو آپ خبیث بن کر فساد ہی کریں گے اور آپ کو واپس طیب بننے اور مکمل طور پر فطرت پر آنے کے لیے اکیس سے ستائیں دن یعنی ایک ماہ الصیام کرنے کی ضرورت ہے یعنی خود کو روک کر کھنے کی ضرورت ہے آپ کو جو کچھ بھی دیا گیا یا جو کچھ بھی آپ استعمال کرتے ہیں خود کو ان تمام کے حوالے سے اپنے آپ کو روک کر کھنے ہے تب اور اتنا ہی کرنا ہے جتنی آپ کی ضرورت ہے یوں جب آپ ایک ماہ طرح خود کو روک کر کھیں گے تو ایک ماہ بعد آپ بالکل ویسے ہی بن چکے ہوں گے پھر آپ کو خود کو روکنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی اور جب آپ بالکل ویسے بن چکے ہوں گے جس کا مطلب ہے تقویٰ یعنی آپ میں تقویٰ آچکا ہو گا تو نہ صرف اللہ یعنی نظرت آپ کو قبول کر لے گی بلکہ اس کے بعد آپ تمام ترقیوں سے آزاد ہو جائیں گے آپ کا معاملہ بالکل ایسے ہو جائے گا گویا کہ آپ نے ایک ہی بار میں کل کائنات یعنی اپنے ہی وجود اللہ کو فر کر لیا حالانکہ آپ کو خود بھی اس

کا علم نہ ہوگا اور پھر جب جب جیسے جیسے کچھ بھی آپ کے سامنے آئے گا تو آپ کو کسی بھی قسم کی محنت نہیں کرنا پڑے گی بلکہ خود بخوبی کھل کر واضح ہوتا رہے گا یعنی گویا کہ آپ کو پہلے سے ہی سارا علم ہے بس کسی بھی شے کے سامنے آنے کی دیر ہے۔ یعنی اگر آپ ایک ماہ الصیام کرتے ہیں تو نہ صرف آپ میں تقویٰ آجائے گا بلکہ تقویٰ آجانے سے گویا کہ آپ اپنے آپ کو جو کہ آپ کی اصل ذات اللہ ہے یہی آسمانوں وزمینِ گل کائنات اسے پڑھ لیں گے حالانکہ آپ کو خود بھی اس کا شعور نہیں ہو گا یہ بالکل ایسے ہی ہو گا جیسے کہ اگر آپ کے کاونٹ میں ایک ہی بار میں اتنا سر ما یا آجائے کہ جتنا آپ کو پوری زندگی میں درکار ہے لیکن آپ اسے ایک ہی بار میں نہیں نکال سکتے اور نہ ہی ضرورت سے زائد نکال سکتے ہیں جب جب جیسے جیسے آپ کو ضرورت پیش آتی رہے تو تب تب اتنا آپ اپنے کاونٹ سے با آسانی نکال سکتے ہیں۔ مثلاً اگر آپ کو اپنی پوری زندگی کے لیے ایک ارب کی ضرورت کے کاونٹ میں ایک ہی بار میں ایک ارب آجائے لیکن آپ اس میں سے صرف تب تب ہی نکال سکتے ہیں جب جب آپ کو ضرورت پیش آتی رہے اور اتنا اتنا ہی نکال سکتے ہیں جتنی جتنی آپ کی ضرورت ہو بالکل ایسے ہی جب آپ الصیام کریں جو کہ الصیام ہیں تو نہ صرف آپ میں تقویٰ آجاتا ہے کہ اللہ آپ کو قبول کر لیتا ہے بلکہ اللہ کیا ہے جو کہ آپ کی اپنی ہی ذات ہے گل کا گل وجود یعنی جو کچھ بھی اپنا وجہ رکھتا ہے اس کے سب کا سب علم ایک ہی بار میں آپ کی ذات میں آجائے گا آپ کی طرف آجائے گا لیکن آپ کو خود بھی اس کا علم نہیں ہو گا اور پھر زندگی میں جب جب جیسے جیسے کچھ بھی آپ کے سامنے آئے گا تو ویسے ویسے آپ پر حق کھل کر واضح ہوتا چلا جائے گا آپ کو منت کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہو گی یعنی آپ کا اپنا وجہ اللہ یہ فطرت ہی آپ پر لمحہ بہ بحق کھول کر واضح کرتی رہے گی جب تک کہ آپ میں تقویٰ ہو گا اور آپ کی موت نہیں ہو جاتی۔ اور یہ جو آج آپ پر کھول کھول کر واضح کیا گیا اسی کی آج سے چودہ صدیاں قبل قرآن کی درج ذیل آیت کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی یوں نہ صرف آج یہ آیت کی صورت میں آپ کو یاد دلارہا ہے کہ یہ تھا وہ حدثہ یہ تھا اللہ کا وہ رسول جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی اس آیت کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی جیسا کہ اب آپ پر آیت کو واضح کرتے ہیں۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهَدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلَيَصُمُّهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخْرَ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلَتُكَمِّلُوا الْعِدَّةَ وَلَتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَدَيْتُمُ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ۔ البقرة ۱۸۵

شَهْرُ رَمَضَانَ ایکس سے ستائیں دن یعنی ایک مہینہ ہے مسلسل جاری رہا تو اس میں ہمارا مکمل طور پر آنا ناگزیر ہو جاتا ہے الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ اس مہینے میں کس طرح ہم آتے ہیں اسی کا جواب دیتے ہوئے کہا جا رہا ہے کہ اس مہینے میں ہم کس طرح آتے ہیں اس میں ہم خود اپنی ہی ذات کو مکمل طور پر قرکر لیتے ہیں یعنی خود اپنی ہی ذات کو مکمل طور پر پڑھ لینا جان لینا پچان لینا۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ ایک مہینہ ہے جو مسلسل جاری رہتا ہے تو اس میں ہمارا مکمل طور پر آنا ناگزیر ہو جاتا ہے اور آگے اس بات کو بھی کھول کر واضح کر دیا کہ ہم کون اور کس طرح ہمارا آنا ناگزیر ہو جاتا ہے۔ ہم یعنی ہماری اپنی ہی ذات جو کہ اللہ ہے گل کا گل وجود اس کا علم کی صورت میں آنا ناگزیر ہو جاتا ہے اس میں خود اپنی ہی ذات کو جو کہ اللہ ہے اسے مکمل طور پر قرکیا جا رہا ہے یعنی مکمل طور پر پڑھا جا رہا ہے جانا جا رہا ہے۔ اب اس کا منتصد کیا ہے تو آگے اسی سوال کا جواب بھی دے دیا یعنی آخر ایسا قدر میں کیوں کیا گیا تو اس سوال کا جواب بھی آگے دے دیا ہو گی لیکن جانے کی وجہ سے چھوٹی راہنمائی کے لیے یعنی ایسا قدر میں اس لیے کیا تاکہ لوگوں کی راہنمائی کا یہ ذریعہ ہے کہ اگر آپ ایک ماہ الصیام کرتے ہیں جو کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ الصیام کیا ہیں تو پھر نہ صرف آپ میں تقویٰ آجائے گا بلکہ تقویٰ آجانے سے آپ خود اپنی ہی ذات کو جان جائیں گے آپ کی لمحہ بہ بحق راہنمائی کی جائے گی آپ سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں رہے گا جیسے جیسے وقت آتا چلا جائے گا تو ویسے ویسے آپ کی راہنمائی کی جاتی رہے گی آپ پر حق کھول کھول کر واضح کیا جاتا رہے گا بالکل ایسے ہی جیسے اندر ہے کا ہاتھ پکڑ کر اس کی راہنمائی کے لیے اس کے ساتھ ساتھ چلا جاتا ہے۔ اور اس طرح ایسے راہنمائی کیسے ممکن ہے یعنی ایک مہینہ الصیام کرنے سے ایسے راہنمائی کس طرح ممکن ہے تو آگے اسی کا جواب دے دیا گیا وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ اور پہنات ہیں اس میں یعنی آیات کا ہر لحاظ سے کھل کر واضح ہو جانا کہ جب آپ الصیام کرتے ہیں جس سے آپ میں تقویٰ آجاتا ہے یعنی آپ بالکل ویسے ہی بن

جاتے ہیں جیسے اللہ یعنی فطرت کو درکار ہیں تو پھر آپ کا اپنا وجود ختم ہو جاتا ہے آپ اللہ کا وجود بن جاتے ہیں تو جب آپ اللہ کا وجود بن جاتے ہیں تو آپ پر کچھ بھی چھپا نہیں رہتا اگر دیر ہے تو صرف کسی بھی آیت کسی بھی شیئے کے سامنے آنے کی پھر آپ پر وقت کیسا تھا ساتھ جب جب جس کی ضرورت ہوتی ہے کھل کر واضح ہوتا چلا جاتا ہے۔ توجہ سب کا سب کھل کر واضح ہو جائے تو پھر اور کس میں ہدایت ہوتی ہے؟ اسی میں تو ہدایت یعنی راہنمائی ہوتی ہے اور یہ بینات ہیں جن سے ہدایت ہوتی ہے اور الفرقان بھی یعنی اس ایک ماہ میں نہ صرف خود اپنی ہی ذات کو پڑھ لیا جاتا ہے بلکہ کون سا عالم کتب کے لیے ہے مکمل طور پر فرق کرنے کی صلاحیت بھی آجاتی ہے کہ کون سا آپ کے لیے ہے اور کون ساد و سروں کے لیے، کون سا بھی کے لیے ہے اور کون سابعد کے لیے یہاں تک کہ مکمل طور پر انتہائی باریکی سے ہر شے ہر بات کا لگ کرنے کی صلاحیت آجاتی ہے جس سے ہدایت یعنی الحجہ بہ الحجہ راہنمائی بالکل آسان ہو جاتی ہے یعنی جب آپ پر نہ صرف مکمل علم کھل جائے بلکہ علم کو کب کہاں کتنا اور کیسے استعمال کرنا ہے یہ صلاحیت بھی حاصل ہو جائے تو پھر اور کسے کہتے ہیں الحجہ بہ الحجہ اس طرح راہنمائی کرنے کو جیسے کہ اندھے کی راہنمائی کرنے کے لیے اس کا ہاتھ کپڑا کر ساتھ چلا جاتا ہے؟ یہ ہے ہمارا قانون راہنمائی کرنے کا جو اس قانون پر پورا اترے گا تو اس کی بالکل ایسے ہی راہنمائی کی جائے گی اس پر حق ہر لحاظ سے کھل کر واضح ہو جائے گا اور جو اس قانون پر پورا نہیں اترتا یعنی جو اصیام کتب ہونے پر نہیں کرتا تو پھر اس کے لیے ہدایت ہے ہی نہیں اسی لیے آگے کہا گیا فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلِيَصُمُّهُ پس جو شهد ہوتم میں سے کوئی پس اس کو جو کرنا ہے خود کو روک کر کھانا ہے یعنی الصیام کرنے ہیں۔

**فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ** کا مطلب ہے کہ تم میں سے کسی کی ذات اگر اس بات کی گواہی دے رہی ہے کہ اس پر الصیام کتب میں مثلاً اگر آگ لگ جائے تو آپ کیا کریں گے کیا کرنا نوشتہ دیوار ہے؟ تو اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ آگ بھانا اور اسی کو کتب کہتے ہیں ایسے ہی اگر کسی کا وجود یعنی کسی کا جسم اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ اسے خود کو روکنے کی ضرورت ہے جیسے کہ اگر آپ ضرورت سے زائد کھاپی رہے ہیں جو کہ مقصد ہے، ضرورت سے زائد بول رہے ہیں جو کہ بے مقصد ہے ایسے ہی ضرورت سے زائد کچھ بھی کر رہے ہیں تو آپ کا اپنا وجود اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ اسے روکا جائے یعنی اسے ضرورت سے زائد کرنے سے روکا جائے جس کے لیے پہلے تو اس بات کا علم ہونا لازم ہے کہ آخر کیا وجہ ہے جو آپ ضرورت سے زائد سب کچھ کر رہے ہیں تب ہی آپ خود کو نہ صرف ضرورت سے زائد سے روک سکیں گے بلکہ بالکل ویسا بنا سکیں گے کہ دوبارہ روکنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے یعنی آپ بالکل ویسے ہی بن جائیں۔

جب بھی آپ پر الصیام کتب ہوتے ہیں تو خبائش کو رزق بنانا اس کی وجہ نہماں ہے اس لیے سب سے پہلے آپ نے خبائش کو ترک کرنا ہے اپنے جسم کو خبائش سے رزق استعمال کرنے سے روکنا ہے اور اس کے برعکس طیب رزق سے استعمال کرنا ہے اور پھر اپنے آپ کو روک کر کھانا ہے جب تک کہ روکا جاستا ہے اور جب روکنا انتہائی مشکل ہو جائے یعنی بھوک برداشت نہ ہو، پیاس برداشت نہ ہو، بو لے یا کوئی بھی عمل کیے بغیر کوئی چارہ نہ ہو تو پھر اتنا ہی کھانا پینا یا کوئی کام کرنا ہے جتنی ضرورت ہے ضرورت سے زائد بالکل نہیں کرنا یوں جب آپ خود کو روکنے کی یہ مشق شروع کریں گے جو کہ الصیام میں تو دن بہ دن آپ آگے بڑھتے جائیں گے آپ کا رزق کم سے کم ہوتا چلا جائے گا آپ ہر لحاظ سے کم سے کم کی طرف یہاں تک کہ بالکل ضرورت پر آ جائیں گے یعنی آپ بالکل ویسے بن جائیں گے جیسے کہ آپ اپنے رب فطرت کو درکار ہیں اسی لیے کہا گیا کہ تم میں سے کسی کی ذات اگر اس بات کی گواہی دے رہی ہے کہ اسے خود کو روکنے کی ضرورت ہے تو پھر اس کو جو کرنا ہے بھی کرنا ہے کہ وہ خود کو روکے اس کے علاوہ اس پر کوئی دوسرا کام کتب نہیں ہے کوئی دوسری ذمہ داری کتب نہیں ہے یعنی پھر سب سے پہلا جو کام کرنا ہے وہ بھی ہے جب وہ یہ کام کر لے گا تو پھر خود بخود ہی اس پر کھل کر واضح ہو جائے گا کہ اب اس کے بعد اس نے کیا کرنا ہے کیونکہ اس کے بعد نہ صرف اس کا رب فطرت اسے قبول کر لے گی بالکل ایسے ہی جیسے مشین پر زے کو قبول کر لیتی ہے بلکہ اس کے بعد اس نے کیا کب کہاں کتنا اور کیسے کرنا ہے یعنی اسے جو لحہ بہ الحجہ راہنمائی درکار ہے وہ ان تمام تفکروں سے آزاد ہو جائے گا پھر اس کا رب اللہ یعنی فطرت لحہ بہ الحجہ اس کی راہنمائی کرے گی۔ اب یہاں یہ بات بھی آپ پر کھل کر واضح ہو جانی چاہیے کہ شہر رمضان کا مطلب ہرگز وہ نہیں جو آج تک پھیلا دیا گیا ہے جو خود کو مسلمان کہلوانے والے سال میں ایک مخصوص مہینے کو شہر رمضان کا نام دیتے ہیں کیونکہ ذرا غور کریں اگر آپ پر اس وقت الصیام کتب ہیں تو کیا آپ اس کے لیے اس مخصوص مہینے کا انتظار کریں گے؟ مثلاً ذرا غور کریں اگر آپ کے گھر کو آگ لگ جائے تو کیا آپ آگ بھانے کے لیے کسی مخصوص وقت کا تعین کریں گے اور اس کا انتظار کریں

گے یا پھر جیسے ہی آگ لگے اور اس کا علم ہو جائے تو فوراً سب سے پہلے آگ بجھائیں گے؟ تو جواب بالکل واضح ہے کہ جیسے ہی آگ لگے گی تو پھر سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر سب سے پہلے آگ بجھائی جائے گی کیونکہ اگر فوری طور پر پہلے آگ نہ بجھائی گئی تو آگ سب کچھ جلا کر راکھ کر دے گی بالکل ایسے ہی اگر آپ پر الصیام ابھی کتب ہیں تو اس کے لیے انتظار نہیں کیا جائے گا بلکہ جیسے ہی آپ پر واضح ہو جائے کہ آپ پر الصیام کتب ہیں آپ نے الصیام کرنے میں تو فوری الصیام کیے جائیں گے نہ کہ کسی مخصوص وقت کا انتظار کیا جائے گا ورنہ اگر آپ ایسا نہیں کرتے اور کسی مخصوص وقت کا انتظار کرتے ہیں تو پھر آپ اپنا نقصان کر بیٹھیں گے آپ مجرم ثابت ہو جائیں گے الایہ کہ آپ کسی ایسی حالت میں ہوں کہ آپ ابھی الصیام کرنے کے قابل نہیں ہیں مثلاً آپ اگر جسمانی طور پر بیمار ہوں آپ کا جسم اس کی اجازت نہ دے رہا ہو تو پہلے آپ کو اپنی بیماری کو دور کرنا ہو گا یا پھر اگر آپ ابھی ایسے مقام پر نہیں ہیں کہ جہاں آپ نے الصیام کرنے میں یعنی آپ اس مقام پر نہیں پہنچے تو پہلے ایسے مقام پر پہنچنا لازم ہے یعنی اگر آپ کسی بھی قسم کے سفر میں ہیں تو پہلے سفر کے اختتام کا انتظار کیا جائے گا جیسے ہی سفر کی حالت ختم ہو جائے تو الصیام کیے جائیں گے اور اسی کا آگے ذکر کر دیا گیا وَمَنْ كَانَ مَرِيضاً أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعَدَهُ مِنْ أَيَّامٍ أُخْرَ اور تم میں سے جو مریض ہو اور کیا ہو کہ کوئی کسی بھی قسم کے سفر پر ہو تو اس پر لازم ہے کہ جب وہ الصیام کرنے کے قابل ہو جائے تو پس وہ اتنی ہی مدت دوسرے ایام میں جب اس کے لیے ممکن ہے الصیام کرے یعنی اگر آپ پر آج حق کھل کر واضح ہو اور آپ پر واضح ہو گیا کہ آپ پر الصیام کتب ہیں اور آپ مریض ہیں یا پھر آپ کسی حالت سفر میں ہیں تو پھر آپ ایسا کریں کہ جب دوسرے ایام آئیں یعنی یہ حالت مرض یا سفر والے ایام گزر جائیں تو پھر وہی ایک ماہ الصیام کریں مسلسل اور ایسا نہیں کرنا جو آج تک پھیلا دیا گیا کہ اگر رمضان میں ان وجوہات کی بنا پر روزے نہ رکھ پا تو تجتنے روزے نہیں رکھ پائے انہیں بعدوالے دنوں میں رکھ کر مجموعی طور پر ایک مہینے کی گنتی پوری کرلو یہ بالکل بے بنیاد اور باطل ہے یہ عظیم مگر ہی ہے اس کا حق کیستا تھا کوئی تعلق نہیں آپ خود غور کریں کیا ایسا کرنے سے جو مقصد ہے وہ پورا ہو گا؟ ایسا کرنے سے کبھی بھی مقصد پورا نہیں ہو گا آپ کا مقصد سال میں تیس دن مخصوص وقت بھوکا اور پیاسا رہنا نہیں ہے بلکہ الصیام کا مقصد ہے تقویٰ کا حصول اور وہ مسلسل ایک ماہ الصیام کریں گے تو ہی تقویٰ آئے گا ورنہ نہیں۔

یوں جب آپ الصیام کریں گے تو آپ میں نہ صرف تقویٰ آجائے گا بلکہ اللہ آپ کو قبول کر لے گا آپ پر حق ہر لحاظ سے کھل کر واضح ہو جائے گا آپ خود اپنی ہی ذات کو پہچان لیں گے خود اپنی ہی ذات جو کہ اللہ ہے اسے مکمل طور پر پڑھ لیں گے حق ہر لحاظ سے کھل کر واضح ہو جائے گا آپ کی لمحة بہلمہ ایسے ہی راہنمائی کی جائے گی جیسے آپ کے جسم میں آپ کے اعضاء ہیں ان کو کوئی فکر نہیں کہ انہیں کب کیا اور کتنا کرنا ہے وہ بالکل بے فکر اور ہر طرح کے خوف و غم سے آزاد ہیں یعنی جیسے آپ اپنے جسم میں ہاتھوں کو استعمال کرتے ہیں آنکھوں کو استعمال کرتے ہیں زبان کو استعمال کرتے ہیں جیسے آپ کے جسم میں آپ کے اعضاء ہیں اگر وہ آپ کے غلام ہیں تو آپ ان کو استعمال کر رہے ہیں پھر ویسے ہی آپ اللہ کے وجود میں اس کا عضو بن جاتے ہیں آپ کا الگ سے کوئی وجود نہیں ہوتا بلکہ آپ اللہ ہی کی ذات ہوتے ہیں اللہ آپ کو استعمال کرتا ہے آپ کا ایک ایک عمل اللہ کا عمل ہوتا ہے یوں آپ پر کھل کر واضح ہو گیا کہ اگر آپ اس طرح کرتے ہیں تو آپ کے لیے ہر لحاظ سے کس قدر آسانی ہو جائے گی یعنی ہر لحاظ سے آسانی ہے ایک تو کسی بھی قسم کا کوئی خوف اور غم نہیں رہے گا آپ حقیقی معنوں میں ایک آزاد بشر بن جائیں گے اور دوسرا اگر آپ بیمار ہیں یا ابھی سفر میں ہیں اور جیسے ہی آپ واپس ایسی حالت میں آ جاتے ہیں کہ آپ الصیام کرنے کے قابل ہو گئے آپ الصیام کرتے ہیں تو پیچھے جو وقت آپ کا گزر اجس میں آپ الصیام نہیں کر سکتے تو آپ پر اس دوران کوئی گناہ نہیں ہو گا اور پھر حالت مرض یا سفر میں آپ کو مشکل میں ڈالا جا رہا یعنی اللہ آپ کو کسی بھی مشکل کا شکار نہیں کرنا چاہتا بلکہ اللہ تو آپ کے لیے ہر لحاظ سے آسانی ہی چاہتا ہے اور اسی کا آگے ذکر بھی کر دیا گیا یُرِيْدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَ لَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ چاہ رہا ہے اللہ ہے اس کیستا تمہیں مخصوص آسانی اور نہیں چاہ رہا اس کیستا تمہیں مشکل میں ڈالا جیسی پہلی بات کہ تمہیں جو الصیام کرنے کا کہا گیا اگر کتب ہیں تو اس کا مقصد یہ ہے کہ ایسا کروانے میں چاہت اللہ ہے تم اللہ کو پالو گے جو کہ تمہاری اپنی ہی ذات ہے - اب جب خود اپنی ہی ذات اللہ ہے تو کیا اللہ اپنی ہی ذات کے لیے اپنے وجود کے لیے کوئی مشکل چاہے گا؟ ذرا غور کریں کیا آپ اپنے لیے کوئی مشکل چاہتے ہیں؟ نہیں بالکل نہیں تو پھر اللہ کیوں اپنے ہی وجود کے لیے کوئی مشکل چاہے گا؟ اللہ اپنے وجود کے لیے مشکل نہیں آسانی چاہتا ہے اور اسی لیے کتب ہونے پر الصیام کرنے کا کہا کہ جب الصیام کتب ہوں تو پھر سب سے پہلے جو کرنا ہے الصیام کرنے میں نہ کہ الصیام کے علاوہ تمہار کوئی بھی عمل قابل قبول ہو گا خواہ کچھ ہی کیوں نہ کرلو۔ وَ لُكْمُلُوا الْعَدَةَ اور اگر تم شہر رمضان کی جو مدت ہے جس مدت کے دوران الصیام کرنے سے تم واپس فطرت پر آ جاتے ہو کر

رہے ہو تو پھر تم مشکل سے نچنے اور اپنے لیے ہر لحاظ سے آسانی کے لیے کر رہے ہو وَلْتُكَبِرُوا اللَّهُ اور کس لیے کر رہے ہو کہ پھر جو بھی کر رہے ہو بڑا کر رہے ہو اور بڑا تو اللہ تھا یعنی اگر تم کتب ہونے کی صورت میں الصایم کرتے ہو تو پھر تم اللہ کا ہی وجود بن جاتے ہو پھر تم جو بھی عمل کر رہے ہو بظاہر تو اس میں تکبیر نظر آئے گا یعنی تم زمین میں تمام تر فصلے خود ہی کر رہے ہو گے جہاں تک تمہیں اختیار دیا تو وہ اصل میں تم نہیں بلکہ اللہ ہو گا جو تمہاری صورت میں ایسے کام کر رہا ہو گا کہ جس سے نظر آرہا ہو گا کہ یہ جو بھی کر رہا ہے یہ خود کو بڑا کہہ رہا ہے یعنی اگر زمین میں تکبیر کرنا ہے عمل سے خود کو بڑا ثابت کرنا ہے تو جان لو اللہ تھا جو کہ بڑا ہے اس لیے تمہیں پہلے اللہ بننا ہو گا ورنہ اگر تم ایسا کرتے ہو تو پھر تم مجرم بن جاؤ گے اس لیے اگر تم الصایم کرتے ہو تو پھر تم میں تقوی آجائے گا تم ہدایت پا جاؤ گے پھر بظاہر تو تم زمین میں اپنے عمل سے بڑے ہونے کے دعویدار نظر آؤ گے لیکن تمہاری صورت میں اللہ ہو گا نہ کہ تم انسان ہو گے اور کیوں اللہ ہو گا تمہاری صورت میں جو تم کبر کر رہے ہو گے تو آگے واضح کر دیا علیٰ مَا هَدَيْنَا جو تمہیں ہدایت دی گئی اس پر تم کر رہے ہو گے یعنی تم جو بھی عمل کر رہے ہو گے بظاہر تو تم کبر کرتے نظر آرہے ہو گے لیکن تمہارے اعمال کی بنیاد ہدایت ہو گی تم وہی کر رہے ہو گے جو تمہیں اللہ کہہ رہا ہو گا تمہارے اعمال کی بنیاد ہدایت ہو گی وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ اور تم کو کتب ہونے پر الصایم کرنے کا اس لیے کہا کیونکہ الصایم پر کھدیا شکر کرنا اگر تم الصایم کرتے ہو تو تم شکر کر رہے ہو یعنی اگر تم الصایم کرتے ہو تو پھر ہی تم ہر اس کا اسی مقصد کے لیے استعمال کر رہے ہو جس مقصد کے لیے تمہیں سب کا سب دیا گیا۔ مثلًا اگر تم الصایم کرتے ہو تو پھر تم جو زبان کا استعمال کر رہے ہو تو اسی مقصد کے لیے کر رہے ہو جس مقصد کے لیے زبان دی گئی تمہارا بولنا اللہ کا بولنا ہو گا تمہیں ہاتھ دیئے گئے تو تمہارے ہاتھ وہی کریں گے جس مقصد کے لیے انہیں وجود میں لا یا گیا یعنی پھر تمہارا سننا، دیکھنا، سوچنا، سمجھنا، چلنا، عمل کرنا یہاں تک کہ چھوٹے سے چھوٹا عمل وہی اور ویسا ہو گا جو اور جیسا کہا گیا تمہارا ایک ایک عمل ہو گا اور ایسا کیوں ہے اسے ہر لحاظ سے کھول کھول کر آپ پر واضح کیا جا چکا کہ آپ وہ ہیں جو آپ کا رزق ہے۔ جب آپ الصایم کریں گے تو پھر آپ انسان نہیں رہیں گے بلکہ آپ اپنی ہی ذات کو پہچان لیں گے پھر آپ اللہ کا وجود ہو گا پھر آپ سے دوستی اور آپ سے دشمنی اللہ سے دشمنی ہو گی آپ اللہ کا عمل بن جائے گا، آپ کا اپنا الگ سے کوئی وجود نہیں ہو گا بلکہ اللہ کا وجود ہو گا پھر آپ سے دوستی اللہ سے دوستی اور آپ سے دشمنی اللہ سے دشمنی ہو گی آپ حقیقت میں ہر لحاظ سے بڑے من جائیں گے ہر طرف آپ ہی کا وجود نظر آرہا ہو گا یوں آج نہ صرف یہ آیت آپ پر ہر لحاظ سے کھل کر واضح ہو چکی کیونکہ یہ آیت آج ہی کی تاریخ تھی اور اسے آج ہی بین ہونا تھا بلکہ آج قرآن اس آیت کی صورت میں آپ کو یاد لارہا ہے کہ یہ تھا اللہ کا وہ رسول جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی اس آیت کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی آج اللہ کے رسول احمد عسیلی نے آپ پر الصایم، شہر رمضان، القرآن اور الفرقان وغیرہ سب کچھ کھول کھول کر واضح کر دیا حق کھول کھول کر پہنچا دیا۔

## ماہ رمضان کی حقیقت

اب آئیں اس طرف کہ یہ جو رمضان کے نام پر ہر سال ایک مخصوص مہینہ ہے اس کی حقیقت کی طرف کہ اس کی حقیقت کیا ہے اگر یہ شہر رمضان نہیں ہے تو پھر یہ کیسے اور کہاں سے آیا۔

ایک مہینہ رمضان کا اس لیے ہے کیونکہ امر بالمعروف کیسا تھا کا حکم دیا گیا معروف کا معنی ہے پہچان لینا اور حق کو پہچانا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ تقوی نہیں آ جاتا اور تقوی رکھ دیا الصایم پر۔ اس لیے جب تک الصایم نہیں کیے جاتے تب تک تقوی نہیں آئے گا اور تقوی میں نہیں آئے گا تو کوئی بھی اللہ کے امر کو پہچان نہیں پائے گا یعنی کوئی بھی کام کرنا ہے تو اسے مکمل طور پر پہچان نہیں پائے گا اس کا مکمل علم حاصل نہیں کر پائے گا جس وجہ سے وہ اگر کام کرے گا تو فساد ہی کرے گا اس لیے لازم ہے کہ سب سے پہلے کام کو پہچانا جائے اس کے بارے میں مکمل علم حاصل کیا جائے تب ہی کام بالکل ٹھیک سے کیا جاسکتا ہے اور اس

کے لیے تقویٰ ناگزیر ہے اور تقویٰ کے لیے الصایم کرنا ناگزیر ہے۔ مثلاً آپ دیکھیں کہ درج ذیل آیت میں کیا کہا گیا جس سے نہ صرف آپ کو شر رمضاں کے نام پر پائے جانے والے مخصوص مہینے کی حقیقت کھل کر سمجھ آجائے گی بلکہ حق ہر لحاظ سے کھل کر واضح ہو جائے گا۔

كُنْتُمْ خَيْرًا مِّمَّا يَرَى الْأَنْفُسُ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ آل عمران ۱۱۰

**كُنْتُمْ خَيْرًا مِّمَّا يَرَى الْأَنْفُسُ** جتنی بھی امتیں ہیں یعنی دنیا میں جتنے بھی ایسے گروہ ہیں جو انسانوں کے نفع و نقصان طے کر رہے ہیں جو آسمانوں وزمین کا نظام چلانے کے دعویدار ہیں جو انسانوں کی تربیت کر رہے ہیں جو انسانوں کے لیے طے کر رہے ہیں کہ انہوں نے کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا، کیسے زندگی گزارنی ہے اگر انسان ان کے وضع کردہ قوانین پر عمل نہیں کرتے تو وہ انسانوں کو قوت کیسا تھا ان پر عمل کر داتے ہیں وہ سب کے سب گروہ ایسے ہیں کہ انسانوں کو ان سے فائدے نہیں بلکہ نقصانات ہی نقصانات کا سامنا کرنا پڑے گا ان کی ہدایات پر عمل کرنے سے تباہیوں و ہلاکتوں کا ہی سامنا کرنا پڑے گا ان میں واحد تم ایک ایسی امت ہو جو خیر ہو یعنی تم انسانوں یا آسمانوں وزمین کے لیے نقصانات کی بجائے فائدے مند ہی ثابت ہو سکتے ہو انسانوں سمیت آسمانوں وزمین میں جو کچھ بھی ہے انہیں فائدے ہی فائدے حاصل ہوں گے لیکن آگے اللہ نے کچھ شرائط عائد کر دیں اگر ان شرائط پر تم عمل کرتے ہو تو اور اگر تم ان شرائط پر پورا نہیں اترتے تو پھر جان لوکہ اللہ نے ہر شے سے اس کا جوڑا خلق کیا ہے خیر کا جوڑا اشر ہے اس لیے اگر تم ان شرائط پر پورا نہیں بلکہ امت شربن جاؤ گے۔ اور وہ شرائط کیا ہیں ان کا آگے گے ذکر کر دیا اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ کیا تم نکل رہے ہو دنیا میں آباد لوگوں کے لیے؟ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہے لکنا دنیا میں آباد لوگوں یعنی انسانوں کے لیے تو اسی کا اللہ نے آگے جواب بھی دے دیا تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ تم جو نکل رہے ہو جو کر رہے ہو وہ امر کر رہے ہو معروف کیسا تھا؟ اور لوگوں کو روک رہے ہو امکنہ سے یعنی ان کاموں سے جن کاموں کے کرنے سے منع کیا گیا جیسا کہ دین یعنی فطرت کو بدلنے سے روکا گیا تو کیا تم لوگوں کو دین میں یعنی فطرت میں تبدیلی کرنے سے روک رہے ہو؟ اگر تو تم لوگ ایسا کر رہے ہو تو پھر جتنی بھی امتیں ہیں ان میں تم امت خیر اور اگر تم ایسا نہیں کر رہے تو پھر تم امت خیر نہیں بلکہ امت شر ہو۔

اس آیت میں آپ نے دیکھ لیا کہ معروف کیسا تھا امر کا کہا گیا اور معروف کہتے ہیں جو بھی کام کرنا ہے اسے مکمل طور پر جان رہے ہو نا یعنی پہلے اس کام کے بارے میں مکمل طور پر جان لیا جائے اسے پہچان لیا جائے اس کے بعد ہی کام کے قریب بھی جایا جائے۔ امت کی مثال گھر میں والدین کی سی ہے جن کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ نہ صرف گھر کی دیکھ بھال کریں گھر میں کوئی بگاڑ پیدا نہ ہو بلکہ وہ بچوں کا بھی خیال رکھیں بچوں کی تربیت کریں ان کو ایسے کاموں سے روکیں جن میں ان کے لیے اور باقی گھر اور گھر والوں کے لیے نقصان پوشیدہ ہے اور بچوں کو ایسا ماحول فراہم کریں کہ جس ماحول سے بچے ثبت سرگرمیاں سیکھیں اور عمل کریں بالکل ایسے ہی امت جو کہ ان لوگوں پر مشتمل گروہ کا نام ہوتا ہے جو خود اپنی ہی ذات کو پہچان لیتے ہیں اور اپنی اس ذمہ داری کو اٹھا لیتے ہیں ان پر لازم ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو امر بالمعروف کریں یعنی ایسا ماحول فراہم کریں کہ وہ پہلے اپنے آپ کو جان لیں پہچان لیں جو بھی کام کرنا ہے پہلے اسے مکمل طور پر پہچان لیں اس کے بعد ہی وہ کام کریں جب پہلے مکمل طور پر جان لیا جائے گا پہچان لیا جائے گا تو پھر احسن عمل ہو گا ورنہ اگر آپ نے اپنے اختیار کا ناجائز استعمال کرتے ہوئے لوگوں کو صرف طاقت سے کام کروانے کی کوشش کی کہ انہیں علم ہی نہ ہو علم کرنا کیسے ہے وہ صرف ڈنڈے کے خوف سے عمل کریں گے تو پھر آسمانوں وزمین میں فساد ہی ہو گا اس لیے ڈنڈے کا استعمال صرف اور صرف وہاں کرنا ہے جہاں ڈنڈا ناگزیر ہو جائے اس کے علاوہ ڈنڈے کا استعمال نہیں کیا جائے گا۔

دنیا میں جتنی بھی امتیں ہیں یعنی ایسے گروہ جو انسانوں کے نفع و نقصان کا اختیار رکھتے ہیں جو انسانوں کے لیے قوانین وضع کرتے اور ان قوانین پر چلاتے ہیں جو انسانوں کے لیے جڑ، ان کی بنیاد کی اہمیت و حیثیت رکھتے ہیں ان میں کوئی ایک بھی گروہ یعنی امت ایسی نہیں ہے جو انسانوں سمیت باقی تمام مخلوقات کے لیے فائدہ مند ہو بلکہ تمام کی تمام ہی انسانوں سمیت آسمانوں وزمین کو تباہ و بر باد کر کے رکھ دیں گی سوائے تمہارے جنہیں الکتاب دی گئی لیکن اس صورت میں کہ تم اگر نکتے ہو انسانوں کے لیے ایسا نہیں کہ تم ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہو تو تم خیر امت ہو نہیں بلکہ تم نے انسانوں کے لیے لکنا ہے اللہ سے جو تمہاری طرف اتارا

جائے انسانوں کو اس پر چلانا ہے ویسی ہی انسانوں کی تربیت کرنی ہے ان سے وہی کروانا ہے جو اللہ واضح کر رہا ہوا اور انسانوں کو اس سے روکنا ہے جس سے اللہ رکنے کا کہہ رہا ہوا اور اگر تم ایسا نہیں کرتے تو تم خیر امۃ نہیں بلکہ تم شر امۃ ہو گے تم سے انسانوں تو کیا دنیا کی کسی مخلوق کو بھی فائدہ حاصل نہیں ہو گا بلکہ الشام انسانوں سمیت دنیا کی تمام مخلوقات کے لیے ہلاکتوں و بتا ہیوں کا باعث بنو گے جیسے آج یہ حق ہر لحاظ سے کھول کر واضح کیا جا رہا ہے بالکل ایسے ہی آج سے چودہ صدیاں قبل محمد کو بعثت کر کے بھی کیا گیا اور امت وجود میں لائی گئی جن کی بھی ذمہ داری تھی کہ وہ معروف کیسا تھا امر کریں جس وجہ سے ہی شہر رمضان کے نام پر سال میں ایک مہینہ مخصوص کیا گیا جسے مزید آگے آپ پر کھول کر واضح کرتے ہیں۔

امت کے کہتے ہیں کتاب میں پیچھے کھول کر واضح کیا جا چکا کہ دنیا میں جتنے بھی بشر ہیں وہ بنیادی طور پر دو گروہوں میں تقسیم ہوتے ہیں ایک وہ جو انسان کے انسان ہی ہیں اور دوسرا وہ جو انسان نہیں بلکہ خود کو پہچان جاتے ہیں یعنی جو خود اپنی ہی ذات کو پہچان لیتے ہیں جس کی بنیاد ایک بشر سے رکھی جاتی ہے یعنی سب سے پہلے ایک ایسا بشر سامنے آتا ہے جو نہ صرف خود اپنی ہی ذات کو پہچان لیتا ہے بلکہ جب وہ اس ذمہ داری کو اٹھاتا ہے تو جو بھی خود اپنی ہی ذات اپنی حقیقت کو جانے کے لیے تپ رہے ہوتے ہیں ان کے لیے آسانی ہو جاتی ہے اور وہ اس کے ذریعے حق کو پا لیتے ہیں اپنی ذات کو پہچان لیتے ہیں جب اپنی ہی ذات کو پہچان لیتے ہیں تو اللہ ہی ان کی اپنی ذات کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ اب جب ان کی اپنی ذات اللہ ہے تو پھر ظاہر ہے اللہ وہ کرے گا جو اس کا کام ہے اللہ نے آسمانوں و زمین کو خلق کیا تو اس کے بعد ان کا نظام چلانے کی طرف متوجہ ہوا اس لیے اللہ کا کام ہے آسمانوں و زمین کا نظام چلانا۔ یوں جو انسان نہیں ہیں بلکہ جو اللہ ہیں وہ بشر بالکل ایک وجود کی مانند ہوتے ہیں جیسے وجود میں دماغ اور باقی اعضاء دماغ کی اطاعت کرتے ہیں دماغ کی غلامی کرتے ہیں بالکل ایسے ہی ان میں ایک بشر دماغ کی اہمیت و حیثیت رکھتا ہے دماغ کا درجہ رکھتا ہے جو کہ امام ہوتا ہے اور باقی بالکل ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے جسم میں باقی اعضاء ہوتے ہیں یعنی یہ بشر جو انسان نہیں ہوتے جو کہ المؤمن ہوتے ہیں وہ ایک وجود کی مانند ہوتے ہیں اور ان کی ذمہ داری ان کا کام ہوتا ہے الصلاۃ قائم کرنا یعنی زمین میں ہر شستہ کو اس کے اصل مقام پر رکھنا یا رہنے دینا اگر کوئی کسی مخلوق کو اس کے مقام سے ہٹا رہا ہے تو اسے واپس اس کے مقام پر رکھنا اور جو ایسا کر رہے ہیں یعنی مخلوقات کو ان کے مقامات سے ہٹا رہے ہیں فطرت کو بدلتے ہیں انہیں ایسا کرنے سے روکنا۔

اب ایک بشر یہ ہیں جو کہ انسان نہیں ہیں بلکہ وہ اپنی حقیقت کو جان چکے ہیں جو کہ اللہ ہے اور ایک وجود کی مانند ہیں اور دوسرا وہ انسان ہیں یعنی وہ جو خود اپنی ہی ذات کو بھولے ہوئے ہیں اور اس بشری وجود کو اپنی اصل حقیقت سمجھ رہے ہیں اس لیے جو اس کی پسند ناپسند ہے اس کی پرواہ کرتے ہیں جو اسے پسند ہے اس کے پیچھے بھاگتے ہیں جس کے لیے انہیں جو بھی اچھا لگتا ہے اس کے حصول کے لیے اس کے پیچھے بھاگتے ہیں جو بھی صلاحیتیں ان کو دیں لیکن ان کا ان کے پیچھے استعمال کرتے ہیں اب اگر انہیں نہیں روکا جاتا تو آسمانوں و زمین میں فساد ہو جائے گا یعنی انسانوں کی مثال گھر میں بچوں کی سی ہے جیسے بچوں کو جو بھی بھل انظر آتا ہے اس کے پیچھے دوڑ پڑتے ہیں اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں خواہ وہ آگ ہی کیوں نہ ہو یا اس میں ان کے لیے کتنی ہی ہلاکت کیوں نہ پوشیدہ ہو وہ اس سے لام ہوتے ہیں اور صرف ظاہر کو دیکھتے ہوئے اس کے پیچھے پڑتے ہیں اور ان کے بر عکس جو انسان نہیں ہیں ان کی مثال گھر میں والدین کی سی ہے جیسے والدین کی ذمہ داری ہوتی ہے وہ نہ صرف گھر کی دیکھ بھال کریں بلکہ وہ بچوں کا خیال رکھیں ان کی احسن تربیت کریں ان کو نقصان سے بچائیں انہیں ہر اس کام سے روکیں جس میں بھی ان کے لیے نقصان پوشیدہ ہے خواہ بچوں کو کتنا ہی نا گوار کیوں نہ نگز رے اور یہی وجہ ہے جس وجہ سے ایسے بشر جو انسان نہیں ہیں جن کی یہ ذمہ داری ہے انہیں امۃ کہا جاتا ہے۔ امۃ کا معنی ہیں وہ جو دنیا میں انسانوں کی بنیاد میں جڑ ہیں یعنی باقی جتنے بھی بشر ہیں جو کہ انسان ہیں ان کو دنیا میں کیوں بھیجا گیا انہیں کیا کرنا ہے اور کیا انہیں کرنا وغیرہ اس کے لیے جو بشر انسان نہیں ہیں وہ بنیاد ہیں جیسے وہ کر رہے ہیں بالکل ویسے ہی اور وہی باقیوں کو بھی کرنا ہے جب تک کہ امۃ اپنی ذمہ داری سے نہ صرف واقف ہوتی ہے بلکہ اسے پورا کر رہی ہوتی ہے۔ اگر امۃ اپنی ذمہ داری کو ترک کر دے تو اس کا نتیجہ کیا نکلے گا اسے آپ اسی سے سمجھ لیں کہ اگر گھر میں والدین اپنی ذمہ داری سے غافل ہو جائیں یا وہ بھی بچوں کے ساتھ بچے بن جائیں تو اس کا نتیجہ کیا نکلے گا؟ نہ صرف بچے گھر کو تباہ و بر باد کر دیں گے بلکہ خود بھی نقصان سے دوچار ہوں گے اور ساتھ والدین کو بھی بچوں کے اعمال کی وجہ سے ہلاکت کا سامنا کرنا پڑے گا اور اس سب کی ذمہ داری والدین پر عائد ہو گی کیونکہ بچوں کا تو کام ہی یہی ہے اسی لیے تو والدین کو ان پر معمور کیا گیا ایسے ہی اگر امۃ اپنی ذمہ داری سے غافل ہو

جائی ہے تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان بالکل آزاد ہو جاتے ہیں وہ ظاہر کو دیکھتے ہوئے ہر وہ کام کرتے ہیں جس میں بھی انہیں اپنے لیے فائدہ نظر آتا ہے یوں اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال سے آسمانوں وزمین میں قائم الکمیز ان کو بگاڑ دیتے ہیں آسمانوں وزمین میں فساد عظیم کر دیتے ہیں اور پھر بالآخر وہ فساد طرح طرح کی ہلاکتوں و تباہیوں کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے تو اس فساد عظیم کے سب سے بڑے ذمہ دار ہی لوگ ہوتے ہیں جن کی گھر میں والدین کی سی اہمیت و حیثیت ہوتی ہے یعنی جن کا بطور امامۃ انتخاب کیا گیا۔

اب جب تک امت کو اپنی ذمہ داری کا احساس ہو گا تو ان پر لازم ہے کہ وہ امر بالمعروف کریں یعنی کوئی بھی کام کرنا ہے تو اس کے لیے لازم ہے کہ پہلے اس کام کو مکمل طور پر پہچانا جائے انسانوں سے کوئی کام کروانا ہے تو ایسے نہیں کہ ڈنڈے کا استعمال کیا جائے بلکہ ایسا ماحول فراہم کیا جائے کہ وہ پہلے اس کام کو پہچانیں جب وہ اس کام کو پہچان جائیں گے تو نہ صرف وہ اس کام کو حسن کریں گے بلکہ انہیں ناگوار بھی نہیں گزرے گا اور اگر اقتدار و اختیار کے نشے میں ڈنڈے کا استعمال کیا جائے گا تو پھر جان لیں کہ جب تک ڈنڈے کا ڈر لاحق رہے گا لوگ محض ڈنڈے کے ڈر سے اس سے بچنے کے لیے کام کریں گے اور پھر کام بھی حسن نہیں ہو گا اور جیسے ہی ان پر سے ڈنڈے کا ڈر ختم ہو جائے گا تو وہ پھر وہی کریں گے جو کہ وہ ہیں یعنی وہ اپنی خواہشات کی اتباع کریں گے جس سے آسمانوں وزمین میں فساد ہو گا جو بڑھتے بڑھتے بڑھتا ہی چلا جائے گا یہاں تک کہ عذاب عظیم نہ آجائے۔

بھی وہ وجہ ہے کہ آج سے چودہ صدیاں قبل محمد نے انسانوں کے الصایم کے لیے ہر سال میں ایک ماہ کو مقرر کر دیا کہ پہلے ان سے الصایم کرواۓ جائیں جب ان سے الصایم کرواۓ جائیں گے تو ان میں تقویٰ آجائے گا جس سے انہیں کوئی بھی بات سمجھانے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی اور نہ ہی ان پر کوئی سختی برتنی پڑے گی بلکہ جب تقویٰ آئے گا تو پھر الکتاب ان کی راہنمائی کرے گی وہ ہدایت پا جائیں گے وہ دین کو نہیں بد لیں گے۔

جو محمد کی دعوت کو دل سے تسلیم کر رہے تھے ان کے لیے اس ایک مہینے کا تعین نہیں کیا گیا تھا بلکہ یہ ایک ماہ کا تعین ان کے لیے کیا گیا تھا جو انسان کے انسان ہیں جنہوں نے محمد کی دعوت کو تسلیم نہیں کیا تھا بلکہ بعد میں جب اللہ کا یہ یعنی مومنوں کی جماعت کی صورت میں ہاتھ حرکت میں آیا تو جان بچانے کے لیے سلم اختیار کیا یعنی سرٹنڈر کر دیا۔ اب انہوں نے سرٹنڈر کیا تھا نہ کہ دل سے محمد کی دعوت کو تسلیم کر رہے تھا اب اگر انہیں کہا جاتا کہ الصایم کرو تو کوئی بھی نہ کرتا لیکن الصایم ان کے لیے لازم تھے جس کے لیے حکمت کا استعمال کرتے ہوئے سال میں ایک ماہ الصایم کو لازم قرار دیا گیا تاکہ یہ لوگ الصایم کرتے رہیں اور ان میں تقویٰ برقرار رہے ان کی ہدایت ہوتی رہے یہ مجبوری کی بجائے دل سے حق کو تسلیم کرتے ہوئے اس پر عمل کریں۔

یہ ایک ماہ مومنوں کے لینہیں تھا کیونکہ ذرا غور کریں اگر آگ اس وقت لگ جائے تو کیا آگ بجانے کے لیے کسی مخصوص وقت کا انتظار کیا جائے گا یا پھر جیسے ہی آگ لگے گی تو فوری طور پر اسے بجھایا جائے گا؟ تحقیق بالکل واضح ہے کہ جیسے ہی آگے لگے اسے فوری طور پر بجھایا جائے گا یا جیسے ہی آگ کا ادرار کہ جائے تو فوری بجھایا جائے گا نہ کہ کسی مخصوص وقت کا انتظار کیا جائے گا کیوں کہ اگر کسی مخصوص وقت کا انتظار کیا جائے گا تو تک آگ سب کچھ جلا کر راکھ کر چکی ہوگی۔ بالکل ایسے ہی جو مومن ہیں یعنی جو دل سے اللہ کی بات کو تسلیم کرتے ہیں وہ الصایم کے لیے کسی مخصوص وقت کا انتظار نہیں کرتے بلکہ جیسے ہی ان پر واضح ہوتا ہے کہ ان پر الصایم لکتب ہیں تو ان پر لازم ہے کہ وہ الصایم کریں نہ کہ کسی مخصوص وقت کا انتظار کریں کہ مخصوص وقت کا تعین تو کیا ہی ان کے لیے گیا ہے جو مومن نہیں ہیں۔

یہ مقصد تھا ہر سال ایک ماہ رمضان قرار دینا نہ کہ جو کچھ آج ماہ رمضان کے نام پر ہو رہا ہے یہ حق ہے نہ تقویٰ ماہ رمضان ہے اور نہ ہی یہ الصایم ہیں یوں آج اللہ کے رسول احمد علیہ السلام نے حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر تم پر واضح کر دیا اور پھر شہر رمضان کے

نہ صرف الصایم کیا ہیں اور الصایم کا کتب ہونا کیا ہے ہیں کھول کھول کر واضح کر دیا گیا بلکہ شہر رمضان کو بھی بالکل کھول کر واضح کر دیا گیا اور پھر شہر رمضان کے بعد عید الفطر آتی ہے جسے ایک لامعنی مذہبی تہوار بنادیا گیا اور پھر کسی کو بھی نہیں علم کہ یہ عید الفطر حقیقت میں ہے کیا، جسے خود مسلمان کہلوانے والے عید الفطر کا نام دیتے ہیں اسی کوہندو ہولی کا نام دیتے ہیں اور ہندوؤں کو بھی ہولی کی حقیقت نہیں علم۔

عید کا معنی ہے واپس اسی مقام پر آنا جہاں سے پھسل گئے تھے جہاں سے ہٹ گئے تھے یعنی آپ کا اصل مقام جس پر آپ کو وجود میں لا یا گیا اور بعد میں آپ اس

مقام سے ہٹ گئے اور پھر وہ مقام کوں سا ہے تو اسی سوال کا آگے جواب ہے الفطر مخصوص فطرتی ہی جسے آپ فطرت اور انگلش میں مدنیچر کا نام دیتے ہیں آپ کو فطرت پر وجود میں لا یا گیا اور آپ پر لازم تھا کہ آپ اسی پر قائم رہیں لیکن جیسے جیسے وقت گزرتا گیا آپ اس مقام سے ہٹ گئے۔ واپس اسی مقام پر جانے کو عید الفطر کہا جاتا ہے۔

واپس فطرت پر آنے کے لیے جیسے فطرت کو درکار ہیں بالکل ویسا بننے کے لیے ایک ماہ الصیام کرنا لازم ہے جسے عربوں کی زبان میں شہر رمضان کہا جاتا ہے جب ایک ماہ الصیام کیے جاتے ہیں تو بندہ واپس اسی مقام پر آ جاتا ہے جو اس کا اصل مقام تھا جس پر اسے وجود میں لا یا گیا تھا یعنی واپس فطر ہو جاتا ہے واپس فطرت پر آ جاتا ہے اس کے اندر سے تمام تر خبث نکل جاتا ہے بالکل ایسے بن جاتا ہے جیسے کہ ایک بچہ ہوتا ہے یہ ہے عید الفطر۔

جب تک عید الفطر نہیں ہو گی یعنی واپس فطرت پر نہیں آئیں گے تب تک آپ پر آپ کا دنیا میں آنے کا مقصد واضح نہیں ہو گا اور پھر اسے پورا کرنا تو بعد کی بات ہے اس لیے جب عید الفطر ہو گی یعنی کتب ہونے پر ایک ماہ الصیام کیے جائیں گے تو تقویٰ آجائے گا آپ واپس فطر ہو جائیں گے تو پھر آپ کی ایسے ہی راہنمائی کی جائے گی جیسے کہ کسی کا ہاتھ پکڑ کر اس کی راہنمائی کی جاتی ہے یوں آپ پر آپ کے دنیا میں آنے کا مقصد بالکل کھل کرو واضح ہو جائے گا آپ الحجہ والے ہو جائیں گے اور آپ پر حجۃ البیت کتب ہو جائے گا اور پھر حجۃ البیت کریں گے تو عید الاضحیٰ آجائے گی جس کی وضاحت آگے موجود ہے۔ یعنی انچ عید الفطر سے مشروط ہے جب تک عید الفطر نہیں آئے گی تب تک الحجہ کا آپ کا علم نہیں ہو سکے گا اور یہی وجہ ہے کہ آپ جانتے ہیں عید الفطر کے بعد ہی انچ اور الحجہ کا نتیجہ عید الاضحیٰ کی صورت میں نکلتا ہے۔

## الحج

الحج کو جانے کے لیے سب پہلے الحج کے نام پر جو کچھ بھی آج کیا جا رہا ہے اسے جان لیں۔ خود کو مسلمان کہلوانے والوں کا کہنا ہے کہ سال میں ایک مہینہ ایسا آتا ہے جس کا نام ذوالحجہ ہے جس میں ہر اس شخص پر حج کرنا لازم ہے جس میں اس کی استطاعت ہے اور استطاعت رکھنے کا مطلب کیا ہے جب آپ پر واضح ہو جائے گا کہ حج کے کہا جا رہا ہے تو خود بخود ہی کھل کرو واضح ہو جائے گا کہ استطاعت رکھنے کا مطلب کیا ہے۔

ان کے مطابق الحج دین اسلام کے پانچ نیادی اركان میں پانچوں رکن ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر سال یعنی بارہ مہینوں میں سے ایک ذوالحجہ نامی مہینہ آئے تو جو بھی سعودی عرب کی مکانی القریہ جانے کی استطاعت رکھتا ہے تو وہ وہاں جائے اور الحج کرے جس کے لیے سب سے پہلے جیسے ہی ذوالحجہ کا چاند نظر آئے تو ناخن اور بال وغیرہ نہیں تراشے جائیں گے اور سعودی عرب میں مکانی قریہ کی طرف سفر شروع کیا جائے گا اور جیسے ہی حرم میں پہنچیں گے تو حرام باندھ لیا جائے گا جس کا مطلب ہے کہ دو بغیر سلے سفید کپڑوں میں اپنے جسم کو ڈھانپ لیا جائے گا اور پھر حرم سے منی نامی میدان میں جایا جائے گا جہاں معوول کے مطابق جیسے دنیا میں زندگی گزاری جاتی ہے ویسے وقت گزارا جائے گا پھر اس کے بعد اس میدان سے نکل کر آگے عرفات نامی میدان کی طرف رخ کیا جائے گا جہاں یوم العرفہ کے نام سے صوم کے نام پر روزہ رکھا جائے گا یوں جب یوم العرفہ گزر جائے یعنی میدان عرفات میں جانے کا مقصد پورا ہو جائے تو پھر واپسی کی طرف پلٹا جائے گا جہاں آگے مزدلفہ آجائے گا جہاں بالکل ایسے ہی رات گزاری جائے گی جیسے کہ آپ بالکل فطرت پر ہیں مزدلفہ میں کوئی امیر غریب نہیں کوئی رنگ برلنگے کھانے نہیں، کوئی کالے اور گورے سیمیت فرق نہیں وہاں رات بالکل ایسے ہی گزاری جائے گی جیسے کہ کہا جا رہا ہے یعنی بغیر مال و محتاج کے بغیر آسانیوں و آسانشوں کے، پھر وہ پر ایسے ہی سویا جائے گا رات گزاری جائے گی پھر اس کے بعد آگے پھر منی کا میدان آجائے گا جہاں شیطان کو کنکریاں ماری جائیں گی اور پھر قربانی

دی جائے گی یا بے شک پہلے قربانی دی جائے اور بعد میں شیطان کو پھر مارے جائیں یعنی اسے حرم کیا جائے اور پھر قربانی کا مطلب یہ ہے کہ قربانی کے نام پر گائے، بکری، بھیریا اونٹ وغیرہ کو کھانا جائے گا اس کا خون بہایا جائے گا پھر اس کے بعد واپس مسجد الحرام میں آ کر کعبہ کا طوف کیا جائے گا یعنی کعبہ کے گرد اٹی طرف گھومت ہوئے سات چکر لگائے جائیں گے یوں آپ کا حج ہو گیا اس کے بعد احرام اتار دیا جاتا ہے اور واپس گھروں کا سفر شروع ہو جاتا ہے کہ آپ نے حج کر لیا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہی انج ہے؟ تو اس کا جواب بالکل کھول کر واضح کرنے سے قبل کچھ سوالات پیدا ہوتے ہیں انہیں آپ کے سامنے رکھتے ہیں کہ کیا ان سوالات کی روشنی میں یہ وہی انج ثابت ہوتا ہے جس کا اللہ نے حکم دیا۔

ہر کسی کا دعویٰ ہے کہ انج دین کے پانچ بنیادی اركان میں سے ایک رکن ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جب انسان کو دین دیا گیا یعنی جب دین کی بنیاد رکھی تو جن پانچ اركان پر بنیاد رکھی گئی ان میں سے ایک رکن انج ہے اور پھر دین الاسلام کی بنیاد آج سے چودہ صدیاں قبل نہیں رکھی گئی بلکہ دین الاسلام کی بنیاد توب رکھی گئی جب اس بشرکوز میں پرلا یا گیا پھر اس کے بعد جب یہ اس الشجرۃ الملعونة کے پیچھے پڑا جس کے قریب بھی جانے سے منع کیا گیا ہے یوں جب یہ بشر اس الشجرۃ الملعونة کے پیچھے پڑا جس وجہ سے اس نے ظلم کیا تو اس ظلم کو دور کرنے کے لیے واپس پہلے جیسا بننے کے لیے جو طریقہ جو فارمولہ دیا گیا اسے دین کہتے ہیں جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کے پانچ بنیادی اركان ہیں جن میں سے ایک انج ہے۔ اب جب انج دین کے بنیادی اركان میں سے ایک ہے اور پھر اگر یہی انج ہے جسے آج خود کو مسلمان کھلوانے والے انج کہتے ہیں تو کیا عیسیٰ ابن مریم نے بھی یہی حج کیا تھا؟ کیا موسیٰ نے بھی یہی حج کیا تھا؟ کیا ابراہیم نے بھی یہی حج کیا تھا؟ کیا لوط نے بھی یہی حج کیا تھا؟ کیا شعیب نے بھی یہی حج کیا تھا؟ کیا صالح نے بھی یہی حج کیا تھا؟ کیا هود نے بھی یہی حج کیا تھا؟ کیا نوح نے بھی یہی حج کیا تھا؟ ایسا تک کہ جو آج تک محمد سے منسوب کیا جا رہا ہے کہ محمد نے اسے حج کہا اور یہ حج کیا تو اس کی حقیقت بھی آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو جائے گی کہ نہ تو محمد نے ایسا کوئی حج کیا اور نہ ہی محمد نے اسے حج کہا۔

یعنی اگر یہی حج ہی وہ انج ہے جو دین کے بنیادی اركان میں سے ایک ہے تو پھر اللہ کے ہر رسول کو یہی حج کرنا چاہیے تھا اور ہر رسول نے یہی حج کیا ہو گا اور اگر ایسا نہیں تو پھر دو ہی صورتیں ہیں یا تو وہ اللہ کے رسول ہی نہیں تھے کیونکہ کوئی اللہ کا رسول ہو اور وہ انج نہ کرے ایسا ممکن ہی نہیں یا پھر اگر وہ اللہ کے رسول تھے تو پھر یہ حج وہ انج ہے ہی نہیں جو دین الاسلام کے بنیادی اركان میں سے ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ کوئی ایک بھی رسول ایسا نہیں جس نے یہ حج کیا ہو جسے خود کو مسلمان کھلوانے والے انج سمجھے ہوئے ہیں اور کہ رہے ہیں جس بنیاد پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ یہ حج وہ انج ہے ہی نہیں جو دین الاسلام کے اركان میں سے ایک ہے۔

پھر دوسری بات کہ اگر یہ حج ہی وہی انج ہے تو پھر اس کا مطلب کہ محمد اللہ کا رسول تھا ہی نہیں کیونکہ اللہ نے قرآن میں بار بار آپ پر واضح کر دیا کہ اللہ صرف اور صرف تب ہی رسول بعث کرتا ہے جب ضلال مبین ہوتی ہیں یعنی ہر لحاظ سے سو فیصد کھلਮ کھلا گمراہیاں نور کی ایک کرن بھی نہیں ہوتی حق کی رائی بھی نہیں ہوتی کسی ایک کو بھی حق کا علم نہیں ہوتا اس کے باوجود ہر کوئی حق کا دعویدار ہوتا ہے حالانکہ سب کے سب ہی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسری طرف جسے خود کو مسلمان کھلوانے والے انج قرار دے رہے ہیں یہ تو محمد کی بعثت سے قبل بھی ہو رہا تھا۔

اگر محمد اللہ کا رسول تھا جو کہ محمد اللہ کا رسول تھا تو پھر جسے خود کو مسلمان کھلوانے والے انج قرار دے رہے ہیں نہ ہی یہ انج تھا ہے اور نہ ہی محمد نے اسے انج کہا بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ ضلال مبین میں سے ہے یہ گمراہیوں میں سے ایک عظیم گمراہی ہے جو حج کے نام پر انج سے ہی غافل کیے ہوئے ہے۔

اللہ صرف اور صرف تب رسول بعث کرتا ہے جب اس سے قبل ضلال مبین ہوتی ہیں اور یہ حج نامی گمراہی تو محمد کی بعثت سے قبل ہی موجود تھی جس سے یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو گئی کہ خود کو مسلمان کھلوانے والے ہے انج قرار دے رہے ہیں یہ حق نہیں بلکہ بالکل باطل ہے گمراہیوں میں سے ایک عظیم گمراہی ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ حق ہے کہ جسے خود کو مسلمان کھلوانے والے انج کا نام دے رہے ہیں یہ انج نہیں ہے بلکہ یہ گمراہی ہے تو پھر اسے آج تک محمد سے منسوب کیوں کیا جاتا رہا اور یہ خود کو مسلمان کھلوانے والوں میں کہاں سے آگیا؟ تو اس سوال کا جواب نب آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا جب آپ یہ جان لیں گے کہ انج ہے کیا۔ اس لیے اب آپ پر بالکل کھول کر واضح کرتے ہیں کہ انج کیا ہے۔

اب سب سے پہلے آئیں قرآن کی طرف اور دیکھیں کہ قرآن میں اللہ نے اس کے بارے میں کیا بات کی جسے الحج کا نام دیا جاتا ہے۔  
قرآن میں اللہ کا کہنا ہے کہ ابراہیم کو لوگوں کے لیے امام بنادیا یعنی تم نے بالکل وہی کرنا ہے جو ابراہیم نے کیا جیسا کہ درج ذیل آیت میں آپ کے سامنے ہے۔

وَإِذَا بُتْلَى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلْمِتٍ فَاتَّمَهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَاماً۔ البقرة ۱۲۳

اور تب جب جو ابراہیم تھا اس کے رب نے اسے ابتلا کیا ان کلمات کیسا تھا جو ابراہیم کو دیے تھے پس ابراہیم نے انہیں پورا کر دکھایا تو تب کہا اس میں کچھ شنك نہیں میں تجھے بنا رہا ہوں لوگوں کے لیے ایک امام یعنی آج کے بعد دنیا میں جو بھی آئے گا اس کو وہی کرنا ہے جو تو نے کیا۔  
اب سب سے پہلے تو یہ جان لیں کہ کون سے کلمات ہیں جن کیسا تھا ابراہیم کو ابتلا کرنے کا ذکر کیا گیا اور پھر ابراہیم کو جب جب بھی ابتلا کیا گیا تو ابراہیم کسی موقع پر بھی ڈگم گایا نہیں بلکہ ثابت قدم رہا تو اس پر نہ صرف کتاب میں جگہ جگہ کھول کھول کرواضح کر دیا گیا بلکہ یہاں ایک بار پھر اسے آپ کے سامنے رکھتے ہیں جس کا قرآن میں بھی جگہ جگہ ذکر موجود ہے۔

ابراہیم کو ابتلا کیا تھا رب نے تو سب سے پہلے آپ کو علم ہونا چاہیے کہ رب کیا ہے؟ اور آپ پر کھول کھول کرواضح کر دیا گیا کہ رب فطرت ہے اس لیے یہ بات ذہن میں ہونا لازم ہے کہ فطرت نے ابراہیم کو جب جب بھی ابتلا کیا یعنی حالات و واقعات کا شکار کیا آزمائش میں ڈالا اور دوسرا بات کے فطرت کس طرح ابتلا کرتی ہے اس کا بھی علم ہونا لازم ہے۔ مثال کے طور پر جسے آپ کہتے ہیں حالات کا شکار ہو جانا لیکن اس کی دو وجہات ہوتی ہیں ایک جس کے ذمہ دار آپ خود ہوتے ہیں اور دوسرا جس کے ذمہ دار آپ خود نہیں ہوتے بلکہ رب یعنی فطرت کی اس میں چاہت ہوتی ہے اور فطرت کی چاہت کس میں ہے یہ بھی آپ پر کھول کھول کرواضح کر دیا گیا کہ جب آپ فطرت پر قائم ہوں گے تو بد لے میں آپ کو جن حالات و واقعات کا سامنا کرنا پڑے گا اس میں اللہ جو آپ کا رب ہے یعنی فطرت اس کی چاہت ہوتی ہے بالکل ایسے ہی فطرت نے ابراہیم کو ابتلا کیا۔

پھر آگے کہا گیا کہ کلمات کیسا تھا ابتلا کیا تو یہ کلمات کیا ہیں کون سے ہیں تو اسکا بھی قرآن میں کئی مقامات پر مختلف پہلوؤں سے ذکر کر دیا گیا کہ ابراہیم نے جب غور و فکر کیا تو اس پر رزق کی اہمیت و حیثیت بالکل کھل کرواضح ہو گئی تو جب ابراہیم نے طیب رزق سے استعمال کیا تو وہ بھی طیب بن گیا اور جب ابراہیم طیب بن گیا تو پھر ظاہر ہے ابراہیم وہی کرے گا جو طیب کرتا ہے۔ جب ابراہیم موجود تھا تب ضلال ممین تھیں ہر طرف گمراہیاں ہی گمراہیاں تھیں ایسی صورت میں طیب کی ذمہ داری ہوتی ہے حق کھول کھول کرواضح کرنا تو جب حق کھول کھول کرواضح کیا جاتا ہے تو کفر کرنے والے دشمنی میں ہر حد تک جاتے ہیں یوں جن حالات و واقعات کا جن سخت حالات کا آپ کو سامنا کرنا پڑتا ہے یہ ہوتا ہے کلمات کیسا تھا ابتلا کیا جانا۔

یوں جیسے جیسے ابراہیم پر حق کھول کھول کرواضح کیا جاتا رہا تو ابراہیم حق پر پورا اتر تارہا اس نے ایک ایک عمل وہی کیا جو اس کا رب یعنی فطرت کہہ رہی تھی جس کے لیے ابراہیم کو طرح طرح کی ختیوں کا سامنا کرنا پڑا اس کے باوجود ابراہیم ڈثارہا ثابت قدم رہا وہ کہیں بالکل نہ گھبرایا یوں جب ابراہیم کو ایسے سخت حالات کا سامنا کرنا پڑا رہا تھا تو تب ابراہیم اپنے رب فطرت سے کہہ رہا تھا کہ اے میرے رب یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے تو اللہ جو کہ آپ کا رب ہے یعنی فطرت نے آگے سے جواب دیا جیسے کہ فطرت کلام کرتی ہے کہ یہ میں تجھے لوگوں کے لیے ایک امام بنارہا ہوں کہ اس کے بعد جو بھی دنیا میں آئے گا اس کو بالکل وہی کرنا ہے جو تو نے کیا اسی میں اس کی فلاح ہو گی اور اسی کا ایک اور مقام پر یوں ذکر کیا۔

إِيْكُمْ إِبْرَاهِيمَ。الحج ۷۸

ابا ہے تمہارا ابراہیم

یعنی تم نے بالکل وہی اور ویسے ہی کرنا ہے جو اور جیسے ابراہیم نے کیا گویا کہ تمہاری تربیت ابراہیم نے کی ہے۔

اب جو کچھ بھی ابراہیم نے کیا اور اسی میں سے ایک جسے قربانی کہا جاتا ہے اسے الحج کیا گیا جس کے بارے میں اسی قرآن میں کہا گیا۔

وَتَرَكَنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ。الصفات ۱۰۸

اور یعنی جو کچھ بھی ابراہیم نے کیا جو قربانی ابراہیم نے دی اسے چھوڑا ہم نے دی اس پر جو بعد والوں میں ہیں یعنی ابراہیم کے بعد جتنے بھی دنیا میں آنے والے ہیں

ان میں سے جسے بھی جو جو صلاحیتیں دی گئی یعنی جسے جس کی استطاعت دی گئی اس پر لازم ہے کہ وہ اپنی استطاعت کے مطابق بالکل اسی پر اسی طرح پورا اترے جس طرح ابراہیم پورا اترا جوا ابراہیم نے کیا بالکل وہی جو بعد والے ہیں ان پر چھوڑ دیا کہ ان کو کرنا ہے اور ان میں سے جو بھی ابراہیم والی صلاحیتیں رکھتے ہیں تو ان کو بھی بالکل وہی کرنا ہے جوا ابراہیم نے کیا اور نہ وہ اللہ کے ہاں مجرم ٹھہریں گے اور یہ ہے جسے انج کہا گیا۔

اسے مختصر اوضح کرتے ہوئے قرآن کی آیات کی طرف آئیں گے تاکہ قرآن کی آیات سے بھی اسے بالکل کھول کرو ا واضح کر دیا جائے۔

بھیسے آج آپ پیدا ہوئے ہیں بالکل ایسے ہی تباہ ابراہیم بھی پیدا ہوا۔ جب کوئی بھی پیدا ہوتا ہے تو وہ مکمل طور پر اپنے والدین کا محتاج ہوتا ہے پھر جیسے جیسے وہ بڑا ہوتا چلا جاتا ہے خود مختار ہوتا چلا جاتا ہے تو والدین پر اس کا انحصار کم ہوتا چلا جاتا ہے یعنی پہلے وہ والدین کا محتاج ہوتا ہے تو پھر وہ والدین کا سہارا نہیں لیتا بلکہ اپنے بل بوتے پر چلتا ہے خود پر انحصار کرتا ہے جو اسے صلاحیت دی گئی ایسے ہی پہلے وہ پہننے کے لیے والدین کا محتاج ہوتا ہے لیکن جب اس میں یہ صلاحیت ڈیلپ ہو جاتی ہے آہستہ آہستہ آجاتی ہے تو وہ والدین پر انحصار نہیں کرتا بلکہ خود پر انحصار کرتا ہے پھر وہ خود پہننتا ہے ایسے ہی پہلے وہ کھانے پینے کے لیے مکمل طور پر والدین کا محتاج ہوتا ہے ان پر انحصار کرتا ہے لیکن جیسے جیسے وہ خود مختار ہوتا چلا جاتا ہے تو والدین پر اس کا انحصار کم ہوتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ مکمل طور پر خود مختار ہو جاتا ہے ایسے ہی بچہ جیسے جیسے بڑا ہوتا چلا جاتا ہے خود مختار ہوتا چلا جاتا ہے تو وہ والدین پر انحصار کرنا تک کرتا چلا جاتا ہے لیکن اگر آپ اپنے ارد گرد غور و فکر کریں تو آپ پر واضح ہو جاتا ہے کہ ایک شے ایسی ہے ایک معاملہ ایسا ہے جس حوالے سے بچہ جب خود مختار ہو جاتا ہے تو پھر بھی وہ اس حوالے سے والدین پر ہی انحصار کرتا ہے حالانکہ اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے اور وہ ہے کہ جب اسے صحیح اور غلط کا شعور آ جاتا ہے اس کو سوچنے سمجھنے کی صلاحیت دے دی جاتی ہے تو اس کے باوجود بھی وہ اسی پر ڈٹا ہوتا ہے اور ڈٹا ہوا ہے جس پر اس نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا یعنی جس کو اس کے بڑوں نے ٹھیک کہا اسے ہی ٹھیک کہہ رہا ہوتا ہے اور جسے انہوں نے غلط کہہ رہا ہوتا ہے اور آج یہ آپ اپنی آنکھوں سے ہر طرف دیکھ رہے ہیں۔

abraہیم جب باشعور ہوا تو اس نے دیکھا کہ لوگ مختلف فرقوں میں تقسیم ہیں اور ہر کسی کا دعویٰ ہے کہ صرف اور صرف وہی حق پر ہے حالانکہ ایسا ممکن ہی نہیں کہ سب کے سب ہی حق پر ہوں جب کہ ایک دوسرے سے اختلاف کر رہے ہیں تو ابراہیم نے غور و فکر کیا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ ہر کسی کا دعویٰ ہے کہ وہی حق پر ہے اور جو بھی اس سے اختلاف رکھنے والا ہے وہ باطل پر ہے تو بالکل کھل کر واضح ہو گیا کہ ہر کوئی اسی پر ڈٹا ہوا ہے جس پر اس نے اپنے بڑوں کو پایا۔ اب ظاہر ہے سب کے سب تو حق پر ہونہیں سکتے یا تو ان میں سے ایک ہی حق پر ہے یا پھر ان میں سے کوئی ایک بھی حق پر نہیں کسی کو بھی حق کا علم نہیں سب کے سب ہی باطل پر ہیں ضلال مبنی میں ہیں۔

abraہیم نے غور و فکر کیا کہ جب میں چھوٹا تھا مجھ میں سوچنے سمجھنے کی صلاحیت نہیں تھی میں والدین کا محتاج تھا تو ظاہر ہے میں نے اسے ہی صحیح اور اسے ہی غلط کہنا تھا جس کو میرے بڑوں نے صحیح اور غلط کہنا تھا کیونکہ میں ان کا محتاج تھا لیکن کیا گارنٹی ہے کہ جو میرے بڑوں نے کہا جس پر میں نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا وہ حق ہو؟ آج جب مجھے خود سے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت دے دی گئی تو آخر کیوں دی گئی؟ ظاہر ہے اسی لیے دی گئی تاکہ میں سوچ اور سمجھ سکوں جو کچھ بھی مجھے سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھوں جب اسے سمجھوں گا تو خود بخود کھل کر واضح ہو جائے گا کہ حق کیا ہے ان میں سے کون حق پر ہے اور کون باطل پر یوں ابراہیم باقیوں کی طرح اسی پر نہیں ڈٹا رہا جس پر آباؤ اجداد کو پایا بلکہ ابراہیم نے غور و فکر کرنا شروع کیا اور پھر جیسے جیسے غور و فکر کرتا چلا گیا حق بالکل کھل کر واضح ہوتا چلا گیا۔ غور و فکر کرنے سے ابراہیم پر رزق کی اہمیت و حیثیت بالکل کھل کر واضح ہو گئی یوں جب ابراہیم نے اپنے رب کے کلمات کو اپنایا یعنی فطرت پر قائم ہوا اپنے رزق کو طیب بنایا تو ابراہیم میں تقویٰ آگیا یوں پھر الکتاب یعنی آسمانوں و زمین جو کہ اس کا رب ہے اس کی راہنمائی کرتا چلا گیا حق کھول کھول کر واضح ہوتا چلا گیا ابراہیم کو دنیا میں کیوں لا یا گیا کھول کر واضح کر دیا گیا تو پھر جب ابراہیم اس پر قائم ہوا ابراہیم نے اس ذمہ داری کو پورا کیا یعنی جو حق ابراہیم پر کھل کر واضح ہوا تو ابراہیم نے دیکھا کہ ہر کوئی گمراہیوں میں ہے اس لیے اس پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس حق کو دوسروں تک پہنچائے تو جب ابراہیم نے حق کھول کھول کر واضح کیا تو جہاں ماننے والوں کی انتہائی قلیل تعداد تھی وہیں اکثریت کفر کرنے والوں کی تھی جنہوں نے ابراہیم کیخلاف آگ جلائی یعنی پورے کا پورا معاشرہ ابراہیم کے خلاف آگ بولے ہو گیا ابراہیم پر زمین تنگ کر دی گئی جس وجہ سے ابراہیم کو وہاں سے نکلنا پڑا اپنے آباؤ اجداد کی زمین سے بھرت کرنا پڑی تو ابراہیم

جہاں بھی گیا وہاں جا کر جو اصلاح اور طبیب تھی اسے قائم کیا تو اس کی شدید ترین مخالفت کی گئی اس کی ساتھ دشمنی کی گئی اس پر زمین ٹنگ کی گئی اسے طرح طرح کی سختیوں کا سامنا کرنا پڑا اس کے باوجود ابراہیم کہیں بھی کسی بھی موقع پر ڈگ کیا نہیں بلکہ ڈٹ گیا اور اس کی وجہ تھی کہ ابراہیم کلمہ طیبہ تھا یعنی اس کا رزق طبیب تھا جس وجہ سے ابراہیم طبیب تھا اور طبیب تو اللہ ہے تو ظاہر ہے اللہ ہی تھا ابراہیم کی صورت میں، ابراہیم اللہ کا وجود تھا ابراہیم کا ہر عمل اللہ کا عمل تھا یہاں تک کہ ایک وقت آیا جب ابراہیم کو جو زمداداری دی گئی وہ تھی کہ اسے دنیا میں سب سے زیادہ عزیز شئے جو کہ اس کا پیٹا تھا اس کی قربانی دنی پڑی اور وہ قربانی یہ نہیں تھی کہ اس کے لئے پرچھری پھیرنا تھی بلکہ اپنے بیٹے کو خود سے الگ کرنا تھا اور ابی جگہ پر بھیجننا تھا جہاں انتہائی سخت ترین حالات کا سامنا کرنا تھا یوں سمجھیں کہ آپ کو اگر کہا جائے کہ آپ اپنے بیٹے کو ایسی جگہ سمجھیں جہاں آپ کو نظر آ رہا ہے کہ اسے انتہائی سخت حالات کا سامنا کرنا پڑے گا یہاں تک کہ ہو سکتا ہے اسے قتل ہی کر دیا جائے اس کی جان چلی جائے تو ایسی صورت میں آپ کی کیا حالت ہو گی؟ تو ابراہیم اس پر بھی ثابت قدم رہا یہ تھا الحج اور اللہ نے کہا کہ یہ جو ابراہیم نے کیا یہ بعد والوں میں سے ہر اس پر فرض ہے جس کو بھی ایسی صلاحیتیں دی جائیں گی کہ وہ اس ذمہ داری کو اٹھا سکے جنہیں رسول اور النبین کہا گیا۔ اس سے آپ پر ختم نبوت نامی دجل عظیم بھی بالکل کھل کرواضح ہو جاتا ہے کہ جب اللہ نے کہا کہ جو بعد والے ہیں ان میں سے جو بھی ابراہیم والی صلاحیتیں رکھنے والا ہو گا ہر اس کے لیے چھوڑ دیا کہ اس نے بھی بالکل وہی اور ویسے ہی کرنا ہے جو ابراہیم نے کیا تو پھر ظاہر ہے ایسا کرنے والے ترسوں اور النبین ہی ہوں گے نہ کہ کوئی اور، اور ان کے علاوہ وہ جو رسولوں کی نصرت کرنے والے ہیں۔

## ابراہیم کا اپنے بیٹے کو ذبح کرنا

### سنت ابراہیم کے نام پر قربانی کی حقیقت

ابراہیم نے جو اپنے بیٹے کو خواب میں ذبح کرتے دیکھا جس سے مراد یہ لیا جاتا ہے کہ ابراہیم نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹا کر گردان پر پھری پھیری تھی اس کی حقیقت کیا ہے؟

ابراہیم کے بارے میں آپ جان چکے کہ جب وہ نوجوان تھا اس نے دیکھا کہ ہر کوئی اسے ہی حق کہہ رہا ہے جس پر اس نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا اور سب کے سب مختلف گروہوں میں تقسیم ہیں یعنی فرقوں میں تقسیم ہیں ہر فرقے کا دعویٰ ہے کہ صرف اور صرف وہی حق پر ہیں باقی سب کے سب باطل پر ہیں تو ایسا کیسے ممکن ہے کہ سب کے سب ہی حق پر ہوں یا تو ان میں سے کوئی ایک ہی حق پر ہو سکتا ہے اور باقی سب باطل پر یا پھر کوئی ایک بھی حق پر نہیں سب کے سب باطل پر ہیں۔ اور ہر کوئی اسی لیے اسی کو حق کہہ رہا ہے جس پر اس نے اپنے بڑوں کو پایا کیوں کہ کوئی بھی غور و فکر نہیں کر رہا تو ابراہیم نے سوچا کہ جب تک مجھ میں سوچنے سمجھنے کی صلاحیت نہیں تھی میں صحیح اور غلط کا فیصلہ نہیں کر سکتا تھا تب تک اسی کو مانا نیمری مجبوری تھی جن کا میں محتاج تھا لیکن آج تو میں ان کا محتاج نہیں آج تو میں خود صحیح اور غلط کا فیصلہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہوں تو کیوں نہ میں ایک بار اس پر نظر ثانی کروں جس پر میں نے اپنے بڑوں کو پایا یوں ابراہیم نے غور و فکر کرنا شروع کر دیا تو آہستہ آہستہ ابراہیم پر واضح ہوتا چلا گیا کہ سب کے سب ہی باطل پر ہیں ہر کوئی ضلال میں میں ہے کسی ایک کو بھی حق کا علم نہیں یوں ابراہیم میں حق کو جانے کے لیے تریپ پیدا ہو گئی حق کی طلب میں شدت آگئی جس سے ابراہیم پر طبیب رزق کی اہمیت واضح ہوئی اور پھر جب ابراہیم نے طبیب رزق کا استعمال کرنا شروع کر دیا الصیام کیے تو ابراہیم میں تقویٰ آگیا جس کے بعد نہ صرف ابراہیم پر حق بالکل کھل کرواضح ہو گیا بلکہ ابراہیم پر واضح ہو گیا کہ اس وقت کون سی اصلاح اور طبیب رزق کی کتابت ہے یعنی اس وقت کیا کرنا ہے جس کے لیے اسے دنیا میں لا یا گیا اسے وجود میں لا کر اس مقام تک لا یا گیا کہ اس پر کتب ہے کہ وہ لوگوں تک حق پہنچائے ان پر حق کھول کھول کرواضح کرے تو جب ابراہیم نے اصلاح اور طبیب رزق کی جو اس وقت کتب تھی تو ابراہیم کی شدید ترین مخالفت کی گئی کوئی بھی حق کو

ماننے کے لیے تیار ہی نہیں تھا لوگوں نے اپنے آبادا جداد کو بتوں کی پوجا کرتے پایا تھا تو وہ اس سے ہٹے کو تیار ہی نہ تھے پھر بالآخر مخالفت اس قدر بڑھ گئی کہ ابراہیم کے خلاف مشتعل ہجوم اکٹھا ہو گیا اور ابراہیم کو وہاں سے ہجرت کرنا پڑی ایسے ہی اس کے بعد ابراہیم جہاں ہجرت کر کے گیا وہاں بھی لوگوں پر حق کھول کھول کرواضح کیا تو وہاں بھی ابراہیم کیسا تھی بھی ہوا کہ ابراہیم پر زمین ٹنگ کر دی گئی یوں جہاں بھی ابراہیم جاتا تو حق کھول کھول کرواضح کرنے کی پاداش میں کفر کرنے والے زمین ٹنگ کر دیتے قتل تک کرنے کی کوشش کرتے یہاں تک کہ ابراہیم کی زندگی کی کئی دہائیاں اسی طرح گزر گئیں اور کوئی ایسا خط نہیں رہا تھا کہ جہاں لوگ ابراہیم کی جان کے دشمن نہیں بن چکے تھے یا پھر وہ ابراہیم کو جانتے نہیں تھے۔

جب ابراہیم موجودہ خطہ عرب میں دعوت دے رہے تھے یہاں ایک عورت نے ابراہیم کی دعوت کو تسلیم کیا اب ایک طرف پورا مشک معاشرہ تھا اور دوسری طرف وہ ابراہیم کے علاوہ اکیلی مونمن تھی جس وجہ سے وہ ابراہیم کی زوجیت میں آگئی پھر ایسے ہی مصر میں بھی ایک اور عورت جو کہ مونمن تھی ابراہیم کی زوجیت میں آئی یوں ابراہیم کی دوازدھی تھیں اور دونوں سے ہی ایک ایک اڑکا پیدا ہوا پہلے خطہ عرب والی بیوی سے اسماعیل پیدا ہوا پھر اس کے کچھ عرصہ بعد مصر والی بیوی سے اسحاق پیدا ہوا تو جب اسماعیل جوان ہو گیا اور وہ اپنے والد ابراہیم کے کندھے سے کندھا ملا کر چل رہا تھا وہ اپنے والد کی مانند حق کو نہ صرف کامل طور پر جان چکا تھا بلکہ حکمہ بھی حاصل ہو چکی تھی تب ابراہیم نے ایک خواب دیکھا جس کا ذکر قرآن میں بھی کر دیا گیا جیسا کہ درج ذیل آیات میں آپ دیکھ سکتے ہیں۔

فَلَمَّا بَلَغَ مَعْهُ السَّعْيَ قَالَ يَبْنَى إِنِّي أَرَى فِي الْمَنَامِ إِنِّي أَذْبَحُكَ فَأَنْظُرْ مَاذَا تَرَى قَالَ يَأْبَتِ افْعُلُ مَا تُؤْمِرُ سَتَجْدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّرِيرِينَ. فَلَمَّا أَسْلَمَ وَتَلَهُ لِلْجَاهِينَ. وَنَادَيْنَهُ أَنْ يَأْبُرِهِيمُ. قَدْ صَدَقْتَ الرُّؤْءَ يَا إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ. الصافات ۱۰۲ تا ۱۰۵

فَلَمَّا بَلَغَ مَعْهُ السَّعْيَ پس جو کہ پہنچا اس کیسا تھے سعی کر رہا تھا یعنی جب ابراہیم کا بیٹا بڑا ہو گیا ابراہیم کے ساتھ مل کر جس مقصد کے لیے دنیا میں بھیجا گیا وہ مقصد پورا کر رہا تھا فَلَمَّا يَبْنَى إِنِّي أَرَى فِي الْمَنَامِ إِنِّي أَذْبَحُكَ کہا تھا میرے بیٹے اس میں کچھ شک نہیں میں نے دیکھا نہیں میں اس میں کچھ شک نہیں کہ میں تھے ذبح کر رہا ہوں فَأَنْظُرْ مَاذَا تَرَى پس مجھے انتظار ہے کہ تو کیا دیکھتا ہے یعنی ابراہیم نے اپنے بیٹے پر کھول کرواضح کیا کہ اللہ نے انہیں کیا حکم دیا ہے جس کے لیے اب بیٹے کے جواب کا انتظار تھا کہ وہ کیا جواب دیتا ہے تو بیٹے نے آگے سے جواب دیا قَالَ يَأْبَتِ کہا آپ نے ہی میری تربیت کی ہے تو کیا آپ کو نہیں پتہ کہ میں کیا دیکھتا ہوں یعنی میرا کیا جواب ہے؟ جب آپ نے میری تربیت کی ہے تو پھر ظاہر ہے میں بھی وہی کروں گا جو آپ اللہ کے حکم پر کریں گے افْعُلُ مَا تُؤْمِرُ جو کام آپ کو کرنے کا کہا گیا آپ وہ کر گز ریئے آپ وہ کام کریں سَتَجْدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّرِيرِینَ جیسے ہی آپ وہ کام کرتے ہیں تو اگر اللہ کے قانون میں ہے تو مجھے آپ صبر کرنے والوں میں پائیں گے یعنی مجھے جتنی بھی سختی کا، جتنے بھی سخت حالات کا سامنا کرنا پڑا میں صبر ہی کروں گا مجھے آپ صابرین میں ہی پائیں گے۔

اب یہ وہ آیت ہے جس کی بنیاد پر کہا جاتا ہے کہ ابراہیم نے خواب میں اپنے بیٹے کو ذبح کرتے ہوئے دیکھا جب اپنے بیٹے کو اپنا خواب سنایا تو بیٹے نے کہا کہ آپ وہی کریں جو اللہ نے آپ کو کہا اور پھر ابراہیم نے وہی کیا یعنی اپنے بیٹے کو ما تھے کے بل لٹا کر گردن پر چھری چلا دی اور پھر اس کے بعد کیا ہوا اس پر ایک دیو مالائی کہانی گھٹلی گئی جس کو بنیاد بنا کر ہرسال سنت ابراہیم کے نام پر جانوروں کا قتل عام کیا جاتا ہے جو کہ علم غلطیم ہے حالانکہ حقیقت کیا ہے اسے قرآن ہی سے آپ پر کھول کرواضح کرتے ہیں۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ قرآن میں آیات ہیں آیات جمع ہے اور اس کا واحد آیت ہے جس کا معنی ہے کہ بات، شیئے، ذات یا وجود کا مکمل طور پر چھپے ہوئے ہونا اور اس کا تھوڑا اساحصہ چھوٹا سا پہلو سا منے ہونا تو جو تھوڑا اساحصہ چھوٹا سا پہلو سا منے ہوتا ہے وہ آیت کہلاتا ہے۔ قرآن میں آیات ہیں یعنی جو سا منے نظر آرہا ہے وہ اصل اور مکمل حقیقت نہیں بلکہ اصل اور مکمل حقیقت کا انتہائی چھوٹا سا پہلو ہے چھوٹا سا اساحصہ ہے اور اس کے برعکس حقیقت چھپا دی گئی جس سے آپ پر یہ بات بالکل کھل کرواضح ہو جاتی ہے کہ قرآن میں جو بظاہر نظر آرہا ہے کہ ابراہیم نے خواب میں دیکھا اور پھر جو کیا وہ اصل اور مکمل حقیقت نہیں ہے اصل اور مکمل حقیقت اس وقت تک سا منے نہیں آئے گی جب تک کہ اسے بین نہ کر دیا جائے یعنی کھول کرواضح نہ کر دیا جائے۔ قرآن میں جتنی بھی آیات ہیں یہ اللہ کی

اتاری ہوئی ہیں اس لیے صرف اللہ ہی کو علم ہے کہ اس نے کیا چھپا دیا اور یہی وجہ ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی بھی قرآن کی آیت کو بین نہیں کر سکتا یعنی کھول کر واضح نہیں کر سکتا اور اللہ العزیز الحکیم ہے اللہ کوئی ایک بھی آیت اس کے وقت سے پہلے بین نہیں کرتا یوں اس پہلو سے آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو گیا کہ آج تک جو قربانی کے حوالے سے ابراہیم سے منسوب کیا جاتا ہے وہ حقیقت نہیں ہے بلکہ حقیقت کیا ہے اس کا علم صرف اور صرف اللہ ہی کو ہے جو آج تک پھیلا دیا گیا عام کر دیا گیا وہ بالکل بے بنیاد اور باطل ہے جس کا حق کیسا تھوڑی تعلق نہیں۔

پھر اسی طرح آپ پر کھول کر واضح کر دیا گیا کہ اللہ نے جو اتار تھا وہ متشابہ ہے یعنی وہ سامنے تو سب کے ہے لیکن جو سامنے نظر آ رہا ہے وہ اصل حقیقت نہیں ہے اصل حقیقت کیا ہے اس کا مکمل طور پر علم چھپا دیا گیا اس کا علم اللہ کے علاوہ کسی کے بھی پاس نہیں اور یہی وجہ ہے جس وجہ سے اللہ کے علاوہ کوئی بھی اس قرآن کو بین نہیں کر سکتا اور اللہ بین کرتا ہے جیسے اس کا قانون ہے اللہ کوئی ایک بھی آیت اس وقت تک بین نہیں کرتا جب تک کہ وہ حد شہ ہو نہیں جاتا یا ہو نہیں رہا ہوتا جس کی تاریخ پرمی وہ آیت یا آیات ہیں یوں جیسے ہی کوئی حد شہ ہو رہا ہوتا ہے تو نہ صرف اس کی تاریخ پرمی آیت یا آیات کھل کر واضح ہو جاتی ہیں بلکہ قرآن اس آیت یا ان آیات کی صورت میں اس وقت موجود لوگوں کو یاد دلاد دیتا ہے کہ یہ تھا وہ حد شہ جس کی اس آیت یا ان آیات کی صورت میں قرآن کے نزول کے وقت ہی تاریخ اتار دی گئی تھی۔

اب جب قرآن متشابہ ہے یعنی جو سامنے نظر آ رہا ہے وہ حقیقت نہیں ہے بلکہ حقیقت کیا ہے اس کا مکمل طور پر علم چھپا دیا گیا اس کا علم اللہ کے علاوہ کسی کے بھی پاس نہیں تو پھر اگر کوئی جو اس قرآن میں سامنے نظر آ رہا ہے اسے ہی اصل اور مکمل حقیقت سمجھ لے تو ایسا شخص بدایت نہیں بلکہ گمراہی کا ہی شکار ہو گا ایسا شخص کوئی بے وقوف ہی ہو سکتا ہے اس لیے وہ لوگ جو قرآن میں جو سامنے نظر آ رہا ہے اس کو بنیاد بناتے ہوئے دیومالائی کہانیاں اخذ کیے ہوئے ہیں وہ عقل مند نہیں بلکہ بہت بڑے بے وقوف ہیں جن میں عقل نام کی کوئی شے نہیں یوں اس پہلو سے بھی آپ پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو پچلی کہ آج تک جو ابراہیم سے قربانی کے متعلق منسوب کیا جا رہا ہے وہ نہ صرف بالکل بے بنیاد اور باطل ہے بلکہ ایک ایسی دیومالائی کہانی ہے کہ جس کا حق کیسا تھوڑی تعلق نہیں اور پھر اس کی بنیاد پر جو ہر سال جانوروں کا قتل عام کیا جا رہا ہے وہ ظلم عظیم ہے فساد عظیم ہے الکمیز ان میں خسارہ کیا جا رہا ہے جو کہ ایسا جرم ہے جس کی معافی نہیں ہے۔

پھر اس کے علاوہ ایک تیرے پہلو سے بھی آپ پر کھول کر واضح کرتے ہیں۔ ابراہیم کے پوتے یعقوب کے بیٹوں میں سے یوسف نے اپنے بیکپن میں جب ایک خواب میں گیارہ ستاروں، سورج اور چاند کو اپنے لیے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا اور اپنا وہ خواب اپنے والد یعقوب کو سنایا تو یعقوب نے اپنے بیٹے یوسف سے کہا۔

إذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَا بَتَ إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَباً وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِي سِجْدِينَ. قَالَ يُسْنَى لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلَى إِخْوَتِكَ فَيَكِيدُوا لَكَ كَيْدًا إِنَّ الشَّيْطَنَ لِلنَّاسِ عَدُوٌّ مُبِينٌ. وَكَذَلِكَ يَجْتَبِيَكَ رَبُّكَ وَيَعْلَمُكَ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ وَيُؤْتِمُ نِعْمَةَ عَلَيْكَ وَعَلَى إِلِيَّ یَعْقُوبَ كَمَا أَتَمَّهَا عَلَى أَبَوِيْكَ مِنْ قَبْلِ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْلَقَ إِنَّ رَبَّكَ عَلِيِّمٌ حَكِيمٌ۔ یوسف ۲ تا ۶  
إذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَا بَتَ تب کہا تھا یوسف نے اس کے ابا کے لیے اے ابا یعنی اے وہ جس نے میری تربیت کی جس کی تربیت پر میں چل رہا ہوں جو کہ یوسف کے والد یعقوب ہی یوسف کے ابا بھی تھے یعنی یعقوب نے نہ صرف یوسف کو جنم دیا تھا بلکہ یوسف کی تربیت بھی یعقوب نے ہی کی تھی اس لیے تب کہا تھا یوسف نے اپنے ابا کے لیے جب یوسف نے دیکھا اینی رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَباً وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِي سِجْدِينَ اس میں کچھ شک نہیں دیکھا میں نے گیارہ ستارے اور سورج اور چاند انہیں دیکھتا ہوں میرے لیے سجدہ کر رہے ہیں یعنی میں نے خواب میں دیکھا کہ گیارہ ستارے سورج اور چاند پر مجھے اختیار حاصل ہے مجھے ان پر دسترس حاصل ہے میں جو بھی انہیں کہتا ہوں وہ بالکل وہی کرتے ہیں میں جدھر جانے یا جو کرنے کا بھی انہیں اپنی انگلی کے اشارے سے حکم دیتا ہوں وہ بالکل وہی کرتے ہیں قَالَ يُسْنَى لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلَى إِخْوَتِكَ کہا اے میرے بیٹے یعنی یعقوب نے جواب میں اپنے بیٹے یوسف کو کہا اے وہ جو مجھ سے بننے ہونہ ذکر کرنا جو تھے دکھایا گیا اس کا جو تیرے بھائی ہیں ان پر یعنی اپنے بھائیوں پر اس کا

کوئی ذکر نہ کرنا فیکنیدوا لکَ گَنِدَا پس وہ چال چل رہے ہیں تجھ کو رستے سے ہٹانے کی ایک چال إِنَّ الشَّيْطَنَ لِلإِنْسَانِ عَذُّوٌ مُّبِينٌ اس میں پچھشک نہیں الشیطان تھا انسان کے لیے دشمن جو کچھ بھی ہر طرف حکم کھلا موجود ہے یعنی تیرے بھائی انسان ہیں وہ خود کو بھولے ہوئے ہیں انہیں خود اپنی ہی ذات کا علم نہیں ہے اس لیے ان کے دلوں میں دنیا کا لالچ ہے وہ حیات الدنیا کے طلب گار ہیں جس وجہ سے وہ چاہتے ہیں کہ انہیں یہ سب حاصل ہو اور اگر تو نے ان پر اپنے خواب کا ذکر کر دیا تو ان پر واضح ہو جائے گا تیر اس مقصد کے لیے انتخاب کیا جا رہا ہے کل کو انہیں تیری غلامی کرنا پڑے گی خود کو تیرے آگے جھکانا پڑے گا اور وہ ایسا نہیں چاہتے اس لیے وہ تجھے رستے سے ہٹانے کی کوشش کریں گے۔

اصل بات اب آگے آتی ہے جس کا ذکر کرنا مقصود تھا کہ جب یوسف نے اپنے خواب کا اپنے ابا سے ذکر کیا تو یوسف کے ابا یعقوب نے آگے سے کیا کہا۔

وَكَذَلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعِلِّمُكَ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيْثِ وَيُتِيمُ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَعَلَى إِلِيْكَ يَعْقُوبَ كَمَا أَتَمَّهَا عَلَى أَبَوِيْكَ مِنْ قَبْلِ إِنْرَاهِيْمَ وَإِسْلَحَقَ إِنْ رَبَّكَ عَلِيْمَ حَكِيمَ

یوسف کے ابا نے یوسف سے کہا کہ بالکل اسی طرح تیرا رب تیرے انتخاب کر رہا ہے جیسے اس سے قبل تیرا رب تیرے ابا ابراہیم اور اسحاق کا انتخاب کرچکا، تیرا رب بالکل اسی طرح تجھے الاحادیث کی تاویل کا علم دے رہا ہے جس طرح اس سے قبل تیرا رب تیرے ابا ابراہیم اور اسحاق کو الاحادیث کا علم دے چکا اور بالکل اسی طرح تجھ پر اور آل یعقوب پر اپنی نعمت پوری کرنے والا ہے جیسے اس سے پہلے تیرے ابا ابراہیم اور اسحاق پر اپنی نعمت پوری کرچکا اس میں پچھشک نہیں تیرا رب علیم حکیم ہے یعنی جو بھی کر رہا ہے نہ صرف اس کے پاس اس کا مکمل علم ہے بلکہ بالکل اسی طرح کر رہا ہے جس سے حسن ہو ہی نہیں سکتا اسے ہی علم ہے کہ اس نے کب، کہاں، کیا اور کیسے کرنا ہے جو کہ وہ کر رہا ہے۔

احادیث حدیث کی جمع ہے حدیث حدث سے ہے جس کا معنی ہے کچھ بھی ہونا مثال کے طور پر آپ کچھ بھی کھاتے ہیں تو یہ حدث ہے کچھ بھی پیتے ہیں کوئی بھی کام کرتے ہیں یہ حدث ہے، نج کا پھٹنا اس میں سے ننھے سے پودے کا نکلنما، ہوا کا چلنما، پتے کا ہلنما یہ سب کا سب حدث ہے یعنی آسمانوں وزمین میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے یہ سب کا سب حدث کھلاتا ہے اور اس مسلسل ہونے کو یعنی کچھ بھی ہونے کا مسلسل ہونا حدیث کھلاتا ہے اور اس آیت میں کن الاحادیث کا ذکر ہے یہ آیات خود ہی کھول کر واضح کر رہی ہیں کہ یوسف نے خواب دیکھا تو خواب کا دیکھنا بھی حدیث ہے اور انہی الاحادیث کی تاویل کا علم نہ صرف یوسف کو دیا گیا بلکہ جس طرح یوسف کو دیا گیا بالکل اسی طرح اس سے قبل ابراہیم کو بھی دیا گیا تھا۔

اب جب یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو گئی کہ اللہ نے ابراہیم کو تاویل الاحادیث کا علم دیا تھا تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ابراہیم اگر خواب دیکھتے ہیں تو وہ بالکل وہی جوانہوں نے خواب میں دیکھا؟ بلکہ وہ تو ایک الحدیث ہے جو کہ تاویل طلب ہے پھر جو اس کی تاویل ہو گی وہی کیا جائے گا نہ کہ جو الحدیث دیکھی بالکل وہی کیا جائے گا۔ تو ابراہیم نے جب خواب دیکھا تو خواب میں انہوں نے اپنے بیٹے اسماعیل کو ذبح کرتے دیکھا لیکن جب وہ نیند سے بیدار ہوئے تو انہوں نے اپنے بیٹے کو صرف خواب ہی نہیں سنایا بلکہ اس کی تاویل کیا ہے وہ بھی سنائی اور اسماعیل سے پوچھا کہ میرے بیٹے اب تو کیا کہتا ہے تو اس کے جواب میں اسماعیل نے کہا کہ آپ میرے ابا ہیں یعنی آپ نے میری تربیت کی ہے اس لیے مجھ سے وہی امید رکھیے جو آپ خود سے رکھتے ہیں یعنی میں تیار ہوں میں وہی کروں گا جو آپ کہیں گے اس لیے آپ وہی کریں جو کام آپ کو کرنے کا کہا گیا۔

اب آئیں اس طرف کہ خواب میں جو دیکھا کہ ابراہیم اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں تو اس کی تاویل کیا تھی یعنی اس کا مطلب کیا تھا۔ آپ پر پچھے کھول کر واضح کیا جا چکا کہ ابراہیم کی زندگی جس طرح گزری تھی اس وجہ سے ہر طرف لوگ ابراہیم کے بارے میں جانتے تھے اور ابراہیم کے دشمن تھے اور ایسے میں ایک ایسا خطہ تھا جہاں کے لوگوں کا بطور امت انتخاب کیا جانا تھا جس کے لیے ان کی طرف جانا اور ان پر حق کھول کر واضح کرنا ناگزیر تھا جس کے لیے یہ ذمہ داری ابراہیم پوری نہیں کر سکتا تھا ایک وجہ تو پچھے کھول کر واضح کی جا چکی اور اس کی دوسری وجہ یہ تھی کہ ابراہیم بوجھا ہو چکا تھا اور اللہ کا قانون ہے کہ وہ جب بھی رسول بعث کرتا ہے تو رسول نوجوان ہوتا ہے جوانی میں بعث کیا جاتا ہے جس کے لیے ابراہیم کی عمر ڈھل چکی تھی یوں اس وجہ سے بھی ابراہیم اس ذمہ داری کو پورا نہیں کر سکتا تھا یعنی اگر ابراہیم اس خطے میں چلا بھی جاتا ہے اور ایک عرصہ گزر چکے ہونے کی وجہ سے اگر وہ لوگ ابراہیم کو نہیں بھی پہچانتے تو بھی ابراہیم اس ذمہ داری کو پورا نہیں کر سکتا کیونکہ اللہ کا قانون ہے کہ وہ جوان مرد کو بطور رسول بھیجتا ہے کسی بھی قوم کی طرف۔

اب ابراہیم تو اس ذمہ داری کو پورا نہیں کر سکتا تھا اور اس ذمہ داری کو پورا کرنا بھی لازم تھا اور اس ذمہ داری کے لیے ابراہیم کا بیٹا اسماعیل نہ صرف جوان ہو چکا ہوا تھا وہ اس ذمہ داری کو واٹھانے کے قابل ہو چکا ہوا تھا اور جب ابراہیم نے خواب دیکھا تو خواب میں اپنے بیٹے کو اپنے ہی ہاتھوں سے ذبح کرتے دیکھنے کا مطلب یہ تھا کہ ابراہیم پر یہ ذمہ داری ڈال دی گئی کہ اس مقصد کے لیے اس قوم کی طرف اپنے بیٹے کو بھیجے جو کہ اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے مترادف تھا کیونکہ ابراہیم ان تمام ترجیبات سے گزر چکا تھا ابراہیم کو علم تھا کہ جب لوگوں پر حق کھول کھول کرو اخراج کیا جاتا ہے تو اس کا نتیجہ کیا نکلتا ہے وہ دشمنی میں کس حد تک جاتے ہیں جس وجہ سے کن کن سخت ترین حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان کی طرف سے اذیتوں، تکالیف اور سخت ترین حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے یہاں تک کہ وہ قتل تک کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں زمین نگ کر دیتے ہیں پورے کا پورا معاشرہ ہی آگ بگولا ہو جاتا ہے دشمن بن جاتا ہے۔ تو یہ کوئی آسان کام نہیں تھا یہ بالکل ایسے ہی تھا کہ جیسے اپنے ہاتھوں سے اپنی سب سے پیاری شے اپنے بیٹے کو ذبح کرنا، ایک طرف ابراہیم بوڑھا ہو چکا تھا اور دوسری طرف اس ذمہ داری کا ڈال دیا جانا یہ ایک عظیم آزمائش تھی۔

مثال کے طور پر آپ خود غور کریں کہ اگر آپ بوڑھے ہو چکے ہوں اور آپ کے بڑھاپے کا نوجوان بیٹا اگر آپ سے نہ صرف دور چلا جائے بلکہ اسے انتہائی سخت ترین حالات، تکالیف اور اذیتوں کا سامنا کرنا پڑے تو آپ پر کیا گزرے گی؟ اور اگر آپ کو کہا جائے کہ آپ اپنے ہاتھوں سے اپنے بیٹے کو خود سے دور ایسے حالات میں بھیجیں تو کیا ایسا کرنا آپ کے لیے آسان ہو گا؟ نہیں بالکل نہیں اور یہ بالکل ایسے ہی ہو گا کہ گویا آپ خود اپنے ہاتھوں سے اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں اور یہی ابراہیم کو خواب کے ذریعے حکم دیا گیا تھا۔

ابراہیم کو حکم دیا گیا تھا کہ اپنے بیٹے کو ایک ایسی قوم کی طرف بھیجے جو کہ بت پرستی کر رہے ہیں لیکن وہ جہاں موجود ہیں وہاں فطرت ہے وہاں طیب رزق موجود ہے باغات ہیں اب بے شک وہاں طیب رزق موجود ہے وہاں باغات ہیں زراعت ہیں لیکن وہاں کے لوگ نسل درنس بتوں کی پوچا کر رہے ہیں اب ایسے میں اگر ان پر حق کھول کھول کرو اخراج کیا جائے گا تو اکثریت کفر ہی کرے گی دشمنی ہی کرے گی اذیت ہی دے گی زمین نگ ہی کرے گی بے شک بعد میں ہر کسی کو ماننا ہی پڑے لیکن شروع میں ان کی طرف سے ہر لحاظ سے دشمنی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اب ابراہیم کیونکہ اپنی جوانی میں ایسے مشاہدات کر چکے ہوئے تھے اس لیے ابراہیم پر یہ ایک عظیم امتحان تھا انہیں ایک عظیم آزمائش میں ڈال دیا گیا کہ وہ اپنے بڑھاپے میں اپنے بڑھاپے کے سہارے اپنے نوجوان بیٹے کو گویا کہ اپنے ہاتھوں سے ذبح کر دیں اب یہ انتہائی مشکل تھا اپنے بیٹے کو نہ صرف خود سے الگ کرنا بلکہ آگ میں ڈالنے جیسا تھا تو اس آزمائش پر بھی ابراہیم پورا اتر ابراہیم ثابت قدم رہا۔ یہ تھی ابراہیم کی اپنے بیٹے کی قربانی۔ اور پھر اس کے بعد ابراہیم کے بیٹے اسماعیل نے بھی وہی کیا جو اس سے قبل اس کے ابا ابراہیم کر چکے تھے تو بد لے میں شروع میں اسماعیل کو بھی اکثریت کی طرف سے کفر کا سامنا کرنا پڑا ان کی طرف سے شدید ترین دشمنی اور اذیت کا سامنا کرنا پڑا۔ بالآخر جب امت وجود میں آگئی یعنی کچھ مونموں کا منظم ترین گروہ وجود میں آ گیا جو کہ اللہ کا یہ یعنی ہاتھ ثابت ہوا تو ہر کسی کو ماننا پڑا۔ یہ تھا ابراہیم کا خواب میں اپنے بیٹے کو ذبح کرنا اور اس کی تاویل یعنی اصل حقیقت جو ابراہیم نے اپنے بیٹے کی قربانی دی جس کو بنیاد بناتے ہوئے خود کو مسلمان کہلوانے والے آج ہر سال سنت ابراہیم کے نام پر مخصوص جانوروں کا قتل عام کرتے ہیں جو کہ ظلم عظیم ہے۔ خود کو مسلمان کہلوانے والو جو ہر سال قربانی کے نام پر مخصوص جانوروں کا قتل عام کرتے ہو جان لو یہ جو تم لوگ قربانی کے نام پر خون بھاتے ہو اور گوشت کرتے ہونے تو اللہ کو تمہارے اس خون کی ضرورت ہے نہ ہی گوشت کی اور نہ ہی تمہارا یہ مخصوص جانوروں کا بہایا جانے والا گوشت اللہ کے ہاں پہنچتا ہے نہ اللہ نے کبھی بھی تمہیں ایسا کرنے کا حکم دیا۔ جان لو یہ ظلم عظیم ہے یہ فساد عظیم ہے یہ تم لوگ المیز ان میں خسارہ کر رہے ہو تم پر بار بار کھول کھول کرو اخراج کیا جا چکا کہ کوئی بھی عمل خواہ وہ کتنا ہی چھوٹے سے چھوٹا ہتی کیوں نہ ہواں کے قریب بھی مت جاؤ اس وقت تک جب تک کتمہیں اطمینان حاصل نہ ہو جائے یعنی جب تک کتم اس کے بارے میں مکمل علم حاصل نہ کر لوقت یہ جو تم قربانی کے نام پر ہر سال قتل عام کر رہے ہو کیا تمہارے پاس تمہارے اس عمل کے بارے میں مکمل علم ہے؟ تمہیں اطمینان بخش علم حاصل ہے؟ اگر نہیں جو کہ نہیں ہے تو پھر کیوں تم لوگ ایسا کر رہے ہو؟ جان لو یہ جرم کر رہے ہو تم لوگ مجرم بن رہے ہو اس سے پہلے کہ تم پر عذاب عظیم لا یا جائے ہماری طرف پلٹ آؤ ورنہ جان لو اب حق تم پر کھول کھول کرو اخراج کیا جا چکا کل کو تمہارے پاس کسی بھی قسم کا کوئی عذر یا بہانہ نہیں ہو گا تم پر اللہ کی جنت ہو چکی۔

تمہیں تو یہ کہا گیا تھا کہ جیسے ابراہیم نے قربانی دی یہاں تک کہ اسے جو سب سے زیادہ عزیز شئے تھی جو کہ اس کا نوجوان بیٹا تھا بالکل ایسے ہی تم نے بھی کرنا ہے تم نے بھی دین کی خاطر اللہ کی خاطر جو کہ فطرت ہے کسی بھی شئے کی قربانی سے دربغ نہیں کرنا یعنی جو کچھ بھی تمہیں دیا گیا ہے تو جان لو یہ اللہ نے تمہیں دیا ہے جب اللہ یعنی فطرت نے دیا ہے تو پھر ظاہر ہے اسی کا ہے اور اسی کے لیے ہے اس لیے جب جب فطرت کو جہاں جہاں جس جس شئے کی ضرورت پیش آئے تو تم نے تب تب وہاں وہاں اس شئے کا اسی طرح استعمال کرنا ہے جس طرح کرنے کا کہا جائے نہ کہ تم نے جانوروں کا قتل عام کرنا ہے۔

اب یہ جواہراہیم اور اس کے بیٹے اسماعیل نے کیا کہیں پر بھی مصلحت کے نام پر چچھنہیں ہے حق کے لیے ڈٹ گئے کبھی ڈگمگائے نہیں بلکہ جو بھی اللہ نے کہا جو حق واضح کیا اس پر ڈٹ گئے خواہ اس کے لیے کسی بھی قسم کی قربانی ہی کیوں نہ دینی پڑی یہ تھا ابراہیم کو اس کے رب کی طرف سے کلمات کیسا تھا بتلا، کیا جانا اور ابراہیم کہیں بھی کسی بھی موقع پر ڈگمگایا نہیں بلکہ ڈٹ گیا یہ تھا ابراہیم کا ان پر پورا اترنا اور پھر اسی وجہ سے ابراہیم کو الساعت کے قیام تک آنے والوں کے لیے ایک امام بنادیا گیا۔ اور پھر ابراہیم اور اس کے بیٹے اسماعیل نے جو کچھ بھی کیا یہ تھا بیت اللہ کی القواعد کا رفع کرنا۔ اور جواہراہیم نے اپنے باشمور ہونے سے لیکر اپنی موت تک کیا یہ ہے مقام ابراہیم یعنی وہ مقام جس پر ابراہیم قائم ہوا ابراہیم کا مقام اور یہی تھا جسے حج الbeit کہا گیا جیسا کہ درج ذیل آیات میں آپ یہ سب دیکھ سکتے ہیں۔

فُلْ صَدَقَ اللَّهُ فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بَيْكَةَ مُبَرِّكًا وَهُدًى لِالْعَالَمِينَ فِيهِ اِيَّتُ بَيْنَتْ مَقَامَ إِبْرَاهِيمَ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ امِنًا وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مِنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ آل عمران ۹۵ ت ۷۴

قل اللہ کا اپنے رسول کو کہنا ہے کہ انہیں کہہ یعنی اللہ اپنے رسول کے ذریعے انسانوں سے کلام کرتے ہوئے کہہ رہا ہے صدق حق تھا یعنی جو تم لوگ کہہ رہے ہو وہ حق نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس جو ہمارا رسول کہہ رہا ہے جو ہمارے رسول نے کہا وہ حق تھا اور کیوں وہ حق تھا اس کا بھی آگے جواب دے دیا کیونکہ اللہ اللہ ہے یعنی یہ جو آج تم سے کلام کر رہا ہے تم پر حق کھول کھول کرو اخراج کر رہا ہے یہ اللہ ہے جو تم سے کلام کر رہا ہے جو تم پر حق کھول کھول کھول کرو اخراج کر رہا ہے تم میں تھی سے ایک بشر رسول کی صورت میں۔ یہ جو حق تم پر کھول کھول کھول کرو اخراج کیا گیا ہے یہ تھی ابراہیم کی ملت جس پر تم لوگوں نے چلتا تھا جس کی اتباع کرنا تھی فَاتَّبِعُوا پس کیا اتباع کر رہے ہو یعنی پس کیا اس کے پیچھے چل رہے ہو؟ ملَّةَ إِبْرَاهِيمَ یہ تھی ملت جواہراہیم تھا اس کی حنیفًا جو کہ ہر طرف سے کٹ کر یک رخ ہو کر اس پر قائم ہونا ہے بالکل اسی طرح جس طرح ابراہیم قائم ہوا تھا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اور جو بھی ابراہیم کی ملت کو سامنے رکھتے ہوئے ہر طرف سے کٹ کر بالکل یک رخ ہو کر اس پر قائم ہوتا ہے اس کے لیے اللہ نے قانون میں کر دیا کہ ایسا کرنے والا مشرکین میں سے ہو یہی نہیں سکتا یعنی جو بھی ہر طرف سے کٹ کر بالکل یک رخ ہو کر ابراہیم کی ملت پر قائم ہو جاتا ہے تو اس کے لیے اللہ نے قانون میں کیا ہی نہیں کہ وہ شرک کرنے والوں سے ہو وہ مشرکین میں سے نہیں ہے۔

اب آئیں اس آیت کی طرف کہ اس آیت میں کیا کہا جا رہا ہے اسے مزید کھول کھول کرو اخراج کیا جا چکا کہ قرآن اپنے نزول سے لیکر الساع�ت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے تو یہ آیات بھی آج کی تاریخ پر منی ہیں آج جب ضلال میں تھیں تو اللہ نے ان میں انہی سے اپنارسول احمد علیہ السلام بعثت کیا جس نے آکر موجودہ لوگوں کے برعکس حق کھول کھول کرو اخراج کر دیا ان پر کھول کھول کھول کرو اخراج کر دیا کہ جسے تم حج کہہ رہے ہو وہ حق نہیں ہے بلکہ حق تو وہ ہے جو آج میں تم پر کھول کھول کھول کرو اخراج کر رہا ہوں اور جو میں آج تم پر کھول کھول کھول کرو اخراج کر رہا ہوں وہ حق اس لیے ہے کیونکہ یہ اللہ ہے جو تم سے میری صورت میں کلام کر رہا ہے یہ اللہ کا قول ہے اللہ تم پر حق کھول کھول کھول کرو اخراج کر رہا ہے۔ تم پر کھول کھول کھول کرو اخراج کر دیا گیا کہ ابراہیم کی ملت کیا ہے یعنی ابراہیم بھی تمہاری ہی طرح پیدا ہوا لیکن جب وہ باشمور ہوا تو وہ اسی پر نہیں ڈٹا رہا جس پر اس نے اپنے بڑوں کو پایا ایسا کثریت کو پایا بلکہ اس نے خود سے غور و فکر کیا اور پھر آہستہ آہستہ صرف حق کو پالیا بلکہ اپنی موت تک حق پر ڈٹ گیا یہاں تک کہ اپنے بیٹے تک کی قربانی سے بھی دربغ نہ کیا اس کا اٹھنا بیٹھنا کھانا پینا سمیت ایک ایک دین کے لیے تھا یہی ابراہیم کی ملت یہ ہے حق نہ کہ حق وہ ہے جو آج تک تم لوگ رسولوں سے منسوب کرتے رہے اور کر رہے ہو۔ یہ تھی ابراہیم کی

ملت جس کی اتباع کرنی ہے تو جو بھی ہر طرف سے کٹ کر بالکل یک رخ ہو کر ملت ابراہیم کی اتباع کرتا ہے تو اس کے لیے اللہ نے قانون میں کر دیا کہ وہ مشرکین میں سے ہے ہی نہیں۔

اِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ اس میں کچھ شک نہیں سب سے پہلا بیت تھا جتنے بھی بیت ہیں ان میں سے جو وضع کیا گیا لوگوں کے لیے یعنی ذرا غور کرو کہ ابراہیم نے باشур ہونے سے لیکر اپنی موت تک کہاں سے ہدایات حاصل کیں؟ ابراہیم کس بیت سے راہنمائی لیتا رہا؟ جہاں سے ابراہیم راہنمائی لیتا رہا وہ ہم نے بیت وضع کیا جو سب سے پہلا بیت ہے لوگوں کے لیے۔ مثلاً آج تک کہا جاتا رہا کہ وہ بیت کعبہ ہے لیکن حقیقت نہیں ہے بلکہ کعبہ تو وضع کیا گیا اور جہاں سے کعبہ وضع کیا گیا اصل بیت وہ ہے جس کی تفصیل پیچھے کتاب میں مکہ پربات کرتے ہوئے گزرچکی پوں یا ایک نہیں دو بیت ہو گئے ایک جو کہ اصل بیت ہے جو کہ زمین کا ایک مخصوص مقام ہے جیسے کہ آپ کے وجود میں دماغ ہے اور دوسرا اس مقام سے جو بیت جسے کعبہ کہا جاتا ہے وضع کیا گیا انسانوں کے لیے واضح کرنے کے لیے اور پھر ابراہیم نے جس طرح اس مقام سے ہدایات حاصل کیں اور ان پر قائم ہو گیا جو کہ ابراہیم کا کردار ہے جسے مقام ابراہیم بھی کہا جائے گا یوں مقام ابراہیم سے بھی لوگوں کے لیے ان بیت کو وضع کر دیا گیا کہ کس طرح اس مقام سے ہدایات حاصل ہوتی ہے کس طرح ہر طرف سے کٹ کر اس کی طرف رخ کرنا ہے اور پھر جب ہر طرف سے کٹ کر صرف اور صرف اس کی طرف رخ کر لیا جائے گا تو نہ صرف لمحہ بہ لمحہ ہدایت ملے گی بلکہ اس میں برکات ہوں گی یعنی ہر لحاظ سے فائدہ ہی فائدہ ہو گا اور اسی کا آگے ذکر کیا گیا لَذِّيْ بِيَكَهُ مُبِرِّكًا وَهُدِّيَ لِلْعَلَمِيْنَ اس بیت کو جس سے جس کیسا تھوڑع کیا گیا جو کہ تو ہی تھا اس میں ہر لحاظ سے سو فیصد برکات ہیں یعنی ہر لحاظ سے فائدہ ہی فائدہ ہے اور ہر لحاظ سے مکمل طور پر راہنمائی ہے عالمین کے لیے۔ اسے بالکل آسان الفاظ میں سمجھ لیں۔ اگر آپ اپنے وجود میں غور و فکر کریں اور اپنے اس وجود کو ہدایات دی جاتی ہیں جہاں سے پورے جسم کو کنٹرول کیا جاتا ہے بالکل ایسے ہی زمین کا بھی ایک محور ہے زمین کا بھی ایک دماغ ہے جہاں سے زمین کی تمام مخلوقات کو کنٹرول کیا جاتا ہے ہدایات دی جارہی ہیں جسے آپ مکہ کہتے ہیں۔ اس مقام کو لوگوں کے لیے واضح کرنے کے لیے اس پر ایک بیت وضع کیا گیا اور دوسرا جہاں سے وضع کیا گیا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ زمین کے اس مقام جو کہ مکہ ہے سے ہدایت کیسے ملتی ہے تو اس کے لیے ابراہیم کی ملت کو وضع کیا گیا جسے آپ ملت ابراہیم کا نام دیں یا پھر مقام ابراہیم کا۔ ابراہیم نے اپنے کردار سے واضح کر دیا کہ کس طرح اپنارخ ہر طرف سے کٹ کر اس کی طرف کرنا ہے کس طرح یہاں سے ہدایت ملتی ہے اور جب اس مقام سے ہدایات حاصل کی جائے گی تو اس میں عالمین کے لیے فائدہ ہی فائدہ ہیں۔

اسے بھی ایک مثال سے سمجھ لجئے اگر آپ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ دماغ سے کیسے راہنمائی حاصل کرنی ہے تو اسکے لیے اپنا چہرہ دماغ کی طرف نہیں کیا جائے گا بلکہ دیکھا جائے گا کہ دماغ وجود کو کیسے چلا رہا ہے یعنی اصل میں پورے وجود میں غور و فکر کیا جائے گا جدھر بھی رخ کریں گے اصل میں وہی آپ کو نظر آئے گا جیسے آپ کے وجود میں آپ کا دماغ محور ہے اور پھر جو بھی دماغ کیسا تھوڑا ہوا ہے وہ اسی کا وجود ہے اگر یہ جاننا ہے کہ دماغ کام کیسے کرتا ہے تو اس کے لیے اس کے وجود کے حصے اس کے ہاتھوں کو دیکھا جائے گا انہیں کام کرتے دیکھا جائے گا کہ کیسے کام کر رہے ہیں یوں ہاتھوں کے کام کرنے کی صورت میں دماغ آپ کی راہنمائی کر رہا ہے کہ میں اس طرح کام کرتا ہوں یا اسے ایک اور آسان مثال سے سمجھ لجئے مثال کے طور پر اگر آپ کسی شخص کا دماغ پڑھنا چاہتے ہیں تو غور کریں کیسے پڑھ سکتے ہیں؟ یعنی اس کی پسند ناپسند کیا ہے کیا چاہتا ہے کیا نہیں چاہتا تو اس کے لیے اس کے اعمال کو دیکھا جائے گا یعنی دماغ کیسا تھوڑا نسلک وجود کو دیکھا جائے گا کہ وجود کیا کر رہا ہے جسم میں جتنے بھی اعضاء ہیں وہ جو کچھ بھی کر رہے ہیں وہ دماغ کی ترجمانی کر رہے ہیں وہ دماغ میں کیا ہے اس کی حقیقت کو واضح کر رہے ہیں اس لیے اگر کسی کے دماغ کو پڑھنا ہے تو اس کے لیے اس کے وجود میں جھانکا جائے گا اس کے وجود کو دیکھا جائے گا بالکل ایسے ہی زمین کا دماغ جسے مکہ کہا جائے گا دیکھنا ہے کہ کیا کیا اس کیسا تھوڑا ہوا ہے یعنی کیا کیا اس کا وجود ہے تو پوری زمین اور جو کچھ بھی اس میں ہے وہ سب کا سب زمین کے دماغ کیسا تھوڑا ہوا ہے یوں اگر مکہ سے اس بیت سے راہنمائی لینی ہے تو پورا وجود یعنی آسمانوں و زمین میں جو کچھ بھی ہے ان کی صورت میں بیت سے آپ کی راہنمائی کی جارہی ہے جس کا احسن عملی نمونہ ابراہیم کی ذات ہے کہ کیسے ابراہیم نے اس بیت سے راہنمائی حاصل کی اور آج اسی کی مثل اللہ کا

رسول احمد عیسیٰ موجود ہے جو آج حق آپ پر کھول کھول کرو ا واضح کر رہا ہے۔

جب زمین کا وہ مقام زمین کا محور ہے آسانوں وزمین میں تمام کی تمام مخلوقات اس مقام سے جڑی ہوئی ہیں وہاں سے ہدایت لے رہی ہیں تو پھر آپ آسانوں و زمین میں جدھر بھی رخ کریں تو ادھر اصل میں وہی ذات ہی آپ کی راہنمائی کر رہی ہے آسانوں وزمین میں جو کچھ بھی ہے وہ آپ کی راہنمائی کر رہا ہے یعنی اگر آپ اپنی ہی ذات میں غور و فکر کرتے ہیں آسانوں وزمین میں غور و فکر کرتے ہیں تو جو آپ پر حلقہ واضح ہوں گے وہ اصل میں آپ کا بیت کی طرف ہی رخ ہے اور وہ ہیں سے آپ کی راہنمائی کی جارہی ہے اور اگر آپ اس راہنمائی پر ڈٹ جاتے ہیں ہر عمل ویسا ہی کرتے ہیں جیسے آسانوں وزمین یعنی فطرت آپ کی راہنمائی کر رہی ہے تو یہ آپ کا ہر طرف سے کٹ کر اس بیت کی طرف رخ کرنا ہے ہر طرف سے کٹ کر دین کی طرف رخ کر کے اس کے لیے قائم ہونا ہے اور نہ صرف یہی مقام ابراہیم ہے بلکہ یہی حج البت سے یعنی البت سے اس قدر حکم کھل کر راہنمائی ہو جانا ہدایت حاصل ہو جانا کہ آپ کا دنیا میں آنے کا مقصد کیا ہے اسے کیسے پورا کرنا ہے سب کا سب بالکل کھل کر واضح ہو جانا کہ آپ کے پاس اب کسی بھی قسم کا کوئی عذر یا بہانہ نہ رہے اب اگر اس کے باوجود آپ اس پر پرانہیں اترتے حق پر نہیں ڈٹتے تو پھر آپ مجرم ثابت ہو جائیں گے یہ ہے حج البت اور اسی کا آگے ذکر کر دیا گیا۔ **فِيهِ ایت**“ اس میں ہیں آیات یعنی البت میں آیات ہیں اور اگر اسے مزید کھول کر واضح کیا جائے تو مطلب آسانوں وزمین میں آیات ہیں **بِیَنَتْ مَقَامُ اِبْرَاهِیْمَ** پیش ہیں مقام ابراہیم میں۔ البت میں آیات کی پیش ہیں جب آپ کو کہا گیا کہ آپ نے ہر طرف سے اپنارخ ہٹا کر البت کی طرف کرنا ہے جس کا مطلب ہے فطرت کی طرف اپنارخ کرنا ہے تو فطرت میں آپ کو ہر طرف آیات نظر آ رہی ہیں اور پھر ان آیات کو کیسے بین کرنا ہے یعنی کھل کر واضح ہونا ہے کس طرح آیات کھل کر واضح ہوں گی تو اس کے لئے مقام ابراہیم ہے اگر آپ یا کوئی بھی مقام ابراہیم میں داخل ہوتا ہے تو اس پر آیات کھل کر واضح ہو جائیں گی۔

مقام ابراہیم کیا ہے پیچھے کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ آپ کو نہ صرف سننے اور دیکھنے کی صلاحیتیں دی گئیں بلکہ جو کچھ بھی آپ کو سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھنے کی صلاحیت بھی دی گئی جب آپ ان صلاحیتوں کو اسی مقصد کے لیے استعمال کریں گے جس مقصد کے لیے آپ کو دی گئیں تو آپ پر آسانوں وزمین کی حقیقت کھل کر واضح ہو جائے گی آپ پر کھل کر واضح ہو جائے گا کہ آسانوں وزمین میں الہمیز ان وضع کیا گیا اور یہ الہمیز ان اس وقت تک قائم رہے گا جب تک کہ تمام کی تمام مخلوقات اپنے مقام پر ہیں گی وہی مقام جو فطرت نے طے کر دیا اور اگر کوئی ایک بھی مخلوق اپنے مقام سے ہٹتی ہے تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ آسانوں وزمین میں قائم الہمیز ان میں خسارہ ہو گا جس کا نتیجہ تباہیوں کی صورت میں نکلے گا اور اس کی ذمہ داری اسی پر ہو گی جو اپنے مقام سے ہٹے گا جو آسانوں وزمین میں وضع کردہ الہمیز ان میں خسارہ کرے گا اور پھر یہ بھی بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا کہ رزق کی اہمیت و حیثیت کیا ہے یعنی جو کھائیں گی وہی بنیں گے یوں سب سے پہلے حلال طیب سے تقویٰ حاصل کیا جائے گا یعنی خود کو اس مقام پر لا جائے گا جو حاصل مقام ہے مطلب یہ کہ خود کو فطرت پر لا جائے گا جس کے لیے حلال طیب رزق کا استعمال لازم ہے یوں الصیام کے ذریعے تقویٰ حاصل کیا جائے گا جیسے ہی تقویٰ آجائے گا تو الکتاب یعنی آسانوں وزمین فطرت نہ صرف قبول کر لے گی بلکہ بھر بھر راہنمائی کرے گی بالکل ایسے ہی راہنمائی کرے گی جیسے انہے کا ہاتھ پکڑ کر راہنمائی کی جاتی ہے یا پھر جیسے مشین میں پر زے کی راہنمائی مشین کرتی ہے یہ ہے مقام ابراہیم جو کہ پیچھے کئی مقامات پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا تو جو بھی اس پر قائم ہو گا جس کا بھی یہ مقام ہو گا جو بھی اس میں داخل ہو گا تو اسی کے بارے میں آگے کہا وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ امِنًا اور جو بھی داخل ہوا اس مقام میں جو کہ مقام ابراہیم ہے تو اس کے لیے اللہ کے قانون میں ہو چکا کہ وہ اللہ کی ایک ایک بات کو مان چکا یعنی اگر کوئی اس مقام میں داخل ہوتا ہے تو ایسا شخص اللہ کے قانون میں اللہ کی ایک ایک بات کو دل سے تسلیم کر چکا جیسے ہی جب بھی اس کے سامنے اللہ کی طرف سے کوئی بھی بات آئے گی حق آئے گا تو وہ فوراً ہی اسے دل سے تسلیم کر لے گا اسے حق کو تسلیم کرنے میں رائی برابر بھی مشکل پیش نہیں آئے گی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہے یعنی اگر کوئی مقام ابراہیم میں داخل ہوتا ہے تو پھر اس کے لیے اللہ کے قانون میں ہو چکا کہ وہ اللہ کی ایک ایک بات کو مان چکا اگر دیر ہے تو اللہ کی طرف سے بات کو مان چکا یعنی اگر کوئی اس مقام میں داخل ہوتا ہے تو ایسا شخص اللہ کے قانون میں اللہ کی ایک ایک بات کو دل سے کیا جا چکا کہ ظاہر ہے آپ وہ ہیں جو آپ کھاتے ہیں اگر آپ طیب رزق استعمال کرتے ہیں تو آپ طیب بن جائیں گے جب آپ طیب بن جائیں گے تو

طیب تو اللہ ہے یعنی آپ اللہ کا وجود بن جائیں گے تو جب آپ کا سلسلہ کا سننا آپ کا دیکھنا اللہ کا دیکھنا یہاں تک کہ آپ کا ایک ایک عمل اللہ کا عمل بن جاتا ہے تو پھر طاہر ہے اللہ کیسے خود اپنا شریک بنے گا؟ جب آپ الطیب رزق استعمال کریں گے تو آپ الطیب بن جائیں گے پھر آپ کا ایک ایک عمل بالکل وہی ہو گا جو اللہ کی چاہت ہے۔ یہ ہے جب کوئی مقام ابراہیم میں داخل ہو جائے تو پھر ایسے شخص کے لیے اللہ کے قانون میں ہو چکا کہ وہ اللہ کی ایک ایک بات کو مان چکا اگر دیر ہے تو اللہ کی طرف سے کوئی بھی بات حق سامنے آنے کی دری ہے **وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجْمُ الْبَيْتِ** اور اللہ کے لیے ہے لوگوں پر حج البت یعنی جوالہ ہے اس کے لیے ہے کہ وہ لوگوں پر حق اس قدر کھول کھول کرواضح کر دے کہ اس کے بعد اس کے لیے کسی بھی قسم کا کوئی بھی غدر یا بہانہ نہ رہے ان پر جست ہو جائے اور ایسا تب ہی ممکن ہے جب جوالہ ہے اس کی طرف رجوع کیا جائے یعنی جو کہا گیا وہ کیا جائے مقام ابراہیم میں داخل ہو جائے تو جو بھی مقام ابراہیم میں داخل ہو گا تو پھر اللہ پر لازم ہے کہ وہ اس پر حق اس قدر کھول کھول کرواضح کر دے کہ اس کے بعد اس پر جست ہو جائے اگر وہ اس ذمہ داری کو پورا نہیں کرتا تو اس کے پاس کل کوئی بھی غدر یا بہانہ نہیں ہو گا مِنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَيِّلًا جس میں استطاعت تھی اس کی طرف جو رستہ جاتا ہے یعنی ہر وہ بشر جس میں اس کی استطاعت رکھی گئی کہ اگر اس پر حق اس قدر کھول کھول کرواضح کیا جاتا ہے کہ اس پر جست ہو جاتی ہے تو پھر اس پر لازم ہے کہ وہ اس رستے کو اخذ کرے جو اس کی طرف جاتا ہے یعنی جو اس کی خودی اس کی اپنی ذات جو کہ اللہ ہے اس کی طرف جاتا ہے کہ وہ اس رستے کو اخذ کر کے اپنی خودی اپنی ذات اللہ کو پالے اور آخر میں وہی بن جائے جو کہ اس حق کی ذمہ داری کو پورا کرنا ہے یعنی جب حق آپ پر کھول کھول کرواضح کیا جائے گا تو آپ پر بالکل کھل کرواضح ہو جائے گا کہ آپ کا دنیا میں آنے کا مقصد کیا ہے اس وقت آپ کو کیا کرنا ہے تو جب آپ پر حق اس قدر کھل کرواضح ہو جائے کہ آپ پر جست ہو جائے یعنی اب اگر آپ اس ذمہ داری کو پورا نہیں کرتے تو آپ کے پاس بجاوا کا کوئی رستہ نہیں آپ پر حق اس قدر کھل کرواضح ہو چکا کہ اب آپ کے پاس صرف اور صرف ایک ہی رستہ ہے کہ جو ذمہ داری آپ پر واضح کی گئی آپ اسے پورا کریں بالکل ایسے ہی جیسے ابراہیم پر حق کھول کرواضح کیا گیا تو جب بھی ابراہیم پر کوئی ذمہ داری ڈالی گئی تو ابراہیم نے اسے پورا کیا اس پر ڈٹ گیا وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ اور جس نے کفر کیا یعنی جب حق اس قدر کھول کھول کرواضح کر دیا گیا کہ اس پر جست ہو چکی کل کو اس کے پاس کوئی غدر یا بہانہ نہیں ہو گا اس کے باوجود اس ذمہ داری کو پورا کرنے سے انکار کر دیا تو پس اس میں کچھ شک نہیں اللہ تعالیٰ العالمین سے یعنی اگر کوئی کفر کرتا ہے اس ذمہ داری کو پورا نہیں کرتا تو پھر جان لو کہ ایسا کرنے والا اللہ کا شریک ہے اور اللہ تعالیٰ ہے یعنی اللہ اپنا کام خود کرتا ہے اللہ محتاج نہیں ہے اس لیے جو بھی کفر کرتا ہے تو ایسا وہی ہو گا جو اللہ کا شریک ہو گا اس کا کفر کرنا اصل میں اللہ کا اس سے نصرت نہ لینا ہے کیونکہ والا اللہ کا شریک بنا اور اللہ تعالیٰ ہے اللہ اپنے شریک سے نصرت نہیں لیتا اللہ اپنا کام خود کرتا ہے۔ جو بھی کفر کرے گا تو اس سے اللہ کا کچھ نہیں بگڑنے والا اور نہ ہی ایسا ہے کہ اگر کوئی اس ذمہ داری کو پورا کرنے سے انکار کرتا ہے تو پھر ایسا نہیں ہے کہ اللہ کا وہ کام مرک جائے گا ہو گا نہیں یا پھر اللہ عاجز آجائے گا بلکہ اللہ تعالیٰ ہے اللہ اپنا کام خود کرتا ہے اللہ کی کام محتاج نہیں ہے اس لیے جو اللہ کا وجود بنے گا اللہ اسی سے اپنا کام لے گا اگر کوئی کفر کرتا ہے اللہ کا شریک بتا ہے تو اللہ اس کی جگہ کسی دوسرے کو لے آئے گا یہ اللہ کا قانون ہے اللہ اسے لے آئے گا جو اللہ کا وجود بنے گا نہ کہ دوسرا وجود ہونے کا دعویٰ دار اللہ کا شریک۔

اب ان آیات میں بالکل کھول کرواضح کر دیا گیا کہ حج البت کیا ہے۔ حج البت کا مطلب ہے کہ اگر کوئی شخص شکر کرتا ہے یعنی اس کو جو کچھ بھی دیا گیا جیسا کہ سننے کے لیے کان دیئے گئے، دیکھنے کے لیے آنکھیں دی گئیں، جو کچھ بھی سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھنے کی صلاحیت دی گئی، دلوں کو افندہ کیا گیا یعنی دل وہ سنتا دیکھتا اور سمجھتا ہے جو کانوں سے سنائی نہیں دیتا جو آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتا اور جو دماغ سے سمجھا نہیں جا سکتا ظاہر ہے جب دماغ سننے اور دیکھنے کے لیے کانوں اور آنکھوں کا محتاج ہے تو جو دماغ سن اور دیکھنے پائے گا اس کو سمجھنا اس کے لیے ناممکن ہے دماغ توہی سمجھے گا جو اسے سنائی اور دکھائی دے رہا ہے جس کے بارے میں اس کے پاس علم پہنچے گا۔

اب ذرا غور کریں اگر آپ کو یہ صلاحیتیں دی گئیں تو آخر کیوں دی گئیں آپ کو ان صلاحیتوں کو دینے کا مقصد کیا ہے؟ ظاہر ہے کان دیئے ہیں تو سننے کے لیے کیونکہ کانوں سے سننے کی صلاحیت ہے ایسے ہی آنکھوں سے دیکھنے کی صلاحیت ہے تو ظاہر ہے آنکھیں دیکھنے کے لیے دیں کہ جو کچھ بھی دکھائی دے رہا ہے اسے دیکھو پھر جو سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھنے کی صلاحیت دی تو ظاہر ہے اسی لیے دی کہ جو کچھ بھی سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھو تو جو بھی شکر

کرے گا یعنی ان صلاحیتوں کا اسی مقصد کے لیے استعمال کرے گا تو اس پر حق کھل کر واضح ہو جائے گا جب کوئی بھی اپنی ہی ذات میں آسمانوں وزمین میں غور و فکر کرے گا تو اس پر حق کھل کر واضح ہو جائے گا اس پر نہ صرف آسمانوں وزمین میں اور جو کچھ بھی ان میں ہے سب کے سب میں وضع کردہ الہمیز ان کھل کر واضح ہو جائے گا بلکہ اس پر رزق کی اہمیت و حیثیت بھی بالکل کھل کر واضح ہو جائے گی توجب وہ الصیام کرے گا خود کو واپس فطرت پر لائے گا الطیب رزق استعمال کرے گا تو اس میں تقویٰ آجائے گا یعنی وہ بالکل ویسا بن جائے گا جیسا کہ اس کے رب فطرت کو وہ درکار ہے جیسا اسے فطرت نے وجود میں لا یا تھا تو جب اس میں تقویٰ آجائے گا یعنی وہ بالکل ویسا بن جائے گا جیسا فطرت کو درکار ہے تو پھر اس کا رب فطرت اس پر کھول کھول کر واضح کر دے گی کہ اسے اس وقت کیا کرنا ہے اسے دنیا میں کس مقصد کو پورا کرنے کے لیے لایا گیا اس وقت کیا کرنا ہے جس کے لیے اسے وجود میں لا یا گیا یعنی وہ خود اپنے ہی آپ کو حق کو پیچان لے گا یوں اس پر حق اس کی ذمہ داری اس قدر کھل کر واضح ہو جائے گی کہ اس پر جنت ہو جائے گی اس پر لازم ہو جائے گا کہ وہ اس ذمہ داری کو پورا کرے ورنہ کل کو اس کے پاس کسی بھی قسم کا کوئی عذر یا ہبہ نہیں ہو گا یہ ہے حج البتہ۔

تو جو بھی اس کی استطاعت رکھتا ہے یعنی جس میں غور و فکر کرنے کی صلاحیت ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس رستے کو اخذ کرے وہ اللہ کی طرف اپنارخ کرے اللہ میں جہاد کرے یعنی اللہ کو پانے کے لیے کوشش کرے اور جب اس پر حق کھل کر واضح ہو جائے تو پھر لازم ہے کہ وہ اس ذمہ داری کو پورا کرے یعنی وہ اللہ یعنی فطرت کی نصرت کرے فطرت کی مدد کرے دین کو قائم کرے لوگوں کو فطرت پر قائم کرے اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ اللہ کا وجد ہو گا جو کہ اس نے اپنے عمل سے خود کو اللہ کا وجد ثابت کر دیا اور اگر کوئی کفر کر دیتا ہے یعنی اس ذمہ داری کو پورا کرنے سے انکار کر دیتا ہے تو پھر انکار وہی کرے گا جو اللہ کا شریک ہو گا اور اس نے انکار اسی لیے کیا کیونکہ اللہ غنی ہے یعنی اللہ اپنا کام خود کرتا ہے وہ اپنے شریک کا محتاج نہیں اس لیے اللہ نے اپنے شریک کے لیے قدر میں انکار کھدیا۔

دنیا میں جتنے بھی بشر ہیں یہ بیiadی طور پر دو گروہوں میں تقسیم ہیں ایک وہ جو انسان کے انسان ہیں اور دوسرے وہ جو انسان کے انسان نہیں رہنا چاہتے بلکہ وہ جاننا چاہتے ہیں کہ وہ کیا ہیں ان کی حقیقت کیا ہے وہ اس دنیا میں کیوں بھیجے گئے۔ یعنی لفظ انسان کا معنی ہے جو خود اپنے ہی آپ کو مکمل طور پر بھولا ہوا ہے۔ اب دنیا میں دو طرح کے لوگ ہیں ایک وہ جو انسان کے انسان ہی رہ رہے ہیں یعنی وہ خود کو بھولے ہوئے خلق ہوئے تو وہ خود کو بھولے کے بھولے ہی رہ رہے ہیں۔ وہ اس بشری وجود کو ہی آپ اپنی حقیقت سمجھتے ہیں اس لیے جو اس بشری وجود کی خواہشات ہیں انہی کو پورا کرنا ان کا مقصد و مشن ہوتا ہے اور وہ اسے پورا کرنے میں لگے رہتے ہیں جب تک کہ ان کی اجل مسمی یعنی موت نہیں آ جاتی اور دوسرے وہ ہیں جو غور و فکر کرنے والے ہیں جو سوچتے ہیں کہ آخر ان کی حقیقت کیا ہے؟ کیا یہ بشری وجود ہی ان کی حقیقت ہے یا پھر یہ بشری وجود ان کی حقیقت نہیں بلکہ ان کی حقیقت کچھ اور ہے؟ انہیں دنیا میں کیوں بھیجا گیا؟ وہ کون ہیں آخر ان کی اپنی حقیقت کیا ہے؟

اب یہ جو دوسری قسم کے بشر ہیں جو خلق تو انسان ہی ہوئے یعنی خلق تو خدا اپنی ہی ذات کو بھولے ہوئے ہی لیکن وہ انسان کے انسان ہی نہیں رہنا چاہتے یعنی وہ خود اپنی ہی ذات کو بھولے ہوئے ہی نہیں رہنا چاہتے بلکہ ان کا مقصد و مشن یہ بن جاتا ہے کہ وہ خود اپنی ہی حقیقت کو جانیں کہ آخر ان کی حقیقت کیا ہے وہ اس دنیا میں کیوں اور کس مقصد کے لیے بھیجے گئے۔ یوں جب وہ غور و فکر کرتے ہیں اور اس پر ڈٹ جاتے ہیں یعنی وہ یہ طے کر لیتے ہیں کہ ہم اس وقت تک پچھے نہیں ہیں گے جب تک کہ حق کو پانہیں لیتے جس کے لیے وہ پوری کوشش کرتے ہیں تو بالآخر ان پر حق کھل کر واضح ہو جاتا ہے یعنی ان پر کھل کر واضح ہو جاتا ہے کہ ان کی اصل ذات کیا ہے اور اس دنیا میں آنے کا ان کا مقصد کیا ہے تو جب ان پر ان کی حقیقت عیاں ہوتی ہے تو اللہ ہی ان کی اپنی ذات کے طور پر سامنے آتا ہے یعنی ان کی اپنی ذات اللہ تھی اللہ تھا جو خود اپنے ہی آپ کو بھولا ہوا تھا تو جب ان کی اپنی ہی ذات اللہ سامنے آتی ہے تو پھر ظاہر ہے اللہ اگر اس وقت بشری صورت میں دنیا میں آیا تو کیوں آیا؟ اللہ نے پہلے آسمانوں وزمین کو خلق کیا جب انہیں مکمل کر لیا تو پھر ان کا نظام چلانے پر معمور ہوا تو نظام چلانے کے لیے ہی بشر کو بھی وجود میں لایا گیا یعنی اس بشر کا مقصد ہے نظام چلانے زمین کی دلکھ بحال کرے بالکل ایسے ہی جیسے آپ کے وجود میں ہاتھ ہوتے ہیں زبان ہوتی ہے، ہاتھوں کا کام ہے وجود کو اسکی ضروریات فراہم کرنا و جو دو کوئی بھی قسم کے نقصان سے بچانا اور زبان کا کام ہے وجود کی ترجمانی کرنا یوں جب وہ خود اپنی ہی حقیقت کو جان جاتے ہیں ان پر کھل کر واضح ہو جاتا ہے کہ ان کی اپنی ذات اللہ ہے اللہ تھا جسے وہ بھولے ہوئے تھے تو اب ان پر لازم

ہے کہ وہ اپنے عمل سے بھی خود کو اللہ ثابت کریں یعنی وہ اپنے وجود کی دلکشی بھال کریں اگر کوئی وجود کو نقصان پہنچا رہا ہے تو وہ اس کو روکیں۔ اب ظاہر ہے جو اللہ ہو گا وہی اس ذمہ داری کو پورا کرے گا یعنی وہی اپنی ذات اللہ کی نصرت کرے گا اپنی ذات اللہ جو کہ فطرت ہے اسے انسانوں سے بچائے گا اور جو اللہ نہیں ہو گا بلکہ انسان کا انسان ہی ہو گا تو پھر ظاہر ہے اللہ تو غنی ہے اللہ اس کا محتاج نہیں اللہ اس سے نصرت کیوں لے گا اللہ اپنا کام اس سے کیوں کروائے گا اس لیے اللہ نے اپنے شریک کے لیے قدر میں کفر کرنا ہی رکھ دیا یوں جو اللہ کا شریک ہو گا وہ کفر ہی کرے گا وہ اس ذمہ داری کو پورا نہیں کرے گا۔ اب جن پر ان کی اپنی اصل حقیقت جو کہ اللہ ہے کھل کر واضح ہو جائے تو ان کا دنیا میں مقصد و مشن جنت نہیں ہوتا بلکہ ان کا مقصد و مشن اپنی ذات جو کہ اللہ ہے اسے واپس پانابن جاتا ہے اس لیے اب وہ اپنے مقصد و مشن اللہ جو کہ ان کی اپنی ذات ہے اسے پانے کی کوشش کریں گے اور اس مقصد و مشن میں اگر کوئی بھی رکاوٹ بنتا ہے تو وہ اس کی پرواہ نہیں کریں گے اسے نظر انداز کرتے ہوئے آگے بڑھ جائیں گے یہاں تک کہ وہ اپنی اصل ذات اللہ کو پانیں لیتے یعنی وہ اس مقصد و مشن میں اپناسب کچھ یہاں تک کہ جان تک بھی قربان نہیں کر دیتے یا پھر فتنہ ختم ہو کر دین اللہ کے لیے ہی خالص نہ ہو جائے۔ وہ الصلاۃ قائم نہیں کر دیتے یعنی ہر ایک کو اس کے اصل مقام پر قائم نہیں کر دیتے۔ یہ ہجۃ البیت جسے مختلف پہلوؤں سے آپ پر کھول کر واضح کر دیا گیا اب آتے ہیں حج کے نام پر خود کو مسلمان کہلوانے والے جو کچھ کر رہے ہیں اس کی حقیقت کی طرف۔

اللہ نے یہ قدر میں کر دیا یعنی یہ طے کر دیا جس کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا اور جب اس کا وقت آجائے تو اسے ہونے سے کوئی روک نہیں سکتا کہ جب جب ضلال میں ہوں گی اور مومنین موجود ہوں گے یعنی جب جب بھی دنیا میں ہر لحاظ سے ہر پہلو سے سو فیصد کھلਮ کھلا گمراہیاں پھیل جائیں نور کی ایک کرن بھی نہیں ہو گی اور ایسے حالات میں ایسے وقت میں ایسے لوگ موجود ہوں جو اللہ سے ہدایت کے لیے گڑگڑا رہے ہوں تو اللہ مومنین پر احسان کرتا ہے کہ ان میں انہی سے اپنا ایک رسول بعث کرتا ہے جو آکر حق کھول کھول کر واضح کر دیتا ہے اس سے پہلے جو کچھ بھی دین کے نام پر ہو رہا ہوتا ہے وہ سب کی سب گمراہیاں ہوتی ہیں۔ جب اللہ نے یہ قدر میں کر دیا تو پھر ظاہر ہے آج سے چودہ صدیاں قبل جب محمد رسول اللہ کو بعث کیا گیا تو محمد کی بعث سے قبل جو کچھ بھی دین کے نام پر کیا جا رہا تھا وہ سب کی سب کھلماں کھلا گمراہیاں تھیں تب نور کی ایک کرن بھی نہیں تھی کسی کو بھی حق کا علم نہیں تھا کہ حق کیا ہے۔ جسے خود کو مسلمان کہلوانے والے حج کا نام دیتے ہیں اور کر رہے ہیں یہ محمد کی بعثت سے قبل ہی حج کے نام پر کیا جا رہا تھا۔ اب جب یہ محمد کی بعثت سے قبل ہی ہو رہا تھا تو پھر ایسا کیسے ممکن ہے کہ یہ حق ہو؟ اس لیے یہ حق ہے ہی نہیں۔

محمد کی بعثت سے قبل مکہ نامی بستی میں حج کے نام پر جو کچھ بھی کیا جا رہا تھا وہ گمراہی تھی اور جب محمد نے مکہ نامی بستی کو فتح کیا تو سب سے پہلے محمد نے اسی گمراہی کو کھول کر واضح کیا کہ اس کی اصل حقیقت کیا ہے یعنی یہ جو تم حج کے نام پر کر رہے ہو یہ حج نہیں ہے بلکہ حج اس کے بالکل عکس پکھا اور ہے جسے محمد نے کھول کھول کر واضح کر دیا اور محمد نے واضح کیا کہ یہ جسے تم حج سمجھ رہے ہو یہ تمہیں حج کو سمجھانے کے لیے دی جانے والی ایک مثال ہے جسے تم حج سمجھ بیٹھے ہوئے ہو یوں محمد نے کھول کر واضح کر دیا کہ اس کا مطلب کیا ہے۔ جسے آج ایک بار پھر کھول کر واضح کرنے کے لیے حج کے نام پر جو ہو رہا ہے اس کا نقشہ آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔



تصویر میں آپ کو مکمل نقشہ نظر آ رہا ہے جس میں سب سے پہلے مسجد الحرام کے نام پر بیت اللہ موجود ہے جہاں آپ حالت احرام میں ہوتے ہیں اس کے بعد وہاں سے منی میں جایا جاتا ہے اس کے بعد عرفات میں جایا جاتا ہے عرفات کے آگے واپس مڑا جاتا ہے تو آگے مزدلفہ آ جاتا ہے مزدلفہ میں رات گزارنے کے بعد آگے پھر دوبارہ منی آ جاتا ہے جہاں نہ صرف قربانی کی جاتی ہے بلکہ شیطان کو رجم کیا جاتا ہے اور اس کے بعد واپس مسجد الحرام یعنی بیت اللہ پہنچ جاتے ہیں اور بیت اللہ کے گرد سات چکر لگائے جاتے ہیں جسے بیت اللہ کا طواف کہا جاتا ہے یوں حج مکمل ہو جاتا ہے۔

اب اس کی حقیقت کیا ہے اسے آپ پر کھول کرو واضح کرتے ہیں۔

سب سے پہلے اس بات کو جان لیں کہ یہ حج نہیں ہے بلکہ یہ حج کو واضح کرنے کے لیے ایک مثال ہے جس کے ذریعے تجھیا گیا کہ حج کیا ہے۔ ذوالحجہ کا چاند نظر آتا ہے تو ناخن تراشتا اور بال کا ثنا وغیرہ اس وقت تک ترک کر دیا جاتا ہے جب تک کہ قربانی نہیں دے لی جاتی اس کا مطلب کیا ہے اسے آخر میں واضح کریں گے۔ اس کے بعد سب سے پہلے جب حرم میں داخل ہو جاتا ہے تو احرام پہن کر داخل ہو جاتا ہے۔ احرام دوسفید چادر وں پر مشتمل ہوتا ہے جس میں کسی بھی قسم کی کوئی نقش نگاری نہیں ہوتی یہاں تک کہ اس پر کسی بھی قسم کی کوئی مشقت نہیں کی گئی ہوتی۔ جب جسم کو ان دوسفید کپڑوں میں پیٹ کر بیت اللہ میں داخل ہوتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ابھی بندہ دنیا میں آیا بلکہ اللہ کے ہاں ہے پھر جب بیت اللہ سے منی میں جاتے ہیں تو منی کا مطلب ہے دنیا۔ بندہ جب بیت اللہ سے منی میں جاتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ بندہ اللہ سے دنیا میں آیا یعنی اللہ بندے کو دنیا میں وجود میں لا یا تو جب اللہ بندے کو دنیا میں وجود میں لا یا تو وہ بالکل خالی ہاتھ ہوتا ہے اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہوتا وہ مکمل طور پر اپنے رب کا محتاج ہوتا ہے۔ جسم پر دو کپڑوں کا مقصد صرف اور صرف ستر ڈھانپنا ہے جو کہ مجبوری ہے اس لیے حقیقت میں بالکل خالی ہاتھ دنیا میں آیا اس کے پاس کچھ بھی نہیں۔

جب منی میں جاتے ہیں تو کسی کو بھی کچھ بھی علم نہیں ہوتا کہ یہاں آنے کا مقصد کیا ہے وہاں سب وہی کرتے ہیں جو نسل درسل ہوتا چلا آ رہا ہے جس پر آباؤ اجداد کو پایا یعنی منی میں وہی کرتے ہیں جو دین کے نام پر کیا جا رہا ہوتا ہے جو دوسروں کو کرتا دیکھتے ہیں یوں منی میں ہر کوئی وہی کرتا ہے جس پر اپنے آباؤ اجداد کو پایا اور اس کے علاوہ دنیاوی باقتوں میں مشغول رہتے ہیں دنیاوی مال و متعہ کے بارے میں باقی کرتے ہیں اور وقت ضائع کرتے ہیں۔ منی دنیا کی مثل ہے بیت اللہ سے منی میں آنا اور منی میں وہی کرنا جو نسل درسل ہوتا چلا آ رہا ہے جس پر آباؤ اجداد کو پایا اس کا مطلب یہ ہے کہ جب بندہ اللہ سے دنیا میں آتا ہے تو وہ مکمل طور پر اپنے رب کا محتاج ہوتا ہے لیکن جب وہ باختیار اور باشعور ہو جاتا ہے تو وہ نہ صرف وہی کرتا ہے جس پر اس نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا دین کے نام پر وہی کرتا ہے جو نسل درسل چلا آ رہا ہے بلکہ ہر کوئی دنیا میں مگن ہو گیا دنیا کی رنگینیوں میں کھو گیا۔ یوں جب منی میں یعنی دنیا کی رنگینیوں میں کھو جاتے ہیں اور دین کے نام پر وہی کرتے ہیں جس پر آباؤ اجداد کو پایا تو کہا جاتا ہے کہ تمہیں دنیا میں اس مقصد کے لیے نہیں بھیجا گیا بلکہ تمہیں دنیا میں جس مقصد کے لیے بھیجا گیا اس مقصد کو پہچان کر پورا کرو جس کے لیے آگے عرفات میں جایا جاتا ہے جہاں الصوم کیا جاتا ہے جسے یوم العرف کا الصوم کہا جاتا ہے۔ عرفات کا معنی ہے خود اپنے آپ کو پہچان لینا یعنی اپنی ہی ذات کو اصل حقیقت کو پہچان لینا دنیا میں آنے کا مقصد کیا ہے حق کیا ہے اسے پہچان لینا۔ منی سے عرفات میں جانے کا مطلب ہے کہ خود اپنی ہی ذات کو پہچانا دنیا میں آنے کا مقصد کیا ہے اسے پہچانا حق کو پہچانا جس کے لیے عرفات میں یوم العرف کے نام سے الصوم کیا جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جب آپ منی یعنی دنیا میں ہوتے ہیں اور حق کو پانا چاہتے ہیں خود اپنی ہی ذات کو حق کو پہچانا چاہتے ہیں تو آپ کو الصوم کے یوم یعنی مرحلے سے گزرنا پڑے گا وہی بات کہ جب الصیام کریں گے تو تقوی آجائے گا آپ خود اپنی ہی ذات کو قفر کر لیں گے یعنی پڑھ لیں گے جان پہچان لیں گے حق کو پہچان لیں گے۔ منی سے عرفات میں آنے کا مطلب ہے کہ دنیا سے کٹ کر دنیاوی مال و متعہ کو چوڑ کر، جس پر آباؤ اجداد کو پایا اسے ترک کر کے خود اپنی ہی ذات کو پہچانا جائے، اپنی ذات میں غور و فکر کیا جائے آسانوں وزمیں میں غور و فکر کیا جائے جو کچھ بھی سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھا جائے جس سے حق کی پہچان ہو جائے گی، اللہ کیا ہے اللہ کی پہچان ہو جائے گی خود اپنی ہی حقیقت کی پہچان ہو جائے گی یوں جب حق کو پہچان لیں گے اپنی ہی حقیقت کو پہچان لیں گے یعنی اللہ کو پہچان لیں گے تو پتہ چلے گا کہ ہم نے تو اللہ پر لعنت کی ہوئی ہے یعنی اللہ کو نظر انداز کیا ہوا ہے ہم نے اپنارخ اللہ سے پھیرا ہوا ہے اور اس کی طرف کمرکی ہوئی ہے ہم تو اس سے بغاوت کر رہے ہیں اس کی مخالف سمت جا رہے ہیں جس کے لیے لازم ہے کہ اب واپس اپنارخ اپنے رب اللہ کی طرف کیا جائے اپنارخ اپنی ہی حقیقت اپنی ذات اللہ کی طرف کیا جائے یوں پھر یوڑن لیا جاتا ہے یعنی واپس مڑا جاتا ہے۔

جب واپس مڑتے ہیں تو آگے مزدلفہ آ جاتا ہے جہاں رات بالکل فطرت پر رات گزاری جاتی ہے وہاں کوئی امیر اور غریب نہیں ہوتا کوئی کالے اور گورے کا یعنی کسی بھی قسم کی کوئی تفریق نہیں ہوتی سب ایک برابر ہوتے ہیں اور فطرت پر رات گزارتے ہیں۔ رات کا مطلب ہے ضلال مبین ہونا یعنی ہر طرف گمراہیوں کا ہونا اور مزدلفہ میں رات فطرت پر گزارنے کا مطلب ہے کہ جب آپ نے حق کو پہچان لیا اللہ کو پہچان لیا خودا پنی ہی ذات کو پہچان لیا تو پھر آپ کو واپس اللہ کی طرف پہنچا ہے جب آپ واپس اللہ کی طرف اپنا رخ کریں گے تو لیل ہے یعنی ظلمات چھائی ہوئی ہیں ہر طرف ظلمات ہیں ایسے میں اب نہ صرف فطرت پر قائم ہونا ہے دنیاوی مال و متاع کے دھوکے سے نکلا ہے بلکہ جب فطرت پر قائم ہوں گے الصایام کریں گے تو آپ میں تقویٰ آئے گا اور آپ کا رب فطرت آپ کی راہنمائی کرے گی کہ اب آپ کو کیا کرنا ہے جس کے بعد آگے واپس منی آ جاتا ہے جہاں نہ صرف الشیطان کو پھر مارے جاتے ہیں بلکہ یہاں تک کہ قربانی کی جاتی ہے جس کا مطلب ہے کہ جیسے آپ نے مزدلفہ میں رات گزاری ایسے ہی دنیا میں آپ نے زندگی گزارنی ہے فطرت پر قائم ہونا ہے اور جو زمداداری آپ پر کھول کھول کر واضح کر دی گئی اسے پورا کرنا ہے جب آپ فطرت پر قائم ہوں گے اپنی ذمداداری کو پورا کریں گے حق پر ڈٹ جائیں گے یعنی جو زمداداری آپ پر پر واضح کی گئی جو کہ آپ کی خودی اللہ ہی آپ کے سامنے آئی تو آپ کا کام اللہ کا کام ہے جب آپ اسے پورا کریں گے تو آپ کے رستے میں الشیطان آئے گا یعنی ہروہ شئے آئے گی جو آپ کو اس مقصد کو پورا کرنے سے روکے گی اس مقصد میں رکاوٹ بنے گی تو کوئی بھی شئے خواہ وہ مال ہو، یہوی ہو، اولاد ہو، والدین ہوں، کوئی رشته دار ہوں کوئی بھی ہو خواہ کیسے ہی حالات کیوں نہ ہوں جو بھی آپ کے مقصد و مشن میں رکاوٹ بنے جو کہ الشیطان ہے تو جان لیں کہ الشیطان کے لیے اللہ کا فیصلہ کیا ہے۔ الشیطان کے لیے اللہ کا فیصلہ ہے کہ اسے رجم کیا جائے الشیطان الرجيم ہے یعنی الشیطان کو اپنے قریب بھی نہیں آنے دینا اگر کوہ قریب آنے کی کوشش کرے اگر وہ مقصد میں رکاوٹ بننے کی کوشش کرے تو اسے اس طرح اپنے سے دور کرنا ہے دور کرنا ہے جیسے کسی دشمن کو پھر مار کر خود کے قریب نہیں آنے دیا جاتا اسے خود سے دور بھاگنے پر مجبور کر دیا جاتا ہے۔ پھر قربانی کی جاتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جب آپ دنیا میں اس مقصد کو پورا کریں گے جس مقصد کے لیے آپ کو دنیا میں لایا گیا جو کہ الصلاۃ کا قیام ہے تو آپ پر نہ صرف سخت ترین حالات آئیں گے آپ کو اذیت کا سامنا کرنا پڑے گا تو آپ نے صبر کرنا ہے آپ کو قربانی دینا پڑے گی اپنی خواہشات کی، مال و متاع کی، یہاں تک کہ اس کی قربانی بھی دینا پڑسکتی ہے جو آپ کی سب سے عزیز ترین شئے ہے تو جب قربانی کی جاتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جب ہم اس مقصد کو پورا کریں گے یعنی الصلاۃ قائم کریں گے تو اس کے لیے اگر ہمیں اپنے سب سے زیادہ عزیز ترین شئے یہاں تک کہ اپنی اولاد تک کی بھی قربانی دینا پڑی تو ہم اس کی قربانی دینے سے بھی دربغ نہیں کریں گے یوں جب قربانی کر لی جاتی ہے تو عید الاضحیٰ آ جاتی ہے۔

عید کا معنی ہے واپس اسی مقام اسی نقطے پر آ جانا جہاں سے گم ہو گئے تھے جہاں سے پھسل گئے تھے جہاں سے ہٹ گئے تھے۔ اور آگے اس سوال کا جواب دے دیا کہ وہ کون سا نقطہ ہے جہاں سے پھسل گئے تھے جہاں سے گم ہو گئے تھے اور واپس اسی مقام پر آگئے اسی نقطے پر آگئے الاضحیٰ مخصوص اضحیٰ۔ اضحیٰ کا معنی ہے روشی کا پھیل جانا سب کچھ روشن ہو جانا ظلمات کا مکمل طور پر ختم ہو جانا یعنی دین کا قائم ہو جانا ہر طرف نور کا پھیل جانا تو جب اس طرح کیا جاتا ہے تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ دنیا جو اس سے قبل ظلمات میں ڈوبی ہوئی ہوتی ہے واپس دنیا پر نور کا غالب آ جانا ظلمات کا چھٹ جانا لیل کا ختم ہو کر اللہ کے نور کی روشی ہر طرف پھیل جانا۔

اب آئیں واپس اس پر کہ جب ذوالحجہ کا چاند نظر آتا ہے تو ناخن تراشنا اور بالوں وغیرہ کا کائنات کیوں ترک کر دیا جاتا ہے جب تک کہ قربانی نہیں دے لی جاتی عید الاضحیٰ نہیں آ جاتی۔ اسے سمجھنے کے لیے سب سے پہلے ذوالحجہ کو سمجھ لیں۔ ذوی ایذی کا معنی ہے جسے حاصل ہو چکا اور کیا حاصل ہو چکا آگے اسے واضح کر دیا جائے۔ مخصوص حج ہے جو حصہ حاصل ہو چکا۔ حج کا معنی ہے حق اس قدر کھل کر واضح ہو جانا کہ اگر اس پر قائم نہیں ہو جاتا جو زمداداری کھول کر واضح کر دی گئی اسے پورا نہیں کیا جاتا تو کل کوئی بھی قسم کا کوئی عذر یا بہانہ نہیں ہوگا۔ ذوالحجہ کا معنی ہے وہ شخص جسے مخصوص حج حاصل ہو چکی یعنی جس پر حق اس قدر کھول کر واضح کر دیا گیا کہ اب اگر وہ اس ذمداداری کو پورا نہیں کرتا تو اس کے پاس کل کوئی بھی قسم کا کوئی عذر یا بہانہ نہیں ہوگا اسکے پاس صرف اور صرف ایک ہی رستہ ہے کہ وہ اس ذمداداری کو پورا کرے جو اس پر ہر لحاظ سے اور ہر پہلو سے کھول کر واضح کر دی گئی۔

ذوالحجہ کا چاند نظر آتا ہے تو ناخن تراشنا اور بال کاٹنا وغیرہ ترک کر دیا جاتا ہے سب سے پہلے چاند یعنی قمر کو سمجھ لیں کہ قمر کیا ہے۔ قمر یعنی چاند کو نور کہا گیا اور اللہ اپنے رسول کو بھی نور کہتا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ قمر کا معنی چاند نہیں ہے بلکہ قمر کا معنی ہے جو پیچھے سے گرم روشنی لے کر اسے ٹھنڈا کر کے آگے منعکس کرے اور یہی کام چاند کرتا ہے اور یہی کام اللہ کا رسول کرتا ہے وہ اللہ سے نور ہدایت لیکر آگے لوگوں تک ایسا آسان کر کے پہنچاتا ہے منعکس کرتا ہے کہ کم سے کم عقل بھی آسانی سے حق کو سمجھ سکتا ہے۔ ذوالحجہ کے اندر کا ظاہر ہونے کا مطلب ہے کہ جب ضلال میں ہوتی ہیں اور مومنین موجود ہوتے ہیں یعنی حق کے طلب گار موجود ہوتے ہیں جو حق کے لیے گڑگڑا رہے ہوتے ہیں تو ایسے میں اللہ اپنا نور بھیجا ہے یعنی ان میں انہی سے اپنا رسول بعث کرتا ہے جب رسول آتا ہے تو رسول حق اس قدر کھول کھول کر واضح کر دیتا ہے کہ کم سے کم عقل بھی اگر رسول کی بات سننے تو اس پر حق ہر خاطر سے کھل کر واضح ہو جاتا ہے اسے کسی بھی قسم کا کوئی شک و شبہ نہیں رہتا۔ تو جو اللہ کی طرف سے آنے والے نور سے ہدایت حاصل کرتے ہیں یعنی جو رسول کی دعوت کو سنتے ہیں ہدایت کے لیے رسول کی طرف پہنچتے ہیں تو ان پر حق اس قدر کھل کر واضح ہو جاتا ہے کہ انہیں الحجہ حاصل ہو جاتی ہے یعنی وہ الحجہ والے ہو جاتے ہیں جسے عربوں کی زبان میں ذوالحجہ یا ذی الحجہ کہا جائے گا ان پر حق اس قدر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ اب کل کو وہ چاہ کر بھی کوئی عذر یا بہانہ پیش نہیں کر سکتے ان کے پاس صرف اور صرف ایک ہی رستہ ہوتا ہے اور وہ ہے کہ وہ اللہ کی نصرت کریں یعنی وہ اللہ کے رسول کی نصرت کریں حق کی نصرت کریں۔

جنت میں جانے کے لیے ترکیہ لازم ہے جو اپنا ترکیہ کر لے گا وہ جنت میں چلا جائے گا لیکن ایسے جو کہ ذوالحجہ والے ہیں یعنی جن کے پاس اللہ کے ہاں سے نور آ گیا اور حق اس قدر کھل کر واضح ہو گیا کہ اب کل کو وہ چاہ کر بھی کوئی بہانہ پیش نہیں کر سکتے ان پر حجت ہو چکی تو ایسے اگر حق کا ساتھ دینے کی بجائے اللہ کے رسول کی نصرت کرنے کی بجائے ترکیہ بھی کرتے ہیں تو ان کا ترکیہ انہیں کوئی نفع نہیں دے گا انہی کوئی فائدہ نہیں دے گا یعنی ان کا کوئی بھی عمل انہیں کوئی فائدہ نہیں دے گا جب تک کہ وہ قربانی نہیں دے لیتے اور عید الاضحی نہیں آ جاتی یعنی دنیا و بارہ اللہ کے نور سے روشن نہیں ہو جاتی ہر طرف یہ نور پھیل نہیں جاتا ظلمات مٹ نہیں جاتیں۔ یہ ہے کہ جب ذوالحجہ کا چاند نظر آئے تو ناخن تراشنا اور بال کاٹنا وغیرہ اس وقت تک ترک کر دینا جب تک کہ قربانی نہیں دے لی جاتی اور عید الاضحی نہیں آ جاتی۔ مطلب یہ کہ جب ضلال میں ہوں اور اللہ اپنا رسول بعث کر دے جو کہ اللہ کے ہاں سے آیا ہو انور ہے ایسا نور کہ اگر کوئی حق کا طالب ہے تو اس پر حق اس قدر کھل کر واضح ہو جائے گا کہ اسے کسی بھی قسم کا کوئی شک و شبہ نہیں رہے گا اور اس پر واضح ہو جائے گا کہ اس کا دنیا میں آنے کا مقصد کیا ہے اس پر واضح ہو جائے گا کہ اس پر لازم ہے کہ وہ اللہ کی نصرت کرے یعنی اللہ کے رسول کا ساتھ دے حق کا ساتھ دے اگر کوئی کفر کرتا ہے یعنی حق کا ساتھ دینے کا انکار کر دیتا ہے تو پھر جان لے کہ اللہ عنی ہے یعنی اللہ اس کا محتاج نہیں ہے بلکہ اللہ اپنا کام خود کرتا ہے اس لیے اگر کوئی کفر کرتا ہے تو ایسا نہیں کہ اللہ کا کام نہیں ہو گا یا اللہ کا کام رک جائے گا بلکہ اللہ اس کی جگہ کسی دوسرے کو لے آئے گا جو اس کا حق دار ہے جو مومن ہے اللہ کا وجود ہے نہ کہ اللہ کا شریک۔ یوں جتنے بھی ایسے ہوتے ہیں جن پر حق اس قدر کھل کر واضح ہو جاتا ہے کہ ان پر حجت ہو جاتی ہے جنہیں مخصوص حجت حاصل ہو جاتی ہے ان کا ترکیہ بھی ان کے کچھ کام نہ آئے گا یہاں تک کہ وہ حق کا ساتھ دینے ہوئے قربانی نہ دے لیں اور واپس اللہ کا نور غالب نہ آ جائے دنیا پر واپس نور پھیل نہ جائے حق غالب نہ آ جائے جسے عید الاضحی کہا گیا یعنی واپس دنیا کا اللہ کے نور سے منور ہو جانا ظلمات کا مٹ جانا اور روشن ہو جانا۔ یہ ہے نہ صرف انچ بلکہ قربانی اور عید الاضحی اور حج کے نام پر خود کو مسلمان کہلوانے والے جو کر رہے ہیں اس کی حقیقت۔

خود کو مسلمان کہلوانے والے حج کے نام پر جو کر رہے ہیں وہ قطعاً حج نہیں بلکہ یہ تو ایک مثال ہے جو حج کیا ہے محض سمجھانے کے لیے دی گئی تھی اب اگر کوئی مثال کو ہی حج سمجھ لے اور بنالے تو ایسا کوئی بے وقوف اور جاہل ہی ہو سکتا ہے نہ کہ عقل مند۔ محمد نے صرف فتح مکہ کے فوراً بعد سب سے پہلا کام یہی کیا کہ واضح کیا کہ انچ کیا ہے بلکہ اس کے بعد نہ تو محمد نے انچ کے نام پر اس گمراہی پر عمل کیا اور نہ ہی محمد نے مومنوں کو اس کی اجازت دی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جب آج سے چودہ صدیاں قبل محمد کے ذریعہ حق کھول کر واضح کیا گیا تو تب ماننے والے انتہائی تھوڑے تھے جو بہت پہلے ہی مانچے تھے اکثریت نے کفر کر دیا تھا اور کہا تھا کہ ہم تو ہی کریں گے جو ہمارے آباؤ اجداد کرتے رہے اور اسی کا سورۃ فصلت میں بھی ذکر کر دیا گیا کہ تب کوئی بھی نہیں مان تھا سوائے انتہائی قلیل کے اور اسی پر ڈٹے رہے جس پر انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا۔

اور اس کے علاوہ تب قربانی کے نام پر جو جانور زنج کیے جاتے تھے وہ صرف اور صرف منی کے میدان میں کاٹے جاتے تھے نہ کہ منی کے میدان کے باہر اور وہ

چاہے منی کے میدان میں ہی کاٹے جاتے تھے تو بھی گمراہی تھی اس کا حق کیسا تھکوئی تعلق نہیں۔ اور آج جو کچھ بھی کیا جا رہا ہے جو خود کو مسلمان کہلوانے والے گھر گھر میں قربانی کے نام پر معصوم جانوروں کا قتل عام کرتے ہیں یہ ظلم عظیم ہے یہ فساد عظیم ہے۔

اس لیے ہر وہ شخص جو یہ ظلم کر رہا ہے وہ کان کھول کر سن لے، نتواللہ کوتیرے اس خون بہانے کی ضرورت ہے نہ ہی گوشت کی، نہ تو تیرا یہ خون اللہ کے ہاں پہنچتا ہے اللہ کے ہاں قبل قبول ہے اور نہ ہی گوشت، الثاثیرے اس فعل پر اللہ کا غصب بھڑکتا ہے تجوہ پر اللہ کا غصب حلال ہوتا ہے۔ ہر وہ شخص جو یہ ظلم عظیم کر رہا ہے وہ جان لے کہ وہ اللہ کیسا تھک شرک کر رہا ہے وہ ظلم عظیم کر رہا ہے وہ فساد عظیم کر رہا ہے۔ تمہیں نہیں کہا گیا کہ تم لوگ قربانی کے نام پر جانوروں کا قتل عام کرو بلکہ اگر تم خود کو مون کہتے ہو اور سچھ ہو تو پھر آج آؤاللہ کی نصرت کرو آج قربانی کا وقت ہے آؤ اور قربانی دو اگر تم سچھ ہو تو جو کہ تم نہیں دینے والے کیونکہ تم سچھ نہیں بلکہ تم کذاب ہو۔

یہ جسے تم حج، قربانی اور عید الاضحی کا نام دے رہے ہو یہ سب کا سب کھلمن کھلا گمراہیاں ہیں ان کا حق کیسا تھکوئی تعلق نہیں یہ تم لوگ اپنی خواہشات کی اتباع کر رہے ہو۔ ذرا غور کرو کیا تم لوگ ابراہیم کو اپنا ابا بنا رہے ہو؟ کیا ابراہیم نے بھی یہی کیا تھا جو تم لوگ کر رہے ہو؟ جیسے تم اسی کو حق کہہ، سمجھو اور کر رہے ہو جس پر تم نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا اور غور فکر نہیں کر رہے کیا ابراہیم نے بھی یہی کیا تھا؟ یا پھر یہ ابراہیم کی ملت نہیں بلکہ یہ تم شرک کر رہے ہو تم لوگ مشرکین میں سے ہو؟ اور حق تو یہ ہے کہ تم لوگ مشرکین میں سے ہو خواہ تمہیں کتنا ہی ناگوار کیوں نہ گزرے۔ جان لوت مشرکین میں سے ہو اگر اب بھی تم لوگ اپنے آباؤ اجداد سے نسل درسل منتقل ہونے والی گمراہیوں کو ترک نہیں کرتے اور حق کی طرف نہیں پلٹتے۔

پھر آخر میں بیت اللہ کے طواف کے نام پر سات چکر کاٹے جاتے ہیں اس کا مطلب کیا ہے اسے بھی جان لیجئے۔

یہ وہی سات چکر ہیں جو ہندوؤں کے ہاں بھی پائے جاتے ہیں جو وہ عقد نکاح کے وقت سات پھیرے لیتے ہیں۔ ہندو اس سات چکروں سے سات جنم مراد لیتے ہیں حالانکہ یہ بات الگ ہے کہ آج کسی ہندو کو نہیں علم کے یہ سات جنم ہیں کیا اور خود کو مسلمان کہلوانے والوں کو بالکل بھی نہیں علم کہ ان سات چکروں کا مطلب کیا ہے ان کا کہنا صرف اور صرف یہی ہے کہ انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کو ایسا کرتے دیکھا اس لیے ہم بھی ایسا ہی کر رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جب آپ اپنی ہی خلق میں غور کریں گے تو آپ پر بالکل کھل کرو واضح ہو جائے گا اس وقت آپ بشر ہیں تو جس مواد سے آپ وجود میں آئے یہ مواد اس سے پیچھے بھی چھ مراحل طے کر کے یہاں آپ تک پہنچا ہے آپ بنے ہیں اور جب اس جسم کی وفات ہو گی تو یہ مرکر مٹی اور ہڈیاں نہیں ہو گا بلکہ یہ جسم نئی مخلوقات میں جاتا ہے وہ مخلوقات آگے نئی مخلوقات میں جاتی ہیں یوں اس بشری وجود کے بعد چھ مراحل طے کرنے کے بعد آپ بالکل اسی حالت میں چلے جاتے ہیں جس حالت میں آپ پہلے تھے یعنی ذرات کی صورت میں واپس اپنے رب فطرت میں پلٹ جاتے ہیں اور یہ جو چھ مراحل اس بشری وجود سے پہلے اور بعد میں ہیں انہیں قبر کہا جاتا ہے قبر کی منازل یا قبر کے مراحل کہا جاتا ہے جس کی قبر کے موضوع پر تفصیل کیسا تھوڑا صاحت کی جا چکی۔ جیسے اس وقت آپ یہ بشر ہیں جب آپ کے اس جسم کی وفات ہو جائے گی تو آپ آگے نئی مخلوقات میں چلے جاتے ہیں وہ آپ ہی ہوتے ہیں پھر ان سے آگے نئی مخلوقات میں یہاں تک کہ چھ مراحل طے کرنے کے بعد واپس اپنے رب میں نہیں پلٹ جاتے آپ ہی ہوتے ہیں فرق صرف یہ ہے کہ اس وقت آپ کو اس جسم کا شعور ہے جب اس کی وفات ہو جائے گی تو شعور اگلے مرحلے پر چلا جائے گا یہاں تک کہ واپس اپنے رب میں نہیں پلٹ جاتے۔

یہ وہ وجہ ہے جس وجہ سے ہندو اسے سات جنم کا نام دیتے ہیں۔ یہ جو آپ کا موجودہ جنم ہے یعنی اس وقت آپ کو اختیار حاصل ہے اگلے چھ جنموں کا یعنی آج آگر آپ طیب رزق سے اپنا وجود بناتے ہیں آپ الطیب رزق سے استعمال کرتے ہیں تو آگے چھ مراحل آپ طیب مخلوقات کی صورت میں ہی گزاریں گے یہ وجود آگے طیب مخلوقات میں بد لے گا اور اگر الخبیث کو اپنا رزق بناتے ہیں تو آگے چھ مراحل خبیث مخلوقات میں بد لیں گے یعنی اگر آپ کا رزق الطیب ہے تو وفات کے بعد اس وجود سے طیب مخلوقات وجود میں آئیں گے اور اگر خبیث ہے تو خبیث مخلوقات جسے ہندو جنموں کا نام دیتے ہیں اور مسلمان کہلوانے والے قبر کے مراحل یا توجنت کے باغات میں سے باغ یا پھر جہنم کی گھاٹیوں میں سے گھاٹی۔

یہ ہے طواف کا مطلب کہ آج آپ کے پاس اختیار حاصل ہے کہ آپ ان ساتوں مراحل کو کیسا بناتے ہیں اس مرحلے میں باقی چھ مراحل کا اختیار آپ کو دیا گیا آج جس کا اختیاب کریں گے باقی چھ مراحل آپ کے دیے ہی ہوں گے آج آپ کے پاس اختیار ہے اگر آج الطیب رزق سے استعمال کرتے ہیں تو آگے چھ

مراحل جنہیں آپ چھ جنم کہیں وہ طیب ہوں گے اور اگر اس جنم میں خبیث رزق استعمال کرتے ہیں تو اگلے چھ مرالیعنی چھ جنم بھی خبیث ہی ہوں گے۔ تو جب الحج کیا جاتا ہے یعنی جو حقیقت میں الحج ہے وہ کیا جاتا ہے تو آپ کے ساتوں جنم ہی الطیب بن جاتے ہیں آپ جب تک واپس اپنے رب میں نہیں پلٹ جاتے تب تک اپنے رب اللہ کا ہی طواف کریں گے آپ کا ہر مرحلے پر مرکز و محور اللہ یعنی فطرت ہی ہوگی نہ کہ آپ کسی بھی مرحلے پر اس کے شریک ہوں گے۔ یہ ہے حق اور دنیا کی کوئی بھی طاقت اس حق کا رد نہیں کر سکتی۔ ہندوؤں کے ہاں عقد زناح یعنی شادی کے وقت میاں بیوی سات پھیر لیتے ہیں اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ ایک دوسرے سے وعدہ کرتے ہیں کہ آج اس جنم میں ہمارے پاس ہمارے ساتوں جنم کا اختیار ہے آج ہم اپنے ساتوں جنم سنوارنے کے لیے ایک دوسرے کی اس جنم میں بھر پور نصرت کریں گے یعنی جس مقصد کے لیے ہمیں دنیا میں لا یا گیا اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے ایک دوسرے کی نصرت کریں گے ایک دوسرے کا وہاں بھی ساتھ چھوڑ دیتا ہے جس سے اگلے چھ جنم سہل بن جائیں گے وہ جو ایشور یعنی اللہ کی چاہت ہے۔

## شق القمر

قرآن میں سورۃ القمر کی پہلی ہی آیت میں شق القمر کا ذکر کیا گیا ہے اور خود کو مسلمان کہلوانے والوں کا دعویٰ ہے کہ اس سورۃ میں شق القمر کا مطلب چاند کے دو ٹکڑے ہونا ہے اور چاند کے دو ٹکڑے آج سے چودہ صدیاں قبل اس وقت محمد نے اپنی انگلی کے اشارے سے کیے جب مشرکین نے محمد سے مجذہ طلب کیا۔ یعنی ان کا کہنا ہے کہ جب محمد کوبعث کیا گیا اور محمد نے اس وقت لوگوں کو حق کی دعوت دی تو اس کے نتیجے میں مشرکین نے ایک مطالباً پیش کر دیا مشرکین نے کہا ہم کیسے مان لیں کہ تو اللہ کا رسول ہے رسول تو آتے ہیں مجذات کیسا تھا اس لیے اگر تو واقعۃ اللہ کا رسول ہے تو پھر تو ہمیں مجذہ دکھا جب تک تو ہمیں مجذہ نہیں دکھائے گا ہم تجھے اللہ کا رسول تسلیم نہیں کریں گے یوں ان کے اس مطالبے کے جواب میں محمد نے رات کے وقت اپنی انگلی کے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے کر کے مجذہ دکھایا جس کا قرآن کی سورۃ القمر کی پہلی آیت میں ذکر ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہی حق ہے؟ یعنی خود کو مسلمان کہلوانے والوں نے شق القمر کے حوالے سے جو کچھ بھی محمد سے منسوب کر رکھا ہے کیا یہی حق ہے یا پھر حق اس کے بالکل عکس کچھ اور ہے؟ تو حق کیا ہے اسے آپ پر کھول کر واضح کرتے ہیں۔ اس سے پہلے کہ ہم قرآن میں موجود شق القمر پر بات کریں اسے کھول کر واضح کریں ہم بات کرتے ہیں خود کو مسلمان کہلوانے والے مشرکین کی طرف سے شق القمر کے نام پر محمد سے منسوب کردہ دیومالائی کہانی پر تاکہ حق ہر لحاظ سے اور ہر پہلو سے کھل کر واضح ہو جائے اور اس کے باوجود بھی اگر کوئی کفر کرتا ہے تو وہ حق آجائے کے بعد ہی کفر کرے۔

سب سے پہلا سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا رسول مجذات کیسا تھا آتے ہیں؟ اگر رسول مجذات کیسا تھا آتے ہیں تو بلا شک و شبہ محمد نے بھی مجذات دکھائے ہوں گے اور اگر ایسا نہیں یعنی رسول مجذات کیسا تھا نہیں آتے تو پھر شق القمر کے نام پر جو کچھ بھی محمد سے منسوب کیا گیا وہ بالکل بے بنیاد اور باطل ہے اس کا حق کیسا تھا کوئی تعلق نہیں۔ اور دیکھیں اس بارے میں اللہ کا کیا کہنا ہے جو آج سے چودہ صدیاں قبل ہی اس قرآن میں اتاردیا تھا۔

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا إِلَيْنَا بِالْبُيُّنَاتِ . الحدید ۲۵

لَ اللَّهُ كَانَ انسانُوں سے کلام کرتے ہوئے کہنا ہے یعنی انسانوں کو کہنا ہے تم کو سننے کے لیے کان دیئے تو کیوں دیئے؟ یعنی تمہیں ہم نے قانون میں سننے والا کیا تو آخر کیوں کیا؟ تمہیں دیکھنے کے لیے آنکھیں دیں تو کیوں دیں؟ یعنی تمہیں ہم نے قانون میں دیکھنے والا کیا تو آخر کیوں کیا؟ پھر جو بھی سننے اور دیکھنے ہو اسے سمجھنے والا کیا تو کیوں کیا؟ ظاہر ہے سننے کے لیے کان دیئے تو اسی لیے دیئے کہ تم سنو، دیکھنے کے لیے آنکھیں دیں تو اسی لیے دیں تاکہ تم دیکھو اور پھر جو

سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھنے کی صلاحیت دی تو اسی لیے دی تاکہ جو کچھ بھی سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھو۔ پھر کافی اور آنکھوں سے محدود سنائی اور دکھائی دیتا جو ظاہر نہیں ہے وہ سنائی اور دکھائی نہیں دیتا تو جو ظاہر نہیں ہے جسے کافی اور آنکھوں سے دیکھا نہیں جاسکتا اسے سننے دیکھنے اور سمجھنے کے لیے تمہارے دلوں کو افندہ ڈکیا یعنی دلوں میں یہ صلاحیت رکھ دی دلوں کو ایسا بنا یا کہ دل وہ سنتے، دیکھتے اور سمجھتے ہیں جو کافی اور آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتا۔ تمہارے دلوں کو ایسا اسی لیے کیا تاکہ تم نہ صرف ظاہر سنو اور دیکھو بلکہ جو ظاہر نہیں ہے جو باطن ہے اسے بھی سنو دیکھو اور سمجھو جب تم ان صلاحیتوں کا اسی مقصد کے لیے استعمال کرو گے جو کہ شکر کھلاتا ہے تو تم پر بالکل کھل کرو واضح ہو جائے گا قذ جو بھی طشہ ہے یعنی جو بھی ہم نے قدر میں کر دیا جس کے خلاف کچھ ہو ہی نہیں سکتا اور جب اس کے ہونے کا وقت آجائے تو اسے ہونے سے کوئی روک نہیں سکتا اُرسُلَنَا رُسْلَانَا تم پر کھل کرو واضح ہو جائے گا کہ کس طرح ہم نے ہمارے رسولوں کو بھیجا قدر میں کر دیا یعنی کس طرح ہم اپنے رسولوں کو سمجھتے ہیں ِ بالبینت تم پر کھل کرو واضح ہو جائے گا کہ ہم نے اپنے رسولوں کو الہیات کیسا تھا بھیجا قدر میں کر دیا۔

یعنی تمہیں سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں دی ہیں تو اسی لیے کہ تم غور فکر کرو تم ان صلاحیتوں کا اسی مقصد کے لیے استعمال کرو گے غور فکر کرو گے تو تم پر بالکل کھل کرو واضح ہو جائے گا کہ ہم نے قدر میں کر دیا کہ ہم سمجھتے ہیں اپنے رسولوں کو الہیات کیسا تھا۔ اللہ نے ہر شے سے اس کا جوڑا اخلاق کیا تو الہیات کا بھی جوڑا ہے بینات کا جوڑا مجذرات ہے۔ اب ظاہر ہے اگر الہیات کیسا تھا رسولوں کو بھیجا قدر میں کیا تو اس کا مطلب ہے کہ اللہ نے رسولوں کو مجذرات کیسا تھا بھیجا قدر میں نہیں کیا کوئی ایک بھی رسول نہ تو مجذرات کیسا تھا آیا اور نہ ہی آسکتا ہے کیوں کہ اللہ نے رسولوں کو مجذرات کے برکس الہیات کیسا تھا بھیجا جانا قدر میں کیا اور جو اللہ نے قدر میں کر دیا نہ تو اس کے خلاف ہو سکتا ہے اور نہ ہی اسے ہونے سے دنیا کی کوئی بھی طاقت روک سکتی ہے اس لیے یہ کہنا کہ رسول مجذرات کیسا تھا آتے ہیں یہ بات بالکل بے بنیاد اور باطل ہے جس کا حق کیسا تھا کوئی تعلق نہیں۔

اب آپ خود غور کریں جو اللہ نے قدر میں کیا ہی نہیں وہ ہو کیسے سکتا ہے؟ اور جو اللہ نے قدر میں کر دیا اسے ہونے سے کون روک سکتا ہے؟ بینات جمع ہے اس کا واحد بین ہے بین کا معنی ہے شے، بات یا ذات کا ہر لحاظ سے ہر پہلو سے کھل کرو واضح ہونا سامنے ہونا اس کا کوئی بھی پہلو کوئی بھی حصہ پوشیدہ نہ ہونا۔ اللہ نے رسولوں کو الہیات کیسا تھا بھیجا قدر میں کیا یعنی جب بھی کوئی بھی رسول آتا ہے تو رسول آکر حق ہر لحاظ سے کھول کھول کرو واضح کرتا ہے اللہ کا رسول حق کو اس طرح کھول کھول کرو واضح کرتا ہے کہ اگر کوئی کم سے کم عقل بھی اللہ کے رسول کی بات سننے تو اس پر بالکل کھل کرو واضح ہو جائے گا کہ حق کیا ہے۔

یوں اس پہلو سے آپ پر بالکل کھل کرو واضح ہو گیا کہ محمد نہ ہی مجذرات کیسا تھا آیا اور نہ ہی محمد نے کوئی مجذہ دکھایا اس لیے جو کچھ بھی مجذرات کے نام پر محمد سے منسوب کیا جاتا ہے وہ حق نہیں ہے وہ ان مشرکین کا اللہ اور اس کے رسولوں پر افتراء ہے بہتان عظیم ہے۔ اس کے علاوہ چیچھے آپ تفصیل کیسا تھا جان پچے کہ کوئی ایک بھی رسول ایسا نہیں جو مجذرات کیسا تھا آیا بلکہ ہر رسول الہیات کیسا تھا ہی آیا۔

پھر اسے ایک دوسرے پہلو سے بھی آپ پر کھول کرو واضح کرتے ہیں۔ مشرکین کا کہنا ہے کہ مشرکین نے محمد کے سامنے مطالبہ کھا کہ اگر تو مجذہ دکھائے گا تو ہم تجھے اللہ کا رسول تسلیم کر لیں گے اب اگر یہ بات مان لی جائے کہ محمد نے چاند کو دوٹکڑے کر کے مجذہ دکھایا تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کتنے تھے جنہوں نے اس مجذے کے بعد محمد کو اللہ کا رسول تسلیم کر لیا؟ کیونکہ ایسے تو پھر سب کے سب کو ہی محمد کو اللہ کا رسول مان لینا چاہیے تھا لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ ان کے اپنے الفاظ و مواد کے مطابق کسی ایک نے بھی اس بنیاد پر محمد کو اللہ کا رسول تسلیم نہ کیا وہ اپنے کفر پر ڈال رہے۔ اب ایسا تو ممکن ہی نہیں کہ محمد نے اتنا بڑا اور غیر معمولی مجذہ دکھایا ہو اور ایمان کوئی بھی نہ لایا جس سے یہ بات کھل کرو واضح ہو جاتی ہے کہ نہ تو محمد سے ایسا کوئی مطالبہ کیا گیا اور اگر بالفرض یہ بات مان بھی لی جائے کہ انہوں نے مطالبہ کیا تو بھی محمد نے کوئی مجذہ نہیں دکھایا جس وجہ سے مشرکین میں سے کسی نے بھی محمد کو اللہ کا رسول تسلیم نہ کیا یوں اس پہلو سے بھی حق بالکل کھل کرو واضح ہو جاتا ہے کہ شق القمر کے نام پر جو کچھ بھی محمد سے منسوب کیا جاتا ہے وہ سب کی سب گمراہیاں ہیں ان کا حق کیسا تھا کوئی تعلق نہیں۔

پھر اسے ایک تیسرا پہلو سے بھی آپ پر کھول کرو واضح کرتے ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا رسول کو منوانے کے لیے بھیجا جاتا ہے یعنی کیا رسول کو وکیل بنا کر بھیجا جاتا ہے تو پھر بلاشک و شبہ رسول کے لیے لازم ہے کہ وہ لوگوں کو حق منوانے کے لیے جو بھی مطالبات وہ کریں

ان کو پورا کرے یا جس طرح بھی وہ مانیں انہیں اسی طرح منوائے لیکن اگر رسول کو وکیل بننا کرنیں بھیجا جاتا رسول کا کام منوانا نہیں ہوتا تو پھر اگر کسی کے بھی مطالبے کو پورا کرتا ہے تو اس کا مطلب کے رسول مشرکین کی اتباع کرتا ہے جو کہ ناممکن ہے اگر کوئی ایسا کرے تو وہ رسول ہوئی نہیں سکتا۔ اب حق تو یہ ہے کہ پیچھے کتاب میں آپ پرکھول کھول کرواضح کیا جا چکا کہ رسول کو وکیل بننا کرنیں بھیجا جاتا یعنی رسول کا کام منوانا نہیں ہوتا بلکہ رسول پر صرف اور صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے پیغام کو کھول کھول کر پہنچا دے اب اگر کوئی فائدہ ہے تو اس کا اپنا ہی فائدہ ہے اور اگر کوئی کفر کرتا ہے تو اس کا اپنا ہی نقصان ہے رسول سے اس بارے کوئی سوال نہیں کیا جائے گا کہ لوگ کیوں نہیں مانے تھے۔ اب جب رسول کو وکیل بننا کرنیں بھیجا جاتا اور ظاہر ہے وکیل بننا کر بھیجا بھی کیوں جائے گا کیونکہ رسول کی ذمہ داری صرف یہ ہے کہ وہ پیغام کو کھول کھول کر پہنچا دے۔ تو پھر یہ کہنا کہ کوئی بھی رسول مجذرات دکھاتا ہے تاکہ لوگ اس کی بات کو مان جائیں تو یہ بالکل بے بنیاد اور باطل ہے یہ اللہ اور اس کے رسولوں پر بہتان عظیم ہے اس لیے نہ تو محمد سے ایسا کوئی مطالبہ کیا گیا اور نہ ہی محمد نے ایسا کوئی مجذہ دکھایا اور نہ ہی محمد کوئی مجذہ دکھاتا تھا کیونکہ جب اللہ نے رسولوں کو بالبینات بھیجنے قدر میں کیا تو کوئی بھی رسول مجذہ کیسے دکھاتا ہے؟ اس لیے ایسا ممکن ہی نہیں کہ کوئی ایک بھی رسول کوئی مجذہ دکھائے۔ اور اس کے باوجود بھی اگر کوئی حق سے اختلاف ہی کرتا ہے تو ایسا کوئی بے وقوف اور جاہل ہی ہو سکتا ہے نہ کہ کوئی عقل مند۔

یوں آپ نے جان لیا کہ شق القمر کے نام پر جو کچھ بھی محمد سے منسوب کیا جاتا ہے اس کا حقت کیسا تھا کوئی تعلق نہیں وہ بالکل بے بنیاد اور باطل ہے ان لوگوں کی خود سے گھٹری ہوئی خرافات ہیں گمراہیاں ہیں جن میں یہ لوگ ڈوبے ہوئے ہیں یہ لوگ دین کے نام پر اپنی خواہشات کی اتباع کر رہے ہیں اور جو کچھ بھی یہ لوگ دین کے نام پر کر رہے ہیں یہ ان کا اپنا خود ساختہ دین ہے جو انہوں نے گھٹر کھا ہے جس من گھڑت دین میں یہ لوگ ڈوبے ہوئے ہیں۔

اب آئیں سورۃ القمر میں شق القمر کی طرف کے اس کی حقیقت کیا ہے۔

**إِفْرَاتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَ الْقَمَرُ. وَإِنْ يَرُوا إِيَّهُ يُعْرِضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُسْتَمِرٌ. وَكَذَبُوا وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ وَكُلُّ أَمْرٍ مُسْتَقْرٌ.**

**وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنَ الْأَنْبَاءِ مَا فِيهِ مُزَاجٌ. القمر ۱ تا ۲**

یہ سورۃ القمر کی اتنا تک آیات ہیں۔ سب سے پہلے تو آپ کو اس بات کا علم ہونا چاہیے کہ قرآن کیا ہے؟ یعنی سب سے پہلی بات کہ یہ قرآن اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے اس قرآن میں اس کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک جو کچھ بھی ہونا ہے خواہ وہ بڑے سے بڑا حدثہ ہو یا پھر چھوٹے سے چھوٹا سب کے سب کا ذکر موجود ہے اس لیے سورۃ القمر میں شق القمرہ صرف قرآن کے نزول کے بعد الساعت کے قیام تک کے دوران ہونے والا ایک حدثہ ہے جس کی قرآن میں اس کے نزول کے وقت ہی تاریخ اتار دی گئی تھی بلکہ شق القمر علامات و اشراط الساعت میں سے ایک ہے یہ حدثہ قرب قیام الساعت وقوع پذیر ہونا تھا اور پھر قرآن میں ان آیات نے اس وقت تک بین نہیں ہونا تھا جب تک کہ یہ حدثہ ہو نہیں جاتا یوں جب اس حدثہ نے ہونا تھا تب ہی ان آیات نے کھل کر بین ہونا تھا۔

دوسری بات کہ قرآن متشابہ ہے یعنی اس قرآن میں جو کچھ بھی آپ کو سامنے نظر آ رہا ہے یہ اصل حقیقت نہیں ہے بلکہ اس کا علم مکمل طور پر چھپا دیا گیا اس کا علم اللہ کے علاوہ کسی کے بھی پاس نہیں اور یہی وجہ ہے کہ قرآن کو اللہ کے علاوہ کوئی بھی بین نہیں کر سکتا اور اللہ بین کرتا ہے جیسے اس کا قانون ہے انسان چونکہ بشر ہیں تو اللہ ان میں انہی سے ایک بشر رسول بعث کرتا ہے جس کے ذریعے اللہ اپنی آیات کو کھول کھول کرواضح کرتا ہے اور دوسری بات کہ اللہ العزیز الحکیم ہے یعنی اللہ اپنا ہر کام اپنے عین وقت پر کر رہا ہے اللہ کوئی بھی کام نہ ہی لمحہ بھروسہ وقت سے پہلے کرتا ہے اور نہ ہی اس میں لمحہ بھر بھی تاخیر کرتا ہے اس لیے قرآن میں یہ آیات تو اللہ کے ایک ایسے رسول کی تاریخ پر مبنی ہیں جسے قرب قیام الساعت اس وقت بعث کیا جانا تھا جب نہ صرف م החל مبین ہوں گی بلکہ الساعت کی تمام کی اشراط آپکی ہوں گی اور اللہ کا وہ رسول آ کر کھول کھول کرواضح کرے گا کہ شق القمر کیا ہے اور پھر قرآن کی یہ آیات اس کی تصدیق کریں گی یعنی قرآن ان آیات کی صورت میں یاددا دے گا کہ یہ تھا اللہ کا وہ رسول جس کی قرآن کے نزول کے وقت ہی تاریخ اتار دی گئی تھی آج جو بھی یہ کھول کھول

کر پہنچا رہا ہے دیکھو اس کی آج سے چودہ صدیاں قبل اس قرآن میں ان آیات کی صورت میں تاریخ اتنا روایتی تھی۔

پھر قرآن میں آیات ہیں آیات کی جمع ہے جس کا معنی ہے کہ کسی بھی شے، بات یا ذات کا مکمل طور پر چھپے ہوئے ہونا سوائے اس کے چھوٹے سے حصے یا پہلو کے تو پوری شے، بات یا ذات کا چھپے ہوئے ہونا اور جو اس کا تھوڑا سا حصہ یا پہلو سامنے ہوتا ہے وہ آیت کہلاتا ہے۔ اور پوری شے، بات یا ذات کا مکمل طور پر چھپے ہوئے ہونا جو اس کی گھر ائی میں نہ جایا جائے اس وقت تک جب تک کہ حد نہ آجائے یا پوری شے پوری بات یا ذات بالکل کھل کر سامنے نہ آجائے۔ قرآن میں آیات ہیں ان کو اللہ نے اتارا تو ظاہر ہے انہیں اللہ کے علاوہ کوئی بھی نہیں کر سکتا اور اللہ بنی کرتا ہے جیسے اس کا قانون ہے جیسے کہ پیچھے واضح کر دیا گیا یوں یہ آیات اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کی تاریخ پر مبنی ہیں جسے اس امت اس قوم کے آخرین میں اس وقت بعثت کیا جانا تھا جب نہ صرف ضلال ممیں ہوں گی بلکہ الساعۃ کی تمام اشراط آچکی ہوں گی اور اللہ کا رسول احمد عیسیٰ کھول کھول کرو واضح کر دے گا کہ الساعۃ کی تمام کی تمام اشراط آچکیں اور جہاں قرآن اور آیات کی صورت میں اللہ کے رسول کی تائید و تصدیق کرے گا تو ہیں یہ آیات بھی نہ صرف کھل کرو واضح ہو جائیں گی بلکہ یہ آیات بھی یاددا دیں گی کہ یہ تھا اللہ کا وہ رسول احمد عیسیٰ جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی ان آیات کی صورت میں تاریخ اتنا روایتی تھی۔ اور آج آپ پر کھول کھول کرو واضح کیا جا چکا کہ آج نہ صرف وہ وقت آچکا بلکہ آج اللہ نے اپنا رسول احمد عیسیٰ بعثت کر دیا جو آیا ہے الیٰ نات کیسا تھا اور الحکمة کیسا تھا حق کھول کھول کرو واضح کر رہا ہے۔ اب آئیں شق القمر والی آیات کی طرف کہ ان میں شق القمر کا مطلب کیا ہے اور آج نہ صرف یہ آیات بالکل کھل کرو واضح ہو جائیں گی بلکہ قرآن ان آیات کی صورت میں اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کی یعنی میری تصدیق کر دے گا اور آپ کو یاددا دے گا کہ یہ تھا اللہ کا وہ رسول جسے بعثت کیا جانا تھا جس کا تم لوگ انتظار کر رہے تھے لاؤ ج تم میں تھی سے ہمارا رسول احمد عیسیٰ موجود ہے جو تم پر حق کھول کھول کرو واضح کر رہا ہے جسے دنیا کی کوئی بھی طاقت غلط ثابت نہیں کر سکتی۔

آج سے چودہ صدیاں قبل مستقبل کے بارے میں بات کرتے ہوئے کہا گیا افْتَرَبَتِ السَّاعَةُ کیا ہو گا جب الساعۃ بالکل قریب آچکی ہوگی؟ وَانْشَقَ الْقَمَرُ اور اگر شق کر دیا گیا القمر یعنی اگر چاند شق کر دیا جائے تب جان لو کہ الساعۃ بالکل قریب آچکی ہے گویا کہ الساعۃ تمہارے سر پر آچکی ہوگی۔ اب سب سے پہلے شق کو جان لیں کہ شق کے معنی کیا ہیں۔ شق کہتے ہیں انسان کو جو صلاحیتیں دی گئیں ان کا استعمال کرتے ہوئے وہ کسی بھی شے پر اثر انداز ہو اس میں مداخلت کرے اس میں چھیڑ چھاڑ کرے وغیرہ۔ اسی سے مشقت ہے جسے آپ جانتے ہیں کہ محنت کا نام دیا جاتا ہے اور محنت کا معنی ہے کہ آپ کو جو صلاحیتیں دی گئیں آپ ان کا استعمال کرتے ہوئے شے پر اثر انداز ہوں اس میں چھیڑ چھاڑ کریں اس کی حالت کو بدلت دیں وغیرہ۔

شق القمر کا معنی ہے کہ انسان کا چاند پر جا کر چاند پر اپنی صلاحیتوں کا استعمال کرنا یعنی چاند کیسا تھو چھیڑ چھاڑ کرنا۔ آج سے چودہ صدیاں قبل کہا گیا تھا کہ جب انسان اپنی صلاحیتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے زمین کے گرد گیسوں کی تہوں سے باہر نکلنے کی کوشش کرے گا تو اس وقت تک زمین کے گرد گیسوں کی تہوں سے باہر نہیں نکل سکے گا جب تک کہ اسے سلطان حاصل نہیں ہو جاتا یعنی اسے ایسے اسباب و وسائل حاصل نہیں ہو جاتے جن کی مدد سے یہ زمین کے گرد گیسوں کی تہوں سے دوسری طرف نکل سکے۔ توجب اسے ایسے اسباب و وسائل حاصل ہو جائیں گے یعنی جب یہ فطرت میں مداخلت کرے گا ایجادات کرے گا تو دن بہ دن آگے بڑھتا چلا جائے گا یہاں تک کہ اسے ایسے اسباب و وسائل حاصل ہو جائیں گے جن کے ذریعے یہ زمین کے گرد گیسوں کی تہوں سے دوسری طرف نکل سکے تب یہ زمین کے گرد گیسوں کی تہوں سے دوسری طرف نکلے گا اور تب ہی یہ چاند کو شق کرے گا یعنی چاند پر جا چکی ہے اور چاند کیسا تھو چھیڑ چھاڑ کرے گا چاند پر اپنی صلاحیتوں کا استعمال کرے گا اور جب ایسا ہو گا یعنی انسان جب ایسا کرے گا تو جان لو کہ یہ وقت ہو گا جب الساعۃ بالکل قریب آچکی ہوگی بالکل تمہارے سر پر آچکی ہوگی۔ پھر آگے کہا وَإِنْ يَرْوَا أَيَّةً اور اگر دیکھ رہے ہیں اس آیت کو یعنی اگر یہ لوگ شق القمر کو دیکھ رہے ہیں یُعْرِضُوا تو اس سے اعراض کر رہے ہیں یعنی اسے کوئی اہمیت و حیثیت نہیں دے رہے گویا کہ کوئی معمول کے مطابق ہی کام ہو رہا ہے جو ان کے کانوں پر کوئی جوں تک نہیں رینگ رہی وَيَقُولُوا سَحْرٌ مُسْتَمِرٌ اور جب شق القمر کو دیکھ رہے ہیں تو کہہ رہے ہیں کہ سائنس ہے جو ترقی کر رہی ہے یعنی یہ تو سائنس ہے سائنس آگے بڑھتی چلی جا رہی ہے سائنس ترقی کر رہی ہے۔

سحر کہتے ہیں اس علم کو جس سے مخلوقات پر دسترس پائی جاسکتی ہے جسے آج سائنس کا نام دیا جاتا ہے اور مستمر کا معنی ہے سحر کا مسلسل آگے بڑھتے چلے جانا جسے عرف

عام میں آج سائنس کا ترقی کرنا کہا جاتا ہے کہ سائنس ترقی کر رہی ہے۔ آج سے چودہ صدیاں قبل آج کی تاریخ اتارتے ہوئے کہا گیا تھا کہ جب انسان چاند کو شوچ کرے گا یعنی جب یہ دین میں تبدیلی کرنا شروع کرے گا فطرت میں مداخلت کرنا شروع کرے گا تو یہ دن بدن آگے ہی بڑھتا چلا جائے گا یہاں تک کہ اسے ایسے اسباب حاصل ہو جائیں گے کہ یہ میں کے گرد گیسوں کی تھوں سے دوسری طرف نکلنے کی صلاحیت حاصل کر لے گا تب یہ میں کے گرد گیسوں کے دوسری طرف نکلنے کا چاند پر جائے گا چاند پر اپنی صلاحیتوں کا استعمال کرے گا جب ایسا ہو گا تب الساعت بالکل قریب آچکی ہو گی بالکل سر پر آچکی ہو گی تو اس وقت جو لوگ موجود ہوں گے جو اس آیت کو دیکھ رہے ہوں گے ان کے نزدیک یہ کوئی اچھے والی بات نہیں ہو گی بلکہ معمول کے مطابق ایک کام ہو گا یوں وہ اسے کوئی اہمیت و حیثیت نہیں دیں گے اس سے اعراض کریں گے اور ان کا جو کہنا ہو گا کہہ رہے ہوں گے کہ سائنس ہے جو ترقی کر رہے ہیں میں سائنس دن بدن آگے بڑھتی چلی جا رہی ہے۔

اب آپ سے سوال ہے کہ کیا آج آپ اسی وقت میں موجود نہیں ہیں؟ کیا آج الساعت کی تمام اشراط نہیں آچکیں؟ کیا آج الساعت بالکل سر پر نہیں آچکی؟ کیا یہ سب کا سب آپ پر کھول کھول کر واضح نہیں کر دیا گیا؟ اور کیا شق القمر نہیں ہو چکا؟ یعنی کیا آج انسان چاند پر نہیں جا چکا؟ اور پھر کیا اس آیت کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے بھی اس سے اعراض نہیں کیا جا رہا؟ اور کیا بالکل یہی نہیں کہا جا رہا کہ سائنس ہے جو ترقی کر رہی ہے؟ آج یہ سب آپ پر نہ صرف کھول کھول کر واضح کر دیا گیا بلکہ آج آپ اسی وقت میں موجود ہیں اور قرآن کی یہ آیات آج آپ کو یاد دل رہی ہیں کہ یہ تھا وہ آیت شق القمر جو آج بتیں کر دی گئی یہ تھا اللہ کا وہ رسول احمد عیسیٰ جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی۔ اور آج جب اللہ کا رسول احمد عیسیٰ موجود ہے جو حق کھول کھول کر واضح کر رہا ہے تو کیا کسی کے کانوں پر کوئی جوں تک رینگ رہی ہے؟ کیا کوئی حق کو تسلیم کر رہا ہے یا پھر اکثریت کذب ہی کر رہی ہے اور ہر کوئی اپنی خواہشات کی اتباع کر رہا ہے؟ تو حق آج ہر کسی کے سامنے ہے نہ صرف اللہ کے رسول احمد عیسیٰ سے کذب کیا جا رہا ہے بلکہ آج خود کو اللہ کے چہیتے کھلوانے والے اپنی خواہشات کی اتباع کر رہے ہیں اور اسی کا آگے ذکر کر دیا گیا وَكَذَبُوا وَأَتَبْعُدُوا أَهْوَاءَ هُمْ اور کذب کر رہے ہیں یعنی آج ان پر حق کھول کھول کر واضح کیا جا رہا ہے تو یہ لوگ حق سے کذب کر رہے ہیں حق کو تسلیم کرنے کی بجائے حق کا کفر کرتے ہوئے اللہ کے رسول کیسا تھدیشنا کر رہے ہیں گالیاں دے رہے ہیں اذمات لگا رہے ہیں اللہ کے رسول اور مونوں پر زمین تنگ کر رہے ہیں یہاں تک کہ اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کیسا تھدیشنا میں کسی بھی حد تک جانے سے گریز نہیں کر رہے اور اتباع کر رہے ہیں جوان کی خواہشات ہیں یعنی اپنی خواہشات کے پیچے چل رہے ہیں کوئی بھی نہیں جو غور و فکر کرے بلکہ ہر کوئی وہی کر رہا ہے اسی کے پیچے چل رہا ہے جو سے اچھا لگ رہا ہے جو اس کی خواہشات ہیں۔ اب جب کہ ہم نے ان میں انہی سے اپنا رسول احمد عیسیٰ بعث کر دیا جو ان پر حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر رہا ہے اس کے باوجود بھی یہ لوگ کفر رہی کر رہے ہیں کذب ہی کر رہے ہیں اور اپنی خواہشات کی اتباع کر رہے ہیں یہ لوگ ماننے کو تیار ہی نہیں کہ الساعت کی تمام اشراط آچکیں الساعت بالکل سر پر آچکی تو پھر جان لیں ایسا نہیں کہ ان کے نہ ماننے سے کوئی بھی کام رک جائے گا جو ہونا ہے وہ نہیں ہو گا اور ان کی خواہشات کے مطابق ہو گا بلکہ وَكُلُّ أَمْرٍ مُسْتَقِرٌ اور تمام کے

تمام کام اپنے اپنے مقام اور وقت پر موجود ہیں جیسے جیسے جس جس کا وقت پیچھے نگز کا وہ کام بھی گز رچکے۔ ایسا اس لیے کہا کہ ایسا نہیں کہ اللہ بھی ان لوگوں کی خواہشات کی اتباع کرے گا یہ کہہ رہے ہیں کہ نہیں ابھی الساعت بہت دور ہے ابھی کچھ بھی نہیں ہوا ابھی الساعت کی اشراط نہیں آئیں وہ ابھی آئی ہیں تو ایسا ہی ہو گا نہیں بلکہ ہر کام کا نہ صرف وقت مقرر ہے بلکہ وہ اپنے مقام پر ہے جب جب جیسے جیسے جس جس کا وقت آتا جا رہا ہے تو وہ کام ہوتا چلا جا رہا ہے الساعت کی اشراط کا بھی جیسے جیسے وقت مقرر آتا چلا گیا وہ نہ ہو پذیر ہوتی چلی گئیں یہاں تک کہ اب تو الساعت بالکل سر پر آچکی۔ آج سے چودہ صدیاں قبل کہا تھا کہ جب الساعت بالکل سر پر آچکی ہو گی تو الساعت کا علم اچانک ظاہر کیا جائے گا جس کے لیے اللہ اپنا رسول احمد عیسیٰ بعث کرے گا اللہ کا رسول احمد عیسیٰ آکر الساعت کی تمام اشراط کو کھول کھول کر واضح کر دے گا کہ سب کی سب آچکیں اب کچھ بھی باقی نہیں رہا سوائے الساعت کے تو اللہ نے یہ امر بھی مقرر کیا تھا اس کا بھی اپنا وقت تھا جو آج آچکا جب اس کا مستقر آچکا تو آج اللہ نے اپنا رسول احمد عیسیٰ بعث کر دیا جس نے نہ صرف حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر دیا بلکہ کھول کھول کر واضح کر دیا کہ الساعت کی تمام اشراط آچکیں اب سوائے الساعت کے کچھ نہیں رہا اور

میری موجودگی میں عذاب عظیم القارعہ ہے یعنی عالمی اسٹین جنگ ہے۔

اب جب اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کا مستقر آگیا تو اللہ نے اپنا رسول احمد عیسیٰ بعث کر دیا تو پھر اب اس کے بعد القارعہ کا مستقر ہے جو کہ آیا ہی چاہتا ہے بالکل سر پر آ چکا تو پھر کون ہے جو القارعہ کو ہونے سے روک سکے۔ اب نہ صرف القارعہ کا مستقر آ چکا بلکہ القارعہ میں اللہ کے رسول احمد عیسیٰ اور مومنین کو بچانے اور بعد میں زمین کا وارث بنانے اور کذب کرنے صفحہ ہستی سے مٹانے کا مستقر بھی آ چکا اسے ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنَ الْأَنْبَاءِ أَوْ تِمْ كُو یہ حق حاصل ہے کہ تم لوگ اپنی تحقیق کر لواپنے گھوڑے دوڑا لو بالآخر تمہارے سامنے وہی آئے گا جو کہ طے شدہ ہے یعنی جو قدر میں کر دیا جس کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا آگیا ان میں انہی سے ہمارا رسول جو انہیں دے رہا ہے الانباء سے یعنی انہیں اس علم میں سے دے رہا ہے جو علم اللہ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں تھا۔

یعنی تمہیں سننے کے لیے کان دینے تو کیوں دینے؟ ظاہر ہے اسی لیے تاکہ تم سن سکو اس لیے ان سے سن جو بھی تمہیں سنایا جا رہا ہے، تمہیں دیکھنے کے لیے آنکھیں دیں تو کیوں دیں؟ ظاہر ہے اسی لیے دیں تاکہ تم دیکھ سکو اس لیے دیکھو جو کچھ بھی تمہیں دکھایا جا رہا ہے جو کچھ بھی تمہیں نظر آ رہا ہے اور پھر جو کچھ بھی تمہیں سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھنے کی صلاحیت دی تو اسی لیے دی تاکہ تم سمجھو اس لیے ان صلاحیتوں کا اسی مقصد کے لیے استعمال کرو جو کچھ بھی تمہیں سنائی اور دکھائی دے رہا ہے اسے سمجھو جب تم سمجھو گے تو تم پر بالکل کھل کرو واضح ہو جائے گا تمہارے سامنے وہی آئے گا جو کہ طے شدہ ہے جو قدر میں کر دیا گیا جس کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا ذرا انگور کرو ان صلاحیتوں کا اسی مقصد کے لیے استعمال کرو اور بتاؤ کیا آج تم میں تمہیں سے ہمارا رسول نہیں آگیا؟ کیا یہ احمد عیسیٰ ہمارا بھیجا ہوا نہیں؟ کیا یہ جو کچھ بھی آج تم پر کھول کھول کرو واضح کر رہا ہے یہ علم اس سے قبل صرف اور صرف اللہ کے پاس نہیں تھا؟ جب آج جو کچھ بھی احمد عیسیٰ تم پر کھول کھول کرو واضح کر رہا ہے یہ علم اس سے قبل صرف اور صرف اللہ کے پاس تھا تو پھر تم لوگ کیا کر رہے ہو؟ پھر تم لوگ کیوں کذب کر رہے ہو؟ اے عقل کے انہوں غور و فکر کرو جو علم اللہ کے علاوہ کسی کے پاس تھا ہی نہیں اگر وہ علم تمہیں دیا جا رہا ہے تو ایسا علم دینے والا کون ہو سکتا ہے؟ جب یہ علم اللہ کے علاوہ کسی کے پاس تھا ہی نہیں تو پھر ظاہر ہے اللہ ہی ہے جو تمہیں یہ علم دے رہا ہے۔ یہ جو احمد عیسیٰ ہے یہ ہمارا رسول ہے وہی رسول جس کو ہم نے عذاب عظیم القارعہ سے عین قبل بعث کرنا تھا جس نے تمہیں الساعت کا علم دینا تھا، جس نے تم پر کھول کھول کرو واضح کرنا تھا کہ الساعت تمہارے بالکل سر پر آ چکی الساعت کی تمام الشراط آ چکیں اور پھر جب اس نے تمہیں کھول کر منتبا کر لینا تھا تو نہ صرف اس کی موجودگی میں کذب کرنے والوں کو عذاب عظیم القارعہ سے صفحہ ہستی سے مٹا دینا ہے بلکہ ہم نے اپنے رسول احمد عیسیٰ اور مومنین کو بچالینا ہے اور بعد میں زمین کا وارث بنانا ہے ما فیہ مُزَّدَجَرٌ کیا اس میں سے تمہیں وہ علم نہیں دے دیا گیا جو قوم میں تم سے قبل زمین پر آباد تھیں اور انہوں نے بھی بالکل وہی کیا جو تم کر رہے ہو اور پھر جب ان پر بھی یہی وقت آیا تو ان میں بھی بالکل ایسے ہی ہم نے اپنے رسولوں کو بعث کیا اور پھر جب انہوں نے بھی وہی کیا جو آج تم کر رہے ہو یعنی ہمارے رسول کا کذب کر رہے ہو تو پھر ان کا انجام کیا ہوا تھا؟ کیا وہ ہمارے رسولوں کیسا تھا دشمنی کر کے بچ گئے؟ کیا وہ اپنی منصوبہ بندیوں میں کامیاب ہو گئے؟ کیا وہ ہمیں عاجز کر سکے یا پھر ہم نے ان کے کذب کے سبب ہلاک کر دیا انہیں صفحہ ہستی سے مٹا دیا؟ حق تم پر کھول کھول کرو واضح کر دیا گیا اب اگر آج تم بھی وہی کر رہے ہو تو پھر تمہارا انجام بھی بالکل انہی کی طرح ہونے والا ہے جو تمہارے بالکل سر پر آ چکا ہے۔ اگلی آیات میں انہی قوموں کا ذکر کیا گیا کہ جیسے آج تم میں تمہیں سے ہم نے اپنا رسول احمد عیسیٰ بعث کر دیا جب کہ عذاب عظیم تمہارے بالکل سر پر آ چکا ہے کیونکہ ہم اس وقت تک عذاب نہیں دینے والے جب تک کہ رسول بعث کر کے جھت نہ کر لیں بالکل ایسے ہی جب قوم نوح کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے سبب عذاب عظیم ان کے سر پر آ گیا تو ہم نے ان کی طرف نوح کو بھیجا نوح نے حکمة کیسا تھا کھول کھول کر پیغام پہنچا دیا بالکل ایسے ہی جیسے آج احمد عیسیٰ نے حکمة کیسا تھا کھول کھول کر پہنچا دیا تو جیسے آج تمہیں یہ حکمة کیسا تھا کھول کھول کر منتبا کرنا کوئی نفع نہیں دے رہا بالکل ایسے ہی انہیں بھی کوئی نفع نہ دیا انہوں نے بھی کذب ہی کیا جیسے آج تم کذب کر رہے ہو تو پھر ان کا انجام کیا ہوا؟ انہیں صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا ہم نے اپنے رسول اور مومنین کو بچالیا اور بعد میں زمین کا وارث بنادیا ایسے ہی ان کے بعد ہم نے ہود کو بھیجا تو جیسے آج تم ہمارے رسول احمد عیسیٰ کا کذب کر رہے ہوا یہی ہود سے بھی کذب کیا گیا تو پھر وہی ہوا کہ جس سے ہود نے انہیں کھول کھول کر منتبا کیا اس عذاب عظیم نے انہیں آپکڑا ہم نے انہیں صفحہ ہستی سے مٹا دیا ہود اور مومنین کو بچالیا اور بعد میں زمین کا وارث بنادیا پھر اس کے بعد ایسے ہی صالح کو

بھیجا پھر انہوں نے بھی بھی کیا جو آج تم کر رہے ہو اور پھر ان کا جو انعام ہوا بالکل وہی انعام آج تمہارا ہونے والا ہے ایسے ہی الاولین میں ہم الذیر یبعث کرتے رہے اور ہماری سنت چلتی رہی اور آج بھی ہماری سنت یعنی طریقے میں تم رائی برابر بھی کوئی تبدیلی یا ہیر پھیر نہیں پاؤ گے کوئی پچ نہیں پاؤ گے کوئی ڈھیل نہیں پاؤ گے آج بھی بالکل وہی ہونے جا رہا ہے۔

یہ تھا شق القمر جو کہ آج کی تاریخ تھی حق آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا جس کا دنیا کی کوئی طاقت رونہ ہی کوئی بھی چاہ کر بھی کفر کر سکتا ہے بالآخر ہر کوئی مانے گا لیکن وہ ماننا آل فرعون اور جوان سے قبل کفر کرنے والے تھان کے ماننے کی مثل ہو گا جو تمہیں کوئی نفع نہیں دے گا۔

## کیا صالح کو بطور مجزہ اونٹنی دی گئی جو ایک چٹان سے نکلی؟

خود کو مترجم، مفکر و مفسر قرآن کہلوانے والوں نے باقی تمام موضوعات سمیت ایک کہانی اتنی عام کر دی کہ جوز بان ز دعام ہو گئی اور وہ بات یہ ہے کہ جب صالح کو قوم شمود کی طرف بھیجا گیا تو صالح کی قوم نے صالح سے ایک مطالبہ کیا کہ اے صالح ہم تیری دعوت کو تسلیم نہیں کریں گے جب تک کہ تو ہمیں کوئی مجزہ نہ دکھا دے یوں جب صالح کی قوم نے صالح سے مجزہ طلب کیا تو اللہ نے بطور مجزہ ایک اونٹنی چٹان سے نکال دی یوں صالح کو اللہ نے بطور مجزہ ایک اونٹنی دی جو ایک چٹان سے نکالی گئی۔

اور اس کا نقشہ کچھ یوں کھینچا جاتا ہے کہ موجودہ سعودی عرب میں مائن صالح کے نام سے ایک بستی کے کھنڈرات موجود ہیں ماضی میں یہ ایک بستی تھی جیسے کہ کوئی گاؤں ہوتا ہے اس بستی میں کچھ مکان تھے اور اس بستی میں ایک ہی کنوں تھا جس سے وہ لوگ پانی پیتے تھے اور وہ لوگ گدھوں، گھوڑوں، اونٹوں اور چھروں پر سفر کیا کرتے تھے جو کہ قوم شمود تھے۔ اس بستی کے لوگ اللہ کے نافرمان تھے تو اللہ نے فیصلہ کیا کہ ان پر عذاب لا یا جائے اور عذاب لانے سے قبل اللہ نے اس بستی میں صالح نامی اپنا ایک رسول بھیجا جو انہیں اللہ کے عذاب سے ڈرائے اگر وہ صالح پر ایمان لے آئیں تو عذاب سے بچ جائیں گے اور اگر نہیں تو ان پر عذاب لے آیا جائے گا۔ یوں جب اللہ نے ان کی طرف اپنا صالح نامی رسول بھیجا تو ان لوگوں نے صالح پر ایمان لانے کے لیے ایک شرط رکھ دی انہوں نے صالح سے مجزہ کا مطالبہ کیا کہ اے صالح اگر تو ہمیں کوئی مجزہ دکھادے تو ہم تجوہ پر ایمان لے آئیں گے اور اللہ نے قوم شمود کے اس مطالبے پر چٹان سے ایک اونٹنی نکال دی جو کہ صالح کا مجزہ تھا اب جب اونٹنی کو بطور مجزہ نکال دیا تو انہیں کہا گیا کہ یہ اونٹنی جہاں سے بھی کھائے پیئے تم نے اسے کچھ نہیں کہنا اور نہ تم پر اللہ کا عذاب آجائے گا اور تم ہلاک کر دیئے جاؤ گے۔ اب شروع شروع میں تو ان لوگوں نے اونٹنی کو کچھ نہ کہا لیکن چونکہ اس بستی میں ایک ہی کنوں تھا اور وہ اونٹنی اس کنوں کا سارا پانی پی جاتی تھی جس وجہ سے وہ لوگ اونٹنی سے تنگ آنا شروع ہو گئے اور شکایت کی کہ اونٹنی سارا پانی پی جاتی ہے ہمارے لیے نہیں پیتا اس لیے اسے پانی پینے سے روکا جائے۔ تو ان کے اس مطالبے کے جواب میں صالح نے انہیں کہا کہ ایسا کرو باری مقرر کر لیعنی ایک دن تم پانی بھر لیا کرو اور ایک دن اونٹنی پانی پیا کرے گی اور اونٹنی کو کچھ بھی مت کہنا تو وہ لوگ مان گئے لیکن پھر ہوا یوں کہ ان میں سے ایک شخص نے اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ ڈالیں جس سے اونٹنی سک سک کر مر گئی اور ان لوگوں نے صالح سے کہا کہ کہاں ہے وہ عذاب جس سے تم ڈرار ہے تھے ہم نے تو اونٹنی کو مارڈا لاب وہ عذاب کیوں نہیں آیا جس سے تم ڈرار ہے تھے؟ یعنی انہوں نے صالح کا مذاق اڑانا شروع کر دیا اور صالح کو کہنا شروع کر دیا کہ صالح جھوٹا ہے ایسے ہی ہمیں ڈرار ہا تھا اب تو ہم نے اونٹنی کو بھی مارڈا کیوں نہیں عذاب آیا؟ عذاب کا نہ آنا صالح کے جھوٹا ہونے کی دلیل ہے یوں صالح نے انہیں کہا کہ تین دن انتظار کرو تو تین دن بعد عذاب آ جائے گا تو وہ ہی ہوا کہ تین دن بعد ان پر عذاب آ گیا اور اس بستی کو تہس نہیں کر دیا گیا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن میں جہاں بھی قوم شمود اور ان کی طرف بھیجے گئے اللہ کے رسول صالح کا ذکر کیا گیا کیا وہاں یہی کہا گیا جو آج تک یہ کہانی پھیلادی گئی؟ یعنی کیا یہ حق ہے جو آج تک کہا جاتا رہا؟ تو اس کا جواب بہت ہی آسان ہے جو کہ آپ پر بار بار ہر پہلو سے کھول کرواضح کر دیا گیا کہ قرآن میں اساطیر الاولین نہیں ہیں بلکہ اس قرآن میں الاولین کی مثلوں سے الآخرين کی تاریخ ہے یعنی وہ جو اس قرآن سے قبل اس دنیا میں آئے جنہیں گزرنا ہوا کر دیا گیا اس قرآن میں ان کی مثلوں سے اس قرآن کے نزول سے لیکر الساع�ت کے قیام تک آنے والوں کی احسن تاریخ ہے۔ اب اگر تو یہ کہانی قرآن کے نزول سے لیکر الساع�ت کے قیام تک کے دوران کسی وقت کی تاریخ ثابت ہوتی ہے تو پھر بلاشبہ و شبہ یہی حق ہے اور اگر یہ کسی بھی صورت تاریخ ثابت نہیں ہوتی تو یہ حق نہیں بلکہ یہ بالکل بے بنیاد اور باطل ہے جس کا حق کیسا تھا کوئی تعلق نہیں۔ اب حقیقت آپ کے سامنے ہے کہ اس کہانی کا قرآن کے نزول سے لیکر الساع�ت کے قیام تک کے دوران کی تاریخ کیسا تھا کوئی تعلق نہیں جس سے یہ بات بالکل کھل کرواضح ہو جاتی ہے کہ یہ کہانی بالکل بے بنیاد اور باطل ہے جس کا حق کیسا تھا کوئی تعلق نہیں اور پھر دوسری بات کہ جب آپ پر یہ بات بھی کھول کرواضح کی جا چکی کہ قرآن نہ صرف الاولین کی مثلوں سے الآخرين کی تاریخ ہے بلکہ کوئی ایک بھی آیت اس وقت تک کھل کرواضح نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ حدثہ ہونہیں رہا ہوتا یا ہونہیں جاتا جس کی تاریخ پر وہ آیت متنی ہے یوں جیسے ہی کوئی حدثہ ہو رہا ہو تو اس کی تاریخ پر متنی آیت یا آیات نہ صرف کھل کرواضح ہو جائیں گی بلکہ یہ قرآن اس وقت موجود لوگوں کو یاد دلا دے گا کہ یہ تھا وہ حدثہ وہ واقعہ جس کی قرآن کے نزول کے وقت ہی اس آیت یا ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی تو اب آپ خود فیصلہ کریں کہ کیا وہ حدثہ ہو چکا جس کی ایسی تمام کی تمام آیات تاریخ ہیں جن آیات کو بنیاد بناتے ہوئے یہ کہانی گھٹلی گئی؟ کیونکہ ان آیات نے تو یہیں ہی تب ہونا تھا جب اس حدثہ نے ہونا تھا جس کی تاریخ پر یہ آیات متنی ہیں۔

صالح اللہ کا رسول تھا وہ رسول جسے اس قوم کے آخر میں بعث کیا گیا تھا اور اس وقت بعث کیا گیا جب قوم شمود کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے سبب ایک عظیم عذاب ان کے بالکل سر پر آچکا تھا اور پھر جب صالح کو بعث کیا گیا تو نہ صرف صالح نے انہیں اس عذاب عظیم سے کھول کر متنبہ کیا بلکہ جب صالح نے انہیں متنبہ کر دیا ان پر حق کھول کرواضح کر دیا انہیں کھول کھول کر پہنچا دیا تو ان کے کذب کے سبب صالح کی موجودگی میں القارعہ عظیم عذاب سے ان کا صفحہ ہستی سے نام و نشان مٹا دیا گیا اور صالح اور صالح کی دعوت کو تسلیم کرنے والوں کو اس عذاب سے نہ صرف بچالیا گیا بلکہ بعد میں انہیں زمین کا وارث بنادیا گیا۔ بالکل ایسا ہی قرآن کے نزول کے بعد ہونا تھا تب جب قرآن کے نازل ہونے کے بعد والوں نے یعنی موجودہ قوم نے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے سبب عظیم عذاب القارعہ سے ہلاک ہونا ہے یعنی موجودہ قوم کے آخرین میں جب عذاب عظیم القارعہ ان کے بالکل سر پر آچکی ہو گی تو جیسے قوم شمود کے آخرین میں صالح کو بعث کیا گیا بالکل ایسے ہی اس قوم کے آخرین میں اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کو بعث کیا جانا تھا جس نے نہ صرف القارعہ والاساعت سے کھول کھول کر متنبہ کرنا تھا بلکہ اس کی موجودگی میں اس قوم کو صفحہ ہستی سے مٹانا ہے اور اللہ نے اپنے رسول احمد عیسیٰ اور اس کے ساتھیوں کو نہ صرف بچانا ہے بلکہ انہیں بعد میں زمین کا وارث بنانا ہے یوں جب تک اللہ کا رسول احمد عیسیٰ بعث نہیں کر دیا جاتا تب تک ان آیات نے یہیں ہی نہیں ہونا تھا۔ تو اب ان لوگوں سے سوال ہے کہ ان لوگوں نے ان آیات سے یہ کہانی کیسے اخذ کری؟

قرآن میں ایسی تمام کی تمام آیات تو اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کی تاریخ پر متنی ہیں تو ان لوگوں نے اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کی بعث سے قبل ہی ان آیات کو کیسے بین کر لیا؟

اور آج جب وہ وقت آچکا تو آج اللہ نے نہ صرف صالح کی مثل اپنار رسول احمد عیسیٰ بعث کر دیا جو کہ میں اللہ کا رسول احمد عیسیٰ ہوں بلکہ آج جو بھی میرا کردار ہے جو بھی میری دعوت ہے اور جس طرح میرا کذب کیا جا رہا ہے اس کی اللہ نے آج سے چودہ صدیاں قبل ہی ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی تھی جن میں قوم شمود و صالح کا ذکر ہے جیسے صالح نے القارعہ سے تین ایام قبل کھول کر متنبہ کیا تھا بالکل ویسے ہی آج میں نے القارعہ سے تین ایام قبل کھول کر متنبہ کر دیا کہ تین ایام بعد القارعہ تمہیں اخذ کر رہی ہے اور آج قرآن ایسی تمام آیات کی صورت میں موجودہ لوگوں کو یاد دلا رہا ہے کہ یہ تھا وہ حدثہ، یہ تھا اللہ کا وہ رسول جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی گئی تھی جس سے ہر کسی پر کھل کرواضح ہو گیا کہ یہ قرآن جو تھا رے دونوں ہاتھوں

کے درمیان ہے میری اللہ کے رسول احمد عبیسی کی تصدیق کر رہا ہے میری تصدیق اس قرآن میں موجود ہے۔

اب آتے ہیں ان آیات کی طرف اور آپ پر بالکل کھول کر واضح کرتے ہیں کہ ان آیات میں کیا کہا گیا تھا جن سے شیاطین مجرمین نے پچھے بیان کردہ من گھڑت کہانی اخذ کر لی۔

اب سب سے پہلے اس بات کا علم ہونا چاہیے کہ صالح کو کب بعثت کیا گیا یعنی آپ پر ہر لحاظ سے اور ہر پہلو سے کھول کر واضح کیا جا چکا کہ اللہ رسولوں کو کب اور کس طرح بعثت کرتا ہے۔ پہلی بات کہ اللہ صرف اور صرف تب رسول بعثت کرتا ہے جب جب ضلال مبین ہوتی ہیں نور کی ایک کرن بھی نہیں ہوتی کسی ایک کو بھی حق کا علم نہیں ہوتا اس کے باوجود نہ صرف اس وقت موجود لوگ مختلف فرقوں میں تقسیم ہوتے ہیں بلکہ ہر فرقے کا دعویٰ ہوتا ہے کہ صرف اور صرف وہی حق پر ہے اور باقی سب کے سب باطل پر ہیں حالانکہ حقیقت تو یہ ہوتی ہے کہ کسی ایک کو بھی حق کا علم نہیں ہوتا اور دوسرا بات کہ رسول جب بعثت کیا جاتا ہے تو اس کا مقصد حق کو غالب کرنا ہوتا ہے اور باطل کو مٹانا ہوتا ہے جس کے لیے کسی بھی امت کے شروع میں بھی ایک رسول ہوتا ہے اور آخر میں بھی جب وہ ضلال مبین میں ہوتے ہیں۔ تو کیا صالح کو اس قوم کے شروع میں بعثت کیا گیا یا پھر صالح کو اس قوم کے آخرین میں بعثت کیا گیا تھا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ صالح کو اس قوم کے آخرین میں بعثت کیا گیا تھا جس کی تصدیق یہ قرآن کر رہا ہے جو آپ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان ہے۔

وَالِّيْ ثُمُودَ أَخَاهُمْ صَلِحَا قَالَ يَقُوْمُ اغْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ قَدْ جَاءَتُكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ هَذِهِ نَافَةُ اللَّهِ لَكُمْ أَيَّهَا فَدْرُوْهَا تَأْكُلُ فِيْ أَرْضِ اللَّهِ وَلَا تَمْسُوْهَا بِسُوءٍ فَيَا خُذُّكُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ. وَإِذْ كُرُوا إِذْ جَعَلْكُمْ خُلْفَاءَ مِنْ بَعْدِ عَادٍ وَبَوَّا كُمْ فِي الْأَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُولِهَا قُصُورًا وَتَحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوتًا فَإِذْ كُرُوا إِلَاءَ اللَّهِ وَلَا تَعْنُوا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِيْنَ. قَالَ الْمَلَأُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوا لِمَنْ امْنَ مِنْهُمْ اتَّعْلَمُوْنَ أَنَّ صَلِحَا مُرْسَلٌ مِنْ رَبِّهِ فَأَلُوْا إِنَّا بِمَا أُرْسِلَ بِهِ مُؤْمِنُوْنَ. قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا بِالَّذِيْ امْتُمْ بِهِ كُفَّارُوْنَ. الاعراف ۲۳ تا ۷۶

وَالِّيْ ثُمُودَ أَخَاهُمْ صَلِحَا اور جو شمود تھے ان کے ایک بھائی صالح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا یعنی اس قوم کے شروع میں ایک رسول بعثت کیا گیا جب وہ ضلال مبین میں تھے جسے شمود کیا جو نہ صرف اللہ کا رسول بلکہ خاتم النبیین تھا یعنی جب تک کہ دوبارہ ضلال مبین نہیں آجائیں تب تک آنے والے النبیین کے لیے خاتم یعنی فلٹر تھا یوں شمود کے بعد شمود کے خاتم یعنی فلٹر سے نکل کر آنے والے النبیین بھی شمود ہی بنتے رہے اور پھر جب ضلال مبین آگئیں آگئیں ہر طرف گراہیاں ہی گمراہیاں تو شمود رسول اور اس کے خاتم یعنی فلٹر سے نکل کر آنے والے النبیین جو کہ شمود ہی بن گئے ان کے ایک بھائی صالح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا گیا جس کے لیے اسے ان میں انہی سے بعثت کیا گیا۔ رسول بھیجا جاتا ہے البینات کیسا تھا یعنی رسول کا کام ہوتا ہے آکر حق ہر لحاظ سے کھول کر واضح کر دینا اس لیے جب صالح آیا تو صالح البینات کیسا تھا آیا نہ کہ مجذات کیسا تھا اور پچھے کھول کر واضح کیا جا چکا کہ کوئی ایک بھی رسول مجذات کیسا تھا نہیں آیا بلکہ تمام کے تمام رسول البینات کیسا تھا آئیے کیونکہ جو اللہ نے قدر میں کیا ہی نہیں وہ ہو کیسے سکتا ہے اور جو اللہ نے قدر میں کیا اسے ہونے سے کون روک سکتا ہے اللہ نے رسولوں کو البینات کیسا تھا بھیجنے قادر میں کیا اس لیے صالح البینات کیسا تھا آیا۔ جب صالح آیا تو صالح کی کیا دعوت تھی آگے اسی کا ذکر کیا گیا قیال یقُوْمُ اغْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ صالح نے کہا اے میری قوم یعنی اے وہ لوگوں کی طرف میں بھیجا گیا ہوں جو کہ میری ہی زبان بولنے والے ہوں کی عبادۃ کر رہے ہو؟ یعنی یہ جو تمہیں سننے دیکھنے سمجھنے اور عمل کرنے کی صلاحیتیں دی گئیں یہ جو تمہیں وقت دیا گیا ان کا کس کے لیے یا کس کے پچھے استعمال کر رہے ہو؟ ذرا غور کرو کیا تمہیں اسی نے وجود دیا جس کے پچھے یا جس کے لیے تم ان کا استعمال کر رہے ہو؟ کیا یہ صلاحیتیں اسی نے تمہیں دیں جن کے لیے یا جن کے پچھے استعمال کر رہے ہو؟ جن کی ماں کر تم جو کچھ بھی تمہیں دیا گیا ان کا یا ان میں سے کسی کا بھی استعمال کر رہے ہو کیا یہ سب تمہیں انہی نے دیا جن کے پچھے یا جن کی ماں کر ان کا استعمال کر رہے ہو؟ جب ان میں سے کسی نے بھی تمہیں وجود نہیں دیا ان میں سے کسی نے بھی تمہیں یہ صلاحیتیں نہیں دیں تو پھر کیوں

ان کے لیے یا ان کے پیچھے ان کا استعمال کر رہے ہو؟ اللہ تعالیٰ جس نے تمہیں یہ سب صلاحیتیں دیں اس لیے تم کو حق حاصل نہیں ہے کہ تم اللہ کے علاوہ کسی کو بھی اپنا اللہ بناؤ یعنی تمہیں یہ حق حاصل نہیں ہے کہ تم اللہ کے علاوہ جتنے بھی اللہ ہیں ان میں سے کسی کی بھی مان کریا کسی کے بھی پیچھے ان میں سے کسی کا بھی استعمال کرو جو کچھ بھی تمہیں دیا گیا **فَذَجَأْتُكُمْ بَيْنَهُ مِنْ رَبِّكُمْ** جو طے شدہ تھا یعنی جو قدر میں کیا جا پکا جس کے خلاف ہوئی نہیں سکتا جسے ہونے سے کوئی روک نہیں سکتا اس کا وقت آنے کی دیر ہے اور آج وہی ہو رہا ہے آگئیں تمہارے پاس بینات تمہارے رب سے۔ یعنی یہ جو آج میں تم میں تھی سے آیا ہوں البینات کیسا تھا یعنی سب کچھ کھول کھول کر رکھ رہا ہوں تم اپنی تحقیق کر لو اپنے گھوڑے دوڑا لو بالآخر تمہارے سامنے یہی آئے گا کہ یہ جو آج تم پر کھول کھول کرواضح کیا جا رہا ہے یہ تمہارے رب سے ہے۔ ذرا غور کرو کیا تمہارا رب یہی وجود فطرت نہیں ہے؟ جب تمہارا رب یہی ہے تو پھر ذرا غور کرو جو آج میں تم پر کھول کھول کرواضح کر رہا ہوں یہ میں کس کی ترجیحی کر رہا ہوں؟ جان لو جو قدر میں کیا گیا وہی ہو رہا ہے آگئیں تمہارے پاس بینات تمہارے رب سے۔

یہ رب سے بینات کا آنا کیا تھا؟ یہ رب سے بینات کا آنا یہ تھا کہ اس وقت وہ جو کچھ بھی کر رہے تھے صالح نے آکر سب کا سب کھول کھول کرواضح کر دیا جب صالح نے اللہ کی آیات کو کھول کھول کرواضح کر دیا حق کو کھول کھول کرواضح کر دیا تو انہی میں سے اللہ کی ایک آیت ناقہ تھی جسے کھول کھول کرواضح کر دیا جس کا آگے ذکر ہے اور ابھی آپ پر یہ بات بھی کھل کرواضح ہو جائے گی کہ ناقہ کیا ہے۔

**هَذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ أَيَّةً فَذَرُوهَا تَأْكُلُ فِيَ أَرْضِ اللَّهِ وَلَا تَمْسُوهَا بِسُوءٍ فَيَاخُذُكُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ** صالح نے کہا کہ یہ وہی ناقہ ہے یعنی جس الشجرہ کے قریب بھی جانے سے تمہیں اللہ نے منع کیا تھا جو کہ مشابہات آیات کا ایک مخصوص سلسلہ ہے یہ انہی مشابہات آیات کے سلسلے میں سے ایک آیت ہے پس اسے چھوڑ دوا سکے پیچھے نہ پڑوا سے اپنی مرضی کے استعمال میں مت لاو اللہ اس کا زمین میں استعمال کر رہا ہے اور یہ جو تم اس کو اپنی مرضی کی تادیل پہنرا رہے ہو یعنی اسے اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرنے میں لگے ہوئے ہو اس کے پیچھے پڑے ہوئے ہو یہ انہائی برآ کر رہے ہو تم اگر بازنہیں آتے اسے نہیں چھوڑتے اور اس کے پیچھے ہی پڑتے ہو جو تم کر رہے ہو جو کہ انہائی برآ ہے تو پھر اسی کے سب تمہیں پکڑا جا رہا ہے جو کہ تمہارے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے انہی مفسد اعمال کے سبب سزاۓ الیم ہے۔

اس آیت میں **هَذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ أَيَّةً فَذَرُوهَا** کے الفاظ کے استعمال سے یہ بات بالکل کھول کرواضح کر دی گئی کہ یہ وہی ناقہ ہے جو کہ اللہ کی ان آیات میں سے ایک آیت ہے جن کے قریب بھی جانے سے تمہیں منع کیا تھا جو کہ الشجرہ الملعونہ ہے یعنی مشابہات مخلوقات کا مخصوص سلسلہ جن کے پیچھے پڑنے سے منع کیا تھا ورنہ اگر تم بازنہیں آتے تو پھر ان مخلوقات کے دھوکے کا شکار ہو کرتی کے نام پر دن بدن آگے بڑھتے جاؤ گے یہاں تک کہ آسمانوں وزمین کو اس قدر فساد زدہ کر دو گے کہ پھر نہ مزید آگے بڑھ سکو گے اور نہ ہی واپسی کا رستہ رہے گا عذاب عظیم تمہیں آپکڑے گا یوں تم اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے سب صفحہ هستی سے مت جاؤ گے۔

یوں یہاں تک یہ بات بالکل کھل کرواضح ہو چکی کہ ناقہ زمین میں مشابہات آیات میں سے ایک آیت ہے یعنی ان مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے جس کے بارے میں اللہ یعنی فطرت نے انسان کو واضح علم نہیں دیا تھا جسے اللہ نے یعنی فطرت نے انسانوں سے چھپا کر رکھ دیا تھا اور پھر کہاں چھپا کر رکھا جہاں سے یہ انسان کے سامنے آئی اسی کو اگلی آیت میں کھول کرواضح کر دیا۔

**وَإِذْ كُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِنْ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّأَكُمْ فِي الْأَرْضِ تَتَحَذُّنَ مِنْ سُهُولِهَا قُصُورًا وَ تَنْحِتُونَ الجِبَالَ بُؤُوتًا فَإِذْ كُرُوا إِلَاءَ اللَّهِ وَ لَا تَعْثُرُوا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ.**

**وَإِذْ كُرُوا** اس وقت قوم ثمود جو کچھ کر رہے تھے صالح نے انہیں کہا یہ جو کچھ بھی تم کر رہے ہو کیا تم یاد کر رہے ہو؟ یعنی بالکل یہی تم لوگ اس سے پہلے بھی تمہارے آباو جادا قوم عاد کی صورت میں کر چکے **إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِنْ بَعْدِ عَادٍ** تب ہی تمہیں کیا تھا جو عاد تھا ان کے بعد والہ یعنی یہ جو آج تم لوگ کر رہے ہو جسے تم لوگ ترقی و خوشحالی کا نام دے رہے ہو اس نام دے رہے ہو بالکل یہی تمہارے آباء جو عاد تھے انہوں نے کیا تھا انہوں نے یہی

سب کیا تھا جس وجہ سے وہ ہلاک ہو گئے صفحہ ہستی سے مت گئے جس وجہ سے ہی تمہیں ان کے بعد زمین پر بسا یا گیا تمہیں زمین میں مکن ملائیں اگر وہ لوگ آج بھی ہوتے تو تم لوگوں کو کبھی بھی زمین میں مکن نہ ملتا کیونکہ تم لوگ ان کے مقابلے میں ایسے ہی تھے جیسے کہ تمہارا کوئی وجود ہی نہیں جب وہ یہی سب کر رہے تھے جو آج تم کر رہے ہو تو تم لوگوں کی دنیا میں ان کے نزدیک اہمیت و حیثیت بالکل ایسے ہی تھی جیسے کہ تم کوئی وجود ہی نہیں رکھتے پھر انہوں نے یہی سب کیا جو آج تم کر رہے ہو تو وہ ان اعمال کے سبب صفحہ ہستی سے مت گئے تو آج تم بھی وہی کر رہے ہو اب جب تم پر کھول کھول کرواضح کیا جا رہا ہے بالکل ایسے ہی ان پر بھی ہود کے ذریعے سب کچھ کھول کھول کرواضح کیا گیا تھا وہ نہ مانے انہوں نے کذب ہی کیا تو پھر ان کا انجام کیا ہوا اور آج تم بھی اگر نہیں مان رہے تم بھی کذب ہی کرتے ہو تو پھر تمہارا انجام بھی بالکل وہی ہونے والا ہے۔

**وَبَوَّأْكُمْ فِي الْأَرْضِ تَنِحُّدُونَ مِنْ سُهُولٍهَا** تمہیں قوم عاد کے بعد زمین میں بسا یا یعنی جو آج تم کر رہے ہو یہی سب قوم عاد نے کیا جس سبب وہ صفحہ ہستی سے مت گئے اور تمہیں زمین میں بسا یا گیا تو تم کیا کر رہے ہو تم بھی انہی کی طرح زمین میں آسانیوں، سہولتوں و آسائشوں سے اخذ کر رہے ہو ڈھونڈ کر رہے ہو جگہ پر زیادہ سے زیادہ محلات نما گھر بنارہے ہو **وَتَنِحُّونَ الْجِبَالَ بُيُوتًا** اور تم لوگ پہاڑوں کی مائنسگ کر رہے ہو پہاڑوں کو کاٹ رہے ہو جو کچھ بھی پہاڑوں میں رکھا گیا اسے نکال رہے ہو، پہاڑوں کو کاٹ کاٹ کر پہاڑوں کی مائنسگ کر کے ان میں جو کچھ بھی رکھا گیا نکال نکال کر زمین میں آسانیاں، سہولتیں و آسائشیں اخذ کر رہے ہو کم سے کم جگہ پر زیادہ سے زیادہ گھر جو کہ ہر طرح کی سہولتوں و آسائشوں سے مزین ہیں بنارہے ہو گویا کہ محلات ہوں بالکل یہی سب تو قوم عاد نے بھی کیا تھا تو پھر ان کا انجام کیا ہوا تھا؟ ذرا غور کرو انہیں کیا کہا گیا تھا کہ یہ تم کس کیسا تھدشی کر رہے ہو یہ جو تم پہاڑوں کو کاٹ رہے ہو ان کی مائنسگ کر رہے ہو یہ جو زمین میں مخلوقات میں چھیڑ چھاڑ کر رہے ہو یہ سب کیا ہیں؟ **فَإِذْ كُرُوا إِلَاءَ اللَّهِ وَلَا تَعْشُوا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ** پس کیا یاد کر رہے ہو یعنی جب قوم عاد نے بھی یہی کیا تھا تو پھر ان کا انجام کیا ہوا تھا؟ یہ اللہ کے اعضاء ہیں جن میں تم لوگ چھیڑ چھاڑ کر رہے ہو تم لوگ اللہ کیسا تھدشی کر رہے ہو ایسے ہی قوم عاد نے بھی اللہ کیسا تھدشی کی تھی اور یہ جو کچھ بھی تم کر رہے ہیم لوگ زمین میں فساد مچا رہے ہو ہر شے کو خراب کر رہے ہو اس لیے نہ کرو باز آ جاؤ ورنہ تمہارا انجام بھی بالکل انہی کی طرح ہونے والا ہے۔

اب آگے بڑھنے سے پہلے آپ پر واضح ہو چکا کہ ناقہ اللہ کی آیات میں سے ایک آیت تھی یعنی زمین میں اللہ کی انسان سے چھپا کر رکھی ہوئی مخلوقات میں سے ایک مخلوق تھی اور وہ قوم شمود کے سامنے کیسے آئی اسی کو اس آیت میں واضح کیا گیا کہ قوم شمود پہاڑوں کی مائنسگ کرتی تھی، پہاڑوں کو کاٹ کر ان سے طرح طرح کے پتھر حاصل کیے جاتے تھے جنہیں کم سے کم جگہ پر زیادہ سے زیادہ جگہ پر محلات نما گھر بنانے میں استعمال کیا جاتا تھا اس کے علاوہ کم سے کم جگہ پر زیادہ سے زیادہ محلات نما گھر یعنی ہر طرح کی سہولتوں و آسائشوں سے مزین گھر بنانے کے لیے جو مواد درکار ہوتا تھا اس سے پہاڑوں کی مائنسگ کر کے پہاڑوں سے ہی اخذ کرتے تھے جیسے کہ لوہا، بجھی، سیمنٹ وغیرہ۔ پہاڑوں کی مائنسگ کے دوران بہت سی اشیاء دریافت ہوتی چلی جا رہی تھیں یعنی الشجرۃ جو کہ مشابہات مخلوقات کا مخصوص سلسلہ ہے بے نقاب ہوتا چلا جا رہا تھا کچھ نہ کچھ دریافت ہوتا رہتا تھا تو اسی دوران ایک ایسی شے بھی دریافت ہوئی جسے قرآن میں ناقہ کہا گیا۔ جب بھی کچھ دریافت ہوتا تو اسے اپنی مرضی کی تاویلات پہنائی جاتیں یعنی اپنی مرضی کے مقاصد کے حصول کے لیے استعمال کیا جاتا جیسے کہ آج کیا جاتا ہے اور کیا جا رہا تو جب ناقہ دریافت ہوئی ناقہ سامنے آئی تو اسے بھی اپنی مرضی کے مقاصد کے لیے استعمال کیا گیا اس سے ایٹھی بم بنائے گئے پھر انہی ایٹھی بموں کا وہ لوگ نشانہ بنے یعنی ایٹھی جنگ کا شکار ہو کر صفحہ ہستی سے مت گئے یوں اب آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو چکا ہو گا کہ ناقہ کیا تھی یعنی ناقہ وہ شے تھی جسے آج یورپیں کا نام دیا جاتا ہے جو نیکلیٹر م بنانے میں استعمال ہوتی ہے۔

اسی کو ایک دوسرے پہلو سے آپ پر کھول کر واضح کرتے ہیں۔ آپ پر کھول کھول کر واضح کیا جا چکا کہ قوم عاد اور قوم شمود و نوں تو میں جو ایک دوسرے کے بعد ہوئیں دونوں ہی القارع یعنی ایٹھی جنگوں کا شکار ہو کر صفحہ ہستی سے مت چکیں۔ یوں ناقہ جو کہ القارع یعنی ایٹھی جنگ کا بنیادی عذر تھی ناقہ جو کہ پہاڑوں کی مائنسگ کے دوران دریافت ہوئی اس سے تباہ کن بم بنائے گئے جن بموں کا ان قوموں نے آپس میں ایک دوسرے پر استعمال کیا جس کے نتیجے میں صفحہ ہستی سے مت گئے پہلو قوم عاد جب پہاڑوں کی مائنسگ کر رہی تھی تو ناقہ یعنی یورپیں دریافت ہوئے پر اس کے ایٹھی بم بنائے اور آپس میں جنگ سے صفحہ ہستی سے

مٹ گئے پھر اس کے بعد قومِ ثمود بھی بالکل اسی طرح ہلاک ہوئی یوں آپ پر اس پہلو سے بھی بالکل کھل کرواضح ہو چکا کہ ناقہ یورینیم ہے نہ کہ کوئی اوٹنی ہے جو آج تک دیومالائی کہانی کو عام کر دیا گیا۔

پھر ایک تیسرے پہلو سے بھی آپ پر کھول کرواضح کرتے ہیں۔ آپ پر ہر لحاظ سے کھول کھول کرواضح کیا جا چکا کہ یہ قرآن اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے اور کوئی ایک بھی آیت اس وقت تک بین نہیں ہو سکتی یعنی کھل کرواضح نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ حدث نہیں ہو جاتا جس کی تاریخ ہے یوں جیسے ہی کوئی حدث ہوتا ہے یا ہورہا ہوتا ہے تو نہ صرف قرآن میں اس کی تاریخ پر منی آیات کھل کرواضح ہو جاتی ہیں بلکہ قرآن ان آیات کی صورت میں یاد دلا دیتا ہے کہ یہ تھا وہ حدث جس کی قرآن کے نزول کے وقت ہی اس آیت یا ان آیات کی صورت تاریخ اتار دی گئی تھی۔ اس قرآن میں قومِ ثمود اور صالح کے بارے میں جو کچھ بھی کہا گیا یہ اساطیر الاولین نہیں ہیں بلکہ الاولین کی مثالوں سے الآخرين کی تاریخ ہے یعنی وہ جو اس قرآن سے قبل اس دنیا میں آئے اور گزر چکے ان کی مثالوں سے قرآن کے نازل ہونے سے لیکر الساعت کے قیام تک کی تاریخ ہے یوں قرآن میں جہاں بھی سلف کا ذکر ہے یعنی وہ جو اس قرآن سے پہلے دنیا میں آئے ان کا ذکر ہے وہ اصل میں ان کا ذکر نہیں ہے کیونکہ اگر آپ یہ کہیں گے کہ وہ ان کا ذکر ہے تو پھر اس کا مطلب یہ ہو گا کہ اس قرآن میں ان لوگوں کی لائیں ہیں جسے عربوں کی زبان میں اساطیر الاولین کہا جائے گا اور اللہ نے جو اتارا وہ اساطیر الاولین نہیں بلکہ الاولین کو نہ صرف گزر ہوا کر دیا بلکہ انہیں مثل کر دیا الآخرين کے لیے اس لیے اس قرآن میں ان کی مثالوں سے آج کی تاریخ ہے قرآن کے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے۔

اب دیکھیں اصل میں ان آیات کی صورت میں کن کی تاریخ ہے کن کا ذکر کیا جا رہا ہے آپ پر کھول کرواضح کرتے ہیں جس سے نہ صرف الناقہ کیا ہے کھل کر واضح ہو جائے گا بلکہ مزید حقائق کھل کرواضح ہو جائیں گے۔

وَالَّى شَمُودَ أَخَاهُمْ صَلِحًا بِهِلِي بَاتٍ كَيْهَا آيَتٍ هِيَ جِسْ كَام مُطْلَبٌ هِيَ كَجِسْ مِنْ نَظَرٍ آرَهَا هِيَ وَهَا اصْلُ اوْكَمْلُ حَقْيَقَتٍ چَهَادِيَّيْنِي اُور جِسْ مِنْ نَظَرٍ آرَهَا هِيَ وَهَا اصْلُ اوْكَمْلُ حَقْيَقَتٍ پِرْ پِرْ اُهْوا پِرْ دَهْ هِيَ جِبْ تَكْ اسْ كَيْ گَهْرَأَيِّي مِنْ نَهْيِنْ جَيَا جَاتِا تِبْ تَكْ اصْلُ اوْكَمْلُ حَقْيَقَتٍ کَھْلَ كَرْ سَامِنْ نَهْيِنْ آئَيْ گِي اسْ لِيَ اَگَرْ كَوَيْ جِسْ مِنْ نَظَرٍ آرَهَا هِيَ اَسَهْ اصْلُ اوْكَمْلُ حَقْيَقَتٍ سِمْجَلِيتَهْ هِيَ تُوْپَهْ رَايِي شَخْصُ كَوْدِنِيَا كَيْ كَوَيْ طَاقَتْ گَرَاهِي سِنْ نَهْيِنْ بَچَاسِكَتِي اُور دُوسِرِي بَاتِ كَهْ اللَّهُ نَعَمْ جِوْ اتَارا وَهْ تَشَابِهَا هِيَ لِيَنْ جِسْ مِنْ نَظَرٍ آرَهَا هِيَ وَهْ حَقْيَقَتْ نَهْيِنْ هِيَ حَقْيَقَتْ كَيَا هِيَ اسْ كَامْلُ طُورِ پَرْ عَلَمْ چَهَادِيَا اسْ كَاعْلَمِ اللَّهِ كَعْلَادِهِ كَسِيَ كَهْ پَاسْ نَهْيِنْ اُور يِيَهِ وَهْ وجَهْ هِيَ جِسْ وجَهْ سِهِ اللَّهِ كَعْلَادِهِ كَوَيْ بَجِيِّي اسِيَ بِيَنْ نَهْيِنْ كَرْسَلَتِي یعنِي کَھْلُ كَرواضح نَهْيِنْ كَرْسَلَتِي۔ اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ہے اللَّهُ اپنا ہر کام اپنے وقت پر کر رہا ہے کوئی بھی کام نہ ہی لمحہ بھر پہلے کرتا ہے اور نہ ہی اس میں لمحہ بھرتا خیر کرتا ہے اس لیے اللَّهُ نے ان آیات کو اس وقت تک بین نہیں کرنا تھا جب تک کہ انہیں بین کرنے کا وقت نہ آ جاتا اور آج جب یہ وقت آپ کا ہے تو آج اللَّه اپنے قانون کے عین مطابق ان آیات کو بین کر رہا ہے یعنی کھول کرواضح کر رہا ہے جسے دنیا کی کوئی طاقت غلط ثابت نہیں کر سکتی۔

انسان چونکہ بشر ہیں تو اللَّه کا قانون ہے کہ اللَّہ انہی میں سے ایک بشر کو ان کی طرف بھیجا ہے جس کے ذریعے اللَّہ انسانوں سے انہی کی زبان میں کھول کھول کر کلام کرتا ہے اور آج جب وقت آگیا تو آج اللَّہ نے نہ صرف تم میں تمہی سے اپنا ایک بشر رسول بھیج دیا بلکہ آج اللَّہ کا رسول یہ سب کھول کھول کرواضح کر رہا ہے اس کی میہنی دعوت ہے جس کی آج قرآن قصد یق کر رہا ہے یعنی آج میں تم میں تمہی سے اللَّہ کا بھیجا ہوا ہی رسول ہوں جس کا تم لوگ انتظار کر رہے تھے اور آج جب میں حق کھول کھول کرواضح کر رہا ہوں تو میری ایک ایک بات کی اس میں تصدیق موجود ہے جو تمہارے دونوں ہاتھوں کے درمیان ہے۔

وَالَّى شَمُودَ أَخَاهُمْ صَلِحًا يَأْيَتٍ هِيَ جِبْ اسِيَ بِيَنْ كَيَا جَاتِا گَاتُو "شَمُودَ" کی جگہ "مُحَمَّدٌ" "آجَيَ" گا اور "صَلِحًا" کی جگہ "عِيسَى" آئَيْ گَلِيْنِي

وَالَّى مُحَمَّدُ أَخَاهُمْ عِيسَى جِسْ كَامْعَنِي بِنِي گا اور جِمَدْ تَهْ یعنی ایک مُحَمَّد رسول اللَّه و خاتم النَّبِيِّنَ اور جب تک دوبارہ ضلَالِ مسیَّنِ نَهْيِنْ آگَنْکَنْ تک محمد کے خاتم یعنی فلتر سے نکل کر آنے والے النَّبِيِّنَ جو کہ محمد ہی بنے ان تمام محمد کے ایک بھائی عِيسَى کو ان کی قوم جو کہ خود کو مسلمان کہلوانے والے ہیں کی طرف بھیجا گیا ان کے آخرين میں جب نہ صرف وہ ضلَالِ مسیَّنِ میں ہیں بلکہ عذاب عظیم القارعہ ان کے بالکل سر پر آکھڑی ہے۔ توجہ اللَّہ کا رسول احمد عِيسَى آیا تو اس کی جو

دھوت ہے اسی کا آگے ذکر کیا گیا قائل یَقُولُمْ اغْبُدُوا اللَّهُ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ رسول آتا ہے الپیات کیسا تھی یعنی جب بھی رسول بعث کیا جاتا ہے تو رسول کا کام ہوتا ہے حق مکمل طور پر ہر لحاظ سے کھول کر پہنچا دینا اس لیے آج جب اللہ کا رسول احمد عیسیٰ آیا تو اس نے حق ہر لحاظ سے کھول کر واضح کر دیا کہا کہاے میری قوم یعنی اے وہ لوگو جو میری ہی زبان بولنے والے ہو جن کی طرف میں بھیجا گیا ہوں تم لوگ کس کی عبادۃ کر رہے ہو؟ یعنی ذرا غور کرو تمہیں جو بھی صلاحیتیں دیں تمہیں جو کچھ بھی دیا گیا تم ان کا کس کے پیچھے اور کس کے لیے استعمال کر رہے ہو؟ جن کے لیے جن کے پیچھے یا جن کی مان کر تم ان میں سے کسی کا بھی استعمال کر رہے ہو جو کچھ بھی تمہیں دیا گیا تو کیا انہی نے تمہیں یہ سب دیا؟ کیا تمہیں سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیت انہی نے دی جن کے پیچھے یا جن کے لیے آج تم استعمال کر رہے ہو؟ کیا یہ ذہانت تمہیں انہی نے دی جن کے پیچھے یا جن کی مان کر اس کا استعمال کر رہے ہو؟ کیا تمہیں انہی نے وجود دیا؟ کیا تمہیں سانس لینے کے لیے آسی سمجھنے پڑا ہم کر رہے ہیں؟ کیا تمہیں انہی نے خلق کیا؟ کیا تمہیں انہی نے وقت دیا؟ اگر نہیں تو پھر ذرا غور کرو تمہیں یہ سب کس نے دیا؟ جس نے بھی تمہیں وجود دیا جس نے بھی تمہیں سننے دیکھنے اور سمجھنے والا کیا، جس نے بھی تمہیں ذہانت دی تمہیں وجود دیا تمہاری تمام تر ضروریات خلق کر کے فراہم کر رہا ہے اور اس کی کوئی بھی قیمت نہیں لے رہا بلکہ اللہ احسان کر رہا ہے جب اسی نے تمہیں یہ سب دیا تو ظاہر ہے اسی کا ہے اور اسی کے لیے اس لیے اسی کے لیے اس کا استعمال کرو۔ ذرا غور کرو کس نے تمہیں خلق کیا، کس نے تمہیں یہ تمام تر صلاحیتیں دیں تو جو بھی ذات تمہارے سامنے آئے وہی تو خالہ اللہ، اللہ کے علاوہ جتنے بھی اللہ ہونے کے دعویدار ہیں تم کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ تم اللہ کے علاوہ جتنے بھی اللہ ہیں ان میں سے کسی کو بھی اللہ بناؤ اس لیے صرف اور صرف اللہ ہی کی عبادۃ کرو یعنی تمہیں فطرت نے وجود دیا تمہیں تمام تر صلاحیتیں فطرت نے دیں اس لیے ان کا استعمال بھی صرف اور صرف فطرت کے لیے ہی کرو اسی میں تمہارے لیے خیر ہے یوں آج اللہ کے رسول احمد عیسیٰ نے حق ہر لحاظ سے کھول کر واضح کر دیا اور آج اللہ کا رسول احمد عیسیٰ جو کہہ رہا ہے اس کی مزید تاریخ آگے آج سے چودہ صدیاں قبل ہی اتنا ری دی گئی قَدْ جَاءَتُكُمْ بَيْنَهُ مِنْ رَبِّكُمُ اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کا کہنا ہے کہ تم اپنی تحقیق کر لو اپنے گھوڑے دوڑا لو بالآخر وہی تمہارے سامنے آئے گا جو کہ قدر میں کر دیا گیا یعنی جو طے شدہ ہے جس کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا آگئیں تمہارے پاس پیشات متمہارے رب سے یعنی یہ جو آج میں تم پر حق کھول کر واضح کر رہا ہوں تم اپنی تحقیق کرلو یہ سب کا سب تمہارے رب سے ہے ذرا غور کرو کیا یہ میری صورت میں تمہارا رب اللہ جو کہ فطرت ہے کلام نہیں کر رہا؟ کیا دنیا کی کوئی طاقت اس بات کا رد کر سکتی ہے؟ جان لو آج اللہ جو کہ فطرت ہے تم سے کھول کر کلام کر رہا ہے میں اللہ کی زبان ہوں جیسے تمہارے وجود میں زبان کا کام وجود کی ترجمانی کرنا ہوتا ہے بالکل ایسے ہی میں اللہ یعنی فطرت کی زبان ہوں میرا کام اپنے وجود اللہ کی یعنی فطرت کی ترجمانی کرنا ہے یا اللہ تمہارا رب بول رہا ہے میں اللہ کی زبان ہوں جو آج میں تم پر حق ہر لحاظ سے کھول کر واضح کر رہا ہوں دنیا کی کوئی بھی طاقت چاہ کر بھی نہ تو اس کا کفر کر سکتی ہے اور نہ ہی رد بالآخر کسی کو ماننا پڑے گا لیکن تب ماننا کسی بھی قسم کا کوئی نفع نہیں دے گا۔ اگر تو تم یہ ثابت کر دو کہ یہ جو کچھ بھی آج میں تم پر کھول کھول کر واضح کر رہا ہے ہوں یا اللہ یعنی فطرت کا کلام نہیں ہے یہ تمہارے رب اللہ سے نہیں ہے تو پھر بلا شک و شبه تمہیں اس کا کفر کرنے کا حق حاصل ہے لیکن اگر تم ایسا نہیں کر سکتے جو کہ ہے ہی ناممکن تو پھر کس بنیاد پر کفر کر رہے ہو؟ کس بنیاد پر ہمارا کذب کر رہے ہو جان لو میں تمہارا رب تم سے کلام کر رہا ہوں۔

هَذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ أَيَّةً فَدَرُوْهَا تَأْكُلُ فِي أَرْضِ اللَّهِ وَلَا تَمْسُوْهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ قوم شمود کے آخرین میں جب صالح کو بھیجا گیا تو صالح نے انہیں ناقہ کے پیچھے پڑنے سے منع کیا تو جیسے صالح نے اس وقت ناقہ سے منع کیا اس کے پیچھے پڑنے سے روکا بالکل ایسے ہی آج اللہ کے رسول نے آج جو کیا جا رہا ہے یہ سب اللہ کیسا تھا دشمنی کی جا رہی ہے اس سے منع کرنا تھا اور جس سے آج ہلاکت ان کے سر پر آکھڑی ہے وہ یہی ناقہ ہے جو تب بھی ان لوگوں کی ہلاکت کا سبب بنی اور آج بھی موجودہ لوگوں کی ہلاکت کا سبب بننے والی ہے۔ آج اللہ کے رسول احمد عیسیٰ نے نہ صرف فتنۃ الدجال کا باب لد قتل کر دیا یعنی اسے خالص اللہ کے عطا کردہ علم سے اس میں داخل ہو کر اسے ہر لحاظ سے چاک کر کے رکھ دیا بلکہ بار بار کہہ رہا ہے کہ اسے ترک کر دو اس کے رب ہونے کا کفر کر دوازدھ کی طرف لپکو ورنہ القارعہ سے ہلاک ہو جائے گے۔ وَإِذْ كُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ حُلْفَاءَ مِنْ بَعْدِ عَادٍ وَبَوَّا كُمْ فِي الْأَرْضِ تَسْخِدُونَ مِنْ سُهُولِهَا قُصُورًا وَتَعْجُلُونَ الْجِبَالَ بِيُوْتًا جیسے تب صالح نے کہا تھا کہ جو کچھ بھی تم کر رہے ہو یہی سب تم سے پہلے قوم عاد بھی کر چکی تو کیا

یاد کر رہے ہوئے سب انہوں نے کیا تو ان کا انجام کیا ہوا تھا؟ بالکل ایسے ہی آج اللہ کا رسول احمد عیسیٰ کھول کھول کرواضح کر رہا ہے کہ یہ جو آج تم لوگ ترقی و خوشحالی کے نام پر کر رہے ہو کیا یاد کر رہے ہو یہ سب تو تم سے پہلے ہلاک شدہ اقوام نے بھی کیا تھا اور پھر ان کا انجام کیا ہوا تھا؟ جیسے آج تم لوگ پہاڑوں کی ماننگ کر رہے ہو پہاڑوں کو کٹ رہے ہو ان میں چھپایا گیا اللہ کا غیب نکال رہے ہو پہاڑوں سے دریافت ہونے والے عناصر کا استعمال کرتے ہوئے طرح طرح کی ایجادات کر رہے ہو اسلحے و بارود اخذ کر رہے ہو زمین میں آسانیاں سہولتیں و آسانیش اخذ کر رہے ہو، پہاڑوں کی ماننگ کر کے پہاڑوں سے مواد اخذ کر کے اس مواد سے کم سے کم جگہ پر زیادہ سے زیادہ گھر بنا رہے ہو جو طرح طرح کی سہولتوں و آسانشوں سے مزین ہیں یعنی یہ جو تم لوگ بلند و بانگ عمارتیں بنارہے ہو جو کم سے کم جگہ پر زیادہ سے زیادہ گھر ہیں اور گھر بھی ایسے کہ جیسے محلات ہوں ان گھروں میں ہر طرح کی سہولتیں و آسانیاں ہیں بالکل یہی سب تو ان قوموں نے بھی کیا تھا جو تم سے قبل ہلاک ہو چکیں صفحہ ہستی سے مت چکیں تو کیا یاد کر رہے ہو؟ جب یہی سب تم سے پہلے بھی ہو چکا تو ان کا انجام کیا ہوا تھا؟ وہ بھی تمہاری ہی طرح انہیں آسانیش و سہولتیں قرار دے رہے تھے اسے ترقی کا نام دے رہے تھے تو کیا وہ اپنے دعوؤں میں سچے ثابت ہوئے یا پھر یہ سب کا سب عظیم فتنہ الدجال ثابت ہوا اور وہ تمہاری ہی طرح اس کا شکار ہو چکے تھے اور پھر ان میں بھی بالکل ایسے ہی ہم نے رسول بھیجا تھا جیسے آج تم میں ہم نے اپنا رسول احمد عیسیٰ بھیج دیا جو تم پر حق کھول کھول کرواضح کر رہا ہے فَإِذْ كُرُوا لِآلَّةِ اللَّهِ وَلَا تَعْنَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ پس کیا یاد کر رہے ہو؟ یہ جن میں تم چھیڑ چھاڑ کر رہے ہو یہ جو کچھ بھی آسمانوں و زمین میں تھیں مخلوقات کی صورت میں نظر آ رہا ہے یا اللہ کی آلاء ہیں یعنی یہ اللہ کے اعضاء ہیں بالکل ایسے ہی جیسے تمہارے وجود میں تمہارے اعضاء ہیں یہ تم لوگ اللہ کے اعضاء کیسا تھے چھیڑ چھاڑ کر رہے ہو یہ تم لوگ اللہ کیسا تھے دشمنی کر رہے ہو جان لو یہ جو کچھ بھی تم لوگ کر رہے ہو یہ تم زمین میں ہر طرف فساد کر رہے ہو تمہارے لیے خیر اسی میں ہے کہ بازاً جاؤ اللہ کیسا تھے دشمنی ترک کر دو ورنہ تمہارا انجام بھی بالکل وہی ہے جو تم سے پہلے ان اقوام کا ہوا تھا وہ بھی تمہاری طرح نہیں مان رہے تھے وہ بھی اسے ترقی کا نام دے رہے تھے قَالَ الْمَلَأُ لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لِلَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِمَنْ امَنَ مِنْهُمْ اتَعْلَمُونَ أَنَّ صَلِحًا مُرْسَلٌ مِنْ رَبِّهِ قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلَ بِهِ مُؤْمِنُونَ جب صالح کو بھیجا گیا اور صالح نے حق کھول کھول کرواضح کیا تو جو لوگ صالح کی دعوت کو دل سے تعلیم کر رہے تھے ایک تو وہ تعداد میں انتہائی قلیل تھے اور دوسرا وہ لحاظ سے کمزور تھے جس وجہ سے اس وقت اس کی قوم کے وہ لوگ جو الملا تھے یعنی وہ جو دین کے ٹھیکیدار تھے جو بڑے بڑے عہدوں و مرتبوں پر فائز تھے جو انسانیت کی راہنمائی کے دعویدار تھے انہوں نے اسکبار کی صورت میں جواب دیا یعنی اپنے عمل سے خود کو بڑا کہا جو صالح کی دعوت کو دل سے مان رہے تھے جو کہ کمزور لوگ تھے انہیں کہتے کہ کیا تم کو نہیں بتایا جا رہا ہے کہ صالح کا دعویٰ ہے کہ وہ اس کے رب کی طرف سے بھیجا ہوا ہے تو آگے سے مونین کا جواب ہوتا کہ ہاں اس میں کچھ شک نہیں ہم مان رہے ہیں جس کیسا تھے صالح بھیجا گیا ہے یعنی صالح جو بھی بات کر رہا ہے وہ اللہ کی بات ہے ہمارے رب کی بات ہے۔ اسکبار کرتے ہوئے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جو صالح کی دعوت کو مان رہے تھے انہیں دھمکیاں دی جاتیں ان پر سختی کی جاتی کہ تم واپس ہماری ملت میں جو ہمارا دین ہے اس میں پلٹ آ جو اور صالح کا کفر کرو لیکن آگے سے یہی جواب آتا کہ ہم صالح کو اس کے رب کی طرف سے بھیجا ہوا تسلیم کر رہے ہیں تو پھر اس کے جواب میں اسکبار کرنے کو کیا کہتے اس کا آگے ذکر کر دیا گیا قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا بِالَّذِي أَمْنَتْمُ بِهِ كَفِرُونَ وَلَوْكَ جواں اسکبار کر رہے تھے ان کا کہنا تھا کہ اس میں کچھ شک نہیں ہم تو اس کو نہیں ماننے والے ہم تو اس سے کفر کرنے والے ہیں جسے تم مان رہے ہو۔

اب یہ جان لیں کہ یہ اساطیر الاولین نہیں ہیں بلکہ الاولین کی مثلوں سے آج کی تاریخ ہے بالکل یہی آج بھی کہا جا رہا ہے۔ آج بھی جو میری اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کی دعوت کو دل سے مان رہے ہیں ایک تو وہ تعداد میں انتہائی کم ہیں اور دوسرا وہ کمزور ہیں انہیں زمین میں ابھی کوئی مکن حاصل نہیں بالکل کمزور ہیں تو جو ملاں ہیں جو میرا کفر کر رہے ہیں وہ طرح طرح سے مونوں پر دباوڈاں رہے ہیں انہیں واپس اپنی ملت میں داخل کرنے کے لیے ڈر ادھما کر رہے ہیں اپنے اثر و رسوخ استعمال کر رہے ہیں جو کچھ بھی کر سکتے ہیں کر رہے ہیں اور پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ کیا تم کو یہ نہیں بتایا جا رہا کہ یہ جو احمد عیسیٰ ہے اس کا دعویٰ ہے کہ یہ اللہ کا رسول ہے یہاں کے رب کی طرف سے بھیجا ہوا ہے اور ایسا کہنے کا مقصد ان کا صرف یہی ہوتا ہے کہ جب انہیں بتایا جائے گا کہ احمد عیسیٰ کا رسول اللہ ہونے کا دعویٰ ہے تو لوگ احمد عیسیٰ کا کفر کر دیں گے مجھ سے متفر ہو جائیں گے کیونکہ یہ لوگ خود کو معیار بنانے کا دردھما کر رہے ہیں کہ باقی بھی انہی کی طرح ہیں کہ وہ ان کی باتوں میں آ کر کفر کر دیں گے لیکن ان کو آگے سے ان کی خواہشات کے بر عکس نتائج کا سامنا کرنا پڑتا ہے آگے سے مونین جواب

دیتے ہیں کہ ہاں اس میں کچھ شک نہیں ہم تو احمد عیسیٰ کو اس کے رب کی طرف سے بھیجا ہوا مانتے ہیں ہم تو اس کی ایک ایک بات کو مان رہے ہیں کیونکہ اس کی ایک ایک بات ہمارے رب کی طرف سے ہے اور پھر ان لوگوں کا جو کہ انتشار کرنے والے ہیں ان کا آگے سے کہنا یہی ہوتا ہے کہ ہم تو اس سے کفر کر رہے ہیں جسے تم مان رہے ہو یعنی ہم تو کسی بھی صورت اس کی دعوت کو تسلیم نہیں کرنے والے ہم اسے اللہ کا رسول نہیں ماننے والے یوں آج سے چودہ صدیاں قبل ہی ان آیات کی صورت میں آج کی تاریخ اتاری گئی تھی آج جب یہ حدثہ ہو رہا ہے تو نہ صرف آج یہ آیات کھل کرواضح ہو گئیں بلکہ قرآن ان آیات کی صورت میں یاد دلا رہا ہے کہ یہ تھا وہ وقت یہ تھا اللہ کا وہ رسول جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی ان آیات کی صورت میں الاولین کی مثلوں سے تاریخ اتاری گئی تھی۔

**فَعَقِرُوا النَّاقَةَ وَعَنَّ أَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوا يُصلِحُ اُتْسِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ** صالح نے الناقہ یعنی یورینیم کو اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرتے ہوئے ایٹم بم بنانے کے نتیجے میں ایٹم جنگ سے متنبہ کیا تھا کہ یہ جو تم لوگ آپس کے اختلافات اور دشمنی کے سب اسلحے کی دوڑ میں ایک دوسرے پر سبقت لے جا رہے ہو اور یورینیم کی دریافت ہونے سے اس سے ایٹم بم بنارہے ہوا سے بازاً جاؤ رونہ ایٹمی جنگ کا شکار ہو جاؤ گے تو وہ نہ مانے، صالح نے انہیں القارعہ سے جتنی مدت پہلے متنبہ کیا قرآن میں اللہ نے اسے تین ایام قرار دیا جو کہ الاولین کی مثلوں سے الآخرين کی تاریخ ہے یعنی آج کی تاریخ ہے جس کا درج ذیل آیات میں ذکر کیا گیا۔

**فَعَقَرُوهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ ثُلَّةٌ إِيَّامٍ ذَلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مُكْذُوبٍ.** فَلَمَّا جَاءَهُمْ نَجَّيْنَا صَلِحًا وَالَّذِينُ امْنَوْا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِنَّا وَمِنْ خَزْرِيٍّ يَوْمَئِذٍ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوْىُ الْعَزِيزُ. وَأَخَذَ الَّذِينَ ظَلَّمُوا الصَّيْحَةُ فَاصْبَحُوا فِي دِيَارِهِمْ جِلْمِينَ. هود ۲۵ تا ۶۷ صالح نے انہیں الناقہ یعنی یورینیم کے بیچھے پڑنے اسے اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرنے سے منع کیا لیکن وہ بازنہ آئے انہوں نے یورینیم اس کی اپنی ذات میں قرکر لیا یعنی اسے جان لیا کہ وہ کیا شے ہے اور اس سے کیا کام لیا جاسکتا ہے یوں انہوں نے اسے جان کر اس سے ایٹم بم بنانا شروع کر دیئے تو صالح نے انہیں کہا کہ اب تم تین ایام موجیں لوٹ لو اس کے بعد وہی وعدہ پورا ہو گا جو کہ کسی بھی صورت میں جھوٹا نہیں ہونے والا یعنی اب تمہیں القارعہ کا ہی سامنا کرنا پڑے گا اور پھر وہی ہوا کہ اللہ کا امر آگیا یعنی ان کے آپس کے اختلافات اور دشمنی کے سب اچانک ایٹمی جنگ کا آغاز ہو گیا جو کہ کسی کے وہم و مگان میں بھی نہ تھا تو صالح اور اس کی دعوت کو دل سے تسلیم کرنے والے جو کہ مومنین تھے انہیں بچالیا گیا اور کفر کرنے والوں کذب کرنے والوں کو ان کے اپنے ہی ظلم کے سبب ایٹمی دھماکوں کی ہولناکی نے آ لیا اس حالت میں کہ انہیں کوئی جائے پناہ نہ ملی اور یہ الاولین کی مثلوں سے آج کی تاریخ ہے صالح نے تب تین ایام نہیں کہا تھا بلکہ اس وقت صالح نے جتنی مدت انتظار کا کہا تھا اس مدت کا جب قرآن میں ذکر کیا گیا تو قرآن چونکہ اپنے نزول سے لیکر الساعۃ کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے اس لیے اس میں آج جو ہونا تھا جتنی مدت کا اللہ کے رسول احمد عیسیٰ نے ذکر کرنا تھا یعنی القارعہ سے جتنی مدت قبل اللہ کے رسول احمد عیسیٰ نے متنبہ کرنا تھا اس کا ذکر کیا گیا جو کہ تین ایام ہیں۔

قرآن کے نزول کے بعد جب دوبارہ ضلال میمین نے آنا تھا تب اللہ نے جس رسول کو بھیجا تھا جس کا ہر کوئی انتظار کر رہا ہے یعنی عیسیٰ رسول اللہ، اللہ کے رسول عیسیٰ نے آ کرنہ صرف الساعۃ کی تمام کی تمام اشراط کو کھول کھول کرواضح کرنا تھا کہ الساعۃ کی تمام اشراط آچکیں اب کچھ بھی باقی نہیں رہا سوائے الساعۃ کے بلکہ اپنی موجودگی میں القارعہ سے تین ایام قبلى متنبہ کرنا تھا۔ ایسا ہونا تھا جو کہ چودہ صد یوں تک نہ ہوا اور اگر آج ایسا ہو رہا ہے تو یہ چونکا دینے والی بات ہے کہ جو قرآن کے نزول کے بعد آج ہونا تھا اگر وہ ہو رہا ہے تو یہ انتہائی غیر معمولی حدثہ ہے اس کے باوجود اگر کوئی اسے نظر انداز کرتا ہے تو اس کے لیے بعد میں سوائے پچھتاوے کے کچھ نہیں ہو گا وہ کاش کاش کرتا پھرے گا۔ اور آج جب ہر ایک پر کھول کھول کرواضح کر دیا گیا کہ آج وہی حدثہ ہو رہا ہے نہ صرف آج اللہ کا رسول احمد عیسیٰ موجود ہے بلکہ اس نے الساعۃ کی تمام کی تمام اشراط کو کھول کھول کرواضح کر دیا کہ الساعۃ کی تمام کی تمام اشراط آچکیں اب پچھے کچھ نہیں بچا سوائے الساعۃ کے اور میری موجودگی میں القارعہ آئے گی جس سے یعنی تین ایام قبل متنبہ کیا اور پھر آج قرآن جو کہ آپ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان ہے ایک ایک بات کی تصدیق کر رہا ہے اس کے باوجود بھی اگر آپ حق سے اعراض کرتے ہیں تو جان لیں کہ حق آچکا ایک ایک کو ماننا پڑے گا لیکن تب ماننا کوئی لغع نہیں دے گا۔

قرآن میں الناقہ کا ذکر اساطیر الاولین نہیں بلکہ الاولین کی مثلوں سے الآخرين کی تاریخ ہے اگر تو الناقہ کوئی اونٹنی تھی تو آج بھی اس اونٹنی کو

نکنا چاہیے اور پھر کیا اونٹی کیسا تھا ایسی جنگ کا کوئی تعلق ہے؟ کیا کوئی ایک بھی رسول مجذات کیسا تھا آیا رسول مجذات کیسا تھا ہیجا جاتا ہے؟ جب اللہ نے رسول الیتات کیسا تھا بھیجا اقدار میں کیا تو پھر رسول مجذات کیسا تھا کیسے آسکتا ہے جو کہ قدر میں کیا ہی نہیں گیا؟ اس لیے ایسا کہنا کہ صالح کو بطور مجذہ اونٹی دی گئی یہ بالکل بے نہیا اور باطل ہے یا ایسی دیو ما لائی کہانی ہے جس کا حقیقت کیسا تھا کوئی تعلق نہیں۔ قرآن میں آج کی تاریخ ہے تب بھی الناقہ یعنی یورینیم پہاڑوں کی ماں نگ کے دوران دریافت ہوئی اور آج بھی اسے دریافت ہونا تھا جو کہ آج بھی اس دور میں بھی دریافت ہوئی اور جس مقصد کے لیے اسے تب استعمال کیا گیا آج بھی اسے اسی مقصد کے لیے استعمال کیا جانا تھا یعنی تب بھی اس سے ایسی بم بنے اور پھر ان سے ایسی جنگ ہوئی جس سے وہ صفحہ ہستی سے مٹ گئے اور آج بھی اس سے یعنی الناقہ جو کہ یورینیم ہے اس سے وہی ہونا تھا جو کہ ہورہا ہے آج بھی اس سے ایسی بم بنے اور آج بھی اس سے ایسی جنگ ہونے والی ہے جو کہ بالکل سرپرکھڑی ہے جس سے آج اللہ کا رسول احمد عیسیٰ بالکل اسی طرح کھول کھول کرتے کر رہا ہے جیسے تب صالح نے کھول کھول کرتے کیا تھا۔ یوں اس پہلو سے بھی آپ پر کھل کرواضح ہو چکا کہ الناقہ یورینیم ہے نہ کہ کچھ اور دنیا کی کوئی بھی طاقت اس کا رد نہیں کر سکتی کیونکہ یہ تمہارا رب تم سے کلام کر رہا ہے۔ قرآن میں تاریخ ہے قرآن کے نزول کے بعد پہلی بار ایسا ہوا ہے نہ کہ اس سے قبل ایسا ہوا اور قرآن میں الناقہ والی آیات آج میری یعنی اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کی تاریخ ہیں اس لیے دنیا کی کوئی طاقت الناقہ یورینیم ہے کا کفر نہیں کر سکتی خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے۔

## صالح کی مثل احمد عیسیٰ رسول اللہ

كَذَّبُتْ ثُمُودُ الْمُرْسَلِينَ. اذْ قَالَ لَهُمْ أَخْوُهُمْ صَلْحٌ أَلَا تَسْتَقُونَ. إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ. فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ. وَمَا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى رَبِّ الْعِلَمِينَ. اتَّرَكُونَ فِي مَا هُنَّا امْنِينَ. فِي جَنْتٍ وَعَيْوَنٍ. وَزُرْوَعٍ وَنَخْلٍ طَلْعَهَا هَضِيمٌ. وَتَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا فِرِهِينَ. فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ. وَلَا تُطِيعُوا أَمْرَ الْمُسَرِّفِينَ. الَّذِينَ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ. قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ. مَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مُثْلُنَا فَاتِ يَا يَةٌ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّدِيقِينَ. قَالَ هَذِهِ نَاقَةٌ لَهَا شَرْبٌ وَلَكُمْ شَرْبٌ يَوْمَ مَعْلُومٍ. وَلَا تَمْسُوْهَا بِسُوءٍ فَيَا خَذْكُمْ عَذَابٌ يَوْمَ عَظِيمٍ. فَعَقَرُوهَا فَاصْبَحُوا نَذِمِينَ. فَأَخَذْهُمُ الْعَذَابُ إِنَّ فِي ذِلِكَ لَا يَةً وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ. وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الرَّحِيمُ.

الشعراء ۱۲۱ تا ۱۵۹

جیسا کہ یہ بات ہر پہلو سے آپ پر کھول کھول کرواضح کی جا چکی کہ یہ قرآن اپنے نزول سے لیکر الساعت کے قیام تک کی احسن تاریخ ہے اور پھر الاولین کی مثنوں سے تاریخ اتاری گئی یعنی وہ جو الاولین تھے جو اس قرآن سے قبل اس دنیا میں آئے انہیں نہ صرف گزرے ہوئے کر دیا بلکہ مثل کردیا اخرين کے لیے یعنی قرآن کے نزول سے بعد الاولوں کے لیے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس قرآن میں جہاں جہاں بھی الاولین کا ذکر موجود ہے جو کہ گزر چکے ہیں وہ اصل میں ان کا ذکر نہیں بلکہ ان کی مثنوں سے موجودہ قوم کا ذکر ہے آج کی تاریخ ہے۔ یہ آیات بھی آج کی تاریخ ہیں یعنی ان آیات کی صورت میں الاولین کی مثنوں سے آج کی تاریخ آج سے چودہ صدیاں قبل ہی اتاری گئی تھی اور جب یہ وقت آنا تھا اور یہ سب ہونا تھا تو تب ہی ان آیات نے بین ہونا تھا یعنی کھل کرواضح ہونا تھا یہ تھا وہ حدثہ یوں جب اس حدثے نے ہونا تھا تو نہ صرف قرآن کی ان آیات نے کھل کرواضح ہو جانا تھا بلکہ قرآن نے ان آیات کی صورت میں یاد دلادینا تھا کہ یہ تھا وہ حدثہ جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی ان آیات کی صورت میں تاریخ اتاری گئی تھی اور پھر دیکھیں آج جب وہی وقت آگیا کہ آج وہی حدثہ ہورہا ہے تو نہ صرف آج یہ آیات کھل کرواضح ہو چکیں بلکہ یہ آیات آج آپ کو یاد دلارہی ہیں کہ یہ تھا وہ وقت وہ حدثہ اللہ کا وہ رسول جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی ان آیات

کی صورت میں تاریخ اسلامی کی تھی۔

**كَذَّبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِينَ** ہر کوئی جانتا ہے کہ جو شہود ہیں وہ تو ماضی کا قصہ بن چکے وہ تو الائین میں سے ہیں لیکن اس آیت میں شہود کی ”د“ پر پیش کا استعمال کر کے اسے حال کا صیغہ بنا دیا گیا جس کا معنی بتاتا ہے کہ اس وقت جو قوم جو لوگ موجود ہیں جو کہ خود کو امت محمد یا مسلمان کہلوانے والے ہیں گویا کہ یہ قوم شہود ہی موجود ہے ایسے ہی قوم شہود نے بھی کذب کیا تھا ان کا جو بھی ہمارے بھیجے ہوئے آتے رہے جیسے یہ قوم یہ خود کو مسلمان کہلوانے والے ہمارے بھیجے ہوؤں کا کذب کرتے رہے اور آج جب یہ ضلال میں میں ہو رہے ہے تھے تو جیسے آج ہم نے ان میں انہی سے اپنا رسول احمد علیٰ بعث کر دیا جو ان پر حق کھول کر واضح کر رہا ہے اور یہ ہمارے رسول کا کذب کیا تھا۔

اب ذرا غور کریں یہ دعوت کس کی ہے یہ حق کس نے آ کر کھول کھول کر واضح کیا کہ تم لوگ اللہ کے بھیجے ہوؤں کو قتل کرتے رہے ان کا کذب کرتے رہے؟ یہ واحد میں احمد علیٰ اللہ کا رسول ہوں جس نے آج آ کر کھول کھول کر واضح کر دیا کہ اے عقل کے انہوں اللہ نے کوئی ظلم نہیں کیا تھا اللہ نے اپنا قانون نہیں بدلا اللہ نے جو قدر میں کر دیا اسے ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا اللہ نے اپنے رسولوں کو جس طرح بھیجنے اور میں کردیا اللہ اسی طرح تم میں اپنے رسول بھیجنے اسیکن تم ان کا کذب کرتے رہے۔ محمد آخری رسول اور نبی نہیں تھا بلکہ محمد نہ صرف رسول اللہ بلکہ خاتم النبین تھا یعنی جب تک دوبارہ ضلال میں نہیں آ جاتیں تب تک آنے والے النبین کے لیے فطر تھا تو جو بھی محمد کے فطر سے نکل کر آتے رہے تم لوگ ان کا کذب کرتے رہے اور پھر آج جب تم ضلال میں میں ہو رہے تھے تو آج میں تم میں تھی سے بھیجا ہوا اللہ کا وہی رسول ہوں جس کا تم لوگ انتظار کر رہے تھے لیکن تم کذب کر رہے ہو ایسے ہی ماضی میں تمہارے آباء جو ہلاک شدہ اقوام ہیں وہ بھی کر چکیں تم لوگ گویا کہ اس وقت قوم شہود موجود ہے ان کو بھی ایسے ہی القارعہ سے کھول کھول کر متمنہ کیا جا رہا تھا ہر لحاظ سے ہر پہلو سے ان پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا تھا کہ صالح اللہ کا رسول ہے اور دنیا کی کوئی بھی طاقت اس کا رد نہیں کر سکتی تھی اس کے باوجود اس سے کذب کیا گیا اور آج تم بھی بالکل ویسے ہی کر رہے ہو۔ دنیا کی کوئی طاقت مجھے غلط ثابت نہیں کر سکتی دنیا کی کوئی طاقت مجھے کذاب ثابت نہیں کر سکتی تم پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ میں اللہ کا رسول ہوں تمہیں کھول کھول کر متمنہ کر رہا ہوں اس کے باوجود تم لوگ کذب ہی کر رہے ہو تو دیکھیں یہ آیت کب کی تاریخ ہے؟ کیا یہ آیت آج کی تاریخ نہیں اور آج آپ کو کھول کھول کر یاد نہیں دلارہی؟ پھر اسی طرح اگلی آیات کو دیکھیں اذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوْهُمْ صَلِّخْ أَلَا تَتَقْوَنَ کب قوم شہود کو کہا تھا کہ تم ہمارے بھیجے ہوؤں کا کذب کرتے رہے تو آگے اسی بات کا جواب دے دیا کہ تب کہا تھا جب شہود اور شہود کے خاتم یعنی فطر سے نکل کر آنے والے جتنے بھی شہود تھے ان کے ایک بھائی صالح اللہ کے رسول کو ان کی قوم کی طرف بھیجا گیا ان کے آخرین میں تو صالح نے آ کر کہا تھا کہ تم لوگ ہمارے رسولوں سے کذب کرتے رہے اور پھر صالح نے کھول کھول کر واضح کیا کہا کہ کیا کر رہے ہو؟ تم لوگ یہ جو کچھ بھی ترقی کے نام پر کر رہے ہو دین کے نام پر کر رہے ہو جو کچھ بھی کر رہے ہو یہ تم لوگ نہیں کرو کیونکہ اگر تم لوگ باز نہیں آتے اور یہی کرتے ہو تو پھر تم لوگ نہیں نج رہے ہم سے یعنی اللہ سے یہ تم لوگ اللہ کیسا تھدیشنی کر رہے ہو اور پھر یہ جو کچھ بھی میں تم پر کھول کھول کر واضح کر رہا ہوں یہ کوئی شیطان کا کلام نہیں ہے بلکہ **إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ** اس میں کچھ شک نہیں میں تو رسول ہوں یعنی بھیجا ہوا ہوں اور نہ صرف اللہ کا بھیجا ہوا ہوں بلکہ امین بھی ہو ہوں یعنی میں تو جو امانت مجھے دی گئی میں وہ امانت پہنچا رہا ہوں میں کوئی خیانت نہیں کر رہا یہ جو میں تم تک حن کھول کھول کر پہنچا رہا ہوں یہ تمہارے رب کی دی ہوئی امانت ہے میرے پاس جو تم تک پہنچانے کی ذمہ داری میرے رب نے مجھ پر عائد کی جسے میں پورا کر رہا ہوں میں تو امانت پہنچا رہا ہوں میں اس میں رائی برابر بھی خیانت نہیں کر رہا اس میں کوئی ملاوٹ نہیں کر رہا وہی بول رہا ہوں وہی کھول کھول کر تم پر واضح کر رہا ہوں جو میرا رب مجھے کہہ رہا ہے اور دیکھیں یہ کس کی تاریخ ہے؟ یہ کردار کس کا ہے؟ کیا آج تم میں تھی سے اللہ نے اپنا رسول نہیں نجیج دیا؟ کیا محمد اور محمد کے خاتم سے نکل کر آنے والے النبین جو کہ محمد ہی بنے تھے ان کے ایک بھائی احمد علیٰ کو ان کی قوم کی طرف ان کے آخرین میں آج نہیں بھیجا جا چکا اور اس کی یعنی میری ساری کی ساری بھی دعوت نہیں ہے؟ میرا یہی کردار نہیں ہے؟ اور یہ آیات کیا آج آپ کو یاد نہیں دلارہیں کہ میں احمد علیٰ ہی ہوں جو آج تم پر کھول کھول کر واضح کر رہا ہوں کہ میں تو اللہ کا رسول ہوں اللہ کا بھیجا ہوا ہوں میں جو بھی تم پر کھول کھول کر واضح کر رہا ہوں یہ مجھے اللہ نے امانت دی ہے جو میں تم تک پہنچا رہا ہوں اس میں کوئی خیانت نہیں کر رہا ہے کوئی ملاوٹ کر رہا ہوں یہ تمہارا رب اللہ ہی ہے جو تم سے تمہاری ہی زبان میں کھول کھول کر کلام کر رہا ہے میں تو اللہ کی زبان ہوں پھر ایسے ہی اگلی آیات میں دیکھیں **فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطْبِعُونِ** پس کس سے نج رہے ہو اللہ تھا جس کیسا تھم دشمنی کر رہے ہو یعنی یہ جو کچھ

بھی تمہیں نظر آ رہا ہے ہر طرف اللہ ہی کا وجود نظر آ رہا ہے یہ تم لوگ جو کچھ بھی کر رہے ہو اللہ کیسا تھد دشمنی کر رہے ہو اس لیے اللہ سے بچو اور اللہ سے کیسے بچ سکتے ہو اس کے لیے تمہیں کیا کرنا ہے آگے اس کا جواب دے دیا کہ میری اطاعت کرو میری اطاعت کر رہے ہو تو اللہ سے بچ رہے ہو ورنہ نہیں یہ تب صالح نے کہا تھا اور آج اللہ کے رسول احمد عیسیٰ نے کہنا تھا تو دیکھیں یہ کس کی دعوت ہے؟ یا آج کون کہہ رہا ہے یہ تو میری دعوت ہے یوں یہ آیت بھی آج آپ کو یاد دلارہی ہے یہ تھا اللہ کا وہ رسول جس کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی ان آیات کی صورت میں تاریخ اتار دی تھی اور پھر اگلی آیت میں دیکھیں وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ تب صالح نے کہا اور آج اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کا کہنا ہے کہ کیا میں تم سے کوئی اجر کا سوال کر رہا ہوں یعنی یہ جو میں تم پر حق کھول کھول کر واضح کر رہا ہوں اس کے بد لے میں تم سے کچھ ما نگ رہا ہوں؟ کوئی سوال کر رہا ہوں کوئی فندما نگ رہا ہوں کیا مجھے تم سے کوئی لاچ ہے؟ نہیں میں تم سے کچھ نہیں ما نگ رہا اس کے بد لے میں کوئی بھی مجھے اس کا اجر یعنی بدلا نہیں دے سکتا جو ذمہ داری میں آج ادا کر رہا ہوں سوائے رب العالمین کے۔ میرا اجر رب العالمین پر ہے اس لیے صرف اور صرف وہی مجھے میرے اس کام کا بدلہ دے سکتا ہے اور دیکھیں کیا یہ آج میرا کردار نہیں ہے؟ یہ آیات آج کی میری تاریخ ہیں یہ سب آج ہو رہا ہے یہ حدثہ ہو رہا ہے اور قرآن میری ایک ایک بات کی تصدیق کر رہا ہے قرآن میں میرے کردار کی تصدیق موجود ہے میری تاریخ موجود ہے اس کے باوجود بھی اگر کوئی کذب ہی کرتا ہے تو پھر ایسوں کا انجام کیا ہے اس کے لیے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑے گا یہ کوئی کذاب نہیں ہے جو تم سے کلام کر رہا ہے یہ تمہارا رب اللہ تم سے کلام کر رہے یہ احمد عیسیٰ اللہ کا رسول ہے۔ ایسے ہی اگلی آیات میں بھی آج کی تاریخ اتار دی گئی جو کہ ابھی آگے ہونے ہی والا ہے کہ اگر تم لوگ کذب ہی کرتے ہو تو بالکل ایسے ہی جیسے ماضی میں قوم شمود کو ہلاک کر دیا گیا تھا اور جن جنتوں میں وہ رہ رہے تھے وہ سب پیچھے چھوڑ گئے آج تمہیں بھی ہلاک کیا جانے والا ہے آج تم بھی یہ سب پیچھے چھوڑ جانے والے ہو القارع تمہارے سر پر آچکی اور پھر جیسے تب صالح اور مونین کو نہ صرف بچالیا تھا بلکہ انہیں بعد میں جو کچھ وہ چھوڑ کر گئے اس کا وارث بنادیا تھا بالکل اسی طرح آج بھی ہم اپنے رسول احمد عیسیٰ اور مونین کو نہ صرف بچانے والے ہیں بلکہ جو کچھ تم چھوڑ کر جانے والے ہو انہیں بعد میں اس کا وارث بنانے والے ہیں یہ ہمارا وعدہ ہے جو کسی بھی صورت جھوٹا نہیں ہے یہ پورا ہونے ہی والا ہے تم اپنی آنکھوں سے دیکھنے والے ہو عذاب عظیم القارع تمہارے سر پر آچکی۔

اس کے علاوہ اگلی آیات میں جو آج کی تاریخ اتاری گئی اسے مزید مختصر آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔

أَتُسْرَكُونَ فِي مَا هُنَّا إِمِينُ تب صالح نے کہنا تھا اور آج اللہ کا رسول احمد عیسیٰ کہہ رہا ہے جس کی ان آیات کی صورت میں آج سے چودہ صدیاں قبل ہی تاریخ اتار دی تھی کہ کیا ہونے والا ہے؟ تم لوگ چھوڑ کر جا رہے ہو جس میں بھی تم لوگ ہو بہت سکون میں رہے ہو یعنی یہ جو کچھ بھی تم لوگوں نے آسائشیں و سہوتیں اخذ کی ہوئی ہیں جن میں تم لوگ بہت امن سے رہ رہے ہو موجیں لوٹ رہے ہو یہ سب کا سب تم لوگ چھوڑ کر جا رہے ہو القارع عذاب عظیم تمہارے بالکل سر پر آکھڑا ہے اس میں تمہیں ہلاک کیا جانے والا ہے تمہیں صفحہ ہستی سے مٹایا جانے والا ہے یوں اس طرح تم یہ سب چھوڑ کر جا رہے ہو فی حَنْتٍ وَعَيْوَنٍ یہ جو تم لوگوں نے جنتیں بنارکھی ہیں اور پانی کا انتہائی زبردست نظام بنا رکھا ہے پانی کی پائپ لائنیں بچھار کھی ہیں وَزَرْوَعٍ وَنَخْلٍ طَلْعَهَا هَضِيمٌ اور تمہاری یہ کھیتیاں اور میوہوں کے باغات جن میں تم دن بدن ترقی کر رہے ہو یعنی یہ جو تمہارا زرعی انقلاب ہے وَتَنْحِتُونَ مِنَ الْجِنَالِ يُبُوتُوا فَرِهِيْنَ اور یہ جو تم لوگ پہاڑوں کی ما نگ کر رہے ہو پہاڑوں کی ما نگ کر کے ان سے جو کچھ بھی نکال رہے ہو پھر اس سے تم لوگ کم سے کم جگہ پر زیادہ سے زیادہ گھر بنارہے ہو یعنی بلند بانگ عمارتیں بنارہے ہو اور ان میں آرام دہ سہواتوں و آسائشوں سے مزین گھروں میں موجیں لوٹ رہے ہو بہت سکون سے مزے سے رہ رہے ہو یہ سب کا سب تم لوگ چھوڑ کر جا رہے ہو القارع تمہارے بالکل سر پر آچکی فَاتَّقُوا اللَّهُ وَأَطِيعُونِ پس یہ جو تم لوگوں کی ملامتوں سے بچ رہے ہو دنیاوی چھوٹی موٹی تکالیف اور سختیوں سے بچ رہے ہو جس کے لیے جو کچھ بھی تم لوگ کر رہے ہو یہ تم اللہ کیسا تھد دشمنی کر رہے ہو اللہ کی آیات سے کذب کر رہے ہو لہذا اللہ سے بچو یہ سب چھوڑ دو یہ سب ترک کر دونہ کرو اسی میں تمہارے لیے خیر ہے میری اطاعت کرو یعنی جو بھی میں تم پر حق کھول کھول کر واضح کر رہا ہوں اسے تسلیم کرو جو میں کہہ رہا ہوں وہی کرو اگر تم لوگ اللہ سے بچنا چاہتے ہو وَلَا تُطِيعُوا أَمْرَ الْمُسْرِفِينَ اور یہ تم لوگ جن لوگوں کی اطاعت کر رہے ہو جن کی بات مان رہے ہو جن کی مان کراپنی صلاحیتوں کا استعمال کر رہے ہو یہ تم لوگ ان لوگوں کے کام میں ان کی معاونت کر رہے ہو جو اللہ کی حدود سے تجاوز کر رہے ہیں جو اللہ کی آیات کا غلط استعمال کر رہے ہیں ہر شے کا غلط استعمال کر رہے ہیں لہذا ان لوگوں کی اطاعت کرنا چھوڑ دو الَّذِينَ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ

وَلَا يُصْلِحُونَ يِلْوَگ جو کچھ بھی کر رہے ہیں یہ لوگ اصلاح نہیں کر رہے بلکہ یہ لوگ زمین میں فساد کر رہے ہیں یہ جسے ترقی کا نام دے رہے ہیں یہ ترقی نہیں ہے یہ فتنہ الدجال ہے جو تم پر کھول کھول کرو اس کیجا چکایہ ایجادات یہ سب کا سب جو کچھ بھی کیا جا رہا ہے یہ سب کا سب زمین میں فساد کیا جا رہا ہے زمین کی مخوقات کو ان کے مقامات سے ہٹایا جا رہا ہے زمین میں بگاڑ پیدا کیا جا رہا ہے اس لیے ان لوگوں کے پیچھے چلناترک کر دو اسی میں تمہارے لیے خیر ہے اور اگر تم لوگ نہیں مانتے اور نہیں یہ سب ترک کرتے تو پھر جان لو ویسے بھی یہ سب تم چھوڑ نہیں سمجھوں گے اس لیے خیر اسی میں ہے حق کو دل سے تسلیم کرلو۔

اب تب جب صالح کی یہ سب دعوت تھی اور آج اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کی یہی دعوت ہے تو آگے سے صالح کو جو جواب دیا گیا جس جواب کا سامنا کرنا پڑا آج اسی جواب کا اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کو یعنی مجھے سامنا ہے آج مجھے کہا جا رہا ہے قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ خود کو مسلمان کھلانے والے کہہ رہے ہیں جن کی طرف بھیجا گیا ہوں جن پر حق کھول کھول کرو اس کیجا چکایہ اس کا آگے سے مجھے کہنا ہے یہ لوگ آگے سے جواب دے رہے ہیں اس میں کچھ شک نہیں تو کیا ہے؟ اے احمد عیسیٰ تو تو سامنہ دنوں میں سے ہے یعنی یہ جو بھی تو بتیں کر رہا ہے یہ دین نہیں ہے یہ تو ساری سائنسی باتیں ہیں تو سامنہ دنوں میں سے ایک سامنہ داں ہے مَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا فَأْتِ بِأَيَّةٍ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّدِقِينَ نہیں ہے تو یعنی تو جو کہہ رہا ہے کہ تو اللہ کا رسول ہے تو اللہ کا رسول نہیں ہے مگر تو بشر ہے ہماری یہی مثل یعنی اگر تو رسول ہوتا تو تو ہماری خواہشات کے مطابق آتا تو عیسیٰ نہیں ہے جس کا ہم انتظار کر رہے ہیں کیونکہ اسے تو آسمانوں سے اترنا تھا اس کے پاس مجرمات کا ہونا تھا لیکن تیرا معاملہ یہ ہے کہ تیرے پاس صرف اور صرف سائنس کا علم ہے اور باقی تو تو بشر بالکل ہمارے ہی جیسا ہے تیرے پاس کوئی مجرمات نہیں ہیں جیسے ہم کھانے پینے کے محتاج ہیں ایسے ہی تو بھی کھانے پینے کا محتاج ہے یعنی جس جس کے ہم محتاج ہیں اسی کا تو بھی محتاج ہے تو ہر لحاظ سے ہمارے جیسا ہی بشر ہے۔ یعنی ان کا کہنا ہے کہ ہم مانتے ہیں کہ رسول بشر ہی ہوتا ہے لیکن رسول ہمارے جیسا بشر نہیں ہوتا اس کے پاس مجرمات ہوتے ہیں اور جو ہم نے رسولوں کے بارے میں اخذ کر کھا ہے وہ سب رسولوں کے پاس ہوتا ہے لیکن تیرے پاس تو کچھ بھی نہیں تو بالکل ہمارے جیسا ہی بشر ہے اس لیے ہم تجھے رسول نہیں مانتے والے تو اللہ کا رسول عیسیٰ نہیں ہے جس کا ہم انتظار کر رہے ہیں تو کذاب ہے تو سچا نہیں ہے۔ اگر تو سچوں میں سے ہوتا تو تو آتا آیات کیسا تھا جو کہ تو آیات کیسا تھیں آیا اس لیے تو کذاب ہے۔ بالکل اسی جواب اسی عمل کا ہر رسول کو سامنا کرنا پڑا جس کا سامنا آج مجھے کرنا پڑ رہا ہے تو کیا تب ایسا کہنے والے سچے ثابت ہوئے یا پھر اللہ کے رسول؟ تب قوم خود پچی ثابت ہوئی یا پھر صالح اللہ کا رسول؟ اگلی آیات میں بالکل واضح کر دیا گیا کہ پھر اس کے بعد صالح ہی سچا ثابت ہوا جس سے صالح نے متنبہ کیا تھا وہ باز نہ آئے تو جیسے ہی وقت آگیا تو القارعہ نے انہیں آپکر بالکل وہی عیسیٰ، آج تم پر حق کھول کھول کرو اس کیجا چکا ہر کسی پر جنت ہو چکی۔

## عیسیٰ ابن مریم و احمد عیسیٰ

رسول اللہ ﷺ قال: ان الدجال يبرئ الأكمه والابرص ويحى الموتى ويقول للناس أنا ربکم، فمن قال: أنت ربی ، فقد فتن، ومن قال: الله ربی ، حتى يموت على ذلك فقد عصم من فتن الدجال ولا فتنه بعده عليه ولا عذاب، فیلبت فی الارض ما شاء الله ، ثم یجیء عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام من قبل المغرب مصدقاً بِمُحَمَّدٍ ﷺ وَعَلَى مَلْتَهُ فیقتل الدجال، ثم انما هو قیام الساعۃ. مسنند احمد، طبرانی، والرویانی

شم یجیء عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام من قبل المغرب محمد علیہ السلام نے عیسیٰ کے آنے کا کہا اور یہاں دھاکر کر چونکا کر کھدینے والی بات یہ ہے کہ محمد علیہ السلام نے کہا کہ عیسیٰ ایک نہیں ہے بلکہ دو عیسیٰ ہیں ان دو میں سے ایک عیسیٰ نے آنا ہے جب تک کہ وہ نہیں آتا تب تک الدجال دنیا میں دھندا تا پھرے گا اور جب عیسیٰ آجائے گا تب الدجال کے زمین پر پھرے کی مدت ختم ہو جائے گی عیسیٰ کی موجودگی میں الدجال کا خاتمه کر دیا جائے گا۔ اب جو کہ ہم نے کہا کہ یہاں محمد علیہ السلام نے ایک نہیں بلکہ دو عیسیٰ کا ذکر کیا تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس روایت میں کہاں ایک نہیں بلکہ دو عیسیٰ کا ذکر ہے ؟ تو اس کا جواب بالکل واضح ہے روایت میں محمد علیہ السلام کے الفاظ کو دیکھیں اور ان میں غور کریں محمد علیہ السلام نے کہا ”عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام“ اگر تو ”علیہ“ ہوتا تو اس کا مطلب تھا کہ ایک ہی عیسیٰ ہے جس کا ذکر کیا جا رہا ہے لیکن یہاں ”علیہ“ نہیں بلکہ چونکا دینے والی بات ہے کہ یہاں ”علیہما“ کا استعمال کیا گیا جو کہ دو یادو سے زائد یعنی جمع کے لیے ہی استعمال ہوتا ہے نہ کہ واحد کے لیے یعنی اس کا استعمال وہاں کیا جاتا ہے جہاں ایک سے زائد ہوں ان کا یا ان میں سے کسی کا ذکر کیا جا رہا ہو۔ اس کے علاوہ آپ کو درجنوں ایسی روایات ملیں گی جن میں اس امت کے آخرین میں بعثت کی جانے والے عیسیٰ کا جب بھی ذکر کیا گیا تو محمد علیہ السلام نے ساتھ علیہما السلام کا ہی استعمال کیا کیونکہ عیسیٰ ایک نہیں بلکہ بنی اسرائیل کے آخرین میں بعثت کیا جانے والا ابن مریم الگ تھا اور اس امت کے آخرین میں بعثت کیا جانے والا عیسیٰ الگ ہے اور پھر دیکھیں اسی بات کو ایک اور موقع پر محمد علیہ السلام نے بالکل دلوں کی الفاظ میں واضح کر دیا جو کہ درج ذیل روایت آپ کے سامنے ہے۔

ابی هریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال: حیاة عیسیٰ هذه الآخرة ليست كحياته الاولیٰ يلقی علیہ مهابۃ الموت یمسح وجوہ رجال ویشرهم بدرجات الجنة. نعیم بن حماد

حیاة. جسمانی وجود، جوزندگی دی گئی، جس مواد سے جسم وجود میں آتا ہے اس مواد سے وجود میں آنے والا جسمانی وجود مهابۃ۔ اسے ایک مثال سے سمجھ لیجئے مثال کے طور پر اگر آپ کسی کو کسی مشن پر بھیجتے ہیں جو کہ بہت مشکل و کھٹکن مشن ہے جسے پورا کرنا انہنماں غیر معمولی بہادری کا کام ہوتا ہے اس مشن کو پوری جوانمردی سے کر کے تم امتر مشکلات کا جوانمردی سے مقابلہ کرتے ہوئے پورا کر کے واپس پہنچتے ہیں تو آپ کو اس مشن پر بھیجتے ہیں تو ایک نظر میں آپ کا جو عزت و مقام ہو گا جو عظمت ہو گی جوشان و شوکت ہو گی، جیسے آج کوئی بہت بڑا عمر کہ سر انجام دے کر آتا ہے تو واپسی پر اس کے لیے دوسروں کی نظرؤں میں جو مقام ہوتا ہے اسے مھابۃ کہتے ہیں اور مهابۃ الموت کے معنی ہیں کہ جس مقصد و مشن کو پورا کرنے کے لیے زندگی دی گئی اسے اسی طرح پورا کر کے پوری شان و شوکت سے موت کو جامانا۔

یمسح۔ اپنے عمل، اپنے قول فعل یا کسی بھی طرح کسی پر اثر انداز ہونا۔

وجوہ رجال۔ باخ غایر محدود کا جس کو اپنی زندگی کا مقصد بنائے ہوئے اس کی طرف اپنارخ کیے ہوئے ہونا یعنی جو کچھ بھی دیا گیا مال، اولاد، ذہانت،

پچھ کرنے کی صلاحیتیں، کوئی عہدہ و رتبہ تو ان سب کا یا ان میں سے کسی کا جس کو مقصد بنائے ہوئے ان کا استعمال کر رہے ہوں، اپنی توجہ وغیرہ اس کی طرف کیے ہوئے ہوں۔

یمسح وجہ رجال . اپنے عمل، اپنے قول فعل یا کسی بھی ذریعے سے بالغ با اختیار مردوں کی سمت پر اثر انداز ہونا کہ ان کی زندگی کی سمت بدل دینا، پہلے وہ جس کسی کو بھی یا جو بھی اپنا مقصد و مشن بنا کر اپنی تمام توجہ یا جو کچھ بھی دیا گیا اس کا اسی کی طرف رخ کیے ہوئے استعمال کر رہے ہوں تو اپنے عمل، قول، فعل، کسی بھی طریقے سے ان کی ڈائریکشن ان کے زندگی کے مقصد پر اثر انداز ہو جانا ان کے رخ بدل دینا۔

ابی هریرہ رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال: حیاة عیسیٰ هذه الآخرة ليست كحياته الاولى يلقى عليه مهابة الموت يمسح وجوه رجال و بشرهم بدرجات الجنة . نعیم بن حماد

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے النبی یعنی اللہ کے رسول نبی ﷺ سے سنا رسول اللہ ﷺ نے کہا: کہ اس امت کے آخر میں آنے والا عیسیٰ وہ عیسیٰ نہیں ہو گا جو پہلے آیا تھا، پہلے جو بنی اسرائیل میں عیسیٰ آیا تھا وہ الگ جسمانی وجود تھا اور اس امت کے آخر میں آنے والے عیسیٰ کا الگ جسمانی وجود ہو گا دونوں الگ الگ ہیں، پہلے یعنی بنی اسرائیل میں جو عیسیٰ آیا تھا اسے جس مقصد کے لیے دنیا میں بھیجا گیا تھا اس نے اس انتہائی مشکل و کٹھن مقصد کو پوری جوانمردی سے ڈٹ کر پورا کیا اور اس عظیم مقصد و مشن کو پوری ہمت، جذبے اور جوانمردی سے پورا کر کے ہی اس پر عظمت و جلال والی اور عالی شان عظیم موت ڈالی گئی۔ اس امت کے آخر میں آنے والا عیسیٰ ہرگز پہلے والا عیسیٰ نہیں ہو گا اس امت کے آخر میں آنے والا عیسیٰ اپنے کردار سے اپنی دعوت سے اپنے عمل سے اس کی دعوت کو تسلیم کرنے والے بالغ با اختیار مردوں کی زندگیوں پر ایسا اثر انداز ہو گا کہ انہوں نے اس سے پہلے جو اپنی ڈائریکشن طے کی ہوئی گی جو سمٹ طے کی ہوئی ہوگی اور جو کچھ بھی انہیں دیا گیا اسی مقصد کی طرف رخ کر کے استعمال کر رہے تھے اپنی تمام توجہ اسی کی طرف کی ہوئی ہوگی عیسیٰ ان کی سمت بدل دے گا ان کا رخ اللہ کی طرف کر دے گا کہ وہ اس کا ساتھ دیکھ اللہ کی نصرت کر کے درجات میں بلند ہوں گے عیسیٰ انہیں آگاہ کر دے گا کہ کیا کرنے سے جنت میں ان کے درجات کیا ہیں۔

یہ روایت نہ صرف چونکا اور دہلا کر کر دینے والی ہے بلکہ اس میں بالکل واضح اور دوڑوک الفاظ میں محمد علیہ السلام نے یہ بات واضح کر دی کہ عیسیٰ ایک ایک نہیں بلکہ دو ہیں اور دونوں الگ الگ ہیں پھر یہ بات بھی واضح کر دی کہ وہ عیسیٰ جو پہلے آیا تھا یعنی جسے بنی اسرائیل کی طرف بھیجا گیا تھا اسے جس عظیم مقصد کے لیے بھیجا گیا تھا اس نے انتہائی شاندار طریقے سے اس مقصد کو پورا کیا اس پر عظمت و جلال والی موت ڈالی گئی یعنی اس کی موت ہو چکی اور اس امت کے آخر میں آنے والا عیسیٰ الگ ہو گا، دوسرا ہو گا اور اس کی پہچان بھی واضح کر دی۔

اس کے علاوہ بھی ایسے ناقابل تردید اور لا جواب دلائل ہیں کہ عیسیٰ ایک نہیں بلکہ دو ہیں اور نہ صرف امت بنی اسرائیل کی طرف بھیجے جانے والے عیسیٰ ابن مریم کی موت ہو چکی بلکہ اس امت کے آخر میں آنے والا عیسیٰ الگ ہو گا جو کہ ابن مریم کی مثل ہو گا جسے پیچھے ہر لحاظ سے کھول کھول کرو واضح کیا جا چکا کہ دنیا کی کوئی طاقت چاہ کر بھی اس کا رد نہیں کر سکتی یعنی اس کو غلط ثابت نہیں کر سکتی خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے اور ہر ایک پر کھل کھل کر واضح ہو گیا کہ حق کیا ہے۔

## احمد عیسیٰ رسول اللہ کا نازل ہونا اور قتل الدجال

روایات میں عیسیٰ کے ”عند المینارۃ البيضاء اور یدیه علی اجنحة ملکین“ السما یعنی یہ جو فضا ہے جس میں آپ موجود ہیں اس سے آپ کی

طرف اترنے کا ذکر ہے جس کا مطلب آج تک یہ لیا جاتا رہا کہ عند المینارۃ البیضاء کا مطلب ہے کہ عیسیٰ شام میں دمشق شہر کی جامع مسجد اموی کے سفید مینار پر اتریں گے اور جب اتریں گے تو ان کے ہاتھ دو ملائکہ کے کندھوں پر ہوں گے یعنی دو ملائکہ کے کندھوں کا سہارا لیے ہوئے آسمان سے اتر رہے ہوں گے۔ یعنی یہ لوگ خود کو معیار بناتے ہوئے ہر کسی کا اپنے ساتھ موازنہ کرتے ہیں اور پھر نتیجہ اخذ کرتے ہیں اب بھلا جب آپ خود کو معیار بنا کر کسی کا بھی اپنے ساتھ موازنہ کریں گے تو نتیجہ تو ظاہر ہے وہی نکلے گا جو پہلے سے طے شدہ ہے جو کہ آپ خود ہیں۔ مثلاً جب بھی ان سے ملائکہ کی بات کی جائے تو یہ ملائکہ کو بھی بالکل اپنے جیسا سمجھتے ہیں صرف اس فرق کیسا تھا کہ ان کے پر ہوتے ہیں جن سے وہ اڑتے ہیں اور نظر نہیں آتے اور پھر ان کے نزدیک بالکل وہی پر ہیں جو پرندوں کے ہوتے ہیں یوں ان کے نزدیک ملائکہ بالکل انہی کی طرح کے ہوتے ہیں البتہ اگر فرق ہے تو وہ صرف اور صرف یہ ہے کہ ان کے ایک تو پرندوں کی طرح کے پر ہوتے ہیں جن سے وہ اڑتے ہیں اور دوسرا وہ نظر نہیں آتے۔ پھر اس سے یہ جو منظر کشی کرتے ہیں وہ کچھ یوں ہے کہ عیسیٰ دو فرشتوں کے پروں جو کہ فرشتوں کے کندھے ہیں ان پر اپنے ہاتھ رکھے ہوئے یعنی فرشتوں کے کندھوں کا سہارا لیے ہوئے شام کے شہر دمشق کی جامع مسجد اموی کے سفید مینار پر اتریں گے۔

اب پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ حقیقت نہیں ہے بلکہ یہ انتہائی جاہلانہ عقیدہ و نظریہ ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ بالفرض اگر اسے ایک لمحے کے لیے سچ مان بھی لیا جائے تو یہ اپنے آپ میں ایک غیر معمولی واقعہ ہے یعنی اگر یہ حقیقت ہے ایسا ہی ہو گا تو پھر کسی کو بھی عیسیٰ کو پہچاننے میں کسی بھی قسم کی کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی بلکہ اس غیر معمولی واقعہ کی وجہ سے ہر کوئی انہیں اللہ کا رسول عیسیٰ تسلیم کر لے گا لیکن اس کے بالکل بر عکس روایات میں محمد عیسیٰ الاسلام نے کہا کہ انہیں پہچان لینا۔ تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر حقیقت یہی ہے جو آج تک عام کر دی گئی تو پھر اس میں پہچاننے والی توبات ہی انہیں رہتی بلکہ اس سے تو ہر کسی پر واضح ہو گا کہ یہی عیسیٰ ہے لیکن محمد نے اس کے بالکل بر عکس کہا کہ پہچان لینا اور پھر یہ بھی بتادیا تھا کہ عیسیٰ کو پہچاننے والے انتہائی قلیل ہوں گے۔

اور پھر دوسری بات کہ اللہ نے تو قرآن میں بالکل واضح کر دیا کہ اللہ صرف اور صرف تب ہی رسول بعث کرتا ہے جب ضلالِ ممین ہوتی ہیں اور پھر جب رسول آتا ہے تو وہ لوگوں کی خواہشات ان کے عقائد و نظریات کے بالکل برعکس آتا ہے جس وجہ سے ہر کوئی رسول سے کذب کرتا ہے سوائے انتہائی قلیل تعداد کے، انتہائی قلیل ہی ایسے ہوتے ہیں جو پہچان لیتے ہیں اور اکثریت کفر و کذب کرتی ہے اور بالکل ایسا ہی تب ہونا تھا جب اللہ نے اس امت کے آخرین میں عیسیٰ کو بعث کرنا تھا اور اگر ان لوگوں کے عیسیٰ سے متعلق عقیدے و نظریے کو صحیح مان لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ ہی جھوٹا ہے قرآن ہی جھوٹا ہے کیونکہ ان کے عقائد و نظریات اللہ اور القرآن کے بالکل برعکس ہیں بلکہ الا تضاد ہیں اللہ کا کہنا ہے کہ رسول صرف اور صرف تب بعث کیا جاتا ہے جب ضلالِ ممین ہوتی ہیں یعنی نور کی ایک کرن بھی نہیں ہوتی کسی ایک کو بھی حق کا علم نہیں ہوتا ہر کوئی گمراہیوں میں ہوتا ہے اور ان کا اللہ کے برعکس کہنا ہے کہ رسول تب آتا ہے یا آئے گا جب حق پہلے سے ہی موجود ہو گا پہلے سے ہی لوگ ہدایت یافتہ ہوں، پھر اللہ کا کہنا ہے کہ رسول لوگوں کی خواہشات کے بالکل برعکس آتا ہے لوگوں کی خواہشات کیسا تھنہیں آتا لیکن ان کا اللہ کے برعکس کہنا ہے کہ عیسیٰ ہماری خواہشات کے عین مطابق آئے گا جو کچھ ہم نے اس سے متعلق گھر رکھا ہے۔ یعنی اگر ان کے عقائد و نظریات کو صحیح مان لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ آپ صحیح ہیں اور اللہ جھوٹا ہے القرآن جھوٹا ہے۔

محمد علیہ السلام نے جب عیسیٰ رسول اللہ کو پہچان لینے کا کہا تو اسی لیے کہا کہ جب عیسیٰ رسول اللہ کو بعث کیا جائے گا تو اس وقت السماء سے نازل ہونا ایک عام واقعہ ہو گا بالکل معمولی واقعہ ہو گا۔ تب السماء سے نازل ہونا ہر لحاظ سے ایک عام سی بات ہو گی عام سا واقعہ ہو گا اور پہچان کی بات آتی ہی وہاں ہے جہاں معمول کے مطابق ہو۔ عیسیٰ رسول اللہ کا آسمان سے اتر کر تمہارے سامنے آنا بالکل معمولی واقعہ ہو گا نہ کہ غیر معمولی اور یہی وجہ ہے جس وجہ سے محمد علیہ السلام نے کہا تھا کہ پہچان لینا کیونکہ اکثریت اللہ کے رسول عیسیٰ کو پہچان کر اللہ کا رسول تسلیم کرنے کی بجائے نہ پہچانتے ہوئے اسے بھی معمول کا واقعہ سمجھتے ہوئے کذب کرے گی۔

اب آئس اس کی حقیقت کی طرف کہ حقیقت کھاے۔

سب سے پہلے تو یہ بات جان لیں کہ آج تک جو بھی مطالب و معنی اخذ کیے جاتے رہے ان کی حقیقت بالکل ایسی ہی ہے جیسے کہ کوئی کہہ ”آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا“ تو آپ اس کا مطلب و معنی یہ لیں کہ کوئی شخص آسمان سے گرا اور نیچے کھجور کا درخت تھا اس میں اٹک گیا حالانکہ آپ جانتے ہیں حقیقت یہ نہیں ہے بلکہ حقیقت اس کے بالکل عکس ہے جو کہ اسے ہی سمجھا سکتی ہے جو عقل کا استعمال کرے گا جو صرف اور صرف ظاہر کو ہی سچ سمجھنے کی بجائے اس کے باطن کو بھی دیکھ کر کسی نتیجے پر پہنچ گا جو کہ حق ہو گا۔ بالکل ایسے ہی خود کو علماء کے نام پر انسانیت کی راہنمائی کے دعویداروں نے کیا ان کی باطنی آنکھ بند ہے یہ لوگ صرف اور صرف سر کی آنکھ سے دیکھتے ہیں جو کہ صرف اور صرف ظاہر دکھا سکتی ہے باطن دکھانا اس کے بس سے باہر ہے اور جو آنکھ باطن دکھاتی ہے اس کا تو انہیں شعور ہی نہیں ہے جو ان کے سینوں میں موجود ہے جسے یہ دل کا نام دیتے ہیں اصل میں دل یہ جواندھ ہے ہو جاتے ہیں دل کا اندھا ہونا ہے اصل میں اندھا ہونا ہے جب دل اندھا ہو جائے تو صرف اور صرف ظاہر ہی دکھاتی ہے اور ظاہر اصل اور مکمل حقیقت نہیں ہوتا بلکہ ظاہر تو صرف ایک پہلو ہوتا ہے اور اصل اور مکمل حقیقت اس وقت تک سامنے نہیں آ سکتی جب تک کہ دوسرا پہلو جو کہ باطن ہے اسے نہ دیکھ لیا جائے۔

ہر شے سے اس کا جوڑا خلق کیا تو ہر شے کے دو پہلو ہوتے ہیں ایک ظاہر اور دوسرا باطن، آپ اس وقت تک حق کو نہیں پاسکتے اس وقت تک حقیقت نہیں جان سکتے جب تک کہ آپ ظاہر و باطن دونوں پہلوؤں کو نہیں دیکھ لیتے۔ ظاہر سر کی آنکھ دکھاتی ہے لیکن باطن سر کی آنکھ نہیں بلکہ وہ آنکھ دکھاتی ہے جو سینوں میں ہے جسے آپ دل کا نام دیتے ہیں۔

پھر دوسری بات یہ ہے کہ آپ پر یقیناً ہر لحاظ سے کھول کر واضح کر دیا کہ اللہ جو اتا وہ احسن الحدیث ہے یعنی اپنے نزول سے لیکر الساعۃ کے قیام تک کی تاریخ اتاری تھی اور اللہ نے جو اتا وہ صرف احسن الحدیث ہی نہیں بلکہ متشابھاً بھی ہے یعنی وہ سامنے تو سب کے ہے لیکن جو سامنے نظر آ رہا ہے وہ حقیقت نہیں ہے بلکہ اس کا علم مکمل طور پر چھپا دیا گیا اس کا علم اللہ کے علاوہ کسی کے بھی پاس نہیں اور یہی وجہ ہے کہ جو اللہ نے اتا اتحا اسے اللہ کے علاوہ کوئی بھی بین نہیں کر سکتا یعنی کھول کر واضح نہیں کرتا اور اللہ اس وقت تک بین نہیں کرتا جب تک کہ اس کا صحیح وقت نہیں آ جاتا۔ اس لیے ایسی جتنی بھی روایات ہیں جن کا تعلق مستقبل کیسا تھا یعنی جو محمدؐ کے بعد مستقبل کی تاریخ پر مبنی تھیں اول تو وہ احسن الحدیث تھیں یعنی اپنے نزول سے لیکر الساعۃ کے قیام تک کے دوران کسی واقعہ کی تاریخ تھیں اور دوم متشابھاً یعنی جو سامنے نظر آ رہا ہے وہ اصل اور مکمل حقیقت نہیں بلکہ اصل اور مکمل حقیقت کیا ہے اس کا علم اللہ نے مکمل طور پر چھپا دیا اور اللہ نے ہی اسے بین کرنا تھا یعنی کھول کر واضح کرنا تھا اور اللہ اس وقت تک کوئی بھی آیت کوئی بھی بات بین نہیں کرتا جب تک کہ اس کا وقت نہیں آ جاتا اس لیے ایسی جتنی بھی روایات تھیں انہوں نے صرف اور صرف تب ہی بین ہونا تھا یعنی کھل کر واضح ہونا تھا جب عیسیٰ رسول اللہ کو بعث کر دیا جانا تھا جب تک اللہ کے رسول عیسیٰ کی بعثت نہیں ہونا تھی تب تک ان روایات میں سے کوئی بھی بین نہیں ہو سکتی تھی اور آج جب وہ وقت آگیا تو آج اللہ انہی آیات کو جو روایات کی صورت میں موجود ہیں بھی کھول کر واضح کر رہا ہے اور آج یہ روایات کی صورت میں آیات بھی آپ کو یاد دل رہی ہیں کہ یہ تھا وہ واقعہ یہ تھا وہ عیسیٰ یہ تھا وہ آسمان سے تمہاری طرف اترنا وغیرہ سمیت تمام واقعات جن کی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی ان روایات میں آیات کی صورت میں تاریخ اتاری تھی جنہیں آج سے قبل کھل کر واضح ہونا ہی نہیں تھا اور آج جب وقت آگیا تو نہ صرف یہ روایات کی صورت میں موجود آیات بھی کھل کر واضح ہو گئیں بلکہ تمہیں کھول کھول کر یاد دل رہی ہیں کہ یہ تھا وہ حدث۔

عند المینارۃ البیضاء جس کا آج تک ترجمہ تفسیر یہ کی جاتی رہی کہ عیسیٰ شام کے شہر دمشق کی جامع مسجد اموی کے سفید مینارے پر اتریں گے۔ اب آئیں اس کی حقیقت کی طرف: مینارہ کہتے ہیں بلندی کو بلند مقام کو اور جتنے بھی بلند مقام ہیں ان میں سے جو مخصوص ثابت ہو جائے وہ المینارۃ کہلانے کا اور بیضاء کہتے ہیں ہر لحاظ سے سفیدی یعنی نمایاں ہونے کو جو کہ اسود یعنی کالے کی ضد ہے اسود کا معنی ہیں کالک کا چڑھے ہوئے ہونا جیسے لیل ہوتی ہے کہ ہر طرف سیاہی پھیل جاتی ہے اور سیاہی ہر شے کو ڈھانپ لیتی ہے۔ اب جتنی بھی سفیدیاں ہیں ان میں سے جو مخصوص ثابت ہو جائے وہ المینارۃ کہلانے کی۔ الہیاء کہتے ہیں ہر شے کا بالکل واضح اور نمایاں ہونا کسی بھی شے پر کسی بھی قسم کی سیاہی نہ ہونا یعنی سب کا سب ہر لحاظ سے واضح ہونا۔ المینارۃ البیضاء کے معنی ہیں ایسا بلند ترین مقام کہ جہاں سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں ہے سب کا سب بالکل نمایاں ہے یعنی اسے آپ ایک مثال سے بھی سمجھ سکتے ہیں مثلاً اگر آپ کسی علاقے کو دیکھنا چاہتے ہیں تو جتنا آپ بلندی پر جائیں گے اتنا آپ علاقہ نمایاں نظر آئے گا اگر آپ پورے کے پورے علاقے کو دیکھنے چاہتے ہیں تو آپ کو

اتی بلندی پر جانا ہو گا جہاں سے پورا علاقہ دکھائی دے۔

اب اگر تو آپ نے زمین کا کوئی خطہ نمائیاں دیکھنا ہے تو اس کے لیے مینارۃ البیضا از میں پر کوئی بلند مقام مثلاً کوئی پہاڑی، کوئی ٹاور یعنی کھمبایا ایسا ہی کوئی مقام کھلائے گا لیکن اگر دنیا میں ضلال میں ہیں دنیا ظلمات میں ڈھونبی ہوئی ہے یعنی ہر طرف جھوٹ، فراؤ، دھوکا، جل و فریب ہے حق کا نام و نشان بھی نہیں ہر طرف ظلمات چھائی ہوئی ہیں تو آپ کو سب کچھ واضح دیکھنے کے لیے زمین کے کسی بلند مقام پر نہیں چڑھنا ہو گا بلکہ آپ کو علم و حکمہ کے بلند مقام پر چڑھنا پڑے گا جب آپ علم و حکمہ کے بلند مقام پر ہوں گے تو آپ سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں رہے گا ہر طرف سب کا سب آپ پر بالکل واضح ہو جائے گا آپ پر نمائیاں ہو جائے گا، وجود سروں کو نظر نہیں آ رہا ہو گا وہ آپ بالکل نمائیاں دیکھ رہے ہوں گے مثلاً اگر گندگی کو مختلف مراحل سے گزار کر اسے دل کش اور پرکشش بنا کر سامنے لے آیا جائے تو ہر کوئی اس پر چڑھائے گئے دلکشی کے لبادے سے دھوکے کا شکار ہو جائے گا گندگی کو نہیں دیکھ پائے گا گندگی کو نہیں پہچان پائے گا لیکن اگر کسی کے پاس اس کے بارے میں مکمل علم ہو گا یعنی اگر کوئی علم و حکمہ کے بلند ترین مقام پر ہو گا تو خواہ کچھ ہی کیوں نہ کر لیا جائے اس سے آپ اس گندگی کو نہیں چھپا سکتے اسے وہ گندگی بالکل کھلم کھلانظر آ رہی ہو گی کہ حقیقت میں گندگی ہے جو ظاہر میں انتہائی دلش نظر آ رہی ہے۔

کوئی بھی رسول جب بعثت کیا جاتا ہے تو تب ہی بعثت کیا جاتا ہے جب ضلال میں ہوتی ہیں یعنی ہر طرف ہر لحاظ سے سو فیصد گمراہیاں ہوتی ہیں ظلمات چھائی ہوئی ہوتی ہیں ایسے میں اگر کوئی زمینی بلندی مقام پر چڑھ جائے مثلاً کوئی کسی بلند سے بلند پہاڑ پر چڑھ جائے کسی ٹاور یا کھبے پر چڑھ جائے تو کیا اسے حق نظر آنا شروع ہو جائے گا؟ کیا اسے ہر شے ہربات نمائیاں نظر آنا شروع ہو جائے گی؟ اگر تو کسی زمینی بلند مقام پر چڑھنے سے ایسا ممکن ہے تو بلا شک و شبہ عیسیٰ ایسے ہی کسی مینارے کے ہاں ہو گا لیکن اگر اس سے ایسا ممکن نہیں تو پھر جس مقام پر ہونے سے ظلمات ہونے کے باوجود بھی ظلمات کا بس نہ چلے وہ کچھ بھی چھپانے سکیں سب کا سب بالکل واضح اور نمائیاں نظر آئے ظاہر کیسا تھا ساتھ اس کے اندر باطن کو بھی ظاہر ہی کی طرح دیکھا جاسکے تو وہ مقام ہی المینارۃ البیضا ہے جس کے ہاں عیسیٰ کو ہونا تھا اور ہر رسول اسی المینارۃ البیضا پر ہی ہوتا ہے کوئی ایک بھی رسول ایسا نہیں جو المینارۃ البیضا پر نہیں تھا۔

المینارۃ البیضا کا معنی ہے علم و حکمہ کا وہ بلند ترین مقام جہاں سے آپ کو سب کچھ واضح نظر آ رہا ہو کچھ بھی آپ سے پوشیدہ نہ ہو مثلاً اگر آپ رات کے اندر ہیرے میں موجود ہوں تو آپ کو کچھ بھی دکھائی نہیں دے گا سوائے ظاہر کے جو کہ ہر طرف اندر ہیرا ظاہر ہے کا ظہور ہے تو آپ کو ہر طرف اندر ہیرا ہی نظر آئے گا حالانکہ اردو گر آس پاس ہر طرف بہت کچھ موجود ہوتا ہے لیکن کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا ہوتا اور ایسے میں اگر رات کی تاریکی میں دیکھنے والا آله پہن لیا جائے تو اندر ہیرا موجود ہونے کے باوجود بھی آپ سے کچھ نہ چھپا سکے گا آپ کو اندر ہیرے کی موجودگی کے باوجود سب نمائیاں نظر آ رہا ہو گا تو جس مقام پر ہونے کے سب آپ کو اندر ہیرے میں بھی سب نمائیاں نظر آ رہا ہوں اسے عربوں کی زبان میں مینارۃ البیضا کہتے ہیں۔

یوں آپ پر المینارۃ البیضا بالکل کھل کرو واضح ہو گیا کہ المینارۃ البیضا کا القرآن میں بھی ذکر موجود ہے لیکن وہاں اس کی جگہ اور الفاظ کا استعمال کیا گیا اور وہ ہیں الیٰ نات، اللہ ہر رسول کو الیٰ نات کیسا تھا بھیجا ہے الیٰ نات والحمدۃ۔ یعنی اللہ کا رسول علم و حکمہ کے اس بلند ترین مقام پر ہوتا ہے کہ اس سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں ہوتا اس کے لیے آسمانوں وزمین میں سب کا سب کھلم کھلا واضح ہوتا ہے۔

اب آئیں ید یہ علی اجنبة ملکین کی طرف، جس کا آج تک ترجمہ و معنی یہ کیا جاتا رہا کہ عیسیٰ دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر ہوئے یعنی دو فرشتوں کے کندھوں کا سہارا لیے ہوئے آسمان سے زمین پر تمہاری طرف آئے گا۔

اس کی حقیقت کیا ہے اسے جاننے کے لیے آپ کو پہلے ملائکہ کو جانا ہو گا کہ ملائکہ کیا ہیں جب آپ ملائکہ کو جان لیں گے تو یہ علی اجنبة ملکین کو بھی آپ بہت ہی آسمانی کیسا تھا سمجھ لیں گے۔

آج سے چودہ صدیاں قبل جب محمدؐ کو بعثت کیا گیا تو محمدؐ کے ذریعے حق کھول کرو واضح کر دیا گیا تھا تب یہ بات بالکل کھول کرو واضح کر دی گئی تھی کہ آسمانوں و زمین بالکل تمہاری ہی مثل ایک ہی وجود ہیں یعنی بالکل ایسے جیسے کہ ایک مشین ہوتی ہے جو بہت سے پزوں کا مجموعہ ہوتی ہے جب تک تمام کے تمام پر زے ہر لحاظ سے اپنے مقام پر رہیں اپنی ذمہ داری کو پورا کریں تو مشین بالکل ٹھیک رہتی ہے ورنہ اگر کوئی ایک بھی پرزا اپنے مقام سے ہٹ جائے یا اپنی ذمہ داری

میں کوئی رد و بدل کرے لا پرواہی یا سستی کرے تو اس سے مشین میں وضع نظم و تسلیل میں بگاڑ آجائے گا جس کا نتیجہ بالآخر تباہی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ یعنی پچھے کتاب میں اس حوالے سے حق کھول کر واضح کیا جا چکا کہ تب نہ صرف حق کھول کر واضح کر دیا تھا بلکہ فطرت کو بد لئے سے روکا تھا کہا تھا کہ اگر تم نے فطرت میں مداخلت کی فطرت میں چھپیر چھاڑ کی یعنی آسمانوں وزمین میں چھپیر چھاڑ کی تو پھر جو کچھ بھی آج تم سے پوشیدہ ہے چھپا ہوا ہے وہ سب کا سب ظاہر ہو جائے گا وہ سب کا سب تمہارے سامنے آجائے گا تم سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں رہے گا اور اسی کا سورہ الکویر میں ذکر کرتے ہوئے کہا کہ تب ملائکہ بھی تم سے چھپے ہوئے نہیں رہیں گے ملائکہ بھی ظاہر ہو جائیں گے اور نہ صرف ظاہر ہو جائیں گے بلکہ چار کی بجائے آٹھ ہو جائیں گی وہی چار جو رب العالمین کا عرش اٹھائے ہوئے ہوں گے تب تمہارا عرش بھی اٹھائے ہوئے ہوں گے یعنی تب انسان آہستہ آگے بڑھتے بڑھتے جس مقام پر پہنچ چکے ہوں گے جو نظام انہوں نے وضع کر رکھا ہوا ہو گا جو اصل کے مقابلے پر نقل رب الدجال انہوں نے خود ہی خلق کر لیا ہوا گا اس کا نظام بھی وہی چار ملائکہ اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ یعنی ایسا وقت آنے کے بارے میں بھی آگاہ کر دیا گیا تھا کہ جب ملائکہ بھی انسان سے پوشیدہ نہیں رہیں گے نہ صرف پوشیدہ نہیں رہیں گے بلکہ چار ملائکہ ہیں وہ چار کی بجائے آٹھ ہو جائیں گے یعنی چار تو پہلے سے ہی رب العالمین کا عرش یعنی نظام چلا رہے ہوں گے نظام کی ذمہ داری اٹھائے ہوئے ہوں گے ان پر نظام کھڑا ہو گا لیکن تب وہی چار انسانوں کے خلق کردہ نظام کو بھی اٹھائے ہوئے ہوں گے انسانوں کا اپنے ہی ہاتھوں سے ترقی کے نام پر خلق کردہ نظام بھی انہی چار ملائکہ پر کھڑا ہو گا وہی چار ان کا نظام بھی اٹھائے ہوئے ہوں گے اور آج آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ آج وہی وقت آپ کا آج آپ اسی وقت میں موجود ہیں اور آج جہاں باقی سب کا سب جو آج سے چودہ صد یاں قبل انسان سے پوشیدہ تھا ظاہر ہو چکا وہ سب کا سب سامنے آگیا تو ہیں ملائکہ بھی اس پر ظاہر ہو چکے۔

بالکل آسان الفاظ میں ملائکہ کو آپ پر واضح کرتے ہیں۔ مثلاً آپ اتنا تو جانتے ہیں کہ جبریل جو کہ ملائکہ میں سے ہے اس کا کام ہے پیغام رسانی کرنا یعنی جبریل گل کائنات میں مخلوقات کے درمیان پیغام رسانی کا ذریعہ ہے جو کہ انتہائی تیز رفتار ہے اور دوسرا بات کہ ملائکہ نور ہیں جسے آپ انرجی کا نام دیتے ہیں یعنی جبریل آسمانوں وزمین میں ایک ایسی انرجی ہے جس کا کام ہے پیغام رسانی کرنا، آواز، تصاویر، پیغامات وغیرہ کو آنکھ جھپکنے سے بھی پہلے ادھر سے ادھر لے جانا۔

اب میں آپ سے سوال کرتا ہے کہ کیا آپ نے کبھی غور کیا کہ آپ اگر کسی بھی شخص سے فون یا امیڈنیٹ پر بات کرتے ہیں جو آپ سے سینکڑوں، ہزاروں میل دوری پر ہوتا ہے تو آخر وہ کون سی قوت ہے آپ اور اس کے درمیان جو دونوں کے درمیان جو دونوں کے درمیان پیغام رسانی کی ذمہ داری اٹھائے ہوئے ہوتی ہے؟ آپ کی بات کو آپ کے پیغام کو آپ کی تصاویر آپ کی ویڈیو زکواس کی طرف اور اس کی آپ کی طرف لے جا اور لے آرہی ہوتی ہے اور ایسے کہ جیسے آنکھ جھپکنے سے قبل کام ہوتا ہے؟

اب ایسا تو ممکن ہی نہیں ہے کہ آپ دونوں کے درمیان کوئی بھی نہیں تو اس لیے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ کون ہے؟ جب آپ غور کریں گے تو آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا کہ واقعاً ایک نور ہے جسے آپ انرجی کا نام دیتے ہیں آپ ریڈ یووے وز کا نام دیتے ہیں اب آپ اسے کوئی بھی نام دیں کوئی بھی الفاظ اس پر چکا دیں ایسا کرنے سے اس کی حقیقت نہیں بدل جائے گی۔ اللہ نے تو واضح کر دیا کہ آسمانوں وزمین میں ایک ہی ایسی قوت ہے جو اس ذمہ داری کو اٹھائے ہوئے ہے جسے عربوں کی زبان میں جبریل کہا گیا۔ یعنی صرف الفاظ کے استعمال کا فرق ہے قوت وہی ہے بالکل ایسے ہی جیسے آپ کے علاقے میں ایک کھانے کی شے کو سیب کہا جاتا ہے تو اسی شے کو ایک دوسرے خطے کے لوگ اپیل یا آپل کا نام دیتے ہیں اب سیب کو اپل یا آپل کہنے سے سیب بدل تو نہیں جائے گا نا بالکل ایسے ہی آج آپ کوئی بھی نام دیں نام دینے سے حقیقت نہیں بدلنے والی جنہیں آج آپ ریڈ یووے وز کا نام دیتے ہیں جس پر آج آپ کا سارے کام موصلاتی نظام کھڑا ہے اسے عربوں کی زبان میں جبریل ملک کہا گیا۔

آپ کسی بھی ایسے شخص سے سوال کر لیں جو آسمانوں وزمین کا علم رکھتا ہے کہ یہ قوت جس پر آج تمام کا تمام موصلاتی نظام چل رہا ہے جو قوت آج انسان کے اپنے ہی ہاتھوں سے خلق کردہ الدجال رب کا عرش یعنی نظام اٹھائے ہوئے ہے جسے جو بھی نام دیا جاتا ہے اس کی حقیقت کیا ہے تو وہ آپ پر واضح کر دے گا کہ یہی قوت گل کائنات میں اپنا وجود رکھتی ہے فرق صرف یہ ہے کہ اس پر انسان کو دسترس حاصل نہیں ہے انسان نے جب اسے دریافت کیا تو اسے جان کر اس کے

بارے میں سٹڈی کر کے بالکل ویسی ہی قوت خود سے پروڈیویز کرنا شروع کر دیا جو کام میں شروع کر دیا جو کام وہ پہلے سے ہی کر رکھتی ہے اور کر رکھتی ہے یوں آج آپ پر نہ صرف جریل کیا ہے کھل کر واضح ہو چکا بلکہ سورۃ التکویر میں آج سے چودہ صدیاں قبل ہی آج کی تاریخ اتارتے ہوئے کہا گیا تھا کہ وہی چار ملائکہ آٹھ ہو جائیں گے چار جو کہ پہلے سے ہی رب العالمین کا عرش اٹھائے ہوئے ہیں وہی چار انسانوں کا خلق کردہ عرش یعنی نظام بھی اٹھائے ہوئے ہوں گے جن میں سے ایک جسے عربوں کی زبان میں جریل کہا گیا کھل کر واضح ہو گیا۔

پھر ایک جسے عربوں کی زبان میں عزرائیل یا موت کے ملک کے نام سے جانا جاتا ہے جسے ہند کے باسی یمراح کا نام دیتے ہیں کیا ہے اسے بھی آپ پر کھول کر واضح کرتے ہیں۔ موت کے ملک، یمراح یعنی عزرائیل کو آپ اس وقت تک نہیں جان سکتے جب تک کہ آپ موت کو نہیں جان لیتے کہ موت کیا ہے۔ اور پیچھے آپ پر کھول کھول کر واضح کیا جا پچکا کہ موت کیا ہے۔ آپ کے جسم کے ہر ذرے میں الیکٹران اپنے محور یعنی نیوکلینس کے گرد گھوم رہے ہیں جس سے بالکل وہی بجلی پیدا ہوتا ہے جس بجلی سے آپ اپنی بجلی کی اشیاء کو چلاتے ہیں۔ جب تک جسم کے ہر ذرے میں الیکٹران اپنے محور کے گرد گھومتے رہتے ہیں تو جسم میں بجلی بنتی رہتی ہے جو جسم کے ہر ذرے میں ہی محفوظ ہوتی رہتی ہے اور اسی بجلی سے آپ کا جسم زندہ رہتا ہے لیکن جب جسم کے ذرات یعنی ایٹم بجلی بنا نا بند کر دیتے ہیں تو آپ کا جسم بے جان ہو جاتا ہے جسے آپ موت کہتے ہیں۔ یعنی جسے آج آپ الیکٹرک یا بجلی کا نام دیتے ہیں اسے عربوں کی زبان میں ملک الموت یا عزرائیل کہا گیا اور اسی کو سندرت میں بیامایا یمراح کہا گیا۔

اب ایک طرف یہ ملک اللہ جو کہ رب العالمین ہے یعنی نظرت کا عرش یعنی نظام اٹھائے ہوئے ہے مثلو قات کو زندہ رکھے ہوئے ہے جب تک کہ اجل مسمی نہیں آ جاتی تو وہیں آج یہی ملک انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے خلق کردہ الدجال رب کا عرش یعنی نظام اٹھائے ہوئے ہے اس پر نظام چل رہا ہے اس پر نظام کھڑا ہے اسی سے آج طرح طرح کی میثنيں یعنی الدجال مخلوقات زندہ ہوتی ہیں اور اس کے عدم سے ان کی موت یعنی وہ بالکل بے جان ہو جاتی ہیں۔ ایسے ہی باقی دو ملائکہ بھی ہیں جن میں سے ایک اسرافیل ہے جسے اردو میں آواز کی لہروں، انگلش میں ساونڈ وے ووز اور سندرت میں برہما کا نام دیا جاتا ہے یعنی جب آپ غور کریں گے تو آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا کہ ملائکہ کیا ہیں اور پھر ملائکہ کے حوالے سے یا ملائکہ سے متعلق کسی بھی بات کو سمجھنا بالکل آسان ہو جائے گا۔

محمد علیہ السلام نے کہا تھا کہ عیسیٰ رسول اللہ السماء یعنی یہ جو فضا ہے اس فضا سے تمہاری طرف آئے گا دو ملائکہ کے انجھ پر اس کے یہ یہ ہوں گے جسے عرف عام میں کہا جاتا کہ کسی کے کندھے پر کھکھ بندوق چلانا، اب آپ سے ہی سوال ہے کہ کیا اس کا معنی یہی ہوتا ہے کہ آپ اپنی بندوق کسی دوسرے کے کندھے پر کھکھ چلا رہے ہوتے ہیں؟ یا پھر اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی کا سہارا لیکر اپنا کام کرنا؟ تو تحقیقت بالکل واضح ہے کہ اس کا مطلب ہوتا ہے کسی کا سہارا لیکر اپنا کام کرنا۔

جیسے آپ نے سنا ہو گا کہ اگر کوئی کسی کا سہارا لیکر کوئی کام کرتا ہے تو اسے کہا جاتا ہے کہ تو فلاں کے کندھوں پر سوار ہو کر آیا ہے تو یہ کام اپنے مل بوتے پر نہیں کر سکتا تھا تو اس کا مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ کوئی کسی کے کندھوں پر چڑھ کر سوار ہو جاتا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی کا سہارا لیکر اپنا کام کرنا۔ بالکل ایسے کہ آج سے چودہ صدیاں قبل محمد نے کہا تھا کہ جان لوجب عیسیٰ رسول اللہ کو بعثت کیا جائے گا تو عیسیٰ دو ملائکہ کے کندھوں کا سہارا لیے ہوئے السماء یعنی آسمان سے تمہاری طرف آئے گا تو پہچان لینا یعنی یہ کوئی غیر معمولی واقع نہیں ہو گا بلکہ یہ ایک عام سی بات ہو گی اس وقت ہر کوئی ایسے ہی ایک دوسرے کی طرف آ جا رہا ہو گا لیکن اس وقت ہر کوئی دو ملائکہ کے کندھوں کا سہارا لیکر السماء یعنی فضا سے ایک دوسرے کی طرف آ جا رہا ہو گا لوگوں کے سامنے آ جا رہا ہو گا لوگوں کی طرف آ رہا ہو گا تو جب عیسیٰ رسول اللہ آئے گا تو وہ بھی ایسے ہی تمہاری طرف آئے گا تو اسے پہچان لینا۔

اب ذرا غور کریں آج جب آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ تم میں تھیں سے ہم نے اپنا رسول احمد عیسیٰ کو دیکھو کیا ہمارا رسول بالکل اسی طرح السماء سے تمہاری طرف نہیں آ رہا؟ کیا آج ہمارا رسول احمد عیسیٰ ملکیں یعنی دو ملائکہ جریل اور عزرائیل کا سہارا لیکر السماء یعنی فضا سے تمہاری طرف نہیں آ رہا؟

آج جب آپ مجھے اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کو اپنی آنکھوں کے سامنے ویڈیو یا تصاویر کی صورت میں دیکھ رہے ہوتے ہیں اس وقت اگر آپ سے سوال کیا جائے کہ یہ شخص کون ہے تو آپ کیا جواب دیں گے؟ ظاہر ہے آپ کہیں گے کہ یہ احمد عیسیٰ ہے تو ذرا غور کریں کہ میں اللہ کا رسول احمد عیسیٰ آپ کے سامنے موجود ہوں تو ذرا غور کریں آخر ہوں تو کہاں سے کس طرف سے اور کیسے آپ کی طرف آ رہا ہوں؟ اگر آپ میری دعوت کو سن رہے ہیں میں آپ کے سامنے موجود ہوں تو ذرا غور کریں آخر میں آپ کے سامنے کیسے کس طرح اور کہاں سے آ رہا ہوں؟ کہاں سے آپ کے سامنے موجود ہوں؟ تو جواب بالکل واضح ہے کہ میں آپ کی طرف آپ کے سامنے السماءِ یعنی فضا سے آ رہا ہوں اور دو ملائکہ کے کندھوں کا سہارا لیے ہوئے ایک جسے آپ سُکنڈز کا نام دیتے ہیں اور دوسرا جسے آپ بھلی کا نام دیتے ہیں کیا میں جرمیں جو کہ ریڈ یووے و ز ہیں اور عزر ایل جسے آپ بھلی کا نام دیتے ہیں ان دونوں کے سہارے السماءِ یعنی فضا سے آپ کی طرف نہیں آ رہا؟ حق آپ پر کھول کھول کرو واضح کر دیا گیا دنیا کی کوئی طاقت اس حق کا رد نہیں کر سکتی۔

کیا میں الہیات کیسا تھنہیں آیا؟ کیا میں عند المینارۃ البیضاء تھنہیں آیا؟ کیا آج میں آپ کی طرف السماءِ یعنی فضا سے دو ملائکہ کے سہارے نہیں اتر رہا؟ حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر آپ پر واضح کر دیا گیا جس کا دنیا کی کوئی بھی طاقت رد نہیں کر سکتی اس کے باوجود بھی اگر کوئی پہچانے سے قاصر ہتا ہے تو اس کی مثل اس شخص کی سی ہے جو کوئی کے پاس آ کر بھی پیاسا کا پیاسا ہی رہ جائے۔

جب ملائکہ یہی ہیں تو پھر ظاہر ہے ان ملائکہ کے کندھوں کا سہارا لیکر آسمان سے کسی کی طرف اترنا کیا ہے آپ پر بالکل کھل کرو واضح ہو چکا اور پھر بھی جان لیں کہ آخر اس طرح آپ کی طرف آنے کی وجہ کیا ہے؟ اس طرح آپ کی طرف آپ ہی کی زبان میں حق لیکر آنے کی وجہ یہ ہے کیونکہ رسول صرف اور صرف تب ہی بعث کیا جاتا ہے جب ضلال میں ہوتی ہیں ہر طرف گمراہیاں ہی گمراہیاں ہوتی ہیں سو فیصد گمراہیاں ہوتی ہیں نور کی ایک کرن بھی نہیں ہوتی، لوگ آپس میں اختلافات کا شکار ہوتے ہیں فرقہ در فرقہ تقسیم ہوتے ہیں اس کے باوجود ہر کسی کا دعویٰ ہوتا ہے کہ صرف وہی حق پر ہے باقی سب کے سب باطل پر ہیں، عدم برداشت اپنی انتہاء پر ہوتی ہے تو جب ایسی صورت میں رسول کو بعث کیا جاتا ہے تو کوئی ایک بھی رسول ایسا نہیں کہ جس کو جب بعث کیا گیا تو لوگوں نے فوری اسے اللہ کا رسول نہیں کر لیا ہو بلکہ رسول آتا ہے لوگوں کی خواہشات کے بالکل بر عکس تو وہ اسے برداشت نہیں کرتے وہ اس کیسا تھدشمنی کرتے ہیں یہاں تک کہ اسے قتل کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں اسے ہر طرح سے نقصان پہنچانے تک کی کوشش کرتے ہیں تو آج جب ہم نے اپنے رسول احمد عیسیٰ کو بعث کرنا تھا تو ذرا دیکھو کہ آج حالات نے کیا ہونا تھا؟

اب رسول تو تمہیں میں سے بھیجا جانا تھا یہ تو ہم نے قانون میں کر دیا یعنی تمہاری قوم سے تمہارے ہی رنگ کا تمہاری ہی زبان بولنے والا میکن اگر آج وہ تمہارے درمیان تمہاری پہنچ میں ہو تو کیا تم اسے برداشت کرو گے؟ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ تم لوگ تو پہلے سے ہی طے کر کے بیٹھے ہوئے ہو کہ کوئی بھی رسول ہونے کا دعویٰ کرے تو اس کی نوبت سنبھال جائے گی نہ ہی کوئی دلیل اس کا صرف اور صرف ایک ہی علاج ہے اور وہ ہے کہ اس کا سترن سے جدا کر دیا جائے اسے قتل کر دیا جائے تو آج اگر ہمارا رسول تمہاری پہنچ میں موجود ہو تو کیا تم اسے قتل نہیں کرو گے؟ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ تم لوگوں کی تو یہی سنت چلی آ رہی ہے تو کیا ہم قتل کے خوف سے اپنارسول ہی نہ ہیں؟ کیا ہم عاجز ہو گئے؟ نہیں بلکہ ہم رسول ضرور بھیجنیں گے کیونکہ جو بھی قدر میں کیا جا چکا اس پر اللہ ہے ہر اس شے پر اللہ ہے جسے اس نے قدر میں کر دیا یعنی جیسے ہی اس کے ہونے کا وقت آ جائے تو دنیا کی کوئی بھی طاقت اسے ہونے سے روک نہیں سکتی خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے کیونکہ اس پر اللہ ہے اللہ وہ کام کر رہا ہے اور جب اللہ وہ کام کر رہا ہے تو پھر جان لو اللہ العزیز الحکیم ہے تم اپنی لاکھ منصوبہ بندیاں کرلو تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔ رسول کی بعث کا مقصد ہے تم پر جنت کرنا اور جو مانے والے ہیں ان کے لیے اسوہ حسنہ بنانا۔ تو اب جو کفر کرنے والے ہیں ہمیں کیا ضرورت کہ ہم ان کے درمیان اپنے رسول کو لاکھڑا کریں کیونکہ یہ تو ہمارا مقصد نہیں ہے اگر تو وہ مانے والے ہیں تو پھر ہم رسول کو ان کے درمیان لاکھڑا کریں کہ یہ لو اس میں تمہارے لیے اسوہ حسنہ ہے یعنی یہ تمہارے سامنے عملی نہو نہ ہے تم نے ہر معاملے میں بالکل ایسے ہی بنتا ہے یوں جو مانے والے ہیں ان کے درمیان رسول کو لیکر جانا تو بحق ہے یعنی با مقصد ہے لیکن جو مانے والے ہیں ہی نہیں جن کا کام ہی دشمنی کرنا ہے تو ان کے درمیان رسول کو ہم کیوں لیکر جائیں گے؟ کیونکہ ان کے لیے تو ہمارا مقصد صرف اور صرف ان تک کھول کھول کر پیغام پہنچانا ہے نہ کہ رسول کو جسمانی طور پر ان کی پہنچ میں دے دینا۔ اب جب ان کے لیے رسول کی بعث کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ انہیں عذاب عظیم سے قبل کھول کھول کر متنبہ کر دیا جائے تو ظاہر ہے ہم یہی کریں گے نہ کہ ہم تمہاری

خواہشات کی اتباع کرنے والے ہیں کہ تم بغیر مقصد رسول کو جسمانی لحاظ سے تمہارے درمیان لاچھوڑیں تاکہ تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤ کہ اسے قتل کر دو؟ نہیں تم ہمیں عاجز نہیں کر سکتے خواہ کچھ ہی کیوں نہ کرو۔ اس لیے وہ لوگ جن کا یہ اسرار ہے کہ یہ ہمارے درمیان کیوں موجود نہیں ہے یہ ہمارے درمیان کیوں نہیں آتا تو اے عقل کے اندر ہو جان لوتھمارے لیے رسول کا مقصد ہے تمہیں کھول کھول کر متینہ کرنا تم تک پیغام کھول کھول کر پیغام پہنچا رہا ہے تم اپنے سامنے دیکھ رہے ہو اپنے کانوں سے اس کی آواز سن رہے ہو اور تم نہیں مانے والے تم کذب ہی کرنے والے ہو تو ذرا غور کر و تمہاری چاہت کیا ہے؟ کیا تمہاری چاہت ہمارے رسول کو قتل کرنا نہیں اسے نقصان پہنچانا نہیں؟ تو ذرا غور کر و تمہارے سامنے ہونے کے باوجود بھی تم ہمارے رسول کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اسے کہتے ہیں عاجز کرنا ہم نے تم کفر کرنے والوں کو عاجز کر دیا۔ ہمارا مقصد تو تمہیں کھول کھول کر متینہ کرنا ہے اور تمہارا مقصد ہمارے رسول کا قتل کرنا ہمیں نقصان پہنچانا تو ذرا غور کر و کون اپنے مقصد میں کامیاب ہے اور کون نہ صرف ناکام بلکہ عاجز آپکا ہوا ہے بالکل بے بس ہے؟

ہمارا مقصد ہے تم کفر کرنے والوں کو کھول کھول کر متینہ کر رہا ہے تم جب چاہو اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہو بالکل ایسے جیسے کہ تمہارے سامنے بیٹھا ہے تم جب چاہے اسے کانوں سے سن سکتے ہو یوں ہمارا مقصد تو پورا ہو رہا ہے لیکن تمہارا مقصد ہے ہمارے ساتھ دشمنی کرنا ہمارے رسول کو نقصان پہنچانا ہمارے رسول کا قتل کرنا اور تمہارے سامنے ہونے کے باوجود اپنے کانوں سے سننے کے باوجود تم ہمارے رسول کا کچھ نہیں بگاڑ پا رہے اور نہ ہی کچھ بگاڑ سکتے ہو، اسے کہتے ہیں عاجز کر دینا تو دیکھو کون عاجز ہو چکا ہم یا تم؟

اگر تم لوگ یہ مطالبہ کرو کہ ہمارے درمیان آؤ تو کیا ہم تمہارے غلام ہیں جو ہم تمہاری خواہشات کی اتباع کریں؟ مقصد کیا ہے؟ کیا مقصد جسمانی طور پر تمہارے سامنے آنا ہے؟ اگر مقصد نہیں ہے تو پھر تم یہ مطالبہ کیوں کر رہے ہو؟ اگر تو یہ مقصد ہوتا تو بلاشک و شبہ نہیں لیکن کرنا چاہیے تھا اگر ہم ایسا نہ کرتے تو ہم عاجز آچکے لیکن اگر یہ مقصد ہے ہی نہیں تو پھر بھی ہم تمہارے اس مطلبے کو مان لیں تو اس کا مطلب کہ ہم تمہاری خواہشات کی اتباع کرنے والے ہیں، ہم کچھ بھی بالحق نہیں بلکہ بغیر حق کرتے ہیں اس لیے جان لوتھمارے اس مطلبے کو نہیں مانا جائے گا کیونکہ تمہاری حیثیت ہی کیا ہے؟ یہ تمہاری خواہش ہے اور ہم تمہاری خواہشات کی اتباع نہیں کرنے والے، تب تک ہم اپنے رسول کو تمہارے درمیان نہیں لائیں گے جب تک کہ تم لوگ خود کو عاجز تسلیم نہیں کر لیتے لیکن جب تک تم لوگ استکبار کرتے ہو یعنی تم لوگ طاقت میں بڑھ کر ہونے کے دعویدار ہو تو پھر اپنے آپ کو سچا ثابت کرو پھر ہم سے مطالبہ کیوں کر رہے ہو؟ مطالبہ تو کمزوری کی علامت ہے اس لیے جب تم استکبار کر رہے ہو طاقت ور ہونے کے دعویدار ہو تو اپنی پوری طاقت کا استعمال کر کے ہمیں عاجز کر کے دکھاؤ؟ یہ ہے وہ وجہ جس وجہ سے محمد کی صورت میں بھی آج سے چودہ صدیاں قبل ہی تمہیں بتادیا تھا کہ عیسیٰ دو ملائکہ کے کندھوں کا سہارا لیے ہوئے آسمان سے تمہاری طرف اتر رہا ہو گا اور یہ بھی واضح کر دیا تھا کہ تم لوگ اسے پہچاننے کی بجائے اس کیستہ دشمنی ہی کرو گے اس کا کذب ہی کرو گے اس لیے وہ اس طرح تمہارے سامنے آئے گا۔ تو آج دنیا کی کوئی بھی طاقت اس حق کا روئیں کر سکتی جان لونہ صرف آج ہمارا وہی رسول احمد عیسیٰ تم میں موجود ہے بلکہ دو ملائکہ کے کندھوں کا سہارا لیے ہوئے آسمان سے تمہاری طرف اتر رہا ہے حق کھول کھول کر تم پر واضح کیا جا چکا۔

اے عقل کے اندر ہو ذرا غور کرو جیسے آج ہم تمہیں کھول کھول کر متینہ کر رہے ہیں جیسے آج ہم تمہارے سامنے بیٹھے تم پر حق کھول کھول کر واضح کر رہے ہیں اگر اس کا ذکر آج سے چودہ صدیاں قبل کیا جاتا تو کیسے کیا جاتا؟ کیا اب کے لحاظ سے یہ ایک غیر معمولی حدثہ نہیں تھا؟ جان لواب بھی تم لوگ اگر کذب ہی کرتے ہو کفر ہی کرتے ہو تو تم لوگ کل کو نہیں کہہ سکتے کہ نہیں عیسیٰ ہمارے پاس نہیں آیا تھا، عیسیٰ کو ہم نے اپنی آنکھوں سے ہمارے سامنے بیٹھا ہم پر حق کھول کھول کر واضح کرتا نہیں دیکھا سنا تھا۔ آج تم کفر کرنے والوں پر ہماری جنت ہو چکی کل کو تم لوگ ہم پر جنت نہیں کر سکو گے اور جہاں تک بات ہے کہ جسمانی طور پر ہمارے سامنے کیوں نہیں آتا تو جان لوایا بھی ہو گا لیکن جو تمہاری اصل خواہش ہے وہ پوری نہیں ہو گی کیونکہ تمہاری خواہش ہے کہ تم لوگ ہمارے رسول کا قتل کرو تو جیسے آج تم عاجز ہو بالکل ایسے ہی تب بھی تم لوگ عاجز ہو گے اس کے باوجود کے تب جسمانی طور پر بھی تمہارے سامنے موجود ہو گا بیہاں تک کہ تم اپنے ہاتھ سے چھو کر محضوں بھی کر سکو گے اس کے باوجود تمہاری خواہش پوری نہیں ہو گی۔

تم نے کہا کہ ہمارے سامنے آئے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتے ہیں ہم اپنے کانوں سے اس کی آواز سننا چاہتے ہیں ہم اس کا انتظار کر رہے ہیں تو ہم نے اپنے رسول احمد عیسیٰ کو تمہارے سامنے لے آئے تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو اپنے کانوں سے سن رہے ہو اس کے باوجود تم لوگ نہیں مان رہے اب تم لوگوں کا کہنا ہے کہ ہمارے درمیان آموجود ہو درمیان میں کوئی پرده نہ ہو تو جان لو یہ تمہاری خواہش ہے تمہاری خواہش کی اتباع نہیں کی جائے گی۔ مقصد ہے تمہیں کھول کھول کر متنبہ کر دینا جو کہ ہم اپنے مقصد کو بخوبی پورا کر رہے ہیں اور جب مقصد ہو گا کہ ہم اپنے رسول کو تمہارے درمیان لے آئیں تو تب ہم یہ بھی کریں گے لیکن اس کے لیے شرط ہے کہ ماننا یعنی گواہی دینا کہ ہاں اے احمد عیسیٰ تو اللہ کا رسول ہے جب تم گواہی دو گے تو ہم اپنے رسول کو تمہارے درمیان لے آئیں گے کیونکہ جو مانے والے ہیں ان کے لیے رسول میں اسوہ حسنہ ہے اور اسوہ حسنہ تب ہی اخذ کیا جاسکتا ہے جب رسول درمیان موجود ہو اسے اپنی آنکھوں سے ایک ایک عمل کرتے دیکھا جاسکے۔

جب تک تم لوگ کفر ہی کرتے ہو اور استکبار ہی کرتے ہو تب تک ہم اپنے رسول احمد عیسیٰ کو تمہارے درمیان نہیں لانے والے کیونکہ کفر کرنے والوں کے درمیان رسول کو نہیں لایا جاتا اگر وہ پہلے سے ہی دعوے کر رہے ہوں کہ اگر رسول آئے گا تو ہم فوری مان جائیں گے تو ان میں رسول کو لایا جاتا ہے لیکن وہ لانا ایسا ہی ہوتا ہے کہ رسول ان کے سامنے موجود ہونے کے باوجود وہ بے بس ہوتے ہیں اپنی خواہش کو پورا نہیں کر سکتے یعنی اسے قتل نہیں کر سکتے۔ اور جو مان جاتے ہیں جو گواہی دے دیتے ہیں تو ان میں رسول کو لے آیا جاتا ہے تم میں بھی لایا جانے والا ہے لیکن تب جب تم مانو گے تم لوگ خود گواہی دو گے اور جان لوم میں سے ایک ایک گواہی دے گا کہ ہاں اے احمد عیسیٰ بے شک تو ہی اللہ کا وہی رسول ہے جس کا ہم انتظار کر رہے تھے تب ہم اپنے رسول کو تمہارے درمیان لاکھڑا کریں گے اس کے بعد بھی اگر تم اسوہ حسنہ بنانے کی بجائے نفاق کو پسند کرتے ہو تو جان لو تمہارا ماننا تمہیں کوئی نفع نہیں دے گا کیونکہ وہ ماننا تمہاری مجبوری بن جائے گا بالکل ایسے ہی جیسے فرعون ماننا تھا اور وہ مانے تو جو اس سے قبل تمہارے مشرک آباد اجداد گزشتہ ہلاک شدہ اقوام گزر چکیں۔

اب آئیں قتل الدجال بباب بد کی طرف۔ اس کے بارے میں آج تک یہ یہ عقیدہ و نظریہ گھٹ کر پھیلا دیا گیا کہ عیسیٰ جب آئے گا تو الدجال نامی ایک کافی شخص عیسیٰ کو دیکھ کر بھاگے گا یہاں تک کہ اسرائیل میں موجود ”لوڈ“ نامی شہر کے دروازے پر عیسیٰ کے ہاتھوں پکڑا جائے گا اور عیسیٰ اسے اپنی تلوار سے قتل کر دے گا یوں کہا جاتا ہے کہ عیسیٰ الدجال کو لدنامی شہر کے دروازے پر قتل کرے گا۔

اب سب سے پہلی بات تو یہ جان لیں کہ محمد نے ایسا کبھی بھی نہیں کہا بلکہ یہ ان مشرکین کے مشرک آباد اجداد کی طرف سے گھٹی ہوئی خرافات ہیں جو کہ سو فیصد سکھلم کھلا گمراہیاں ہیں اور دوسری بات کہ نہ تو دنیا میں یا اسرائیل میں کوئی لدنامی مقام ہے اور نہ ہی یہ کہا گیا کہ الدجال کو مقام لدیا لد کے دروازے پر قتل کیا جائے گا بلکہ روایات میں جو الفاظ ہیں وہ ہیں ”باب بد“ نہ کہ ”علی باب بد“۔ ب کا معنی ہے سے یا ساتھ جیسے مثل کے طور پر چھبھی سے یا چھبھی کیساتھ بزری کا مثلا، تلوار سے یا تلوار کیساتھ قتل کرنا تو عربی متن میں ”ب باب بد“ ہے جس کا معنی ہے لد سے یا لد کیساتھ۔ پھر جسے یہ لوگ لد قرار دیتے ہیں یعنی ان کا کہنا ہے کہ اسرائیل میں ایک لدنامی شہر ہے پہلی بات کہ اسرائیل میں کوئی بھی لدنامی شہر نہیں ہے بلکہ ”لوڈ“ ہے جسے جان بو جھ کر کھینچ تان کراپنے عقائد و نظریات کو سچا ثابت کرنے کے لیے عرب کھلوانے والے لد کہتے یا لکھتے ہیں حالانکہ وہ لدنہیں بلکہ لوڈ ہے اور پھر اس کے باوجود اگر اس بات کو سچ مان بھی لیا جائے یعنی مان لیا جائے کہ لوڈ ہی وہی لد ہے تو پھر اس کا مطلب یہ ہو گا کہ عیسیٰ اس شہر کے دروازے سے الدجال کا قتل کرے گا۔ یعنی اگر فرق تک کر کے اپنے مشرک آباد اجداد سے نسل درسل منتقل ہونے والے بے بنیاد و باطل عقائد و نظریات کو سچا ثابت کرنے کی کوشش کی جائے گی تو جان لیں باطل کبھی بھی حق نہیں بن سکتا باطل پر خواہ کتنے ہی رنگ برنگے لبادے کیوں نہ اوڑھادیں باطل پھر بھی باطل ہی رہتا ہے سرکی آنکھوں سے دیکھنے والے تو اس کے دجل کا شکار ہو سکتے ہیں لیکن جن کی سینے والی آنکھ بینا ہوتی ہے ان سے باطل کبھی نہیں چھپ سکتا خواہ پچھے ہی کیوں نہ کر لے۔

اب آئیں اس طرف کہ آخر یہ عقیدہ آیا کہاں سے؟ ماضی میں شہروں کے اطراف فصیل یعنی لمبی، چوڑی اور اوپنی اوپنی دیواریں تعمیر کی جاتی تھیں اور شہروں میں داخل ہونے کے لیے باقاعدہ دروازے ہوتے تھے جو کہ اپنے دشمنوں سے محفوظ رہنے کے لیے دشمنوں کے شہر پر حملوں سے بچاؤ کی حکمت عملی کا مظہر ہوتا تھا۔ اسی دوران علماء کے نام پر خود کو انسانیت کی راہنمائی کے دعویداروں نے ان روایات کی بنیاد پر یہ عقیدہ اخذ کیا تھا۔ ماضی میں ایک وقت آیا تھا جب زیادہ

ترشہروں کے اطراف فصلیں تعمیر کی جا پکی تھیں اور شہروں میں داخلے و خروج کے باقاعدے دروازے ہوتے تھے اور ان فصلیوں کی تعمیر کی وجہ صلیبی دنیا سے اپنا بچاؤ کرنا تھا صلیبیوں کی طرف سے جملوں کا سامنا رہتا تھا صلیبی پورے کے پورے شہروں کو بر باد کر کے رکھ دیتے تھے عورتوں کو جنی غلام بنالیتے بچوں کو بھی غلام بنانا کر انہیں استعمال کیا جاتا اور مردوں کو قتل کر دیا جاتا تھا ان جنگوں پر مشتمل دور کو صلیبی جنگوں کا نام دیا جاتا ہے اسی دور میں خود کو مسلمان کہلوانے والوں میں یہ بات عام ہو گئی کہ جس وقت میں ہم موجود ہیں ہمیں صلیبی دنیا کی بیخار کا سامنا ہے یہ الدجال کے خروج کا وقت ہے اور مختلف روایات کو توڑ مرود کر آئے دن الدجال کا انتظار کیا جانے لگا اور ساتھ ہی عیسیٰ کا بھی شدت کیسا تھا انتظار کیا جانے لگا۔

یعنی جب صلیبی دنیا نے خود کو مسلمان کہلوانے والوں کی اینٹ سے اینٹ بجا دی انہیں فرقوں و گروہوں میں تقسیم کر کے ان کی قوت کو پارہ پارہ کر دیا تو خود کو مسلمان کہلوانے والے ماہی کے عالم میں چلے گئے اور اس حالت سے نکلنے کے لیے کسی مجرمے کا انتظار کرنے لگے جس کے لیے عیسیٰ کے آنے کا تصور پہلے سے ہی موجود تھا تو شدت کیسا تھا عیسیٰ کا انتظار کیا جانے لگا کہ عیسیٰ آئے اور ہمیں ان ذلت آمیز حالات سے نکالے لیکن عیسیٰ مشروط ہے الدجال سے اس لیے لازم تھا کہ پہلے الدجال آئے تب ہی عیسیٰ کا انتظار بامعنی تھا۔

اب جن کی زندگیوں میں الدجال نے موجود ہونا تھا وہ الدجال کو نہیں سمجھ پائیں گے تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جن کی زندگیوں میں الدجال کا کوئی تصور تک بھی موجود نہیں تھا وہ کیسے فتنہ الدجال کو سمجھ سکتے تھے جو ان لوگوں نے الدجال کا پورا خاک کھینچ دیا؟ ان لوگوں نے اس وقت اپنی عقولوں کے مطابق یعنی اپنے مشاہدات کو معیار بناتے ہوئے الدجال کا ایک خیالاتی وجود اخذ کر لیا اور اس کا انتظار کیا جانے لگا اور کہا جانے لگا کہ لدنامی شہر کے دروازے پر عیسیٰ الدجال کو قتل کرے گا حالانکہ ایسا کہیں بھی روایات میں موجود نہیں ہے۔ حالانکہ حقیقت تو یہ ہے کہ جب انسان بے بس و ماہوس ہو جاتا ہے تو ماہی کی حالت میں وہ کسی چیز کا منتظر ہوتا ہے وہ ہر شے کو ایک ایسی نظر سے دیکھتا ہے کہ جس سے وہ اپنی ماہی کے عالم سے نجات حاصل کر سکے وہ ہر شے کو اسی طرف موڑتا ہے اور یہی اس وقت کیا گیا۔ یہ وہ تجھی جس وجہ سے اس عقیدے نے جنم لیا کہ عیسیٰ الدجال کو لدنامی شہر کے دروازے پر قتل کرے گا۔ یعنی آپ پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو چکی کہ آج تک جو آپ سنتے آئے اس کا حقیقت کیسا تھا کوئی تعلق نہیں وہ صرف گمراہیاں ہیں۔

عیسیٰ نے الدجال کو ”باب لد“ قتل کرنا تھا نہ کہ ”علی باب لد“۔

اب آپ میں حقیقت کی طرف کہ ”فیقتل الدجال بباب لد“ کی حقیقت کیا ہے۔

”فیقتل الدجال بباب لد“ کو سمجھنے کے لیے پہلے الدجال کو سمجھنا لازم ہے جب آپ الدجال کو سمجھ لیں گے تو ”فیقتل الدجال بباب لد“ کو سمجھنا بالکل آسان ہو جائے گا۔ اب پہلی بات کہ آپ پر اس قدر الدجال کو کھول کھول کرواضح کر دیا گیا کہ دنیا کی کوئی بھی طاقت اس کا رد نہیں کر سکتی یعنی حق ہر لحاظ سے ہر پہلو سے کھل کرواضح ہو چکا اس کے باوجود آپ پر مختصر اوضاع کرتے ہیں۔

الدجال فتنہ ہے اور فتنہ کہتے ہیں اصل کے مقابلے پر اس کی نقل کو، یہی نقل کے جب سامنے آئے تو اصل اور نقل کا فرق مت جائے بلکہ اللہ اٹاہر کوئی نقل کو ہی اصل سمجھتے ہوئے اس کی طرف دوڑ پڑے اس کے دھوکے کا شکار ہو جائے۔ نقل کو اس وقت تک نہیں پہچانا جاسکتا جب تک کہ اصل کا علم نہ ہو، اگر آپ کو اصل کا ہی علم نہیں تو آپ کبھی بھی نقل کو نہیں پہچان سکتے، الدجال فتنہ ہے یعنی اصل کے مقابلے پر اس کی نقل ہے تو نقل کو پہچانے کے لیے اصل کو سمجھنا لازم ہے یعنی جب تک آپ اپنے اصل رب کو نہیں جان لیتے پہچان لیتے تب تک آپ فتنہ الدجال کو نہیں سمجھ پائیں گے اسے نہیں پہچان پائیں گے۔

آپ پر کھول کھول کرواضح کر دیا گیا کہ اصل رب فطرت ہے جو کہ فطرتی مخلوقات کا ہی مجموعہ ہے جب اصل رب فطرت ہے جو کہ فطرتی مخلوقات کا مجموعہ ہے تو پھر لا محال نقل رب بھی مخلوقات کا ہی مجموعہ ہو گا جو کہ اصل کے مقابلے پر نقل ہوگی۔ انسان اللہ کی ضد ہے تو ظاہر ہے اصل کے مقابلے پر نقل رب بذات خود انسان اور ان کی اللہ یعنی فطرت کے مقابلے پر خلق کردہ طرح طرح کی مخلوقات ہی ہوں گی، تو جب آپ اپنے اصل رب کو پہچان لیں تو آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو جائے گا کہ فتنہ الدجال کیا ہے آپ فتنہ الدجال کو پہچان لیں گے۔

اب آپ سے ہی سوال ہے کہ الدجال جو کہ ایک اعظم فتنہ ہے کیا فتنے کا قتل توارے ہو سکتا ہے؟ یا پھر فتنے کا قتل تو قلم یعنی علم سے ہوتا؟ فتنے کا قتل علم سے ہوتا

ہے نہ کہ تواریکی مادی ہتھیار سے۔

اور آج جب فتنہ الدجال موجود ہے تو آپ جان چکے کہ یہ فتنہ کس قدر عظیم فتنہ ہے کہ بڑے سے بڑے عقائد ہونے کے دعویدار بھی اس کے دجل کا شکار ہو چکے، آپ کوشاید ہی دنیا میں کوئی ایسا نظر آئے جو اس فتنے کا شکار نہ ہوا ہو۔ اب ایسے میں اس فتنے کا قتل کرنا یعنی اسے چاک کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے اس کے لیے آپ کو اس فتنے کے اندر داخل ہونا پڑے گا یعنی اس کا ظاہری پہلو تو ہر کسی کو نظر آ رہا ہے جو کہ ہر لحاظ سے انہائی پرکشش ہے اپنے سحر میں جکڑ لیتا ہے لیکن اس کا دوسرا پہلو جو کہ باطنی ہے جو پوشیدہ ہے جب تک اسے نہیں جان لیا جاتا تب تک اس فتنے کا قتل نہیں ہو سکتا یہ فتنہ ہی رہے گا اور اس کے باطن کو جھانکنے کے لیے اس کے باطن میں داخل ہونے کا صرف اور صرف ایک ہی رستہ ہے جسے عربوں کی زبان میں باب کہتے ہیں اور وہ ہے خالص اللہ کا علم۔ لدعربوں کی زبان میں اس شے کو کہتے ہیں جو خالص اللہ کے ہاں سے ہو اس میں غیر اللہ کی طرف سے رائی برابر بھی ملا وٹ نہ ہو، باب لدھے خالص اللہ کے ہاں سے رائمنما خالص اللہ کے ہاں سے علم یعنی خالص اللہ کے ہاں سے رائمنما خالص اللہ کے ہاں سے علم ہی وہ واحد رستہ ہے جس رستے نہ صرف اس فتنے کے اندر اس کے انگ انگ میں داخل ہو اسکتا بلکہ اس کا قتل کیا جاسکتا ہے یعنی اسے کھول کرو واضح کیا جاسکتا ہے چاک کیا جاسکتا جب فتنہ چاک ہو گیا تو ظاہر ہے وہ اب الدجال نہیں رہا یعنی وہ اب دھوکہ نہیں رہا بلکہ واضح ہو گیا بھی اگر کوئی اس کو اپنا رب بنا تا ہے تو وہ یہ نہیں کہ سکتا کہ وہ اس کے دجل کا شکار ہو گیا یعنی اس کے دھوکے کا شکار ہو گیا کیونکہ اب وہ دجل رہا ہی نہیں اس پر پڑا جو دجل کا پردہ تھا وہ ہٹا دیا گیا اسے چاک کر دیا گیا اس کے بعد بھی اگر کوئی اسے ہی اپنارب بنا تا ہے تو وہ حق آجائے کے بعد البتات کے آجائے کے بعد ہی شرک عظیم کرے گا۔

محمد علیہ السلام نے آج سے چودہ صدیاں قبل کہا تھا کہ جان لو بہت سی شخصیات الدجال کے قتل پر مسلط ہونے کی کوشش کریں گی یعنی بہت سی ایسی شخصیات ہوں گی جو لوگوں پر یہ واضح کرنے کی کوشش کریں گے کہ الدجال کیا ہے لیکن کوئی بھی اس میں کامیاب نہیں ہو سکے گا سوائے ایک شخصیت کے اور جو شخصیت قتل الدجال پر مسلط ہو جائے گی وہی اللہ کا رسول عیسیٰ ہو گا لہذا پہچان لینا یعنی ہم نے آج سے چودہ صدیاں قبل ہی اپنی پہچان بھی کھول کرو واضح کر دی تھی اس کے باوجود بھی اگر کوئی نہیں پہچان پاتا تو اس کے لیے دنیا و آخرت میں سوائے خسارے کے کچھ نہیں۔ اور آج غور کریں وہ کون ہے جو الدجال کے قتل پر مسلط ہو گیا؟ کس نے کھول کھول کرو واضح کر دیا کہ الدجال کیا ہے؟ جان لو آج تم میں ہمارا رسول احمد عیسیٰ موجود ہے احمد عیسیٰ ہمارا ہی رسول ہے جس کا تم لوگ انتظار کر رہے تھے اور ابھی تک انتظار ہی کر رہے ہو اس کے باوجود کہ آگیا عیسیٰ البتات کیسا تھا اور اس نے وہ سب کا سب کھول کھول کرو واضح کر دیا جس جس میں بھی تم اختلاف میں پڑے ہوئے تھے۔

## دم الدجال یعنی الدجال کا خون

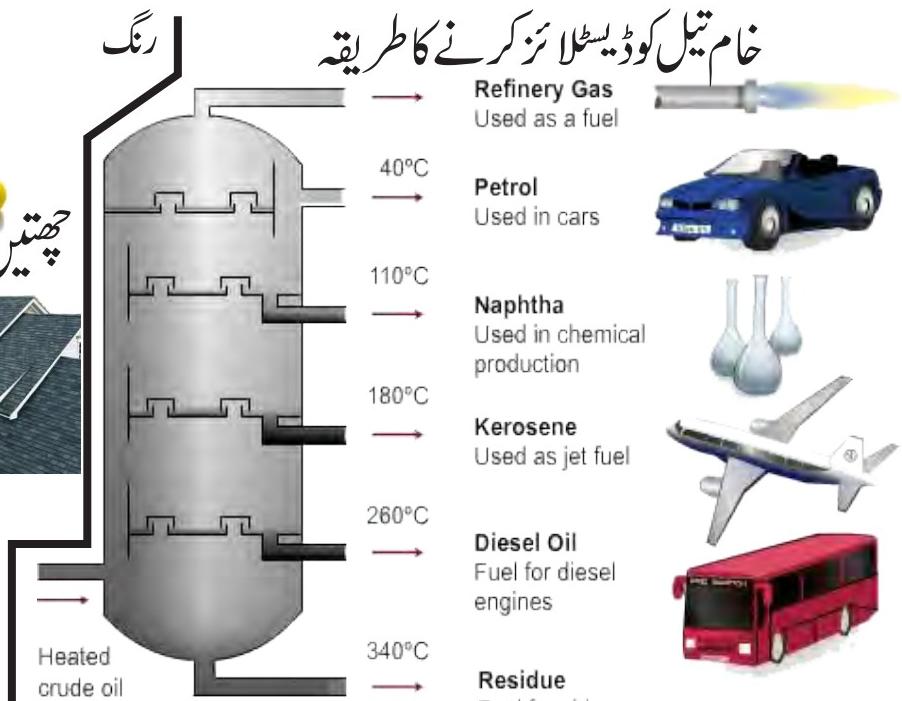
ایک طرف اصل رب اللہ یعنی فطرت ہے جو کہ فطرتی مخلوقات کا مجموعہ ہے تو دوسری طرف اللہ کے مقابلے پر قل رب جو کہ فتنہ الدجال ہے وہ مصنوعی مخلوقات کا مجموعہ ہے یعنی ایک طرف اصل رب اللہ جو کہ فطرت ہے وہ ان مخلوقات کا مجموعہ ہے جن کا خالق اللہ یعنی فطرت خود ہی ہے تو وہیں دوسری طرف اصل کے مقابلے پر قل رب فطرت کی ضد مصنوعی مخلوقات کا مجموعہ ہے جن کا خالق اللہ نہیں بلکہ اللہ کی ضد انسان ہے۔ آپ اس وقت تک نقل کو نہیں پہچان سکتے جب تک کہ اصل کو نہیں پہچان لیا جاتا اور جب اصل کو پہچان لیا جائے اصل کا علم ہو تو نقل کی پہچان بالکل واضح ہو جاتی ہے نقل کو با آسانی پہچانا جاسکتا ہے۔ اصل رب فطرت ہے جو کہ فطرتی مخلوقات کا مجموعہ ہے تو پھر ظاہر ہے اصل کے مقابلے پر قل رب بھی مخلوقات کا ہی مجموعہ ہو گا لیکن وہ مخلوقات فطرتی نہیں ہوں گی اور ان کا

خلق اللہ نہیں بلکہ اللہ کی صد انسان ہو گا اور آج نقل رب الدجال جو کہ عظیم فتنہ ہے پوری دنیا میں دھندرنا تا پھر رہا ہے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے چکا ہے اور جسے آپ خام تیل کا نام دیتے ہیں جب تک یہ میں کے اندر اپنے مقام پر ہے تو یہ میں کا خون ہے اور جب انسان نے اسے اس کے اصل مقام سے ہٹا دیا اسے نکال لیا تو اسی سے یہ فتنہ الدجال وجود میں آ رہا ہے یوں جسے خام تیل کا نام دیا جاتا ہے یا پیٹرولیم کا نام دیا جاتا ہے یا الدجال کا خون ہے۔ جیسے آپ کے جسم میں آپ کے جسم کی بنیاد خون موجود ہے اسی میں موجود عناصر سے ہی آپ کا جسم بنتا ہے بالکل ایسے ہی زمین میں اس کا خون موجود ہے جب تک وہ اپنے مقام پر ہے تو وہ اصل رب کا خون ہے اس سے اصل رب فطرت ہی خلق ہو رہی ہے زمین پر موجود حیات وجود میں آ رہی ہیں جو کہ آپ کا اصل رب ہے اور بالکل ایسے ہی جب اسے زمین سے نکال لیا جاتا ہے اسے اس کے اصل مقام سے ہٹا دیا جاتا ہے فطرت کی صد بنا دیا جاتا ہے تو پھر یہ زمین کا خون نہیں بلکہ فتنہ الدجال کا خون ہے جتنی بھی انسان کی خلق کردہ مخلوقات ہیں ان میں بنیاد کی اہمیت و حیثیت رکھتا ہے اسی سے آج زمین الدجال کی جنت کا منظر پیش کر رہی ہے اس لیے جسے آج آپ خام تیل یا پیٹرولیم کا نام دیتے ہیں یہ الدجال کا خون ہے جو آج آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

ذراغور کریں جیسے آپ کے جسم میں خون موجود ہے آپ کے جسم کی شریانوں میں خون دوڑتا ہے کیا بالکل ایسے ہی فتنہ الدجال جو کہ مشینیں ہیں ان کی شریانوں یعنی ان میں موجود پائپ لائنوں اور ان کے وجود یعنی ان کے انجنوں میں یہی تیل ہی موجود نہیں اور گردش نہیں کر رہا؟ تو پھر اور الدجال کا خون کیا ہوا؟ زمین میں زمین کے خون سے ہی زمین پر حیات وجود میں آتی ہے، آپ کے جسم میں خون سے ہی آپ کا نیا جسم بنتا ہے اور خون بنتا ہے اس سے پچھے عناصر سے بالکل ایسے ہی جسے آج آپ خام تیل کا نام دیتے ہیں یہ خام تیل یعنی کروڑ آئل جو کہ الدجال کا خون ہے اسی سے الدجال خلق ہو رہا ہے وجود میں آ رہا ہے جسے آج آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔  
دم الدجال یعنی الدجال کا خون۔







کمبیل، چادریں، صوفے، گدے اور تنکیے وغیرہ



کیس  
لاتعداد اقسام کا کپڑا



پینٹ



ہر قسم کا الیکٹرونکس کاسامان



دستانے



سوٹ، دھاگہ وغیرہ

سرط کیس بیلٹس



سیاہی



